پاک سوسائٹی ڈاٹ کام
www.paksociety.com

## ابتدائیہ

سرگوشیاں — مدیرہ — 12
حمد و نعت — حکیم منہاج حکیم — 13
در جواب آں — مدیرہ — 14

## دانش کدہ

امام اعظم ابو حنیفہؒ — مشتاق احمد قریشی — 18

## ہمارا آنچل

رابعہ انور / صائمہ یوسف
اقرأ کلثوم / بشریٰ حسین — ملیحہ احمد — 22

## سلسلہ وار ناول

بھیگی پلکوں پر — اقرأ صغیر احمد — 62
اور کچھ خواب — عشنا کوثر سردار — 124

## مکمل ناول

جھیل کنارہ کنکر — نازیہ کنول نازی — 26
من کے دریچے — عابدہ سبین — 80

## ناول

چھپا ستم — مدیحہ عدنان — 152

## ناولٹ

چاک دامن — عالیہ حرا — 50
ہم تو دل سے ہارے — عطیہ جاوید ملک — 172

## افسانہ

اپنا مقام پیدا کر — شباس گل — 116
یہی تو عید ہے — سویرا فلک — 188
لاوا — عائشہ خان — 198
وہ ہم سفر تھا — سیدہ ماریہ شاہ — 202
بھروسہ — عنبرین ولی — 210



پبلشر مشتاق احمد قریشی پرنٹر جمیل حسن مطبوعہ ابن حسن پرنٹنگ پریس ہاکی اسٹیڈیم کراچی
دفتر کا پتہ 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی

سرورق: عروسہ..... آرائش: ماہ روز بیوٹی پارلر..... عکاسی: منصور اے خان

## مستقل سلسلے


روحانی مسائل کا حل — حافظ شبیر احمد — 216
آپ کی صحت — ہومیو ڈاکٹر ہاشم مرزا — 220
ڈش مقابلہ — طلعت آغاز — 224
بیوٹی گائیڈ — روبین احمد — 228
غزلیں نظمیں — ایمان وقار — 230
بیاض دل — میمونہ رومان — 234
یادگار لمحے — جویریہ طاہر — 236
آئینہ — شہلا عامر — 240
دوست کا پیغام آئے — ہما احمد — 246
ہم سے پوچھیے — شمائلہ کاشف — 252
کام کی باتیں — حنا احمد — 255
تندرستی نعمت — لُبابہ احمد — 257



خط و کتابت کا پتہ ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی 74200 فون نمبرز 021-35620771/2
فیکس 021-35620773 کے مطبوعات سے ماخوذ سبلی ایڈیشنز انی میل info@aanchal.com.pk

حضرت عبیط بن شریط رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس کسی کے ہاں بچی پیدا ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ہاں فرشتے بھیجتا ہے جو کہتے ہیں: اے گھر والو! تم پر سلامتی ہو۔ وہ بچی کو اپنے پروں کے سایہ میں لے لیتے ہیں اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہتے ہیں "یہ ایک ناتوان جان ہے جو ایک ناتوان کمزور جان سے پیدا ہوئی ہے۔ جو اس بچی کی پرورش کرے گا قیامت تک خدا کی مدد اس کے شامل حال رہے گی۔" (معجم الصغیر طبرانی)

# سرگوشیاں

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ
اکتوبر ۲۰۱۲ء کا آنچل حاضر مطالعہ ہے۔

سب سے پہلے میں اپنی تمام بہنوں کی نہایت شکر گزار ہوں جنہوں نے نہ صرف عید نمبر کو پسند کیا اور اپنی پیاری پیاری خوب صورت عید کی مبارک باد سے نوازا میں اپنی تمام قلم کار بہنوں کی بھی شکر گزار ہوں جن کے تعاون اور مدد سے ہی میں آنچل کو سجا سنوار سکی ہوں۔ ستمبر کے شمارے کے بارے میں بہنوں کو کچھ شکایت تھی اس کے لیے معذرت چاہتی ہوں کہ متعلقہ شعبے کی انچارج رمضان کے روزوں اور اپنی ناتوانی کے باعث توجہ نہ دے سکیں وہ بھی معذرت خواہاں ہیں۔

امریکہ میں ایک بار پھر الیکشن کا اسٹیج سجنے جا رہا ہے یوں تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے لیکن مصیبت یہ ہوئی ہے کہ الیکشن کی تیاری کے سلسلے میں امریکہ کے اخبارات جرائد اپنے اپنے طور پر پُر جوش ہو کر دھڑا دھڑ امیدواروں سے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات شیئر کرنے کی کوشش میں زیادہ سے زیادہ کاغذ خرچ کر ڈالتے ہیں اور اس کاغذ کی زیادتی کو بھگتنا ہمیں پڑتا ہے۔ کاغذ نایاب ہو جاتا ہے اور ہمارے تاجر موقع سے فائدہ اٹھانے میں کسی طرح سے پیچھے نہیں رہتے ویسے بھی ڈالر آسمان سے باتیں کر رہا ہے اور آپ کا یہ آنچل تو شائع ہی درآمدی کاغذ پر ہوتا ہے جو ڈالروں کے عوض آتا ہے۔ ویسے بھی یہ ہمارا قومی مزاج بن چکا ہے کہ ہم ایسے میں قوم کی مجبوریوں سے کھیلتے ہیں دوسری طرف مہنگائی ہے کہ پیر پر پیر رکھ کر دوڑ رہی ہے رکنے کا نام ہی نہیں لے رہی ہر طرف مہنگائی کے عفریت نے اپنے خونخوار پنجے گاڑھ رکھے ہیں۔ بہرحال زندگی تو گزارنی ہی ہے اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے ہم پر اپنی رحمت و کرم فرمائے۔ لکھاری بہنوں سے ایک گزارش ہے کہ وہ مختصر افسانوں کو ترجیح دیں طویل ناول یا ناولٹ کے لیے چونکہ صفحات درکار ہوتے ہیں اس لیے انہیں انتظار کی زحمت سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ جنہیں ہماری مجبوری کو مدنظر رکھتے ہوئے ہماری درخواست پر غور کریں گی۔ اللہ تعالیٰ ہماری آپ سب کی حفاظت فرمائے آمین۔

بہن سمیرا شریف طور کا نیا سلسلہ وار ناول "ٹوٹا ہوا تارہ" ان شاء اللہ اگلے ماہ سے شروع کیا جا رہا ہے قارئین بہنیں نوٹ فرمالیں۔ اگلے ماہ بہنوں کے عدالت کی شخصیت ہیں "نادیہ فاطمہ رضوی" ان کے لیے ۱۸ اکتوبر تک سوالات ارسال کر سکتی ہیں۔

اس ماہ کے ستارے۔

مکمل ناول۔ "جھیل کنارہ کنکر" نازیہ کنول نازی اور "من کے دریچے" عابدہ سبین۔

ناول:۔ "چھپا رستم" مدیحہ عدنان طویل غیر حاضری کے بعد خوب صورت ناول کے ہمراہ واپسی۔

ناولٹ:۔ "چاک دامن" عالیہ حرا اور پہلی بار شریک محفل ہیں "ہم تو دل ہارے" کے ساتھ عطیہ جاوید ملک۔

افسانہ:۔ "لاوا" عائشہ خان "اپنا مقام پیدا کر" سباس گل "یہی تو عید ہے" سویرا فلک اور پہلی بار شریک محفل ہیں "گلدستہ" عنبرین ولی اور "وہ ہم سفر تھا" سیدہ ماریہ شاہ۔

# حمد

ایسا تیرا گمان ہے روشن
مجھ پہ سارا جہان ہے روشن

تیرے جیسا نہیں جہاں میں کوئی
ہر جگہ تیری شان ہے روشن

کون ہے جس کے نور سے یا رب!
یہ زمیں آسمان ہے روشن

تیری تعریف کُل جہان کرے
ذکر تیرا بیان ہے روشن

تیرے دَم سے جہانِ فانی میں
زندگی کا نشان ہے روشن

اے خدا تیری تیری بندگی سے ہی
آبرو میری آن ہے روشن

اس کے جلوؤں کی روشنی میں حکیم
میرے دل کا مکان ہے روشن

# نعت

ترے پیام نے بخشی ہے روشنی آقا ﷺ
ترے پیام سے بدلی ہے زندگی آقا ﷺ

ترے پیام سے ڈوبا ہے ظلم کا سورج
ترے پیام کا حاصل ہے ہر خوشی آقا ﷺ

ترے پیام نے مژدہ دیا بہاروں کا
ترے پیام سے مہکی ہے ہر کلی آقا ﷺ

ترے پیام نے پتھر دلوں کو موم کیا
ترے پیام کے قائل ہوئے سبھی آقا ﷺ

ترے پیام سے روشن ہوا ضمیر اپنا
ترے پیام سے پائی ہے آگہی آقا ﷺ

ترے پیام نے سب کو دیا مقام اِک سا
ترے پیام نے تاریخ نو لکھی آقا ﷺ

ترے پیام سے پہلے حکیم تھا گمنام
ترے پیام سے شہرت مجھے ملی آقا ﷺ

(حکیم خان حکیم)

# در جواب آں

مدیرہ

ڈاکٹر تنویر انور خان ........ کراچی

ڈیئر تنویر سلامت رہو۔ ہم آپ کے لیے دعا گو ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ کو جلد ہی اس پریشانی سے نکالے اور آپ کی آنکھ ایک بار پھر سے نارمل کردے۔ آمین۔ ہم تمام بہنوں سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ بہن تنویر انور کے لیے خصوصی دعا کریں۔

شمیم ناز صدیقی ........ کراچی

پیاری شمیم سدا خوش رہو۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ کو صحت وتندرستی کی نعمت سے مالا مال کرے اور آپ کا سایہ آپ کے بچوں پر قائم ودائم رکھے آمین۔ ہم تمام قارئین سے التماس کرتے ہیں کہ وہ بہن شمیم ناز کے لیے دعائے صحت فرمائیں۔

عشنا کوثر سردار ........ کراچی

اچھی عشنا شاد وآباد رہو۔ ہم آپ کی والدہ کی صحت کے لیے دعا گو ہیں کہ وہ جلد از جلد صحت یاب ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ ان کا سایۂ عافیت آپ کے سر پر قائم ودائم رکھے۔ قاری بہنیں بہن عشنا کی والدہ کے لیے دعا فرمائیں۔

سیدہ ہما شاہ ........ ہارون آباد

ہما خوش رہو۔ ہم آپ کو پہلا شعری مجموعہ "مجھے چاہو" شائع ہونے پر مبارک باد پیش کرتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ کریم آپ کو اسی طرح بام عروج پر پہنچائے آمین۔ ماشاءاللہ سے بہت معیاری شاعری سے سجا نہایت ہی خوب صورت شعری مجموعہ ہے۔

رشک حبیبہ ........ کراچی

ڈیئر رشک سلامت رہو۔ آپ کی جانب سے ارسال کردہ نہایت ہی خوب صورت عید کارڈ وصول پایا جس پر آپ نے اپنے ہاتھوں سے بہت ہی نفیس کام کر کے اس کارڈ کی شان میں چار چاند لگا دیے اور انداز تحریر آپ کی دعائیہ نظم جو آنچل کے لیے خاص والخاص تھی پڑھ کر بے حد خوشی ہوئی اور بے ساختہ آپ کے لیے دل سے بہت دعائیں نکلیں رب کریم سے دعا گو ہوں کہ وہ آپ کی تمام عبادت ودعاؤں کو اپنے فضل وکرم سے اپنی بڑی شان والے دربار میں قبول ومقبول فرمالے آمین۔

مدیحہ نورین ........ برنالی

پیاری مدحو سلامت رہو۔ آپ کا شکوہ سر آنکھوں پر مگر آپ کی کوئی نہ کوئی ارسال کردہ چیز آنچل میں ضرور شائع ہوتی رہتی ہے پھر بھی آپ ناراض ہیں خیر اب تو ہم کو امید واثق ہے کہ اس جواب کے بعد وہ بھی لازمی ختم ہو جائے گی کیوں ٹھیک کہا ناں ہم نے اور جہاں تک آپ کی کہانی کے بارے میں تو ہم نے شمارہ ستمبر میں بتادیا تھا شاید آپ کی نظر سے نہیں گزرا خیر اب دیکھ لیجیے گا۔ رب کریم آپ کو بہت سی خوشیوں سے نوازے آمین۔

صبا نواز بھٹی ........ سانگھڑ

پیاری صبا آباد رہو۔ جی جی آپ کو پوری اجازت ہے ہم کو خالہ کہنے کی۔ کہانی بھیج دیجیے اس میں پوچھنے والی کیا بات ہے آنچل تو ہے آپ کا اپنا ہی اور آپ اپنی شاعری ارسال کردیجیے ہم اس کی اصلاح کروادیا کریں گے اگر اس میں اصلاح کی ضرورت ہوئی اور جو اصلاح کے قابل نہیں ہوں گی ان کو ضائع کردیا کریں گے ٹھیک ہے ناں اب تو خوش۔ دعاؤں اور نہایت خوب صورت پھولوں کے لیے جزاک اللہ۔

شہناز راجپوت ........ گوجرانوالہ

بہن شہناز خوش رہو۔ واقعی صحیح کہا آپ نے اس بار تو واپڈا والوں نے خوب دل بھر کر بد دعائیں لیں اس ماہ مبارک میں ویسے دیکھا جائے تو وہ بے چارے بھی کیا کریں وہ تو حکم کے غلام ہیں ایک طرف حکومت وقت کے دوسری طرف اپنے نفس کے اب کیا کہا جاسکتا ہے۔ آپ کی کہانیوں کی باری ان شاءاللہ جلد ہی آجائے گی بس اب تھوڑے انتظار کی گھڑیاں ختم ہی ہوئی جاتی ہیں اب تو خوش۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

حافظ اقرا الیاس ........ لاہور کینٹ

پیاری اقرا شاد رہو۔ پہلی بار شریک محفل ہونے پر خوش آمدید کہتے ہیں قبول فرمائیں۔ نازیہ کنول نازی کو آپ کی مبارک باد ان سطور کے ذریعے پہنچا رہے کہ آپ کو ان کی شاعری اور تبصروں کی پلکوں کا اختتام بہت بہت پسند آیا۔ سمیرا شریف طور، عشنا کوثر اور اقرا صغیر کو بھی ان سطور کے ذریعے مبارک باد پہنچائی جارہی ہیں۔ دعاؤں کے لیے رب کریم آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔

شگفتہ تحریم کوثر ........ نامعلوم

ثریا شگفتہ خوش رہو۔ آپ کی ناراضگی وغصہ سر آنکھوں پر آپ نے بجا فرمایا کہ آپ شکوہ وشکایت ہم سے نہیں کریں گی تو پھر کس سے کریں گی آپ کا پورا پورا حق ہے آنچل اور ہم پر ہماری طرف سے پوری اجازت ہے آپ کو۔ ویسے تو ہماری ٹیم کی یہ پوری کوشش ہوتی ہے کہ کسی بھی بہن کی حق تلفی نہ ہوں پھر بھی کوئی نا کوئی کوتاہی ہو ہی جاتی ہے خیر جہاں تک آپ کی تحریر کی بات ہے تو ثریا وہ تو ہم تک پہنچی ہی نہیں اور جب جب آپ کی ڈاک ملتی ہے ہم تب تب وہ ضرور لگاتے ہیں ہاں جب کچھ ملے گا ہی نہیں اور ڈاک کی نذر ہو جائے تو اس کا کوئی علاج نہیں ہے نا آپ کے پاس نا ہمارے پاس۔ اب امید ہے کہ آپ کی تشفی وتسلی ہوگئی ہوگی اور ناراضگی بھی دور ہوگئی ہوگی اللہ تعالیٰ آپ کو خوش وخرم رکھے آمین۔

عائشہ نور محمد ........ کراچی

پیاری عائشہ دعا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ کو خوش وخرم رکھیں اور بہت سی خوشیاں عطا فرماتے رہیں۔ اب بھی آپ آنچل کا حصہ ہیں اور رہیں گی ان شاءاللہ۔ جی آپ نے صحیح پہچانا یہ وہ ہی عمران سیریز والے ابن صفی ہیں۔ آپ کی کہانی ان شاءاللہ جلد از جلد لگانے کی کوشش کریں گے کیونکہ ہمارے پاس محدود صفحات ہوتے ہیں اور بڑے بڑے ناولز کی گنجائش ذرا دیر سے ہی بنتی ہے۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

شبانہ خان ........ نامعلوم

شبانہ ڈیئر خوش رہو۔ آپ کی کہانی موصول ہوگئی ہے ان شاءاللہ جلد ہی پڑھ کر ان ہی سطور میں اس کا جواب دیدیں گے اور دفتر کے نمبرز فہرست کے آخر میں شائع ہوتے ہی ہیں آپ ان نمبرز پر دفتر کے اوقات کار کے دوران فون کرکے رابطہ کرسکتی ہیں۔

نجمہ نذرین ........ لاہور

اچھی نجمہ جیتی رہو۔ پہلی بار شریک محفل ہونے پر خوش آمدید کہتے ہیں۔ آپ اپنی کہانی بھیج دیجیے اس ہی سلسلے کے آخر میں اگلا بکس پڑھ لیجیے گا تو آپ کو کہانی لکھنے میں مدد مل جائے گی۔ دعا کے لیے جزاک اللہ۔

جیا غضنفر ........ گجرات

ڈیئر جیا دعا۔ پہلی بار شرکت پر خوش آمدید کہتے ہیں۔ آپ کی بڑی بہن کا سن کر نہایت ہی افسوس ہوا ہم دعا گو ہیں کہ اللہ رب العزت ان کی مغفرت فرمائے آمین۔ آپ کی کہانی مل گئی ہے رسید وصول کیجیے اور جلد ہی پڑھ کر بتادیں گے۔ آپ کی تعزیت ان سطور کے ذریعے بہن ام ثمامہ اور جیا عباس تک پہنچائی جارہی ہے۔ دعا کے لیے جزاک اللہ۔

صائمہ قریشی ........ آکسفورڈ

صائمہ پیاری خوش رہو۔ آنچل میں ہونے والی تبدیلیاں آپ کو پسند آئیں جس کے لیے جزاک اللہ۔ یہ آپ سب بہنوں کا تعاون ہی ہے جس کی وجہ سے آج آنچل اس مقام تک پہنچ پایا ہے اگر آپ سب بہنوں اور رائٹرز کا تعاون اسی طرح آنچل کے ساتھ رہا تو ان شاءاللہ اس کا معیار اور بھی بہتر کرپائیں گے۔ آپ کی کہانی مل گئی ہے اور غزلیں بھی ان شاءاللہ جلد ہی پڑھ لیں گے۔ ابھی قسط وار ناول کی کوئی بھی گنجائش نہیں ہے اس لیے ہم لکھاری بہنوں سے کہتے ہیں کہ قسط وار لکھنے سے پہلے ادارے سے بات کرلیں۔ قسط وار ناول کی تمام اقساط ایک ساتھ ملنی ہوتی ہیں اور ایک قسط کے صفحات زیادہ سے زیادہ ساٹھ ہونے چاہئیں۔ دعا کے لیے جزاک اللہ۔

ثانیہ عبدالغفور مغل ........ للیانی ضلع سرگودھا

اچھی ثانیہ دعا۔ آنچل پسند کرنے کا بہت بہت شکریہ۔ آپ کی تعزیت اس سطور کے ذریعے بہن ام ثمامہ کو پہنچائی جارہی ہے۔ آپ نے جیسے اپنی کہانی تحریر کی تھی وہ طریقہ بالکل ٹھیک ہے۔ ہم کو تو پتا ہی نہیں چلا آپ کی سالگرہ ہے چلیں اب کہہ دیتے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو ایک ہزاروں خوشیاں نصیب کریں آمین۔ اب تو خوش اور ناراضگی دور۔

عشرت سید محمد رمضان ........ حیدرآباد

عشرت ڈیئر سلامت رہو۔ آپ کا تعارف اور غزل

ان شاء اللہ دسمبر کے شمارہ میں شائع ہوجائیں گی۔ ان سطور کے ذریعے عفت سحر طاہر کے بہنوئی اور اُم ثمامہ کے بھائی کی رحلت کی تعزیت پہنچائی جارہی ہے اللہ تمام امت مسلمہ کے مرحومین کو اپنے خاص جوارِ رحمت میں جگہ عطا کریں آمین۔ آنچل اور آنچل اسٹاف کے لیے آپ کی ڈھیروں دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

عشرت فاطمہ............ گاؤں جیسال تلہ گنگ

اچھی عشرت خوش رہو۔ آپ نے بتائے گئے طریقہ کار کے مطابق کہانی تحریر نہیں کی مگر پھر بھی ہم نے اس کو نمبر پر لگادیا ہے جلد ہی پڑھ کر آپ کو بتادیا جائے گا لیکن آئندہ خیال کیجیے گا جو طریقہ کار کہانی لکھنے کا ہے اس کے مطابق ہی کہانی تحریر کیجیے گا۔

سیدہ امبر اختر............ چندی پور

پیاری امبر سلامت رہو۔ آپ کی کہانی مل گئی ہے اور نمبر لگا کر رکھ دی ہے جلد ہی پڑھ کر ان ہی سطور میں اس کے بارے میں بتادیں گے۔ آپ کا اور آپ کی دوست کا تعارف بھی لائن میں لگادیا ہے دعا کیجیے کہ جلد نمبر آجائے۔ ہم آپ کے حق میں دعا کرتے ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ کے حق بہتر معاملہ کریں اور آسانی فرمائے اللہ سے شکوہ نہیں کرنا چاہیے اس کی نعمتوں کا تو ہم ناتو شکر ادا کر سکتے نا ہی ہم اس قابل ہیں امید ہے اب آپ فوری توبہ کرکے رب کریم کا شکر بجالائیں گی۔

طیبہ سعدیہ............ سیالکوٹ

طیبہ ڈیئر جیتی رہو۔ آنچل کے حصول میں آپ کی پریشانی کا پڑھ کر نہایت دکھ ہوا ہم دعا گو ہیں کہ آنچل کے حصول میں آپ کی تمام مشکلات دور فرما کر آسانیاں فرمائے آمین۔ نازیہ کنول نازی کا ناول اے محبت تیری خاطر آپ کو مکتبہ القریش لاہور سے مل سکتا آپ ان کے نمبروں پر رابطہ کریجیے وہ آپ کو براہ راست بھیج دیں گے۔ جس ماہ کے آنچل میں انعام لگتا ہے اس ہی ماہ آنچل بھیجا جاتا ہے۔

ماریہ قریشی............ چھمن چونترہ

اچھی ماریہ بہت سی دعائیں۔ پہلی بار شرکت پر خوش آمدید۔ آپ کے شکوہ کے جواب میں بس یہی کہہ سکتے ہیں کہ جو بھی چیزیں وقت پر مل جاتی ہیں وہ ضرور شائع ہوجاتی ہیں اس ماہ نہیں تو اگلے ماہ مگر جب کچھ ملے گا ہی نہیں تو پھر کیسے شائع کیا جاسکتا ہے اب آپ ہی بتائیں۔ آپ کو امتحان میں کامیابی اور بھائی کی منگنی کی بہت بہت مبارک باد رب کریم آپ کو ہر میدان میں کامیابی وکامرانی عطا فرمائے اور آپ کے بھائی بھائی کا نصیب بلند فرمائے آمین اب خوش اور سب گلے شکوہ دور۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

فاطمہ ہاشمی............ جھنگ

پیاری فاطمہ خوش رہو۔ آپ کی خیریت کا پڑھ کر دلی سکون ہوا۔ آپ کی کاوش موصول ہوگئی ہے شکر الحمدللہ۔ امید ہے آپ کو بھی قلبی سکون میسر آگیا ہوگا ابھی پڑھی نہیں پڑھ کر ان ہی سطور میں جواب دیدیں گے۔ آپ نے سوا آنے ٹھیک کہا کہ ہمارا ڈاک کا نظام انتہائی اعلیٰ پائے کا ہے بس صبر دعا ہی کرسکتے ہیں جان جلانے کا فائدہ بھی تو کوئی نہیں ہے ناں۔ ہم ہر ماہ کی دس تاریخ تک موصول ہوجانے والی ڈاک استعمال کرتے ہیں جو چیزیں اگلے ماہ کام آسکتی ہیں وہ اٹھا کر رکھ لی جاتی ہیں اور جو نہیں آتی تو ان کی صرف رسید دیدی جاتی ہے۔ آپ اور بہت سی بہنیں عفت سحر طاہر اور سیدہ گل بانو کو پڑھنا چاہتی ہیں تو ہم پوری کوشش کریں گے کہ آپ سب کی خواہش پوری کی جاسکے آپ سب دعا کیجیے گا۔ آپ بھی آنچل فیملی کا حصہ ہیں اور رہیں گی ان شاء اللہ اور دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

کوثر ناز............ حیدرآباد

پیاری کوثر ڈھیروں دعائیں۔ آپ کا خط پڑھ کر آپ کی ہمت وحوصلے کی داد دینی پڑے گی ماشاء اللہ بہت اچھے خیالات ہیں اور سوچ بھی وسیع ہے آپ کی ان شاء اللہ اگر ایسے ہی آپ کے خیالات رہے تو وہ دن دور نہیں جب آپ بھی منجھی ہوئی لکھاریوں میں شامل ہوجائیں گی۔ آپ نے صحیح کہا آج کل کے تعلیمی اداروں اور اساتذہ کا اللہ ہی حافظ ہے پتا نہیں ہم کب اپنے فرائض ایمان داری سے سرانجام دیں گے امید پر دنیا قائم ہے۔ ہم آپ کے لیے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی تمام دلی مرادیں پوری فرمائے آمین۔ آپ کی تمام چیزیں ان کے شعبہ جات میں بھیج دی گئیں ہیں۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

اُم ثمامہ............ جھنڈو

گڑیا اُم سلامت رہو۔ آپ نے صحیح کہا کہ آپ کا اور ہمارا رشتہ بہت مضبوط ہے اور ان شاء اللہ رہے گا۔ آپ کا شکوہ بجا ہے اپنی جگہ مگر ہم بھی کیا کریں اس ملکی ڈاک کے نظام کا ہم نے آپ کو خط روانہ کیا تھا جو آپ تک نہیں پہنچا اس بات کی اطلاع آپ کا خط پڑھ کر ملی خیر ہم کوشش کرکے دوبارہ ارسال کرتے ہیں۔ آپ کے گھریلو حالات پڑھ کر آپ کے دکھ کا اندازہ کرسکتے ہیں اور دعا گو ہیں اس پاک ذات سے کہ وہ جلد از جلد آپ کے تمام مسائل کو حل کرکے آسانی والا معاملہ فرما دے اور آپ کے غم ودکھ میں کمی عطا فرمادے آمین۔ ان شاء اللہ یہ سب ہمارے پاس آپ کی امانت رہے اس سے آپ بے فکر رہیے اور ہماری خصوصی دعائیں آپ کے ساتھ رہیں گی اور وہ پاک پروردگار ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور رحم فرمائے گا۔

مشترکہ جوابات

دلکش مریم' چنیوٹ۔ ہم رب کریم سے دعا گو ہیں کہ وہ آپ کو ہر میدان وامتحان میں کامیابی وکامرانی عطا فرماتا رہے آمین۔ مہ جبین چوہدری' ڈوگہ گجرات۔ پہلی بار شرکت پر خوش آمدید کہتے ہیں۔ آپ کے دونوں افسانے موصول ہوگئے ہیں ان شاء اللہ جلد ہی پڑھ کر ان سطور پر آپ کو بتادیا جائے گا۔ فوزیہ سلطانہ' تونسہ شریف۔ آپ کا تعارف پہلے بھی مل گیا تھا اور اب بھی مل گیا ہے ان شاء اللہ جلد ہی شائع ہوجائے گا۔ جی آپ نانی کہہ سکتی ہیں ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ سیدہ وجیا عباس کاظمی' تلہ گنگ۔ نازیہ کنول نازی کی شاعری کی کتب لاہور سے شائع ہوئی ہیں آپ وہاں سے منگوا سکتی ہیں۔ تحسین انجم انصاری' اسلام آباد۔ آپ کی کہانی مل گئی ہے ان شاء اللہ جلد ہی شائع ہوجائے گی۔ عظمیٰ کنڈی' ناٹیک۔ آپ کی تمام چیزیں ان کے شعبہ جات میں بھیج دی گئی ہیں ان شاء اللہ شائع بھی ہوجائیں گی۔ قرۃ زینب' ملتان۔ آپ کی کہانی مل گئی ہے ان شاء اللہ جلد ہی پڑھ کر آپ کو بتادیا جائے گا۔ سمیرا ندیم' اسلام آباد۔ ہماری اطلاع کے مطابق راولپنڈی میں تو آنچل عید سے قبل بھیج گیا تھا پھر آپ تک تاخیر سے پہنچا حیرت ہوئی۔ آپ کی تمام چیزیں متعلقہ شعبوں میں بھیج دی ہیں۔ صبا اشرف' شاہ کمنڈر۔ گڑیا آپ نے بالکل صحیح کہا کہ آپ کا خط پہنچ کر تین سوٹ لان کے لے آئے تھے اگر آپ کہیں تو ایک آپ کو بھیج دوں؟ نادیہ یسین' چک نمبر ۱۲۱ ساہیوال۔ گڑیا اللہ آپ کو آپ کے تمام ارادوں میں کامیابی عطا فرمائے آمین۔

تاخیر سے وصول ہونے والے خطوط

صبیحہ فیض' کا چھیلو فارم۔ نگینہ نور دین' نامعلوم۔ پروین افضل شاہین' بہاولنگر۔ ارم شہزادی' ڈی جی خان۔ نورین شاہد' رحیم یار خان۔ فائزہ فاروق سحر' ماڈل ٹاؤن لاہور۔ عاصمہ اقبال' عارف والا۔

ناقابلِ اشاعت

محبت آزمائش ہے۔ شکست۔ روٹی کپڑا اور مکان۔ زندگی میں یوں بھی ہوتا ہے۔ معافی۔ باتوں باتوں میں۔ بے بس محبت۔ ہمارے درمیان ہے زندگی۔

مصنفین سے گزارش

☆ مسودہ صاف خوش خط لکھیں۔ ہاشیہ لگائیں صفحہ کی ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور صفحہ نمبر ضرور لکھیں اور اس کی فوٹو کاپی کرا کر اپنے پاس رکھیں۔
☆ قسط وار ناول لکھنے کے لیے ادارہ سے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔
☆ نئی لکھاری بہنیں کوشش کریں پہلے افسانہ لکھیں پھر ناول یا ناولٹ پر طبع آزمائی کریں۔
☆ فوٹو اسٹیٹ کہانی قابل قبول نہیں ہوگی۔
☆ کوئی بھی تحریر نیلی یا سیاہ روشنائی سے تحریر کریں۔
☆ مسودے کے آخری صفحہ پر اپنا مکمل نام پتا خوشخط تحریر کریں۔
☆ اپنی کہانیاں دفتر کے پتا پر رجسٹرڈ ڈاک کے ذریعے ارسال کیجیے۔

# امام اعظم ابو حنیفہؒ

مولف: مشتاق احمد قریشی

## اہلِ سنت کون؟

امام اعظم ابوحنیفہؒ امام اہل سنت کے طور پر بھی معروف ہیں اور فقہ حنفی کے ماننے والے خود کو اہلِ سنت کہلاتے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ امام اعظمؒ کی فقہ کے بارے میں کچھ تحریر کرنے سے پہلے ہمیں یہ علم ہونا بھی ضروری ہے کہ دراصل اہل سنت کون ہیں اور مسلک اہلِ سنت در حقیقت کیا ہے؟ اس کے ساتھ ہی مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے جو مسالک ہیں ان پر مختصر اتقابلی جائزہ سے یہ آسانی ہوگی کہ مختلف مسالک کے خدوخال ہمارے سامنے ہوں گے تو فقہ حنفی کو سمجھنا آسان تر ہو سکے گا اور آج کا عام مسلمان جس کی دینی معلومات بس واجبی ہیں اور جن کے دلوں میں بعض غلط روایات کے ذریعے شکوک و شبہات پیدا کردیے جاتے ہیں جس کے باعث وہ دین سے دور ہوتے چلے جاتے ہیں جب دیگر مسالک کے افراد سے ملتے ہیں اور کسی مسئلے پر بحث یا گفتگو کرتے ہیں تو مزید الجھ کر رہ جاتے ہیں۔ انہیں یہ اندازہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ کیا درست ہے اور کیا غلط۔ اسی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے یہ ضروری معلوم ہوا کہ فقہ حنفی پر عمل پیرا ہونے والوں کو یہ معلوم ہو کہ ان کی فقہ کیا ہے اور دوسرے فقہوں سے اسے کیا امتیاز حاصل ہے۔

اس سے قبل کہ فقہ حنفی پر گفتگو کی جائے یہ سمجھ لیا جائے کہ اہلِ سنت کسے کہتے ہیں اور کون حقیقی معنوں میں اہلِ سنت ہیں۔

### اہلِ سنت:۔

سنت کے معنی عادت یا دستور کے ہیں۔ اصطلاحاً پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر عمل کو سنت کہتے ہیں۔ اسلام میں اطاعت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابتدا سے ہی ایک لازمی امر رہا ہے۔ اس لیے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کے حفظ و اشاعت کی طرف خاص توجہ فرمائی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعد تابعینؒ اور ان کے بعد تبع تابعینؒ کے عہد میں سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا واحد مستند ذریعہ حدیث نبوی ہی تھا۔ اس لیے تدوین حدیث کا سلسلہ محدثین نے عہد نبوی سے ہی شروع کر دیا تھا جو بعد کے تمام عہدوں میں جاری رہا وہ تمام احادیث جو قولی ہوں یا فعلی جو احادیث کی کتب میں مفصل قلم بند کی جا چکی ہیں۔ ان میں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا عمل اور ہدایات بھی شامل ہیں۔ مسلمانوں کی اکثریت انہیں واجب العمل تسلیم کرتی ہے۔ اور مانتی ہے یہی اہلِ سنت یا سنی کہلاتے ہیں۔ اور قرآنی احکام اور احادیث نبوی کی صحیح تعبیر و تفصیل جو فقہ کے مستند امام ابوحنیفہؒ کے قیاس اور اجماع پر مبنی ہے کو اہلِ سنت اپنے مذہبی دستور العمل کا جزو لازم سمجھتے ہیں۔

### اہلِ سنت والجماعت:۔

سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آثار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر عمل کرنے والے مسلمانوں کا سواد اعظم اپنے جامع مفہوم میں اسلام کے دو بنیادی فرقوں میں سے ایک ہے۔ جن لوگوں نے اسلامی جمہوریت



و خلافت، سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہ پر عمل پیرا ہونے کا دعویٰ کیا وہ اہل سنت کہلائے۔ اور جن لوگوں نے سنت رسول کریم سے انکار کیا وہ خوارج اور معتزلہ کہلائے۔ خوارج اور معتزلہ کا عروج دوسری صدی ہجری میں ہوا اور کچھ عرصے بعد یہ فرقے اپنی موت آپ مر گئے۔ ان کا وجود ختم ہو گیا۔

اہل سنت پیروکاروں کے معنی میں سنی کہلاتے ہیں۔ جبکہ خوارج اور معتزلہ کی تعلیمات آگے چل کر عراق اور ہندوستان میں نمودار ہوئیں۔ جو منکرین حدیث یا اہل قرآن کہلائے۔ انکار سنت کا دوبارہ آغاز انگریزوں کی فتنہ سامانی اور اختراع طرازی اور ہندوستان کے مسلمانوں کو تقسیم کرکے ان کی قوت کو ختم کرنے کے لیے کیا گیا۔ انگریز نے اپنی چالاکی اور بدبختی اور حکمرانی کی قوت سے کام لے کر مسلمانوں کی ایک منظم جماعت کو کئی فرقوں میں بانٹ دیا اور مسلمانوں کی قوت ایمانی کو پارہ پارہ کرنے کی مذموم کوشش و سازش کی اور ہندوستان کے مسلمانوں کو کئی فرقوں میں تقسیم کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

ہندوستان میں جدید علم الکلام کے نام پر سر سید احمد خان نے انکار حدیث کی ابتدا کی۔ سر سید احمد خان نے قرآن حکیم کے تمام مندرجات کو عقل و سائنس کے مطابق ثابت کیا ہے۔ مثلاً وہ معراج نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور شق الصدر کو محض خواب مانتے ہیں۔ روز آخرت' حساب کتاب' میزان' جنت دوزخ' کے متعلق تمام قرآنی ارشادات کو استعارہ اور تمثیل قرار دیتے ہیں۔ ایسے ہی وہ ابلیس اور ملائکہ کے وجود کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بن باپ کے پیدا ہونے اور آسمان پر زندہ اٹھائے جانے کو تمثیل قرار دیتے ہیں۔ جنوں کو بھوتوں کی قسم کی مخلوق ماننے سے سر سید احمد خان قطعی انکار کرتے ہیں۔ سر سید کے علاوہ مولوی چراغ علی بھی منکرِ حدیث کے طور پر مشہور ہے۔ سر سید احمد خان جنہوں نے مذہبی مصلح کی حیثیت سے تصانیف کا ایک ڈھیر لگا دیا تھا۔ سر سید کے ان ہی اقدامات کی بناء پر ان پر کفر کے الزامات بھی لگائے گئے چونکہ ان کا مسلک تھا کہ انگریز اور مسلمانوں کے درمیان پھیلی نفرت کو دور کرنے میں ہی مسلمانوں کا بھلا ہے۔ اس لیے انہوں نے مسلمانوں اور عیسائیوں کے تعلقات کو خوش گوار بنانے کے لیے تصانیف کا سہارا لیا۔ وہ تقلید کے سخت خلاف تھے۔ تقلید کے قائل علمائے کرام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی حضرت مولانا فضل الرحمن عثمانی (علامہ شبیر احمد عثمانی کے والد) مولانا ذوالفقار علی دیوبندی اور حضرت حاجی عابد حسین نے وقت کی ضرورت اور مذہبی اہمیت کو سمجھتے ہوئے اور امام ابوحنیفہؒ کی تقلید کے قائل ان افراد نے سر سید احمد خان کی جدید توجیہات اور تاویلات جو نا صرف پڑھے لکھے طبقے کے ذہنوں کو مسموم و متاثر کرنے لگی بلکہ دین سے لاتعلق افراد بھی اس طرف متوجہ ہونے لگے تھے اور اس لیے ضروری تھا کہ اس کی روک تھام کی جائے۔ 1867ء کو دیوبند کی ایک قدیم مسجد چھتا میں ایک مدرسہ قائم کیا گیا۔ جو بعد میں مدرسہ دیوبند کے نام سے معروف و مشہور ہوا۔ دیوبندی علماء فقہی مذاہب میں امام ابوحنیفہؒ کے مقلد ہیں۔ قرآن و سنت پر سختی سے عمل پیرا ہونے کے علاوہ ان کا تصوف سے بھی گہرا تعلق ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و عظمت پر مکمل ایمان رکھتے ہیں۔ کثرت سے درود کو عین ثواب سمجھتے ہیں۔ دین میں غلو اور انتہا پسندی کے بجائے اعتدال کے قائل ہیں اور عامۃ المسلمین کی تکفیر سے اجتناب و احتیاط کو لازمی سمجھتے ہیں۔ اگر بغور دیکھا جائے تو دیوبند مدرسے سے اٹھنے والی تحریک نے سر سید احمد خان کے جدید علم الکلام کے ذریعے پھیلائی ہوئی ظلمتوں کا مقابلہ کرنے اور صحیح دین اور تقلیدی عمل کو قائم رکھنے اور برصغیر کے مسلمانوں کو اسلام کی اصل روح سے وابستہ

کرنے میں اپنا بھرپور کردار ادا کیا ہے۔

سرسید احمد خان کی جدیدیت یعنی جدید علم الکلام کے فتنے نے جب کافی سر اٹھا لیا اور جدت پسند افراد کا گروہ تشکیل پانے لگا تو انہوں نے مئی 1875ء میں علی گڑھ میں ایک درس گاہ کا آغاز کیا جسے جنوری 1877ء میں کالج کا درجہ حاصل ہوگیا تھا۔ اسی جدیدیت کا مقابلہ کرنے کے لیے ردعمل کے طور پر دیوبند کی مسجد چھتہ میں مدرسہ قائم ہوا جو جلد ہی ایک بڑے دارالعلوم میں تبدیل ہوگیا وہ تمام دینی تعلیمی اصناف کی تعلیم دی جانے لگی۔ دارالعلوم دیوبند میں علم صرف ونحو ادب، علم المعانی، منطق، فلسفہ، فقہ، اصول فقہ، حدیث، تفسیر، علم الفرائض، علم العقائد، علم الکلم، علم الطب، علم المناظرہ، علم ہیئت، علم قرأت وتجوید ساتھ ساتھ فارسی زبان ادب وریاضی کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔

دیوبند کے پیروکار نذر و نیاز صرف اللہ کے نام پر کرنا جائز مانتے ہیں کسی پیر بزرگ کے نام پر کرنا ان کے مسلک کے مطابق قطعی حرام ہے کیونکہ منت نذر نیاز حقیقی معنوں میں صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے ہی ہے۔ اس طبقے کے مطابق اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کے نام کی منت ماننا یا نذر دینا صدقہ کرنا سب شرک ہے۔ جس چیز کی منت مانی جائے وہ حلال ہو اور اللہ کی راہ میں ہو تو اللہ اس کے پورا کرنے پر اجر وثواب دے گا۔ اس بارے میں سورۃ البقرہ 270 یا 271 میں واضح ہدایت آئی ہے۔

دیوبند کے طریقے پر چلنے والے مزارات کا احترام تو کرتے ہیں لیکن مزار والوں کو کسی طرح وسیلہ یا واسطہ نہیں بناتے بلکہ براہ راست اللہ سے مدد مانگتے ہیں کیونکہ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرمارہا ہے کہ میں تمہاری شہ رگ سے بھی قریب ہوں۔ یہ لوگ مزارات پر چراغاں کرتے ہیں نہ موم بتی اگربتی جلاتے ہیں۔ نہ مردے دفن کرنے پر اس کے سرہانے اذان دیتے ہیں۔ درود شریف کثرت سے پڑھتے ہیں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ درود شریف براہ راست انہیں پہنچایا جاتا ہے یہ تمام صدقات وخیرات براہ راست اللہ کے نام پر اللہ کے لئے کرتے ہیں۔

اکابرین دیوبند حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے معتقد ہیں جبکہ روحانی مسلک کے لحاظ سے حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے حلقہ ارادت میں شامل ہیں۔ سرسید احمد خان کی تحریک کے نتیجے میں مختلف مسلکوں نے جنم لیا۔

عام طور پر مستشرقین کا یہ خیال ہے کہ مسلمانوں کے دو بڑے فرقے ہیں ایک اہل سنت والجماعت اور دوسرا اہل تشیع۔ بالترتیب ان کے ماننے والوں کو سنی اور شیعہ کہا جاتا ہے۔ علامہ بغدادیؒ کے نزدیک اہل سنت وہ لوگ ہیں جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے یعنی سنت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مسلک پر قائم ہیں۔ انہوں نے اہل الرائے اور اہل حدیث دونوں کو اس گروہ میں شامل کیا ہے۔ جبکہ امام ابن تیمیہؒ نے اہل سنت والجماعت کو آئمہ اربعہ سے پہلے کا قرار دیا ہے اور وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اسی گروہ میں شامل کرتے ہیں۔ علامہ الذہبیؒ کے بقول ابوالحسن اشعری کی تحریک اشعریہ کو ماننے والے خود کو اہل سنت والجماعت کہتے تھے ان کے بعد یہ اصطلاح عام ہوئی۔

علامہ البغدادیؒ نے اہل سنت والجماعت کے عقیدے کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ یہ لوگ حدوث عالم خالق کائنات کی وحدانیت اس کی تشبیہہ وتجسیم سے پاک ہونے اور انسانوں کے لیے کافی اور برحق ہونے پر ایمان رکھتے ہیں اور یہ بھی مانتے ہیں کہ قرآن حکیم شریعت کے احکام کا ماخذ وضع ہے اور نماز قبلے یعنی کعبے کی طرف منہ کرکے ادا کرنا فرض ہے۔ ان باتوں کے ساتھ انہیں کسی ایسی بدعت میں ملوث ہونا پسند نہیں جو کفر کا باعث ہو۔



علامہ البغدادیؒ نے اہل سنت والجماعت کی آٹھ اصناف بیان کی ہیں۔

(۱) وہ ارباب عمل جو توحید نبوت احکام وعدہ وعید ثواب وعتاب اجتہاد اور امامت وقیامت کے بارے میں صحیح اور کامل معلومات سے بہرہ ور ہیں۔

(۲)۔ فقہا جو قرآن وسنت اور اجماع صحابہ سے استنباط احکام کا منصب سنبھالے ہوئے ہیں ان میں آئمہ کرام امام مالکؒ امام ابوحنیفہؒ امام احمد بن حنبلؒ امام شافعیؒ اوزاعی ثوری وغیرہ شامل ہیں۔

(۳)۔ علمائے حدیث۔

(۴)۔ علمائے ادب ونحو مثلاً خلیل بن احمدؒ ابوعمرو بن العلاؒ سیبویہ اخفش اصمعیؒ المازنی اور ابوعبیدہؒ وغیرہ۔

(۵)۔ مندرجہ بالا عقائد کے مفسرین اور قرائے کرام وغیرہ۔

(۶)۔ مندرجہ بالا مسلک کے مؤید صوفیا اور اولیاء کرام۔

(۷)۔ مجاہدین اور شمشیر بکف محافظین دین۔

(۸)۔ عام پیروکاران اہل سنت والجماعت۔

جماعت اہل سنت کے عقائد کو مختلف خلفا اور سلاطین کی سرپرستی حاصل رہی ہے۔

مسلمان محققین کے مطابق خلفائے راشدین بھی اسی مسلک کے پیروکار تھے۔ المتوکل کے دور میں اس مسلک کو بہت فروغ حاصل ہوا۔ مصر شام میں صلاح الدین ایوبی اور اس کے وزیر القاضی الفاضل نے اس مسلک کو سرکاری مذہب قرار دیا۔ مغربی افریقہ اور اندلس میں بھی اسی مسلک کو سرکاری سرپرستی حاصل رہی ہے۔ سلطان محمود غزنوی نے بھی اسی مسلک کو سرکاری حیثیت دی۔ ایسا ہی اورنگزیب اور ٹیپو سلطان کے دور میں بھی ہوا۔ پاکستان اور ہندوستان میں اکثریت حنفی اہل سنت کی ہے۔

شبلی نعمانیؒ کہتے ہیں کہ فقہ حنفی اور اس کے پیروکار افراد بہترین منتظم تھے اسی لیے انہوں نے قاضی بن کر اسے عملی طور پر نافذ کردیا۔ حنفی فقہ کے قبول عام کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ امام ابوحنیفہؒ کا طریقہ فقہ انسانی ضرورتوں کی موجودگی میں نہایت موزوں اور مناسب لگتا ہے۔ اور خاص طور پر اس وقت کی تہذیب سے اس فقہ کو مناسبت تھی۔ جس کے باعث زیادہ سے زیادہ لوگ اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ کیونکہ فقہ حنفی میں یہ خصوصیت ہے کہ دینی مسائل میں پریشان افراد کو آسان طریقوں سے سہولت باہم پہنچاتا ہے۔ اس وجہ سے بھی دیگر فقہوں کی نسبت فقہ حنفی کے ماننے والوں کی تعداد بتدریج بڑھتی چلی گئی اب دیگر فقہوں کی نسبت حنفی فقہ کے ماننے والوں کی کثیر تعداد ہے۔ وہ فرقہ اہل سنت والجماعت یا سنی کہلاتا ہے۔

اس سے قبل کہ دیگر فرقوں کے متعلق کچھ فقہی معلومات حاصل کی جائیں بہتر ہوگا کہ ہم یہ سمجھ لیں کہ فرقہ ہے کیا؟ اور یہ کیسے عالم وجود میں آتے ہیں؟

(جاری ہے)

# رابعہ انور

ملیحہ احمد

کثرت غم میری فطرت بدل نہیں سکتے
کیا کروں مجھے عادت ہے مسکرانے کی

ڈیئر قارئین اینڈ آنچل کی تمام ممبران کو مابدولت کی طرف سے السلام علیکم! میرا نام رابعہ انور ہے میں جلالپور بھٹیاں میں رہتی ہوں۔ ماشاء اللہ سے چار بہنیں اور تین بھائی ہیں اور ہم ان میں پانچویں نمبر پر ہیں۔ بڑی بہنوں کی شادی ہوچکی ہے ایک ہم ہیں جو طرح طرح کی مشق ستم سہتے ہیں میں نے میٹرک کیا ہے اور اجازت نہ ملنے کی وجہ سے آگے پڑھ نہ سکی مجھے پڑھنے کا شوق ہے ہر وقت میرے ہاتھ میں رسالہ ہوتا ہے شاعری پڑھتی اور لکھتی ہوں۔ رائٹرز میں مجھے عمیرہ احمد نازیہ کنول نازی عشنا کوثر سمیرا شریف طور بہت پسند ہیں۔ سمیرا شریف مجھے بہت اچھی لگتی ہیں۔ ان کے تمام ناول اچھے ہوتے ہیں لیکن "یہ چاہتیں یہ شدتیں" بہت اچھا تھا۔ میری خواہش ہے آپ ہمیشہ لکھتی رہیں میں آپ سے ملنا اور دوستی کرنا چاہتی ہوں پلیز پلیز..... مجھے زیادہ تر شلوار قمیص اور بڑا سا دوپٹا پسند ہے۔ رنگوں میں مجھے کالا نیلا اور فیروزی رنگ پسند ہے۔ بارش بہت پسند ہے وہ بھی سردیوں کی۔ پسندیدہ کتاب قرآن پاک ہے اس کو پڑھتے وقت دل کو عجیب ہی تسکین ملتی ہے۔ مجھ میں بہت سی خامیاں ہیں اصل خامی تو یہ ہے کہ نماز کی پابندی نہیں کرتی اور یہ خامی سب خامیوں پر بھاری ہے۔ اللہ پاک سے التجا ہے کہ مجھے نماز کا پابند بنائے آمین۔ خوبیاں تو بہت ہیں لیکن وہ کہتے ہیں کہ اپنے منہ میاں مٹھو والی بات۔ انا پرست ہوں کسی سے ادنیٰ چیز بھی مانگنا گوارا نہیں کرتی ہر چیز اللہ تعالیٰ سے مانگتی ہوں کیونکہ میرا ایمان ہے کہ اس خدا کی پاک ذات سے مانگو جو سب کو دیتا ہے دوغلا پن سے نفرت ہے غلطی جلدی تسلیم کرلیتی ہوں۔ باتونی ہوں آدھی رات تک رسالے پڑھنا میرا مشغلہ ہے والدین سے محبت کرتی ہوں۔ میری بھانجیاں مجھ سے بہت محبت کرتی ہیں میں بھی ان سے بہت پیار کرتی ہوں ان کے نام ہاجرہ سحرش اسماء ثانیہ آمنہ اور واشیہ ہے۔ محبت پر یقین رکھتی ہوں اس کے ساتھ ہی اجازت چاہتی ہوں اللہ پاک سب کو اپنی حفظ وامان میں رکھے سب کو لمبی عمر اور صحت والی زندگی عطا فرمائے اور تمام لوگوں کی سب جائز خواہشات جو ان کے حق میں بہتر ہوں مقبول فرمائے آمین۔ اس شعر کے ساتھ اجازت چاہتی ہوں۔

کبھی لفظ بھول جاؤں کبھی بات بھول جاؤں
تجھے اس قدر چاہوں اپنی ذات بھول جاؤں
اٹھ کر کبھی جو تیرے پاس سے چل دوں
جاتے ہوئے خود کو تیرے پاس بھول جاؤں

# عاصمہ یوسف

السلام علیکم ڈیئر قارئین! کیسے ہیں آپ لوگ؟ یقیناً اچھے ہوں گے خدا آپ کو اچھا ہی رکھے آمین۔ میرا نام عاصمہ یوسف ہے۔ سبھی اسی نام سے پکارتے ہیں ہاں البتہ دوست اپنی پسند کا بلاتی ہیں۔ میرا تعلق گجرات کے گاؤں گوندیالہ سے ہے جو کہ آزاد کشمیر کے پاس ہے۔ میں بی اے فائنل ایئر کی اسٹوڈنٹ ہوں۔ ہم ماشاء اللہ آٹھ بہن بھائی ہیں میرا نمبر چھٹا ہے۔ دو آپیوں اور بڑے بھائی کی شادی ہوچکی ہے۔ تین جولائی کو اپنے پیارے گاؤں میں پیدا ہوئی میرا اسٹار سرطان ہے۔ جس کی تمام خامیاں مجھ میں موجود ہیں۔ خامیوں کا تو پتا ہے البتہ خوبیوں کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔ پسندیدہ کلر بلیک اینڈ وائٹ پھول گلاب کھیل کرکٹ حد درجہ پسند ہے۔ تنہائی بعض اوقات اچھی لگتی ہے زیادہ



تر مغرب کے وقت جب سورج غروب ہو رہا ہوتا ہے۔ میری خواہش ہے کہ خدا اچھا انسان بنادے آمین۔ آپ بھی دعا کریں۔ خوبیوں کی نسبت خامیاں زیادہ ہیں چلیں پہلے خوبیاں بتاتی ہوں۔ سب سے بڑی خوبی تو یہ ہے کہ پانچ وقت کی نمازی ہوں اور قرآن مجید کی تلاوت روزانہ کرتی ہوں۔ کسی کا دکھ برداشت نہیں کرسکتی بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ برداشت ہے ہی نہیں۔ جب سے ابو کی وفات ہوئی ہے ہر کسی کا دکھ اپنا اپنا سا لگتا ہے۔ دعا کیجیے گا خدا میرے ابو کو جنت الفردوس میں جگہ دے آمین۔ اب خامیوں کی طرف آتے ہیں وہ تو کتنا ناممکن سا لگتا ہے کیونکہ اپنی اکثر خامیوں کو جانتے ہوئے بھی میں ختم نہیں کرسکتی۔ بڑی خامی تو یہ ہے کہ برداشت بالکل نہیں غصہ بہت جلدی آجاتا ہے۔ غصے میں پتا نہیں چلتا کیا بول رہی ہوں بعد میں افسوس ہوتا ہے (بعد میں فائدہ) اپنی اس عادت سے تنگ ہوں۔ ہر کسی پر جلدی اعتبار کرلیتی ہوں لوگوں کو پرکھنے کا طریقہ نہیں نا۔ جس کا خمیازہ کتنی دفعہ بھگت چکی ہوں بولتی بھی بہت زیادہ ہوں۔ جو لوگ اپنے آپ کو بہت کچھ سمجھتے ہیں وہ بہت برے لگتے ہیں۔ فرینڈلی لوگ اچھے لگتے ہیں۔ آپ بھی کہیں گی اپنی ہی سنائے جارہی ہے خیر بتایا نا بولتی زیادہ ہوں۔ اب آنچل کی طرف آتی ہوں۔ ویسے تو آنچل سے میری آشنائی تین سال پرانی ہے لیکن ہر ماہ لازمی منگوانے کا عمل پچھلے سال سے شروع ہے جب عشنا کوثر سردار کا "اور کچھ خواب" شروع ہوا۔ اس کے ساتھ ہی راحت وفا کا "جان جاں تو جو کہے" بھی شروع کیا۔ اس سے پہلے میں سلسلے وار ناول نہیں پڑھتی تھی۔ ابھی بھی جو نیا ناول اقراء صغیر احمد کا "دو بھیگی پلکوں پر" شروع ہوا بہت پسند آیا۔ باقی افسانے اور ناول بھی اچھے لگتے ہیں ویسے ایک راز کی بات بتاؤں میں بھی افسانہ لکھنا چاہتی ہوں لیکن ابھی نہیں ابھی صرف غور کررہی ہوں B.A کرلوں پھر عمل کروں گی ان شاء اللہ۔ پلیز آپ دعا کیجیے گا میرا B.A کلیئر ہوجائے کیونکہ آگے پڑھنے کے چانسز بہت کم ہیں۔ دوست بہت ہیں ماشاء اللہ سدرہ بیسٹ رینڈ ہے۔ باقی دوستوں میں آسیہ رقیہ عنبرین شمسہ گلشن انعم ہیں۔ اس کے علاوہ بھی دوستیں ہیں جن کے نام لینے شروع کیے تو آپ لوگ بور ہوجائیں گے۔ اچھا چلیں بہت بور کرلیا آپ کو اب اجازت چاہتی ہوں اللہ حافظ۔ خدا آپ کو سدا خوش رکھے آمین۔

# اقراء کلثوم

آنچل کے پیارے کیوٹ اینڈ سویٹ قارئین کو ہمارا آداب اور سلام۔ ہم نے سوچا کیوں نہ خود کو آنچل سے متعارف کروائیں اور آنچل کا حصہ بن جائیں (اچھا خیال ہے نا آپ ہمیں داد تو دیں گے) ملیے ہم سے اور جانیے ہمارے بارے میں نام ہے اقراء کلثوم نک نیم ڈھیر سارے ماں جی اور بہنا رانو کہتی ہیں اور بھائی صاحبان پھیڈو گنڈو نانو اور کبھی موٹر سائیکل کہہ کر بلاتے ہیں (آخری دو نام غصے کے ہیں) ہم پانچ بہن بھائی ہیں تین بھائی مجھ سے بڑے اور دو چھوٹے ہیں اور ہمیں یہ اعزاز حاصل ہے کہ ہم اس خاندان کی اکلوتی لڑکی ہیں کاسٹ ہماری وڑائچ ہے 14 جولائی 1992ء کو اس دنیا میں تشریف لائے ہمارے والد محترم اور دادا جان مرحوم نے مل کر ہمارا نام رکھا یعنی والد صاحب نے اقراء اور دادا جان نے کلثوم ہمارے بھائی وکی جی کا کہنا ہے کہ شکر ہے ہمارے گھر میں بھی کوئی چڑیل ہے یعنی کہ میرے روپ میں خدا کی رحمت موجود ہے ہم علامہ اقبال کے نزدیکی شہر سمبڑیال میں رہائش پذیر ہیں گورنمنٹ کالج برائے خواتین میں زیر تعلیم ہیں اور اس سال 2nd Year میں آجائیں گے (جب تک تعارف چھپے گا) اب بات ہوجائے خوبیوں اور خامیوں کی بقول ماں جی کہ تم پہلے انکار کرتی اور پھر کام یعنی ہڈحرام ہوں علمی ہوں مگر تھوڑی سی بقول پھوپو کے

جب اقراء دنیا میں آئی تھی تب اتوار تھا اس لیے کام چور ہے ماں جی سے پوچھا کہ خوبی بتائیں تو کہنے لگیں کہ سب کو پیار سے اپنا بنا لیتی ہو گھر سے باہر بڑوں کی عزت کرتی ہو (میں گھر میں بھی کرتی ہوں مگر ماں جی کے کبھی کسی کام سے انکار کر دیتی ہوں نا اس لیے انہوں نے ایسا کہا) غصہ کم آتا ہے دل میں ناراضگی نہیں رکھتی ہر ایک پر جلد اعتبار کرتی ہوں اور خدا کا شکر ہے کہ آج تک کسی نے توڑا بھی نہیں تھوڑا سا جھوٹ بول لیتی ہوں مصلحت کے تحت اب بات ہو جائے فیورٹ Things کی تو جناب فیورٹ ڈش بریانی کلر بلیک اینڈ وائٹ سبزی کریلے اور اروی پھل آم اور انار۔ جیولری میں بریسلیٹ رنگ اور پائل (جو کبھی پہنی نہیں بڑے بھیا نہیں پہننے دیتے نا) مجھے کاجل لگانا بہت پسند ہے۔ فیورٹ مووی ''کبھی خوشی کبھی غم'' فیورٹ ایکٹر اینڈ ایکٹریس سلمان گووندا عمران عباس احسن خان سمیع خان صبا قمر سعدیہ امام کرینہ اور جوہی چاؤلہ ہیں۔ فیورٹ سنگرز ہمیش راحت فتح علی خان نصرت فتح علی خان ابرار الحق اور ندیم عباس کا گانا ''بسم اللہ کراں'' My Best teacher is Miss Sadia اور مزے کی بات یہ ہے کہ اسکول ٹیچر اور کالج ٹیچر کا نام بھی سعدیہ ہی ہے مجھے میری اسکول ٹیچر کا یہ فقرہ کبھی نہیں بھولے گا کہ ''خدا تمہیں زندگی کے ہر امتحان میں کامیاب کرے تم سدا مسکراتی رہو اور تمہیں بہت آگے جانا ہے'' آنچل کے ذریعے میں اپنی دونوں ٹیچرز سے کہوں گی کہ Mam g I respect is Always and I Love U So Much مجھے اس دنیا میں اپنے بھائیوں اور بہن طاہرہ سے بہت بہت زیادہ پیار ہے آنچل کے ذریعے میں ان سے کہوں گی پلیز مجھے ہر غلطی پر معاف کرتے رہنا اور مجھ سے پیار بھی۔ I Love U sooo Much۔ اب بات ہو جائے آنچل کی تو جناب بس اتنا کہوں گی (تچی تچی) Aanchal Is the Best آپ بھی مجھ سے اتفاق کرتی ہیں نا تو جناب ہم نے آنچل میں سب سے پہلے جو ناول پڑھا تھا وہ لکھا تھا سمیرا شریف طور نے ''جس دھج سے کوئی مقتل کو گیا'' واہ جی واہ تب سے ہم آنچل اور سمیرا جی کے دیوانے ہو گئے تو پھر ساتھ نہیں چھوٹا فرسٹ ائیر کے ایگزامز میں ہم نے تیاری کچھ خاص نہیں کی تھی کیونکہ 22 مئی کو ہم نے شادی کھائی اور 24 کو پیپرز اسٹارٹ کیے لیکن آنچل کا ساتھ نہ چھوٹا بھائی لا کر دینے سے انکاری اور ہم لینے پر بضد بس جی ہماری بات نہ مانی جائے (ناممکن) آخر اکلوتے ہونے کا فائدہ کب اٹھائیں گے۔ ہم نے کئی ناول پڑھے لیکن جو کبھی نہ بھولیں گے ''اے محبت تیری خاطر' وہ عشق جو ہم سے روٹھ گیا' اے مژگان محبت' جب وہ پتھر موم ہوا' شہر چارہ گراں' یہ چاہتیں یہ شدتیں'' اور اب جو ناول قسط وار چل رہے ہیں۔ فیورٹ رائٹر ہماری ایک کو تو آپ جان گئے اب باقی کے نام پڑھیں نازیہ کنول' راحت جبیں' عشنا کوثر' سعدیہ امل' میمونہ خورشید' اقراء صغیر' ماہا ملک' عمیرہ احمد فیورٹ شاعر دیسی فیض احمد فراز' محسن نقوی اور اعتبار ساجد ہیں۔ اب لسٹ آ جائے دوستوں کی میری پھوپو نور فاطمہ میری دوست ہیں۔ بیسٹ والی وہ میرے بارے میں ایک ایک بات جانتی ہیں ان کے بعد میری کزنز ارم سہیل' شائلہ جواب مسز ریاض بن چکی ہیں اور انیلا' انعم' امبر' شائستہ' سحرش (My Love) مصورہ' مصباح اور رخسانہ ان کے علاوہ تین ایسی ہیں جو میری بہنیں بنیں لیکن وقت نے ہمیں جدا کر دیا IMiss U all ربیعہ' آمنہ عدیلہ ان تینوں کی شادی ہو چکی ہے اور میری دعا ہے کہ سدا خوش رہیں' آمین۔ اس کے ساتھ ہی میں رخصت ہونا چاہوں گی (بہنوں کی محفل سے) کیونکہ بڑے بھیا حیران ہو رہے ہیں کہ میں کیا لکھ رہی ہوں جو ورق کے ورق لیے جا رہی ہوں۔ آپ بہنوں سے درخواست ہے کہ تین مرتبہ سورۃ اخلاص اور تین مرتبہ سورۃ فاتحہ پڑھ کر میرے سویٹ سے کزن کے لیے دعائے مغفرت کریں جو 10 جولائی کو



ہم سب کو چھوڑ کر جا چکا ہے اور اس کی بہن کے لیے دعا بھی کہ خدا اسے صبر دے' آمین۔ اب مجھے اجازت دیں اس دعا کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ کی بابرکت ذات ہمارے ملک عزیز پاکستان کو اپنی حفظ و امان میں رکھے اور ہمیں بھی آمین۔ اللہ حافظ۔

## بشریٰ حسین

السلام علیکم! ہیلو کیسے ہیں سب؟ یقیناً ٹھیک ہوں گے۔ میرا نام بشریٰ حسین ہے' Nick Name بیا خان ہے۔ میں کھلابٹ ٹاؤن شپ میں رہتی ہوں' عمر 19 سال ہے' اسٹار Virgo ہے۔ بہنوں میں آخری نمبر پر ہوں کیونکہ بھائی کوئی نہیں گھر والوں کو تنگ کرنا اور ان سے بد دعائیں لینا اپن کا اسٹائل ہے۔ ہزارہ یونیورسٹی سے بی اے کر رہی ہوں۔ پسندیدہ رنگ پنک ہے' اس لیے گھر میں زیادہ تر کپڑے پنک رنگ کے آتے ہیں۔ فرینڈ کافی ساری ہیں سحرش' صائمہ' سلوٹی' جویریہ' ارم' نور صبا' فائزہ' شہلا' سدرہ' خدیجہ اور سب سے سویٹ میری جان ہنی ہے۔ گھر میں خود سے بڑی سسٹر سیمی سے دوستی ہے' جس کے ساتھ میں ہر بات شیئر کرتی ہوں' ہم دونوں لڑتی بھی ہیں اور بعد میں ایک ہو جاتی ہیں۔ کزنز میں مہوش کے ساتھ لگتی ہے' کہیں جانا پڑے تو ساتھ جاتی ہیں۔ میں' سیمی اور مہوش ہم تینوں کی جوڑی ہے اگر ہم تینوں میں سے ایک بھی نہ ہو تو مزہ نہیں آتا۔ بریانی بہت پسند ہے۔ میٹھا کم ہی اچھا لگتا ہے' ڈائجسٹ پڑھنا میرا مشغلہ ہے' میوزک سننا پسند ہے۔ خوف ناک مووی اور ڈرامے بہت پسند ہیں' وہ بھی دن کو کیونکہ رات کو ڈر لگتا ہے (کمزور دل کی جو ہوں) جیولری اور کپڑے بہت پسند ہیں' کپڑوں میں فراک' ساڑھی' پینٹ شرٹ پسند ہے۔ بولتی کم ہوں' زیادہ بولنے والے ناپسند ہیں۔ مذاق ایک حد میں رہ کر پسند ہے۔ خامیاں تو سب میں ہوتی ہیں کوئی بھی کامل ذات کا مالک نہیں۔ غصہ بہت آتا ہے' چھوٹی چھوٹی باتوں پر لیکن جلد ہی اتر جاتا ہے بقول دیدی کے تم تو پیدا صبح کے تین بجے ہوئی تھیں پھر تمہارے منہ پر ہر وقت بارہ کیوں بجے رہتے ہیں۔ آپ یہ نہ سمجھیں کہ میں صبح و شام منہ بنا کر کسی کونے میں بیٹھ جاتی ہوں۔ Romantic بھی ہوں۔ رات کو چاند دیکھنا اچھا لگتا ہے۔ ساحل کے کنارے ریت پر ننگے پاؤں چلنا' خزاں کے موسم پر ٹوٹ کر گرے ہوئے پتوں پر چلنے کا ارمان ہے اور بارش میں سنسان سڑک پر واک کرنے کا ارمان ہے وہ بھی ہنی کے ساتھ۔ مجھے شیئر پسند نہیں جو چیز میری ہے صرف میری ہی رہے' کوئی اس کے بارے میں سوچے بھی نہیں۔ میرا کسی پر اعتبار ٹوٹ جائے تو دوبارہ اس پر اعتماد نہیں قائم ہو سکتا۔ بھانجے بھانجیوں میں ہادیہ اچھی لگتی ہے' بہت کیوٹ ہے۔ پچکی پچکی گال ہیں اور شاء بھانجی کے ساتھ اچھی بنتی ہے' ہم دونوں کھانا بھی ایک پلیٹ میں کھاتی ہیں ساتھ سوتی ہیں' مجھ سے تین سال چھوٹی ہے۔ اب خدا حافظ کہنے کا وقت آ گیا ہے۔ آپ کی وڈی وڈی مہربانی ہمیں برداشت کرنے کے لیے اور اپنا قیمتی وقت مجھے دینے کے لیے۔ کیسی لگی میں اور میری باتیں اپنی رائے سے نوازیے گا۔ اگر کوئی ہم سے دوستی کرنا چاہے تو ویلکم! اپنا بہت بہت خیال رکھیے گا۔



W P A K S O C I E T Y C

# جھیل کنارے کنکر

نازیہ کنول نازی

کبھی ہمت تو کبھی حوصلے سے ہار گئے
ہم بدنصیب تھے جو ہر کسی سے ہار گئے
عجب کھیل کا میدان ہے یہ دنیا بھی
کہ جس کو جیت چکے تھے اسی سے ہار گئے

ادھوری باتیں ہی زندگی ہیں
وہ گزری باتیں ہی زندگی ہیں
اگرچہ دل کی اداس اجڑی ہوئی رتوں میں
بکھر گئی ہیں
کئی زمانوں سے ساری باتیں، وہ گزری باتیں
سلگتی شاموں کے جلتے بجھتے الاؤ میں ہی پگھل گئی ہیں
ادھوری باتیں ضروری باتیں
یہ خشک ہوتی ہوئی رگوں کی سیاہ قبروں میں نیم مردہ
دبی ہوئی خواہشوں کے ہمراہ پڑی ہوئی ہیں
یہ آنکھ کی پتلیوں میں تھک کے جھکتی پلکوں پہ سو گئی ہیں
تمام باتیں درست جاناں! تمام خدشے بجا ہیں لیکن
ہر ایک امکان زندگی میں.....
رگوں میں اور روح کی زمین میں
انہی کی یادیں بھٹک رہی ہیں
انہی کے دم سے لطیف جذبوں بکھرتے جذبوں
بجھی تمناؤں میں رمک ہے
ادھوری باتیں ہی زندگی ہیں وہ گزری باتیں ہی زندگی ہیں
خیال رکھنا.....!
ادھوری باتیں بھلا نہ دینا
وہ گزری باتیں بھلا نہ دینا.....
خیال رکھنا.....!

ٹیوب ویل چل رہا تھا۔

لہلہاتی سرسبز فصلیں، ٹھنڈا ٹھار پانی جذب کرتیں ایکدم سے جوان دکھائی دینے لگی تھیں۔

زائر ملک نے دونوں ہاتھوں کے پیالے میں پانی بھر کر کئی بار منہ پر چھپاکے مارے..... گرمی کا زور انتہا پر تھا۔ وہ ابھی کھڑا ہوا تھا کہ حویلی سے پیغام آ گیا۔

''زائر..... او زائر بڑی حویلی میں چوہدرانی صاحبہ یاد کر رہی ہیں تجھے۔''

''خیر ہے.....؟'' عقیل مزارع کی اطلاع پر اس نے ہاتھ قمیص کے دامن سے خشک کرتے ہوئے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

''آہو خیر ہی ہے، وہ اصل میں چوہدرانی صاحبہ کی پوتی آ رہی ہے باہر سے، اسی کو لینے ائرپورٹ جانا ہے تجھے۔''

''پوتی..... یہ اتنے سالوں بعد چوہدرانی کی پوتی کہاں سے آئی؟'' وہ حیران ہوا تھا۔ جب عقیل مزارعے نے بتایا۔

''یار کہا تو ہے باہر کے ملک سے آ رہی ہے۔ پہلے تو مجھے بھی نہیں پتا تھا، آج ہی حویلی میں سب کو پتا چلا ہے کہ ان کی ایک پوتی بھی ہے۔ آخر ایک ہی تو بیٹا تھا



W . PAKSOCIETY . C

چوہدرانی صاحبہ کا۔

"ہوں تم چلو میں آتا ہوں۔"

تازہ شیو والے شفاف چہرے سے پانی کی بوندیں یوں گررہی تھیں جیسے دمکتے موتی ہوں۔ عقیل عزارع اس کی تسلی پر اپنے کندھے پر پڑا پٹکا درست کرتے ہوئے واپس پلٹا تھا۔

"ذرا جلدی آجانا چوہدرانی صاحبہ بڑی بے صبری سے تیرا انتظار کررہی ہیں۔"

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے جاتا ہوں تو جا۔" اب کے اس کے ماتھے پر ملی سی شکن ابھری تھی جواب میں عقیل عزارع بنا مزید کچھ کہے آگے بڑھ گیا۔ اس کے جانے کے بعد وہ شیشم کے بڑے سے پیڑ کے تنے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

"پتر ناراں دے۔

ساڈا دکوئی من کے رونوے پتھر پہاڑاں دے"

اپنی مخصوص ٹون میں پلکیں موندے قدرے دھیمی آواز میں وہ گنگنانا شروع ہوگیا تھا۔ جب کرم داد قریب سے گزرتے ہوئے اس کے پاس آ کھڑا ہوا۔

"اوئے زائر یار پانچ سال ہوگئے تجھے اس کا جوگ لیے ہوئے اوئے خدا کا واسطہ ہے یار اب بھول جا ئے چھوڑ دے اس کا پیچھا۔"

"چھوڑ دیا مگر اسے بھلانا میرے بس میں نہیں ہے۔" کرم داد کی نصیحت پر فورا سے پیشتر آنکھیں کھولتے ہوئے وہ بولا تھا۔

"کیوں نہیں ہے بس میں وہ دنیا کی آخری لڑکی تو نہیں تھی اور پھر تجھ میں کس چیز کی کمی ہے گھری کھولی لڑکی تو خود چپ کے دیکھے تو مرنے سوا ہو جائے کیوں کیس سمجھتا تو....."

کرم داد اس کا درد آشنا تھا۔ تبھی ہزار ہا بار پہلے کی ہوئی نصیحت دہراتے ہوئے جذباتی ہوا تھا۔ زائر نے جواب میں پھر سے پلکیں موند لیں۔

"جس کے شہری خوابوں کو کالی سیاہ تقدیر نے مجبور

اندھیرے چاٹ گئے۔۔۔ ایسی ہی بات کی تھی

دنیا میری خوشیوں اور میرے خوابوں وہی میری تقدیر بھی اندھیروں سے نکل پائے۔"

"چھوڑ یار مت کر ایسی مایوسی کی باتیں دنیا کسی ایک شخص پر ختم نہیں ہو جاتی۔"

"میری ہوگئی ہے۔"

"خود کی ہے تو نے ورنہ آج کل ایسی محبت کوئی نہیں کرتا۔"

"میں تو کرتا ہوں ناں خیر چھوڑ حویلی جارہا ہوں میں چل رہے ہو ساتھ۔"

"نہیں میں ذرا کھیتوں کی طرف جارہا تھا پانی کا مسئلہ ہو گیا ہے تو جا۔"

"چل ٹھیک ہے پھر رب راکھا۔"

"رب راکھا" کرم داد بھی اس کے ساتھ ہی اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

اگلے پندرہ منٹ میں اس کے قدم حویلی کے شاندار بیرونی دروازے کو پار کررہے تھے۔

"اسلام علیکم چوہدرانی صاحبہ۔"

"وعلیکم السلام پتر کہاں تھے میں کب سے تمہاری راہ دیکھ رہی ہوں۔"

"خیریت؟"

"ہوں خیر ہی ہے۔ وہ تمدن ہے میری پوتی رب نے سے بیٹے کے ہے۔ ابھی فون آیا ہوا ہے ائیرپورٹ کے لیے نکل جاؤ تم اسے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے چوہدرانی صاحبہ پر میں سیکن پہچانوں گا کیسے؟"

"ارے۔۔۔ اس میں کیا مشکل ہے وہاں جو لڑکی سب سے پیاری ہو سمجھ لینا وہی میری پوتی ہے۔"

اس بار چوہدرانی کے لفظ پر وہ بے ساختہ پھیکا سا مسکرا یا تھا۔

"چوہدرانی صاحبہ شہر کی ساری لڑکیاں ہی خوب صورت اور پیاری ہوتی ہیں اب سب کی سب تو آپ کی



پوتیاں نہیں ہو سکتی ناں۔"

"ہوں یہ بھی ٹھیک ہے چھوٹے ایک کام کرتے ہیں تم یہاں سے پہچان کر لو تاکہ اسے وہاں سے پہچان لو جہاں وہ ہے تب چلے جانا ٹھیک ہے؟"

"جی ٹھیک ہے۔"

وہ حویلی میں پلی بڑھی تھی بھی مزید کوئی اعتراض اٹھائے چوہدرانی سے گاڑی کی چابی لے کر باہر پیش آیا۔ حویلی میں چوہدرانی کو سوبھیز سے تھے پاس سے بھانت بھانت کی شہد گیر خوشبوئیں اٹھ رہی تھیں کونے کونے کو لگ چمکایا جارہا تھا وہ پچی ہی دھن میں سرسری سی ایک نگاہ اطراف میں ڈالتے ہوئے گاڑی کی طرف بڑھ آیا۔

"زائر جب ہماری شادی ہوگی تم مجھے بڑی سی گاڑی میں سیر کرو گے ناں؟"

"ہاں۔"

کسی کی جگر جگر کرتی ستارے سی روشن نگاہوں میں دیکھتے ہوئے اس نے اقرار کیا تھا۔

"سچی؟" اس کے قرار پر وہ بے حد خوش ہوئی تھی۔

"ہوں سچی۔"

"ماشاءاللہ پھر تو پکی بات ہے میری شادی تم سے ہی ہوگی۔"

"ان شاءاللہ"

اس نے مسکرا کر کہا تھا اور پھر اس مسکراہٹ کا بدلہ لینے کے لیے اس کی تقدیر سالوں اس پر ہنستی رہی تھی۔ بے ساختہ اس سمے اسے نوجوان شاعر راشد ترین کی ایسی ہی ایک نظم شدت سے یاد آئی تھی۔

بڑے ہی نازوں سے پلنے والی

خوشی کے رستے پہ چلنے والی

تمام رشتوں کو توڑ کے تم

ہمیں اکیلا چھوڑ کے تم

کہ غیر لوگوں کا پاس کرکے

ناحق دل کو اداس کرکے

ہمیں محبت شناس کرکے

کسی سے چاہت جتا رہی ہو

سنا ہے اپنوں سے میں نے جاناں

بڑی حویلی میں جا رہی ہو

وہ ایک لڑکے کی چاہتوں کو

ہماری ساری رفاقتوں کو

جو ایک پل میں بھلا کے تم نے

خطوط سارے جلا کے تم نے

کبھی جو ہم پہ ہنسا کے جاناں

کسی سے الفت نبھا رہی ہو

سنا ہے اپنوں سے میں نے جاناں

بڑی حویلی میں جا رہی ہو

بڑی حویلی کے رہنے والوں کی

زندگانی بھی دیکھ لینا

دلوں پہ کرتے ہیں جبر کیسا

یہ حکمرانی بھی دیکھ لینا

یہ ناز تیرے بجا ہیں لیکن

غیر لوگوں کا کیا بھروسہ

غیر لوگوں کے طنز سارے

کبھی بھی دل پہ نہ سہہ سکو گی

بڑے ہی نازوں سے پلنے والی

یہ جشن کیسا منا رہی ہو

سنا ہے لوگوں سے میں نے جاناں

بڑی حویلی میں جا رہی ہو

وہ ایک شاعر کی زندگانی کے

خواب سارے ہی نوچ ڈالے

جو اس نے تیرے لیے بنے تھے

جو اس نے تیرے لیے چنے تھے

اب اس کی قسمت میں فرقتوں کے

دکھوں موسم کے رتجگے ہیں

تمہیں تو شاید پتا نہیں ہے

یہ سارے قسمت کے فیصلے ہیں

تمہیں پتا ہے وہ تیر شاعر
سکی سے کیسے اٹھ گیا ہے
جو اس سے لکھے تھے چاہتوں نے
خطوط سارے جلا رہی ہو
سنا ہے پتوں سے میں نے جاناں
بڑی حویلی میں جا رہی ہو

گاڑی کے ایکسیلیٹر پر اچانک اس کا دباؤ بڑھا تھا مگر پھر یکدم سے ہی اس نے اسپیڈ بڑھا دی۔

وہ سمجھتا تھا کہ اس کی بچپن کی منگ سائرہ افضل ہی اس کی زندگی ہے جس کی خوب صورت آنکھوں نے ہر خواب کو اس سے چرا کرنا ہے مگر اس نے غلط سمجھا تھا وہ اس کی زندگی نہیں تھی۔

◉ ◉ ◉

"پاپا میں آپ کو صاف لفظوں میں کہہ چکا ہوں مجھے یہ شادی نہیں کرنی کسی قیمت پر بھی نہیں۔" وہ بھی آدھے گھنٹے پہلے ریاض صاحب کے بلاوے پر پاکستان آیا تھا اور اب گھر میں شادی کا ماحول دیکھ کر جیسے ٹھٹکا تھا پھر بڑی بحالی سے اپنے ماؤں کا سامنا کر سکا تھا۔ تاہم ریاض صاحب انہیں سے نگاہ چرائے رہے تھے جس پر وہ مزید مشتعل ہو گیا۔
"میں آپ سے کچھ کہہ رہا ہوں پاپا۔"
"سن لیا ہے تم بھی سن لو اس شادی سے تمہاری زندگی پر کوئی اثر نہیں پڑنے والا یہ صرف پیپر میرج ہوگی اور بس۔"
"مگر کیوں ایسی کون سی آفت پڑ گئی ہے اس لڑکی پر جو یوں اس کے گھر والے اسے سر سے اتار پھینکنا چاہتے ہیں۔"
"کنٹرول یور سیلف میکال خیر، اس بچی کا مرحوم باپ میرا بہت اچھا دوست تھا یہ میرے دل کی خوشی ہے کہ وہ میرے گھر میری بیٹی بن کر آئے۔"
"اگر یہ آپ کی خوشی ہے تو میرے خیال سے اس گھر میں آپ کا بیٹا اور بھی ہے کنوارا ہے یہ فرائض منصبی سے سونپ دیجیے۔" اس بار اس کا لہجہ گستاخانہ تھا مسز حسن کو جلال آ گیا۔
"زبان سنبھال کر بات کرو میکال اپنے باپ سے بات کر رہے ہو تم کسی ملازم سے نہیں۔ اور شادی طے ہو چکی ہے کل برات جانی ہے اگر تم نے اپنے پاپا کی عزت نہ رکھی تو یاد رکھنا میں تمہیں اپنا دودھ معاف نہیں کروں گی۔"
"یہ صاف بلیک میلنگ ہے ممی۔"
"جو بھی سمجھو ہم بھائی صاحب کی عزت رسوا نہیں کر سکتے ہم نے خود دامن پھیلا کر ان سے ان کی بیٹی کا ہاتھ مانگا ہے اب کس منہ سے انکار کریں۔" ان کے لہجے میں کسی قسم کی رعایت کی گنجائش نہیں تھی میکال غصے اور بے بسی سے لب بھینچے خاموش دیکھتا رہ گیا۔

◉ ◉ ◉

برات آ گئی تھی۔
ہانیہ کو آخری لمحے تک امید تھی کہ بادیہ اس کی مدد کرے گی مگر نکاح کے وقت وہ تو گدھے کے سر سے سینگ کی مانند غائب ہو گئی تھی۔ ہانیہ کو اس سے اب چھوٹے بھائی کی امید نہیں تھی جو اس کا یونیورسٹی فیلو تھا وہ بھی نہیں غائب ہو گیا تھا وہ خود بے بسی سے چیختی پکارتی پلکیں جھپک کر اپنے آنسو ضبط کرنے کی کوشش کرتی رہی۔
نکاح نامے پر سائن کرتے وقت اس نے پھر سر اٹھا کر سامنے دیکھا مگر بادیہ نہیں تھی اس کا چہرہ ضبط کی شدت سے سرخ ہو گیا تھا۔ ادھر میکال کا موڈ بھی کچھ خاص خوشگوار نہیں تھا بھیگی بھیگی سی رات برقی قمقموں کا حصہ بنی ڈھیر سے دیکھ رہی تھی جب وہ کالج کی نئی لڑکی پہنے ملبوس سنگھار کے ساتھ کسی تصویر کی مانند ہوش و حواس سے عاری اس کے برابر میں آ بیٹھی۔
اگلے دو گھنٹوں میں اول فضول رسموں کے بعد بالآخر رخصتی کا وقت بھی آ گیا۔ میاں صمدر صاحب اور جاذب کے ساتھ وہ گھر لوٹ آئی اور دل برداشتہ ہو کر واپس پلٹا تو اس نے



جاذب اور بادیہ ہانیہ کے ساتھ کھڑے روتے ہوئے صرف دو دن ہوئے ہی سے گاڑی کے قریب رہے تھے وہ بے ادب کیا۔
اگلے پانچ منٹ میں جب وہ گاڑی کے پاس پہنچ گئی تھی اس نے دیکھا کہ بیگم کو دیکھا تو بھیگی ہوئی پلکوں کے ساتھ وہ بے ساختہ اس کے قریب آ گئی تھیں جب اس نے درشتی سے ان کے بڑھتے ہوئے ہاتھ جھٹک دیے۔
"ڈونٹ ٹچ می سوتیلی عورت کبھی ماں نہیں بن سکتی بالآخر یہ ثابت کر دیا آپ نے۔" اس کے لہجے میں غصے کے ساتھ ساتھ نفرت تھی۔ میاں جاذب سے مصافحہ کرتے ہوئے نکل گیا۔
"آج اگر میری ماں زندہ ہوتیں تو کبھی یوں میری خوشی کی پروا کیے بغیر ایک قطعی ناپسندیدہ شخص کے ساتھ میری زندگی کا سودا نہ کرتیں۔" وہ اپنے اندر کا غبار نکال رہی تھی۔ جاذب اور بادیہ کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ وہ بھی اسی جیسا ہی کیس تھی یقیناً اس کے ساتھ بھی زیادتی ہوئی تھی پھر بھی وہ شدید اذیت کا شکار لب بھینچے ساتھ گاڑی میں بیٹھی۔ سسرال سے گھر تک وہ لب بھینچے خاموش بیٹھی رہی تھی مگر گھر آنے کے بعد وہ کہاں نکل گیا کسی کو خبر نہیں ہو سکی تھی۔

◉ ◉ ◉

ضبط گریہ سے سرخ آنکھیں لیے چپ چاپ بے آواز روتے ہوئے وہ عاشر جمال کے سامنے بیٹھی تھی۔ اور وہ جو فقط دو ہی سال میں دل گرفتہ کر گئی تھی یوں اسے شدت سے دیکھ کر ٹھٹک گئی اندر کو دھنسی آنکھوں میں ہر طرف آنسو بھرے تھے میاں کو روتے دیکھ کر لگا جیسے کسی کا دل شکست کر رہا ہو۔
"میکال کیا ہوا ہے آج تو فرسٹ نائٹ تھی ناں تمہاری شادی کی......؟"
"ہاں۔" ضبط کے باوجود اس کا لہجہ بے حد بوجھل ہو رہا تھا۔
"پھر یہاں کیوں چلے آئے؟"
"بس یونہی۔"
"پاگل ہو گئے ہو کیا سوچ رہی ہوگی وہ تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔"
"مجھے یہ نہیں کرنا چاہیے تھا اور وہ جو ساری کائنات کا مالک ہے کیا اسے ایسا کرنا چاہیے تھا؟"
یکدم سے وہ بے حد جذباتی ہو گیا تھا۔ عاشر از حد حیرانی سے اسے دیکھتی رہ گئی۔
"کیوں کرتا ہے وہ ایسے عاشر؟ خود ہی دل میں کسی کے لیے محبت ڈال کر پھر خود ہی دل اجاڑ دیتا ہے کیوں؟ وہ تو شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے ستر ماؤں سے زیادہ بڑھ کر پیار کرنے والا ہے وہ کیسے دیکھ سکتا ہے مجھے یوں سسکتے ہوئے کیوں اتنا بے بس کر دیا ہے اس نے مجھے کہ میں چاہتے ہوئے بھی تمہیں پا نہیں سکا۔ میں نے جسم نہیں مانگا تھا اس سے روح مانگی تھی محبت مانگی تھی مگر اس نے جسم دے دیا محبت نہیں دی کیوں نہیں دیتا وہ محبت نہیں دینی تھی تو کیوں ہو پانی خود سے بھی زیادہ ضروری بنایا اس نے سے کیوں؟"
جذب کے عالم میں کہتے ہوئے وہ تڑپ اٹھا تھا۔ عاشر کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔
"گھر جاؤ میکال یہ وقت ایسی باتوں کا نہیں ہے۔"
"میرا دل نہیں چاہ رہا گھر جانے کو۔"
عاشر کے آنسو پونچھنے پر وہ پھر کرب انگیز لہجے میں بولا تھا۔ جواب میں وہ افسردہ سی اٹھ کھڑی ہوئی۔
"خدا کا واسطہ ہے میکال یوں اس طرح سے میری اور میری زندگی کو مشکل میں مت ڈالو میں پہلے ہی بہت مشکل حالات کا سامنا کر رہی ہوں مجھے اور اذیت مت دو پلیز۔" وہ ٹھیک کہہ رہی تھی اسے اچانک اپنی حماقت کا احساس ہوا تھا۔
"سوری۔" دائیں ہاتھ سے آنکھیں پونچھتے ہوئے وہ جونہی کھڑا ہوا عاشر نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔
"میری حالت تم نے یہ دیکھا اب جاؤ۔"

میکال نے اس کی بات سنی تھی اور بہت آہستگی سے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے چھڑاتے ہوئے پھر گاڑی میں بیٹھ گیا تھا۔

کوئی میرے دل دا حال نہ جانے او ربا
رو رو کے سکھ گئے نین تمانے او ربا
کوئی میرے دل دا حال نہ جانے او ربا

وہ عائشہ برہان کو پیچھے چھوڑ آیا تھا اور اب اس کی گاڑی میں 'سلو ور ٹیوننگ' کے ساتھ گونجتی راحت فتح علی خان کی آواز اسے اپنے دل کی ترجمان لگ رہی تھی۔

جیڑے ٹر جاندے پچھاں مڑ کے نئیں تکدے
ہویا کی قصور ساتھوں اے وی تے نئیں دسدے
کیتھے جا کے لائے او تھے اپنے ٹھکانے او ربا
کوئی میرے دل دا حال نہ جانے او ربا
حال نہ جانے او ربا.....!!!

گاڑی کی چنگھاڑتی بریک کے ساتھ ہی اس کا طلسم بھی ٹوٹا تھا۔ ریاض حسن صاحب اس کی ذہنی کیفیت سے آگاہ تھے تبھی انہوں نے گھر میں سب کو منع کر دیا تھا کہ وہ اسے کچھ نہ کہیں۔

صبح کی سپیدی خاصی پھیل چکی تھی۔ وہ بے دلی سے گاڑی پارک کرنے کے بعد تیزی سے سیڑھیاں چڑھتا اوپر اپنے کمرے میں آیا اور بنا کسی بھی تبدیلی کو اہمیت دیئے وارڈ روب سے اپنے کپڑے لے کر واش روم میں گھس گیا۔

نیچے ناشتے کی میز پر صفدر صاحب کی فیملی کی طرف سے ناشتا آ چکا تھا مگر وہ مردہ تا بھی نیچے نہیں آیا تھا۔ ہانیہ بیدار ہونے کے بعد اپنے متوقع حال پر بنا اور ویلا کیے وارڈ روب کی طرف چلی آئی۔

میکال واش روم سے نکلا تو وہ اپنے کپڑے لے کر واش روم میں گھس گئی۔ اگلے پندرہ منٹ کے بعد وہ فریش ہو کر کمرے میں واپس آئی تو میکال بستر پر آڑھا ترچھا لیٹا سونے کی تیاری کر رہا تھا۔ وہ ایک سرسری نگاہ اس پر ڈالتی اپنے بال سلجھانے لگی۔

⚬ ⚬ ⚬

شہر خاموشاں میں اس روز معمول سے کہیں بڑھ کر سناٹا تھا۔

وہ بے قرار سا ادھر اُدھر نگاہ دوڑاتا اپنی ماں کی قبر کے قریب آ کھڑا ہوا۔ تبھی رقت و محبت کے ساتھ فاتحہ پڑھ کر وہ ابھی چہرے پر ہاتھ پھیر رہا تھا جب اس کی بھٹکتی بے قرار نگاہ اس پر پڑی تھی۔

ہر روز کی طرح سیاہ چادر میں لپٹی وہ سنگ روہو کی مانند خراماں خراماں چلتی اپنی مطلوبہ قبر تک گئی تھی۔ پھر اس کے دیکھتے ہی دیکھتے اس نے قبر پر پانی کا چھڑکاؤ کیا۔ اس کام سے فارغ ہو کر اس نے ہاتھ میں پکڑے شاپر سے تازہ پھولوں کی پتیاں نکال کر اس قبر پر بکھیر دی تھیں۔ اس نے ذرا سی ترچھی نگاہ کر کے دیکھا وہ اب قبر کے پہلو میں بیٹھی بہت محبت اور عجیب یاسیت کے ساتھ اس پر بکھری تازہ گلاب کی پتیوں کو اپنے دائیں ہاتھ سے محسوس کرتی قبر پر ہاتھ پھیر رہی تھی۔

عذیر سے صبر نہ ہو سکا۔

فاتحہ سے فارغ ہونے کے بعد وہ بہت سوچتے ہوئے اس قبر کے قریب آیا تھا۔

"ایکسکیوزمی۔" اس کی پکار پر اس لڑکی کی محویت ٹوٹی تھی۔ وہ یوں چونکی تھی گویا کسی گہرے خواب سے بیدار ہوئی ہو۔

"جی" ہڑبڑا کر دیکھتے اس نے چادر کو چہرے پر مزید پھیلا لیا تھا۔

"میرا نام عذیر ہے، میں یہاں روز اپنی ماں کی قبر پر فاتحہ پڑھنے کے لیے آتا ہوں۔ کیا میں جان سکتا ہوں مٹی کے اس ڈھیر تلے آپ کا کون سا رشتہ دفن ہے؟"

"میرا رشتہ؟" اس کے سوال پر ہلکے سے بڑبڑاتے ہوئے وہ بے کلی سے کھڑی ہوئی تھی۔

"کوئی رشتہ نہیں۔"

"کوئی رشتہ نہیں تو روز یہاں کیا لینے آتی ہیں، آندھی، طوفان، بارش کی بھی پروا نہیں کرتیں، اس بات کا

بھی احساس نہیں کہ عورت کا یوں رات قبرستان میں آنا کسی طور مناسب نہیں۔"

[illegible] کے ساتھ ساتھ [illegible] گیا تھا۔ وہ چپ چاپ [illegible]۔

"کون ہو تم؟"

تیوری چڑھاتے ہوئے اب اس نے سوال بدلا تھا۔ [illegible] کے چہرے پر [illegible] بے نیازی تھی۔

"پتا نہیں۔"

[illegible] نظر سامنے موجود قبر پر [illegible] ہوئے وہ پلٹ گئی تھی اور وہ جو آج [illegible] صورت سے حال لینا چاہتا تھا لب بھینچے اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔

⊙ ⊙ ⊙

[illegible]

[illegible] صورت

[illegible] ہے

[illegible] ہو

[illegible] کے ساتھ بنا رات کا کھانا کھائے [illegible] کی سیڑھیوں پر بیٹھی [illegible] کے تھپیڑے برداشت کر رہی تھی جیسے خزاں رت میں درخت سے گرا کوئی پتا بھاری قدموں کا بوجھ برداشت کرتا ہے۔

دو سال ہوگئے تھے اس نے پلٹ کر [illegible] دیکھا تھا مگر آج دو سال کے بعد میکال کے غیر متوقع ایس ایم ایس اور پھر آنسوؤں نے اسے اندر سے کاٹ کر رکھ دیا تھا۔ اس کا دیور آیا تھا دس سال کینیڈا میں مقیم رہنے کے بعد اسے پاکستان اور اپنے گھر والوں کی یاد آئی تھی تاہم وہ اسے دیکھ کر ٹھٹک گیا تھا۔

وہ میکال سے مل کر شکستہ دلی کے ساتھ گھر واپس آئی تھی جب اس کا سامنا اس سے ہوا تھا۔

"لو آگئی تمہاری بھاوج مل لو..." گھر میں قدم رکھتے ہی اسے اپنی ساس کی تفخریہ آواز سنائی دی تھی اور [illegible] جس ہینڈسم سے لڑکے نے پلٹ کر حیرانی سے [illegible] کی وجہ [illegible] کا سر جھکا چلا گیا تھا۔

[illegible] سے دور ت [illegible] وہ اب [illegible] گیا تھا۔

[illegible] یہاں بھی ملتا ہوں" وہ چونکی تھی تاہم [illegible] چہرے [illegible] تھا۔

"جی ہاں۔"

"[illegible]" دونوں بار [illegible] سوالوں [illegible] گیا تھا۔

"[illegible] عائشہ سے مختصر جواب پرا [illegible] گیا وہ [illegible] خاموش کھڑا رہا پھر [illegible] صاحب سے [illegible] لگاتے ہوئے سنجیدگی سے بولا۔

"آپ ایک سمجھدار خوب صورت خاتون ہیں یقیناً پڑھی لکھی بھی ہوں گی کیا میں جان سکتا ہوں اس کے باوجود آپ نے میرے بھائی سے شادی کرنے کا احمقانہ فیصلہ کیوں کیا؟"

عائشہ جانتی تھی وہ یہی سوال کرے گا تبھی اس نے ال پر جیسے کوئی چپ سی سادھ لی تھی۔

"یہ میرے [illegible] کا فیصلہ تھا اور میں ان کے فیصلے سے بغاوت نہیں کرسکی؟"

"لیکن کیوں؟ یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ ایک غیر ذمہ دار شخص اپنے بیوی کے حقوق [illegible] ایک طرف وہ اس گھر میں آپ کو آپ کا جائز مقام بھی نہیں دلوا سکتا، [illegible] بعید نہیں کہ رات میں سوتے ہوئے نقصان بھی پہنچا دے پھر بھی آپ کے گھر والوں نے یہ فیصلہ کیوں؟" عائشہ اس کے سوالات سے الجھن ہو رہی تھی مگر پھر بھی وہ اسے جواب دینے پر مجبور تھی۔ کیونکہ اسے اس گھر میں رہنا تھا اب وہ [illegible] کے لفظ [illegible] آنا [illegible] رہی تھی۔

"[illegible] بولا میری بڑی بہن کا رشتہ ان سے طے تھا اور میرے [illegible] آپ کے گھر والوں نے باہر [illegible]



[illegible] تھے میری [illegible] رشتے سے بے راضی نہیں [illegible] پڑی مرضی سے شادی [illegible] بعد [illegible] وجہاں [illegible] [illegible] سو [illegible] جواب کی منتی [illegible] محسوس [illegible] ہوں سے میری [illegible] تاہم مجھے [illegible] کوئی گلہ نہیں کیونکہ یہ [illegible] نصیب کے ساتھ [illegible] سلیم [illegible] وصیت کر [illegible] میں اپنی ماں کے حقوق سے آنکھیں نہیں [illegible] عورت [illegible] مجھے بھی [illegible] کا یقین ہے کہ وہ چاہے مجھے [illegible] نہیں [illegible] بار [illegible] کوششوں کے باوجود بات کے اختتام [illegible] گیا تھا [illegible] آنکھوں میں مزید [illegible]۔

"[illegible] ہوں آپ کی فرماں برداری کی مگر [illegible] آپ کی ماں آپ کو ساری [illegible] بیٹا کا مرنا نہیں [illegible] [illegible] ہوتا ہے [illegible] میں دلی [illegible] تھی۔

[illegible] کے بعد [illegible] سال [illegible] نہیں آیا تھا۔ عائشہ [illegible] میں [illegible] دونوں قطرے [illegible] تک آنسو [illegible] میں جذب ہوگئے۔

[illegible] میں مزید [illegible] تھا مگر وہ [illegible] اندر دور [illegible] ہوں تو باہر [illegible] خنکی کوئی [illegible] بھی [illegible] جنگ [illegible] ماں [illegible] پوچھیں [illegible] نیند [illegible] کا [illegible] وقت [illegible]۔

[illegible] میں مشقت نے اس کے ہاتھ خاصے [illegible] تھے۔ [illegible] سے وہ [illegible] پھیلائے جاتے ان میں کیا تلاش رہی تھی۔

شاید وہ دن جب اس نے گھر کے بدترین حالات سے مجبور [illegible] قدم [illegible] نکالے تھے اور ریاض حسن صاحب کی کمپنی جوائن کی تھی۔

وہ ایک مشفق اور مہربان [illegible] تھے۔ [illegible] ماہ رہ سے اس کی بہت اچھی فرینڈشپ تھی [illegible] کا چھوٹا بیٹا نہال بھی اسے تھوڑا بہت جانتا تھا تبھی اسے ان کی کمپنی میں جاب مل گئی تھی [illegible] جاب سے اس نے بہت کچھ سیکھا تھا۔ [illegible] گھر کے بدترین حالات سے ساتھ ساتھ اس نے [illegible] بہتر تھی۔

یونیورسٹی میں جو [illegible] "محبت" تھی [illegible] شخص کے والدین [illegible] قبول نہیں [illegible] کہ وہ [illegible] فیملی [illegible] اسٹینڈرڈ کی نہیں تھی دوسری وجہ اعتراض اس کا جاب کرنا تھا۔ وہ جاب جو اس کی خوشی نہیں مجبوری تھی۔ اس کی ماں نے زندگی میں بہت دکھ دیکھے تھے وہ اپنی ذات سے ان دکھوں کا ازالہ کرنا چاہتی تھی [illegible] تھی یہ [illegible] والد کی رحلت اور اس کے بعد پے در پے آنے والے مسائل نے اسے اپنی ذات سے یکسر غافل کردیا تھا۔

[illegible] پہلی محبت اور [illegible] ساتھ سے دستبردار [illegible] آسان نہیں تھی کیونکہ اس نے بہت سے خوب صورت خواب اس شخص کی رفاقت سے جوڑے تھے اور خوابوں کا ٹوٹنا یا ان سے دستبردار ہو جانا کتنا تکلیف دہ ہے یہ وہی جانتا ہے جس نے یہ اذیت سہی ہو۔ [illegible] ارمغان کو چھوڑ دیا تھا مگر اس کے بارہا اصرار پر بھی وہ جاب نہیں چھوڑ سکی تھی [illegible] جس سے [illegible] روزی کا سلسلہ چل رہا تھا۔

وہ [illegible] جان [illegible] تھی [illegible] شخص جان [illegible] ماہم سے [illegible] نکل گئی تھی [illegible] جیبوں سے [illegible] چھوٹی بڑی چیزیں [illegible]

ناجائز احساس مرتے، سے اندر ہی قبول کیا جاتا۔

شوہر سمجھتے تھے ہے رب تک سے اپنی ذات کی تنہائی شدت سے محسوس ہوتی تھی۔ وہ حقیقی تھی کہ مرکھ ... سے گھر والوں نے بھی اس کا احساس نہیں کیا تھا۔ ان چاہتا تو ملنا تھا تک نہیں تو کوئی سے روائی تہہ مرحلے سے واہ نہیں تھا۔ اس گھر کے دستور تھے تھے مگر شاہ رحال کی حساس طبیعت ان دستوروں سے کبھی سمجھوتا نہیں کر سکی تھی۔

مرانی کا احساس مزید شدت اختیار کر چکا تھا، تبھی وہ اٹھ کر اندر کمرے میں آئی تھی۔ جہاں اس کا ''نام نہاد'' شوہر ساری دنیا سے بے خبر گہری نیند کے مزے لوٹ رہا تھا۔ وہ شکستہ سی بیڈ کے ایک کنارے پر ٹک گئی۔

سے یاد آ رہا تھا جب وہ رخصتی کے ساتھ دلہن بنی اس گاؤں نما شہر میں آئی تھی تو ایک عجیب سی گھٹن کا احساس اس کی حال پر بنا رہا تھا۔ مختلف سوچیں تھیں جو ذہن کا گھیراؤ کیے ہوئے تھیں۔ پتا نہیں کس شخص کے ساتھ اس کا نصیب جوڑ دیا گیا ہوگا، پتا نہیں وہ دیکھنے میں کیسا ہوگا؟ شدید تھکن کے ساتھ یہ اذیت ناک خیالات اسے اور بھی نڈھال کر رہے تھے۔ ماں کی خوشی کے لیے اس نے قربانی تو دے دی تھی مگر پتا نہیں وہ اس قربانی کی لاج بھی رکھ پائے گی کہ نہیں، یہی خدشہ اسے پریشان کیے ہوئے تھا۔ جس وقت سے کمرے میں لے جایا گیا تب تک اس کی الجھن برقرار رہی تھی تاہم جس وقت کوئی کمرے میں داخل ہوا پھر بنا دروازہ لاک کیے اس کے پاس بیڈ پر بیٹھا اور بنا کسی سلام دعا کے لٹ سے اس کا ہاتھ پکڑ کر جب اس شخص نے اس سے پوچھا۔

''تم میری دلہن ہو نا؟'' تب وہ برف ہو گئی۔

فور سے پیشتر نظر اٹھا کر اس نے اپنے سامنے بیٹھے بے تحاشا حد کو دیکھا تھا گہری سانولی رنگت پر باہر کو آتے پیلے دانتوں نے اسے ابکائی پر مجبور کر دیا تھا بال بہت بیٹھے ہوئے تھے، وہ بیہ ہوئے کے باوجود اس شخص کی گردن پر جو سیاہی تھی وہ سیاہ سے پل ساری ... پر محیط نظر آئی تھی۔

آپ کا دن بھر وہ خوب لیٹ دیکھ پیچھے نصیب کی سیاہی پر کسی سے گلے لگ کر خوب روئے۔

''اب کتنی ہیں تم میری آنکھیں ہو ... ماں خفیہ ہوتی ہیں نا؟''

''ہاں۔'' بہت دیر بعد دبی ... مجھے سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے اس کے ہونٹوں نے جنبش کی تھی پھر فوراً اٹھ کر اس نے تبدیل کر لیا۔ رات بھر شدت سے روتے ہوئے وہ اپنے پہلو میں لیٹے شخص کے خراٹوں سے بیزار رہی تھی۔

اگلے ایک ہفتے کے بعد اس شخص کو بے نصیب کا سمجھ کر وہ کسی بچے کی مانند اسے ٹریٹ کر رہی تھی۔ سب سے پہلا کام جو اس نے اس شخص سے کروایا تھا وہ ٹوتھ برش کا استعمال تھا۔ ہاتھ لیتے ہیں بھی وہ اس کی مدد کی تھی، ابھی وہ کسی حد تک دیکھنے لائق ہو گیا تھا۔

ابھی یہ امتحان جاری تھا کہ اس روز اس کی ساس نے اسے یہ حکم سنا دیا۔

''مہر ایک ماہ ہو گیا ہے تمہاری شادی کو، ہم نے گھر کے کام کاج کے علاوہ اور کچھ نہیں کہا تم سے اب تم اس گھر کی بیٹی ہو، زمینوں کے کام کاج میں بھی دلچسپی لو سب کچھ لالہ زمین پر چھوڑ کر نہیں بیٹھ سکتے۔''

اس کے پاس سوائے ان کے حکم پر سر جھکانے کے اور کوئی جواب نہیں تھا۔ صبح ناشتے کے بعد وہ گھر سے نکلتی تھی اور شام کو تھکن سے چور بدن کے ساتھ گھر واپس لوٹتی تھی۔ گزرے دو سالوں میں کیا کچھ برداشت نہیں کیا تھا اس نے مگر شکوہ نام کی کوئی چیز کبھی اس کے لبوں پر نہیں آئی تھی۔ تاہم سب اہل ... کی اس گھر میں آمد نے بہت ڈسٹرب کر کے رکھ دیا تھا۔

◉ ◉ ◉

وہ سو کر اٹھی تھی، یہ کمرے میں نہیں تھی۔

تکیہ باتھ میں ... پاکر چھوڑ کر وہ سستی سے اٹھ بیٹھی ... اٹھ کر فریش ہونے کے بعد نیچے ہال میں چلی آئی۔ جہاں

قریب ہی ٹی وی لاؤنج میں سارہ اور مائرہ اسی ٹاپک پر بات کر رہی تھیں۔

"میکال بھائی اس شادی پہ خوش نہیں ہیں، کل رات بھی گھر [illegible] سے ہیں۔" مائرہ کہہ رہی تھی جبھی سارہ بولی تھی۔

"میکال بھائی خوش نہیں ہیں تو ہانیہ بھابی کون سی خوش ہیں، ویسے بھی وہ نبیل بھائی میں زیادہ انٹرسٹڈ تھیں، صفدر انکل نے زبردستی انہیں اس شادی کے لیے مجبور کیا ہے، بڑی زیادتی ہوئی ہے نبیل بھائی اور ہانیہ بھابی کے ساتھ بھی۔"

"تمہیں کیسے پتا کہ ہانیہ بھابی نبیل بھائی میں انٹرسٹڈ تھیں؟" مائرہ چونکی تھی اور اس سے زیادہ شاید وہ ٹھٹک گیا تھا۔

"سمیرا بھابی سے پتا چلا، کل رات وہ نبیل بھائی کے کمرے میں ان سے اسی ٹاپک پہ بات کر رہی تھیں، ہانیہ بھابی سے [illegible] نبیل بھائی۔"

"[illegible] کی بات تھی تو نبیل بھائی کو سٹینڈ لینا چاہیے تھا۔"

"پتا تھا انہوں نے [illegible] ڈیڈی سے بات بھی کی تھی مگر انہوں نے ان کی بات کو اہمیت نہیں دی، [illegible] دونوں اپنی باتوں میں مگن تھیں اور شاید دونوں کو ہی اس کی آمد کی خبر نہیں تھی۔ میکال کو لگا جیسے اس کی آنکھوں میں دھواں بھر گیا ہو۔ کیا یہ سب اس کی زندگی میں ہونا ضروری تھا؟ شام ڈھلے دن بھر کی آوارہ گردی کے بعد قدرے تھک کر اس نے قدم واپس گھر کی دہلیز پر رکھے تھے۔ گھر میں اب بھی [illegible] مہمان [illegible] تھے۔ کچھ دیر بعد [illegible] ہانیہ صفدر کو ایک بار [illegible] تھا مگر اس نے کسی سے کوئی بات نہیں کی وہ خود بھی [illegible] نہیں تھا، بس چپ چاپ کمرے میں چلا آیا۔

[illegible] ایک بار سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا تھا پھر چپ چاپ سر جھکا لیا۔ سارہ اور مائرہ میکال کی کمرے میں آمد کے بعد فوراً وہاں سے کھسک گئی تھیں۔

میکال چند ثانیے یونہی بیٹھے ہوئے اپنے اندر اٹھتے طوفان کو ضبط کرنے کی کوشش کرتا رہا پھر کچھ سوچتے ہوئے بیڈ پر اس کے پاس آ بیٹھا۔

"السلام علیکم۔" ہانیہ نے اس کے سلام کا جواب دیا نہیں، چونکی ضرور تھی پھر بھی اس نے سر اٹھایا تھا۔

"وعلیکم السلام۔" [illegible] جواب پر وہ کچھ دیر یونہی خاموش بیٹھا رہا پھر بولا۔

"آج ہماری شادی کا دوسرا دن ہے، اس لیے میں کچھ باتیں آپ کے گوش گزار کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ اصل میں میں بھی آپ کی طرح اس شادی کے لیے ایک فیصد بھی تیار نہیں تھا جیسے میرے والدین نے زبردستی مجبور کر کے یہ پھندا میرے گلے میں فٹ کیا ہے، میں [illegible] میں انٹرسٹڈ تھا، [illegible] میری پہلی محبت، میرا خواب، میری پہلی خواہش اور میری زندگی میں آنے والی پہلی لڑکی ہے، بدقسمتی سے ہماری شادی نہیں ہو سکی مگر پھر بھی میں اس کے ہر پل میں موجود ہوں اور وہ میری ہر سانس میں موجود ہے۔ میں جھوٹا اور منافق انسان نہیں ہوں اس لیے یہ سب پہلے آپ کو صاف صاف بتا رہا ہوں۔ میرے پاس آپ کو دینے کے لیے کچھ بھی نہیں ہے، نہ کوئی پیار نہ عہد نہ وفا، اس گھر میں آپ کسی کی بہو بن کر تو رہ سکتی ہیں مگر بیوی نہیں کیونکہ میں اپنا پیار اپنی پہلی محبت پر نچھاور کر چکا ہوں۔ آپ چاہیں تو یہاں اس گھر میں رہ سکتی ہیں اور اگر چاہیں تو یہاں سے جا سکتی ہیں، مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے [illegible]۔"

[illegible] ہانیہ صفدر کو لگا شاید اس کی زندگی میں [illegible] نہیں [illegible] محسوس ہوا تھا۔ یہ سب باتیں جو [illegible] تھیں وہ یہ سب باتیں پہلے سے جانتی تھی [illegible] وقت اس شخص نے [illegible] یہ سب باتیں [illegible] تھیں۔



گلے میں [illegible] آنسوؤں کا پھندا لگا تھا۔

میکال [illegible] کمرے سے نکل گیا وہ چپ چاپ بیٹھی حنائی ہاتھوں [illegible] آنسوؤں نے [illegible] بہنے لگے [illegible] شادی کی [illegible] شدت سے یاد آ رہی تھی۔

میں وہ بدنصیب دلہن ہوں
جسے شادی کی پہلی رات
یوں تحفہ ملا ہے یہ کہہ کے
میرے سب [illegible] تمہارا ہے
"سوا دل کے"

کسی کی محبت اور عزت نفس کی بھلا اس سے بڑھ کر [illegible] ہو سکتی تھی؟ ولیمہ کی تقریب میں بھی وہ اس سے بچی بچی سی رہا تھا۔

"ہانی تم ٹھیک ہو ناں؟" اسے پتھر کے مجسمے کی مانند خاموش بیٹھے دیکھ کر ہادیہ فوراً اس کے پاس آئی تھی۔

"ہوں، مجھے کیا ہونا ہے؟"

"یا تم ابھی تک مجھ سے ناراض ہو؟"

"نہیں۔"

"تو پھر شعیب سے بات کیوں نہیں کر رہیں، میکال بھائی سے پوچھا تو نہیں ناں؟"

"نہیں۔"

"تو [illegible] تم [illegible] تمہاری [illegible] میں کسی پریشان ہو؟"

"نہیں۔"

"تو مطلب کیوں میری دوست ہو تم [illegible] خوش نہیں ہو؟"

[illegible]

"ہانی تم یہ کیوں سوچ رہی ہو؟ ہم کیوں [illegible] تم پر ہم سب نے تو تمہاری خوشی کے لیے [illegible]"

"جسٹ شٹ اپ [illegible]۔" [illegible] آنکھوں کے ساتھ اس بار وہ غرائی تھی۔ ہادیہ کا چہرہ سرخ پڑ گیا۔ شدید پریشان ہونے کے ساتھ ساتھ وہ اب خاصی رنجیدہ بھی تھی مگر [illegible] اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا، اس نے سوچ لیا تھا کہ آگے اب اسے کیا کرنا ہے۔

◉ ◉ ◉

ریزورٹ کی عمارت کے باہر ہاتھ باندھے کھڑا وہ گاڑی کے بونٹ سے ٹیک لگائے ہوئے تھا جب ثانیہ کی نگاہ اس پر پڑی اور وہ جیسے وہیں ساکت رہ گئی۔

پورے پانچ سال کے بعد وہ یوں بالکل اچانک کبھی سامنے آ جائے گا اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔ دل تھا کہ جیسے دھڑکنا ہی بھول گیا تھا۔ بڑی مشکل سے رخ پھیر کر کپکپاتی انگلیوں سے اس نے [illegible] موبائل نمبر پریس کیا تھا جب جواب میں بھاری مردانہ آواز اس کی سماعتوں میں اتری۔

"جی میڈم، [illegible] ریزورٹ پہنچ چکی ہیں تو برائے کرم باہر تشریف لے آئیے، میں آپ کا منتظر کھڑا ہوں۔"

ثانیہ کو اس آواز پر بھی اس کے لہجے کا گمان ہوا تھا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ وہ اسے دیکھے جبھی جلدی جلدی [illegible] وہ ریزورٹ کی عمارت سے باہر نکل آئی۔ ایک مرتبہ پھر اس کی انگلیاں [illegible] نمبر پریس کر رہی تھیں۔

"ہیلو [illegible] میں عمارت سے باہر کھڑی ہوں، ایک سائیڈ پر [illegible]" ابھی وہ اسے بتا ہی رہی تھی کہ وہ سیل فون کان سے لگائے اس کے قریب آ کھڑا ہوا۔

"ایکسکیوز می۔" وہ چونکی تھی اور [illegible] اس کے پیروں تلے سے زمین کھسک گئی۔

"وہ [illegible]"

[illegible]

اس کی سماعتوں میں ہتھوڑے برسا رہی تھی۔

"ثانیہ..." جانے کیسے اس کے سب حرکت کرنے لگے تھے مگر سامنے کھڑی تانیہ سے فوراً سے پیشتر آنکھوں پر گلاسز چڑھا کر گاڑی کا بیک ڈور کھول لیا۔

"میں تمہاری ماں کے بھیجے گئے ڈرائیور ہوتو فوراً سے پیشتر سامان گاڑی میں رکھ کر چلو۔" کوئی شناسائی نہیں تھی اس کے لہجے میں...... وہ بمشکل خود کو سنبھال کر سامان گاڑی کی ڈگی میں منتقل کرتا ڈرائیونگ سیٹ پر آ بیٹھا۔

"بچے یہاں ہیں ...؟" اگلے ہی پل گاڑی سٹارٹ کرتے ہوئے اس نے پوچھا تھا مگر وہ اسے بنا کوئی جواب دیئے اپنے سیل فون پر تیزی سے کچھ ٹائپ کرنے لگی۔ کچھ ہی دیر میں اس کا سیل بج اٹھا تھا۔

"ہوں اشعر... جی میں پہنچ گئی ہوں پاکستان جی جی میں اپنا خیال رکھوں گی آپ بھی اپنا اور بچوں کا خیال رکھیے گا... جی ٹھیک ہے اللہ حافظ۔" کال کٹ کرتے ہی اس نے تیز لہجے میں کسی کو اطلاع دی اور سیل مٹھی میں دبوچ لیا۔

زائر نہیں جانتا تھا کہ اس نے کس سے بات کی ہے مگر اسے برا ضرور لگا تھا۔ حویلی پہنچنے تک دونوں کے درمیان خاموشی چھائی رہی تھی وہ یوں دکھائی دے رہی تھی جیسے اسے جانتی ہی نہ ہو۔

لانگ شرٹ کے ساتھ کھلے پائنچوں والے ٹراؤزر میں ملبوس اس وقت وہ دوپٹے اور حیا دونوں سے بے نیاز تھی۔ زائر نے ایک آخری نظر اس پر ڈالنے کے بعد خاصے زوردار جھٹکے سے حویلی کے مین گیٹ کے سامنے گاڑی روک دی۔ جہاں اس وقت گاؤں کے سیدھے سادے لوگوں کا جم غفیر اس "جل پری" کا دیدار کرنے کے لیے جمع تھا۔ بڑی بیل کے سیاہ جوتوں کے ساتھ جیسے ہی وہ گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکلی گاؤں کی عورتیں یوں اس پر پل پڑیں جیسے وہ کوئی کاٹ کی تقریب میں بٹنے والا چھوارا یا شادی کے بچوں میں برات کے وقت پھینکا جانے والا کوئی دس کا نوٹ ہو۔

خود زائر کے لیے بھی یہ صورت حال خاصی حیرت ناک تھی تبھی اس نے سرعت سے گاڑی سے نکلتے ہوئے لوگوں کو پیچھے ہٹا کر ثانیہ کے لیے رستہ بنایا اور پھر ثانیہ نے ردعمل کی پروا کیے بنا اس کا موبائل ہاتھ تھام کر تیزی سے حویلی کے کھلے ہوئے گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔

چوہدرائن صاحبہ بے تابی سے ان دونوں کا انتظار کر رہی تھیں۔ وہ ثانیہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دے کر سرعت سے واپس پلٹ آیا۔ برقی قمقموں سے جگمگاتی اس حویلی میں اس وقت شاید اس کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ چوہدرائن کو بتا کر اگلے تیس منٹ کے بعد وہ واپس گاؤں میں اپنے چھوٹے سے گھر کے دروازے پر کھڑا دستک دے رہا تھا۔ اس کی زوردار دستک کے جواب میں دروازہ کھولنے والی اس کی ماں تھی۔

"السلام علیکم اماں۔"

"وعلیکم السلام جیتا رہ۔" دروازہ کھلا چھوڑ کر اس کی ماں سائیڈ پر ہوگئی تھی۔

"ماں صدقے جائے اس بار بڑے دن لگا دیئے تو نے سب خیر تو تھی ناں؟"

"ہاں اماں خیر ہی تھی وہ چوہدرانی کی پوتی آئی ہے باہر سے اسی کو لینے ایئر پورٹ جانا تھا اسی لیے چوہدرانی صاحبہ نے نہیں آنے دیا تجھے تو پتا ہے وہ کتنا انحصار کرتی ہے مجھ پر۔"

صحن میں بچھی واحد چارپائی پر بیٹھ کر جوتے اتارنے کے بعد وہ خود ہینڈ پمپ کی طرف بڑھ گیا تھا۔ شدید تھکن اور گرمی نے برا حال کر چھوڑا تھا۔ اماں اب اس کی تائید میں سر ہلا رہی تھیں۔

"ہاں یہ بات تو ہے اللہ کا خاص کرم ہے مجھ پر ماشاء اللہ سے میرا بیٹا بہت لائق ہے۔"

زائر کے ہاتھ تیزی سے ہینڈ پمپ چلاتے ہوئے ٹھنڈا پانی نکال رہے تھے۔ اس کی بات پر خوش ہوتے ہوئے اماں اب باورچی خانے میں چلی گئی تھیں اور وہ ہینڈ پمپ کے قریب بیٹھ کر کپڑوں سمیت نہانے میں



مشغول ہو گیا۔ اچھی طرح نہانے کے بعد اس نے مدرسے میں جا کر کپڑے تبدیل کر لیے تھے۔

ماں اس کی عادت سے بہت خائف تھیں مگر اس کا بچپن سے یہی معمول تھا کپڑے بدل کر جس وقت وہ باہر چارپائی پر آ کر بیٹھا اماں اس کے لیے کھانا نکال رہی تھیں چنے کی دال اور کدو کا سالن بنا تھا۔ اسے یہ سالن پسند نہیں تھا مگر بھوک کے شدید احساس نے بے اختیار اس نے سب سے بڑی تندوری روٹی کے نوالے توڑنے شروع کر دیئے تھے تبھی سیڑھیوں پر کسی کے قدموں کی چاپ ابھری تھی۔

ہوا سے سارے کپڑے اتار رہی ہیں مگر وہ زائر کی شرٹ ساتھ والوں کی چھت پر "اپنے دھیان میں ہوتی وہ رہی تھی کہ اچانک سیڑھیوں کے وسط میں ٹھٹک گئی۔ پتھر ہوتے زائر کی نگاہیں اسے بے حد حیرانی سے دیکھ رہی تھیں جبکہ اس کا ہاتھ ہوا میں ہی معلق رہ گیا تھا۔ کیسا بچپنا تھا... کہ شاک پر شاک لگ رہے تھے۔

اماں اس کی کیفیت بھانپ کر اب اسے بتا رہی تھیں۔

"پچھلے جمعے آئی تھی سائرہ تیرے ابا جی کے جانے کے بعد سے سسرال والوں نے بالکل ہی بچی کو لاوارث سمجھ لیا بہت گھمنڈ ہے انہیں اپنی دولت پر میں نے فیصلہ کیا ہے اب سائرہ اس گھر میں دوبارہ نہیں جائے گی۔"

اماں کی آواز نے اس کا طلسم توڑا تھا۔ زائر نے سر جھٹک کر نوالہ دوبارہ کٹوری میں رکھ دیا۔ شدید بھوک کا احساس اچانک ہی ختم ہو گیا تھا۔

"روٹی اٹھا لے اماں مجھے بھوک نہیں ہے۔"

"زائر..." اس کے اٹھ کھڑے ہونے پر اماں نے پکارا تھا مگر وہ ان سنی کرتا بیرونی دروازہ کھول کر گھر سے باہر نکل گیا۔ گاؤں کے بابا جوگی کی دور سے آتی کرب کے ساتھ اس کی سماعتوں میں ہتھوڑے برسا رہی تھی۔

"وچھڑ گیا ناراں دے
ساڈا حق نہ سکے روک پتھر پہاڑاں دے"

◉ ◉ ◉

وہ چار سال کا تھا جب ایک روز ماں اس کی انگلی پکڑ کر سائرہ کے والد ماسٹر افضل صاحب کی کلاس میں شیشم کے اس گھنے پیڑ کے تلے چھوڑ آئی جہاں گاؤں کے دیگر بچے جمع ہو کر ماسٹر افضل صاحب سے درس لیا کرتے تھے۔

ماسٹر افضل رشتے میں اس کی اماں کے سگے ماموں زاد بھائی تھے۔ ان کی بیوی سائرہ کے بچپن میں ہی ہیضے کی بیماری کا شکار ہو کر چل بسی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اماں نے اس چھوٹی سی بچی کو اپنے سینے سے لگا لیا تھا۔ وہ سارا دن انہی کے گھر کھیلتی پھر شام میں ماسٹر صاحب اسے لینے آ جاتے تو ان کے ساتھ اپنے گھر سونے کے لیے چلی جاتی۔

زائر کو وہ شروع سے ہی بہت اچھی لگتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ دونوں فرصت کے تمام لمحات ایک دوسرے کے ساتھ گزارتے۔ سائرہ کے بڑے ہوتے ہی اس کی گھریلو ذمہ داریوں نے اس کا زائر کے گھر آنا جانا کم کر دیا تو وہ جیسے تڑپ کر رہ گیا۔ سے سائرہ کے ساتھ کی عادت ہو چکی تھی لہٰذا اس نے خود ماسٹر صاحب کے گھر جا کر ان کے گھر کے کاموں میں (جو پہلے ماسٹر صاحب خود سرانجام دیا کرتے تھے) سائرہ کی مدد کرنی شروع کر دی۔

ایک دوسرے کے احساس کا یہ جذبہ بڑھتے بڑھتے کب محبت کا روپ دھار گیا انہیں خبر ہی نہ ہو سکی۔ پتا تو اس روز چلا جب ایک شام زائر نے ماسٹر صاحب کو اماں سے ان دونوں کی شادی کی بات کرتے سنا۔ مارے خوشی کے اس کے پاؤں زمین پر نہیں ٹکتے تھے۔ سائرہ اس کے لیے کسی نشے سے کم ہرگز نہیں تھی۔ اس روز اس نے پہلی بار گھر سے پیسے چرا کر سائرہ کے لیے رنگ برنگی خوب صورت چوڑیاں خریدی تھیں کیونکہ سائرہ کو چوڑیاں بہت پسند تھیں۔

زائر نے سے چوڑیاں دیتے ہوئے اپنے اور اس کے درمیان قائم ہونے والے رشتے کا بھی بتا دیا تھا اور

سب تو تھی وہ بھی خوش ہوئی تھی۔ [illegible] سے تنگ کرنے لگا تھا۔ کبھی اس کے ساتھ برتن دھلاتے ہوئے چھینٹے [illegible] تو کبھی [illegible] کے سامنے [illegible] طرح [illegible] کے پاؤں پر پاؤں رکھ دیتا، ایک دو بار [illegible] سے غیر اخلاقی حرکت کرنے کی کوشش بھی کی تھی مگر سائرہ نے سختی سے ڈپٹ کر رکھ دیا۔ [illegible] بے حد خوب صورت اور خوش گوار ہو رہی تھی کہ چونکہ اسے میٹرک کے بعد مزید تعلیم کے لیے شہر کے ہوسٹل میں قیام کرنا پڑا اور پیچھے جیسے اس کی دنیا ہی بدل گئی۔

دو سال [illegible] کے بعد وہ شاندار نمبروں سے [illegible] گاؤں واپس [illegible] تو اس نے خطوط کے جواب گوش گزار کرنے والی سائرہ افضل سے اس کے ساتھ شادی کرنے سے صاف انکار کر دیا۔

ابا جی کے شدید غصے اور اصرار پر اس نے بتایا تھا کہ اس کی زندگی [illegible] جن [illegible] کی سمجھوتہ نہیں کر سکتا [illegible] گاڑی اور بہت ساری دولت چاہیے تھی جو گاؤں کے سردار [illegible] آوارہ بیٹی [illegible] سے بیاہ کرنے کو تیار بیٹھا تھا۔

اس نے [illegible] سے صاف کہہ دیا تھا کہ وہ صرف محبت پر گزارا کرنے والوں میں سے نہیں ہے۔ [illegible] اتنی ہمت اور حوصلہ ہے کہ وہ ساری زندگی چھوٹی چھوٹی خوشیوں [illegible] سائرہ کے حسین [illegible] عجیب و غریب [illegible] کا [illegible] سے وعدہ کیا تھا کہ وہ [illegible] سب کچھ [illegible] سے چھوٹ گئی۔

[illegible] سے جدا [illegible] جو [illegible] سب [illegible] حاصل [illegible] کی ان دونوں کی شادی [illegible] سے [illegible] بیٹی کی [illegible]

اور بیٹی [illegible]

سائرہ افضل کلوتی بیٹی کی ضد کے سامنے قطعی [illegible] ہو گئے تھے۔ [illegible] کی [illegible] سال [illegible] کہیں کھلی تھی۔ [illegible] چودھری [illegible] کا [illegible] اور حویلی میں [illegible] ہی جان تھی جیسے وہ حویلی کا ہی کوئی [illegible]۔

صرف [illegible] محبت [illegible] سال سے [illegible] تعلیم کی [illegible] دوبارہ شہر چلا آیا اور یہاں تعلیم کے ساتھ ساتھ راتوں رات امیر بننے کے جنون نے اسے [illegible] کا [illegible] بنا دیا۔

[illegible] میں [illegible] اسے راتوں رات امیر بننے کے لیے جس شارٹ کٹ [illegible] کی پہلی سیڑھی پر ہی اس [illegible] اور [illegible] میں [illegible] جسم [illegible] تھا۔

◉ ◉ ◉

[illegible] تیرا
خواب کی طرح آنکھ میں بسا تھا
[illegible] بہتر [illegible]

ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی وہ [illegible] تیاری [illegible] رہی تھی جب [illegible] جلدی جلدی [illegible] ہوئے اس نے [illegible] اٹھایا اور کمرے سے نکل گئی۔

ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی [illegible] دوست [illegible] سالگرہ کی تقریب میں جانا تھا۔ [illegible] آرہے تھے [illegible] یہ کہا تھا اور اب [illegible] دروازے پر [illegible] کر وہ سرعت سے دروازے کی طرف [illegible]۔

"کون؟" دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ [illegible] اس نے [illegible] پوچھا تھا۔ جب [illegible]۔

[illegible]

"[illegible] میں [illegible] تیار [illegible]"

اور وہ تمہاری مالکن شہزادی فون پر فون کیے جارہی ہے یہ نہیں کہ تمہیں جلدی پہنچنے کی ہدایت کردے۔"

وہ اسے سعدیہ کا ڈرائیور سمجھ رہی تھی تبھی بنا سوچے سمجھے شروع ہوگئی تھی۔ دوسری طرف اسے دو ہفتوں سے فالو کرتے زائر ملک نے قدرے حیران ہوکر اسے پیچھے دھکیلا اور تیزی سے فلیٹ میں داخل ہوکر دروازہ لاک کردیا۔

"نہ میری کوئی مالکن ہے نہ میں کسی کا ملازم ہوں میرا مقصد اس وقت اس گھر کا صفایا کرنا ہے شرافت سے بنا چوں چرا کیے سب کچھ نکال کر مجھے پکڑاتی جاؤ' نہیں تو اس پسٹل کی ساری گولیاں تمہارے وجود میں اتار دوں گا۔"

قطعی رف حلیے میں ہلکی ہلکی بڑھی ہوئی شیو کے ساتھ اس پر پسٹل تانے کہتا وہ اسے ساکت ہی تو کر گیا تھا۔ ثانیہ عباس کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ یوں لوٹی جاسکتی ہے' اس کے خوب صورت چہرے کا رنگ پل میں سفید پڑ گیا تھا۔ زائر ملک کی ہدایت کے عین مطابق اس نے سب سے پہلے اپنا موبائل فون کپکپاتے ہاتھوں سے میز پر رکھا' پھر دونوں کلائیوں سے گولڈ کے خوب صورت نفیس کڑے اتارے' کانوں میں پہنی گولڈ کی ہلکی پھلکی بالیاں اتار کر میز پر رکھیں' اس کا پرس بھی صوفے پر پڑا تھا' اس نے وہ بھی اٹھا کر اس کے حوالے کردیا۔

"اس وقت میرے پاس یہی کچھ ہے۔" اس کی آواز سے صاف لگ رہا تھا کہ وہ بہت ڈر گئی ہے۔ زائر گہری نگاہوں سے اسے دیکھتا اس کے بیڈ روم کی طرف بڑھ گیا تھا تبھی وہ تڑپ کر پیچھے لپکی تھی۔

"دیکھیے میں سچ کہہ رہی ہوں' میرے پاس جو کچھ بھی تھا میں آپ کے حوالے کرچکی ہوں' مزید اب کچھ بھی نہیں ہے۔"

"شٹ اپ" اس کے منمنانے پر وہ دہاڑا تھا کیونکہ اس کے پاس اس لڑکی سے متعلق مکمل معلومات تھیں۔ وہ

باہر سے آئی تھی اور اپنی ایک ملازمہ کے ساتھ اس شاندار لگژری فلیٹ میں رہتی تھی۔ زائر نے اسے دو ہفتے پہلے ایک ریسٹورنٹ میں دیکھا تھا اور پھر شادی کی ایک تقریب میں وہ ہر جگہ بہترین لباس کے ساتھ قیمتی جیولری سے لدی پھندی ہوتی تھی تبھی اپنے دوست کی خوش گپیوں پر فنٹی پرسنٹ شیئر کے بدلے وہ بلا خوف وخطر اس کے فلیٹ میں گھس آیا تھا۔ خوش قسمتی سے اس وقت اس کی ملازمہ کہیں بھی دکھائی نہیں دے رہی تھی جس کی وجہ سے اس کا حوصلہ بڑھ گیا تھا۔

اپنی محبت کو پانے کے لیے فی الوقت وہ کچھ بھی کرسکتا تھا یہاں تک کہ اس لڑکی کا خون بھی' مگر.... اس کی نوبت نہیں آئی تھی۔

لڑکی اب اس کے سامنے ہاتھ جوڑے کھڑی تھی۔

"دیکھیے میرے لیے دولت کی کوئی وقعت نہیں ہے پلیز آپ یہاں سے چلے جائیں۔"

مگر وہ اس کی التجا کو قطعی نظر انداز کیے اب وارڈروب کھول رہا تھا' کچھ دیر ادھر ادھر ہاتھ مار کر چیک کرنے کے بعد اس کے ہاتھ ایک جیولری کا ڈبا لگا تھا' جسے دیکھنے کے بعد اس کے لبوں پر ہلکی سی مسکان بکھر گئی۔

"نہیں پلیز اسے رکھ دیں' یہ میری ماما کی نشانی ہے پلیز۔" وہ تڑپ کر اس کے سامنے آگئی تھی' مگر زائر نے اسے پیچھے دھکیل دیا۔

"شٹ اپ۔"

"پلیز میں آپ کے سامنے ہاتھ جوڑتی ہوں' یہ میری ممی کی واحد نشانی ہے میرے پاس' اسے واپس کردیں پلیز۔" اب وہ بری طرح رو رہی تھی۔ وہ نزدیک رکھے جو کھٹ پر بیٹھ کر رکا تھا' وہ لڑکی اب اس کے پیروں میں ہونے کا سوچ رہی تھی' تبھی اس نے پلٹ کر دیکھا اور پھر جیسے ایکدم سے اس کا ارادہ بدل گیا۔

"ٹھیک ہے یہ لو۔" پست کرخت لہجے میں کہتے ہوئے اس نے جیولری بکس اس کی طرف بڑھایا تھا' ثانیہ عباس آنکھوں میں آنسو لیے حیرانی سے اسے دیکھتی رہ گئی۔

پھٹے ہاتھوں سے اس نے وہ ڈبا تھاما تھا جب اس کے لبوں سے پیشتر اس کا تاپا وتھام لیا۔

"تمہیں یہ جیولری چاہیے نا' ٹھیک ہے رکھ لو مگر بدلے میں مجھے بھی کچھ چاہیے۔" اس بار اس کے الفاظ سے زیادہ اس کے جسم پر پھسلتی اس کی نگاہوں نے سہما دیا تھا۔

"نہیں تم یہ کچھ نہیں کرسکتے میرے ساتھ۔"

خوف کے ساتھ ساتھ اس نے غصہ دکھانے کی کوشش بھی کی تھی' مگر زائر ملک نے پروا نہیں کی' ثانیہ عباس کے احتجاج کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے اب وہ اسے اپنی طاقت دکھا رہا تھا۔ ثانیہ کی کلائی میں پڑی کانچ کی ساری چوڑیاں ٹوٹ کر قالین پر بکھر چکی تھیں۔ جبکہ اس کا میک اپ سے دمکتا چہرہ اب کھنڈر عمارت کا نقشہ پیش کررہا تھا۔

وہ ساری عمر بیرون ملک رہی تھی مگر پھر بھی اسے اللہ کی قائم کردہ حدود کا پاس تھا بلکہ دوسری طرف اسلامی مملکت میں پلے بڑھنے والے اس شخص کے ماں باپ کی شاید کمی اچھی تربیت پر اس کے برے دوستوں کی چند روزہ بری صحبت بنا اثر دکھا رہی تھی۔

گناہ کبیرہ کی بھینٹ چڑھتے اس طوفان کو کسی طور ٹلتے نہ دیکھ کر اس نے اس کے پاؤں پکڑ لیے تھے۔

"ممیری بات سنیں پلیز' خدا کا واسطہ ہے آپ کو مجھ پر ترس کھائیں میں بہت دکھی لڑکی ہوں۔"

"جسٹ شٹ اپ او کے' بہت خطرناک آدمی ہوں میں میرا دماغ خراب مت کرو۔" اس کے چہرے پر تھپڑ رسید کرتے ہوئے وہ غرایا تھا' تبھی وہ سسک اٹھی۔

"میں جانتی ہوں آپ یہاں صرف سب کچھ لوٹنے آئے ہیں' مگر میری عزت کوئی فالتو سامان نہیں ہے آپ مسلمان ہیں' اللہ کی قائم کردہ حدود کی خلاف ورزی سے آپ اس پاک ذات کے غضب سے نہیں بچ سکیں گے۔"

زائر کے دل پر چوٹ پڑی تھی مگر دماغ اتنا ماؤف تھا کہ اس کے لیے اس وقت جیسے خود کو سنبھالنا ممکن ہی نہیں

پیارے بھائی بھتیجوں کے نام
جن کی یاد سے دل کا اک اک گوشہ مہکتا ہے
جن کے بیت جانے والے دنوں کے بھیگے جھونوں سے
ہتھیلیاں بھری رہتی ہیں مگر حسن کو دیکھنے کے لیے
آنکھیں بلبلاتی رہتی ہیں

درد کا سلسلہ مسلسل ہے
ضبط کا حوصلہ مسلسل ہے
زندگی بے ثبات لگتی ہے
وقت ٹھہرا ہو مسلسل ہے
وہ مجھے چھوڑ گیا ہے لیکن
دعا کا رابطہ مسلسل ہے
کتاب زندگی پر اب تو
دکھوں کا حاشیہ مسلسل ہے
پاس اتنا کہ مثل رگ جاں ہے
دور اتنا کہ اک فاصلہ مسلسل ہے
زندگی تھک کے ہار بیٹھی ہے
موت کا قافلہ مسلسل ہے
چراغ محبت بجھانے کو
سازشوں کی ہوا مسلسل ہے
سامنے ہے مگر نگاہ پیاسی
دل میں اک کربلا مسلسل ہے
تم سے بچھڑی تو یہ یقین ہے
عشق کا عارضہ مسلسل ہے
قلم یاد سے صفحہ دل پر
لفظ اک ہی لکھا مسلسل ہے
لوٹ آؤ گے سر شام کبھی
دل کو اک آسرا مسلسل ہے

ام ثمامہ ۔۔۔ جھنڈو' سندھ

رہا تھا۔

ثانیہ سر [illegible] سامنے ڈوپٹے سے بے نیاز بیٹھی تھی۔

"آپ میرے لیے کچھ بھی مت کریں مگر اللہ کے لیے تو کر سکتے ہیں نا۔ اس اللہ کا واسطہ ہے آپ کو مجھے معاف کر دیں اور آپ نے میری بربادی کی قسم کھائی ہے تو بیشک مجھ سے نکاح کر لیں پھر اس کے بعد جا کے فوری طلاق دے دیں تاکہ میں گناہ سے بچ سکوں [illegible]" ٹپ ٹپ [illegible] آنکھوں سے آنسو یوں گر رہے تھے جیسے ساون کی جھڑی لگی ہو۔ [illegible] ڈ [illegible] ہو چکا تھا۔

"کیوں [illegible] میں ایک خصوصیت میں پڑنا چاہتا ہوں، نہ تم میرے لیے اتنی اہم ہو کہ میں تم سے ایسا کوئی تعلق جوڑنا چاہوں۔"

"میں جانتی ہوں میں کہیں نہیں ہوں مگر اللہ تو ہے نا اس کی رضا کے لیے اس کے عذاب سے بچنے کے لیے [illegible] پلیز۔"

اس کے آنسوؤں میں اس کی التجاؤں میں کچھ ایسا تھا کہ حسن نے اسے [illegible] ہاتھ جانے کیا سوچ کر وہ اٹھی تھی اور اسے بازو سے پکڑ کر کھینچتے ہوئے باہر [illegible] تک لے آیا جہاں [illegible] سے [illegible] وہ سامان رکھا تھا وہ سب سامان وہاں سے اٹھا کر اسی طرح بازو سے پکڑ کر کھینچتے ہوئے وہ [illegible] [illegible] گاڑی میں دھکیل کر فرنٹ سیٹ پر بیٹھا اپنے دوست کے ساتھ بیٹھا۔

"مجھے [illegible] سے نکاح [illegible] ابھی اور اسی وقت۔"

"حسن تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا؟ تم یہاں چوری کرنے [illegible] تھے پوری ہو گئی [illegible]"

جو بات [illegible] [illegible] اس کا تھا [illegible]
[illegible] دوست [illegible] ایک طرف بیٹھا
ثانیہ [illegible] [illegible]

نے فقط مہر پر وہ شاندار ہوٹل کے کمرے میں ثانیہ عباس کے سامنے [illegible] شوہر کی حیثیت سے بیٹھا تھا۔

"[illegible] ارادے ہیں تمہارے؟" بنا سلام دعا کے [illegible] مقابل بیٹھا وہ پوچھ رہا تھا۔ ثانیہ عباس چہرہ جھکائے ہوئے رو پڑی۔

"میں جانتی ہوں آپ نے جو کچھ کیا ہے محض ضد اور غصے کی وجہ سے کیا ہے مگر پھر بھی میں آپ کی بہت ممنون ہوں بے شک میری عزت [illegible] محفوظ ہے۔" دونوں [illegible] لہجہ میں نرمی تھی مگر پھر بھی اس کے چہرے پر بے تحاشہ حسن اور نور بکھرا ہوا تھا۔ [illegible] نے ہاتھ بڑھا کر اسے اپنے پہلو میں گرایا اور کمرے کی [illegible] بند کر دی۔ اگلی صبح وہ اس کے بیدار ہونے تک نہا دھو کر فریش ہو چکا تھا۔

ثانیہ [illegible] تو وہ جوتے پہن رہا تھا۔

"میں جا رہا ہوں تمہارا سامان اور تمام نقدی اور سائیڈ ٹیبل کی دراز میں محفوظ ہے۔ [illegible] نکال لینا۔"

"مطلب؟" وہ یکدم سے حیران ہو کر اٹھی تھی۔

"مطلب [illegible] میں تمہارے گھر میں ڈکیتی کے لیے آیا تھا [illegible] مال ماتھ [illegible] لوگوں کا دولت [illegible] اور [illegible] محبت [illegible] منگیتر کو حاصل کر سکوں لیکن اب میں وہ سب [illegible] چھوڑ کر جا رہا ہوں کیونکہ مجھے تمہارے والی ہونی [illegible] پر اپنے خوابوں کا تاج محل [illegible] کرنا۔" وہ اس سے [illegible] [illegible] ہوئے بیٹھی تھی۔ ثانیہ [illegible] اس کی مسکان بکھر گئی۔

"بہت شکریہ [illegible] وہ سب [illegible] آپ [illegible] سے [illegible] ہوں آپ سے جا رہی ہوں۔"

"نہیں۔" وہ اٹھ [illegible] تھا جب اس نے [illegible] سے [illegible] ہاتھ تھاما۔

"میرا طلاق نامہ؟" اور [illegible] سامنے [illegible] اس کی طرف دیکھا تھا۔
[illegible] کا جملہ "[illegible]" [illegible] وہ [illegible]
[illegible] [illegible] تھا [illegible]
[illegible] [illegible] سے [illegible]



[illegible] تھا وہ [illegible] تو کبھی پوری نہ تھی [illegible]

[illegible] اپارٹمنٹ میں واپس لوٹ آئی تھی۔
شام [illegible] [illegible] پرندے [illegible] آشیانوں کی تلاش میں فضا کی وسعتوں میں [illegible] دکھائی دے رہے تھے۔ عصر کے قریب اس کی [illegible] نگاہوں سے [illegible] واپس لوٹ آئی تھی اسی روز شام [illegible] [illegible] فرینڈ [illegible] کو ملک سے [illegible] جہاں اس نے [illegible] زندگی۔

[illegible] یہ تو بوائے فرینڈ تھا کیا مطلب [illegible] میں تمہیں [illegible] کوئی مال و دولت [illegible] کی [illegible] [illegible] آپ کی پیشانی سے [illegible] میں [illegible] اور [illegible] نکاح کرتے [illegible] میں [illegible] مطلب [illegible] ختم ہوئی۔" [illegible] ہوئے [illegible] صاف [illegible] تھا۔ [illegible] ہو [illegible] تھی۔

"تمہیں لگتا ہے میں مذاق کر رہی ہوں؟"

"ہاں۔"

"جسٹ شٹ اپ میں مذاق نہیں کر رہی [illegible] پاس نکاح نامہ موجود ہے۔"

"یو ڈفر گرل وہ جو ہوں [illegible] تمہیں بے وقوف بنایا ہے فلموں میں ہی ایسا نہیں ہوتا کہ [illegible] ڈکیتی کی نیت سے آپ کے گھر میں گھسے اور [illegible] کیسے [illegible] سے نکاح [illegible] اپنا کام [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

ایک کراچی شہر

[illegible] نگاران [illegible] عروس شہر
[illegible] خلوص کی نظر
پھیلی وہ شام غم گہری [illegible] سیاہ
حسن کی [illegible] کہیں [illegible] سحر
[illegible] بچوں کے جانے پر لرزے ہے ماں
[illegible] بڑی مضطرب منتظر
دیکھو سوچو ذرا محبت [illegible]
پڑ نہ جائے کہیں رب خدا کا قہر
ایک ہو جاؤ سب اب خدا کے لیے
ہر لمحہ یہ دعا گو ہے قلب مہر
مہر گل [illegible]

[illegible] میں [illegible] اور [illegible] ثانیہ مضطرب سی رہ پڑی۔

"میرا [illegible] نہیں مانتا۔"

"وہ مجھے بتا ہے اس عمر میں [illegible] کسی بھی فریب کو سچ مانتے ہیں بھلا انہیں تو وہی صورت سچ دکھائی دے رہا ہوتا ہے جو وہ [illegible] [illegible] تم میں اپنی دوست کو کوئی جھوٹا [illegible] تمہیں چاہیے کہ تم یہ سب آج ہی [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] اپارٹمنٹ میں رہنا [illegible] [illegible] ہو سکتا ہے [illegible] اپنے ساتھ اپنے دوستوں کو [illegible]" [illegible] [illegible] وہ چپ [illegible] [illegible] تصور [illegible] نام کا" [illegible]

[illegible] [illegible] [illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]

بعد اس کی مما نے نہ صرف ان کے وسیع کاروبار کو سنبھالا بلکہ اپنے دونوں بچوں کی پرورش میں بھی کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔

وہ اپنی ماں سے اکثر پاکستان میں اپنے ددھیالی رشتہ داروں سے متعلق مختلف کہانیاں سنتی رہتی تھیں۔ اس کے دادا دادی اور ایک تایا پاکستان میں مقیم تھے مگر تایا کی اور دادا کی خفگی کی وجہ اس کے پاپا کو پسند کی شادی کے جرم میں خاندان سے عاق کردیا گیا تھا۔

اس کے بابا رحلت سے قبل آخری بار اپنے گاؤں گئے تھے مگر انہیں معافی نہیں ملی۔ پاکستان سے واپسی کے دو ہفتے بعد ان کی رحلت ہوگئی۔ اس موقع پر اس کی دادی اور تایا ان کے پاس آئے تھے اور بہت روئے تھے۔ بابا کی رحلت کے دو ماہ بعد اس کے دادا بھی غم اور بیماری سے ہار گئے۔ وہ چونکہ ان سے زیادہ اٹیچ نہیں تھی لہٰذا اسے اس بات کا زیادہ افسوس نہیں ہوا۔

کالج لائف کے دوران ہی اس کی اپنے پاپا کے عزیز دوست طارق انکل کے اکلوتے بیٹے اشعر سے دوستی ہوگئی تھی۔ وہ بے حد وجاہت کا حامل ایک ضدی اور غصیلا لڑکا تھا مگر اس کے پیار میں بہت شدت بھی تھی۔ وہ چونکہ اپنے بابا سے بہت اٹیچ تھی لہٰذا ان کی رحلت کے بعد اپنے آپ کو سنبھالنے کے لیے اس نے اشعر کا سہارا لیا اور پھر جیسے اس سہارے کی عادی ہوگئی۔

اشعر کے بغیر جیسے اس کی زندگی ہی نامکمل تھی۔ اس کی شدت اور پسند کو دیکھتے ہوئے اس کی مما نے ان دونوں کا رشتہ طے کردیا۔ انہی دنوں اشعر کی توجہ اس سے ہٹ کر اپنی ایک دور پرے کی کزن پر مبذول ہوگئی جو نئی نئی لندن آئی تھی۔ وہ اسے ٹائم اور کمپنی دے رہا تھا جو ثانیہ کے لیے کسی طور قابل برداشت نہیں تھا۔

اسی بات کو لے کر دونوں کے بیچ جھگڑے بھی ہوئے مگر کوئی حل نہ نکل سکا۔ نتیجتاً ثانیہ نے جذباتیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ رشتہ ختم کردیا اور اشعر کا اپنے گھر میں داخلہ تک ممنوع کروادیا جس پر مشتعل ہو کر اس نے اسے دھمکی دے ڈالی کہ وہ اسے اس حرکت کی سزا ضرور دے گا مگر اس سے پہلے کہ وہ ایسا کچھ کرتے ہوئے اسے نقصان پہنچاتا وہ اپنی مما سے ضد کرکے پاکستان چلی آئی۔ تاہم اس نے اپنے ددھیال والوں کو اپنے پاکستان میں قیام سے مطلع نہیں کیا تھا۔

جس نقصان سے ڈر کر وہ لندن سے بھاگی تھی وہ نقصان پاکستان میں ہوگیا تھا۔ آنسو تھے کہ ٹپ ٹپ بہتے ہی چلے جارہے تھے اور رات تھی کہ اندھیرے کی بکل مارتے ہوئے سرد سے سرد ترین ہوتی جارہی تھی۔

◉ ◉ ◉

"رائز پتر..." وہ مضطرب سا چارپائی پر پڑا پہلو بدل رہا تھا جب اچانک اس کے سیل فون پر ماں کی کال آگئی اور اسے نا چاہتے ہوئے بھی اس وقت ان کی کال پک کرنی پڑی۔

"جی ماں۔"

"ماں صدقے جائے کتنے دن سے تُو نے گاؤں کا چکر نہیں لگایا سب ٹھیک تو ہے ناں۔"

"ہاں، ماں! سب ٹھیک ہی ہے جاب ڈھونڈ رہا ہوں تُو سنا گھر میں سب کیسے ہیں ابا اور سائرہ وغیرہ۔"

"سب ٹھیک ہیں بس ایک گڑبڑ ہوگئی ہے۔"

"گڑبڑ... کیسی گڑبڑ...؟" وہ چونک کر چارپائی پر اٹھ بیٹھا تھا۔ جب ماں نے قدرے خاموشی کے بعد اسے بتایا۔

"وہ... اپنی سائرہ ہے ناں۔"

"ہاں... کیا ہوا اسے؟" اس کا دل بے ساختہ ہی زور سے دھڑکا تھا۔

"کچھ نہیں... اس نے نکاح کرلیا ہے نمبردار کے بیٹے افضل کے ساتھ۔"

"کیا...؟" اسے لگا جیسے وہ چارپائی سے نیچے گر پڑا ہو۔

"ہاں پتر... مجھے کو نہیں پتا چلا کہ کس کرموں جلی نے کب اور کیسے یہ قدم اٹھایا تیرے ابا نے تو [illegible]



یہ سنتے ہی [illegible] گئے تھے کل [illegible] اس کا پتہ کیے ہوں تو شاید زندہ زمین میں گاڑ دیتے مگر میرے خیال سے تو بیاہ رچا کے چلتی بنی ہے۔" اماں اب شاید رو رہی تھیں مگر وہ تو کچھ بھی نہیں سن رہا تھا۔ سائیں سائیں کرتی سماعتوں میں سوائے سناٹے کے اور کچھ اترتا محسوس نہیں ہورہا تھا۔

یہ کیسے ہوسکتا تھا؟

وہ تو "اس" سے محبت کرتی تھی پھر نمبردار کے بیٹے کے ساتھ نکاح کیسے کرسکتی تھی؟" اس کا دماغ گھوم رہا تھا اور وہ فوراً گاؤں واپس آیا تھا۔ سائرہ اس وقت بڑی مسرور سی تندور پر روٹی لگا رہی تھی جبکہ ماسٹر افضل ٹھسے سے صحن میں بچھی چارپائی پر پڑے تھے اسے بنا دستک دیئے گھر میں داخل ہوتے دیکھ کر سائرہ کے چہرے کا رنگ فق ہوا تھا۔

"رائز... تو...؟"

"ہاں میں... پوچھنے آیا ہوں تجھ سے کہ نمبردار کے بیٹے کے ساتھ تیرے نکاح کی خبر سچی ہے۔"

"تم کون ہوتے ہو یہ پوچھنے والے؟" اچانک اس نے بے رخی سے رخ پھیر لیا تھا۔ رائز کا دل کٹ کر رہ گیا۔

"میں کون ہوتا ہوں، اپنے باپ سے پوچھ جس نے میری ماں سے ہم دونوں کی شادی کی بات پکی کی تھی۔" اس کا بازو پکڑ کر جھٹکا دیتے ہوئے وہ چلایا تھا۔ تبھی وہ تڑپ اٹھی۔

"ہوں ہوں، یہاں دیکھا کوئی نہیں سنتا، رہ گئی بات میرے باپ کی تو اس نے کوئی گناہ نہیں کر دیا تیری ماں سے ہماری شادی کی بات کرکے جس کا حساب لینے آگیا ہے تُو یہاں؟ تین مہینے ہوگئے تجھے شہر کی گلیوں کی خاک چھانتے ہوئے، کچھ کمایا، کچھ بنایا؟ نہیں... بنا بھی نہیں سکتے تیرے جیسے نکمے صرف عاشقی کر سکتے ہیں، [illegible] کوئی کام کرنا تیرے بس کی بات نہیں اس سے بھلا تھا میں تجھ جیسے کنگلے کے ساتھ اپنی زندگی برباد [illegible] اس کی انگلی دکھی ہوئی ہے اس کی، میرے جیسی [illegible] کی بڑی نہیں اس پنڈ میں، ایسے ہی نمبردار کا بیٹا فدا نہیں ہوگیا مجھ پر، آیا بڑا بچپن کی منگ حاصل کرنے والا؟ جہاں سے آیا ہے کان لپیٹ کر چلا جا نہیں تو افضل سے کہہ کر وہ درگت بنواؤں گی تمہاری کہ پہچان نہیں سکیں گے تمہارے ماں باپ بھی۔"

تحت اشتعال میں آن وہ خاص دیہاتی لہجے میں بولتے ہوئے پل میں اس کی وقعت یاد دلا گئی تھی۔ رائز کا بس نہ چلتا تھا کہ اس کا گلا گھونٹ دیتا۔ اس وقت اس نے غصے میں اسے ایک زناٹے دار تھپڑ دے مارا تھا مگر پھر سائرہ کے چلا کر شور مچانے پر وہ زیادہ دیر وہاں نہیں رہ سکا۔

اس رات اس کا وجود جیسے کسی دوزخ میں گر پڑا تھا۔ جلتا وجود جلتی آنکھیں جلتے آنسو اور پھٹتے اعصاب یک یک لمحہ عذاب کیسے بن جاتا ہے کوئی اس وقت اس سے پوچھتا۔

زندگی بھر ساتھ چلنے کے وعدے کرنے والے لوگ اچانک کسی ڈگر پر ہاتھ چھڑا کر واپس پلٹ جائیں تو جینا دشوار کیسے ہوجاتا ہے کوئی اس وقت اس سے پوچھتا۔ کتنے ہی روز تک ان دیکھی آگ کے ساتھ تیز بخار میں جلنے کے بعد بھی جب اسے قرار نہیں آیا تو اس روز وہ بنا کسی کو بتائے شہر چلا آیا۔

تیزی سے ڈھلتی شام کے سرمئی دھندلکوں کے ساتھ اس کے قدم ثانیہ عباس کے لگژری اپارٹمنٹ کی طرف بڑھ رہے تھے اور اگلے تین منٹ کے بعد وہ اس کے دروازے پر تھا۔ اس وقت وہ جس سکون کی پناہ کے لیے بے آب تڑپ رہا تھا وہ سکون ثانیہ عباس کے علاوہ اسے اور کوئی نہیں دے سکتا تھا۔

(جاری ہے)

# چاک دامن

عالیہ حرا

خواہش جو دل میں تھی اسے مرنے نہیں دیا
دامن پہ آنسوؤں کو بکھرنے نہیں دیا
وہ میری ملکیت تھا' رہا میرے پاس ہی
دل میں اسے کسی کے ترنے نہیں دیا

میں نے کی بورڈ پر انگلیاں چلاتے ہوئے ریسٹ واچ پر نگاہ ڈالی، پھر شاہ زیب کی سیٹ کی جانب دیکھا وہ ابھی تک نہیں آیا تھا۔ خلاف توقع وہ ایک گھنٹہ لیٹ تھا۔

میں نے اپنا کام روک کر سیل فون نکالا اور اس کا نمبر پش کیا۔

"صارف فی الحال مصروف ہے۔"

مجھے الجھن ہونے لگی۔

"صارف بتا بھی تو سکتا ہے کہ اسے دیر کیوں ہوگئی۔"

آفس میں تمام ورکرز آچکے تھے بس اس کی سیٹ خالی تھی اور میں نے گہرا سانس لے کر سامنے کھڑے پیون کو دیکھا میری چائے کے ساتھ اس کی چائے بھی رکھ رہا تھا۔

"سر صاحب۔" وہ مجھ سے پوچھ رہا تھا۔

"وہ شاید آج نہ آئیں۔" عبدل چائے واپس لے گیا۔ میں نے پھر نمبر ملایا اب وہ کال ریسیو نہیں کر رہا تھا۔ میں چائے کی جانب متوجہ ہوا اور میز کی میز پر اس کا گلاس اس کا کپ [illegible] پڑا رہا۔ مجھے کمی کا احساس ستاتا رہا۔

میں اور شاہ زیب بہت اچھے دوست تھے ہم مزاج' ہم مکتبہ فکر سے تعلق رکھتے تھے ہم دونوں کا بچپن ساتھ گزرا تھا۔ اسے باہر جانے کا چانس ملا مگر وہ میری وجہ سے نہیں گیا اور میں نے بھی اس کی محبت میں اس کے آفس میں ہی جاب کی اور ہم دونوں کی جاب بہت اچھی تھی اور ہماری زندگی میں ہر طرح کا سکون تھا۔

سارا دن گارے لگا ہے سب مروت کا نمبر ملاتا رہا اور موصوف کسی اور نمبر پر مصروف رہے۔

"جانے کس کلموہی سے بات کر رہا ہے کہ مجھے پتا نہیں کر رہا کم سے کم آنے کی وجہ بتا دے۔"

گھر آکر بھی میں اسے سوچتا اور نمبر ملاتا رہا۔

"ماما کہاں ہیں؟" بیگم سے پوچھا۔

"سیٹ پر مصروف ہیں خنظر کے ساتھ۔" مجھے صوبیہ کا لہجہ گرم لگا۔ بچوں کی وجہ سے وہ جلد مشتعل ہوجاتی ہے میں جانتا تھا۔

"خیر تو ہے مزاج برہم ہے یار کا۔" میں اس کے قریب جھکا۔

"کچھ نہیں ہوا۔" تیکھے چتون سے دیکھتی باہر نکل گئی۔ میں نے بیٹے عمر اور بیٹی ماروی کو دیکھا۔

"یہ میرا ماما کو تنگ کیا کرو۔ تمہی مصروف رہتی ہیں وہ تم لوگوں کی وجہ سے تھک جاتی ہیں۔"

عمر کی توجہ اسکرین پر تھی۔ جہاں ٹام اینڈ جیری ایک دوسرے کے پیچھے بھاگ رہے تھے۔

"کچھ اور بھی دیکھ لیا کرو۔" میں ریموٹ لے کر سرچ کرنے لگا۔

"ہم ماما کو کچھ نہیں کہتے بس ماما ہر وقت غصے میں رہتی ہیں۔" ماروی نے منہ بنایا میں نے اسے ساتھ لگا لیا۔

"سامعہ کہاں ہے؟"

"دادو کے کمرے میں ہوگا۔" عمر نے کہا۔

"آپ کی بات ہوئی خضر چاچو سے۔" میں نے عمر سے پوچھا۔

"مگر دادو تو خضر چاچو سے بات نہیں کر رہیں۔" عمر نے میری طرف دیکھا۔ میں نے کہا۔

"ان سے تو کل ہی بات ہوئی ہے۔"

"اچھا۔" ماروی اٹھ گئی۔ تو میں صوفے پر نیم دراز ہو گیا۔

"پھر وہ پھوپو سے بات کر رہی ہوں گی۔"

"اچھا!" عمر بھی اسکرین کی جانب متوجہ ہو گیا۔

رات کھانے پر ماما ڈائننگ روم میں نہیں آئیں اور صوفیہ بھی کچھ چپ چپ سی تھی۔

"آج ماما جلدی سو گئیں؟" میں نے پوچھا۔

"پتا نہیں۔"

"کیا انہوں نے جلدی کھانا کھا لیا تھا؟" میں نے پانی کا گلاس اٹھاتے ہوئے پوچھا۔

"جی۔"

"میں دیکھتا ہوں ماما کو۔" میں ٹیبل سے اٹھا اور ماما کے کمرے کی جانب بڑھا۔

"میری چائے اوپر بھجوا دینا۔" کہہ کر میں آگے بڑھا۔ گہری نظروں کی تپش میں نے اپنی پشت پر محسوس کی۔

ماما کا کمرہ بند تھا میں واپس پلٹ آیا۔

❁ ✿ ❁

حق سے بے اختیار مسکرا دیا۔ میری دوستانہ مسکراہٹ کا اس نے خیر مقدم کیا۔

"آفس سے غیر حاضری کیوں اور سیل بھی آف تھا۔" میں نے سوال کیا۔ جواب میں اس کی مسکراہٹ مجھے پھیکی لگی۔

"مصروف تھا۔"

"ایسی کیا مصروفیت کہ بندہ خیریت نامہ بھی نہ بھیج سکے۔ تو جانتا ہے تیرے لیے میں کتنے کل سے بے قرار تھا۔" میرے شکوے کے جواب میں جو ب شکوہ نہیں ابھرا اس کے چہرے پر سنجیدگی تھی غیر معمولی سی تھی۔

"کیا تم ٹھیک ہو؟" میں اس کے قریب جھکا۔

"ہوں۔" اس کی انگلیاں کی بورڈ پر تیزی سے چل رہی تھیں۔

مگر مجھے احساس تھا کہ وہ ٹھیک نہیں اور یہ وقت مناسب نہیں تھا کہ میں زیادہ بحث کرتا۔ میں اس کا شانہ دبا کر اپنی نشست کی جانب بڑھ گیا۔ اس کے چہرے پر شوخی نہیں تھی۔

"کیا بات ہے اتنا چپ چپ اداس کیوں بیٹھا ہوا ہے؟" لنچ پر میں نے شاہ زیب سے پوچھا۔ اس نے ایک نگاہ میری جانب دیکھا اور لنچ کی جانب متوجہ ہو گیا۔

آج ہم دونوں لنچ کرنے ریسٹورنٹ میں آئے تھے سامنے ہی ہمارے آفس کی بلڈنگ تھی۔

"بول نا۔"

"کچھ نہیں۔"

"ہمارے درمیان ایسی پردہ داری تو نہیں ہے۔" میں بغور جائزہ لے رہا تھا۔

"بتانے والی بات بھی تو نہیں ہے۔" وہ الجھا ہوا تھا۔

"ہوا کیا ہے؟"

"دو عورتیں ایک گھر میں کیوں نہیں رہ سکتیں۔" جو اس کا لہجہ چٹخا ہوا تھا۔

"ہیں" میں نے اچنبھے سے اسے دیکھا۔ "تو شادی کر رہا ہے؟"

"ہوں، تو تم۔" اس نے سر جھٹکا۔ "یہاں ایک ہی بھاری پڑ رہی ہے۔" اس نے تلخی سے کہا۔

میں گہری سانس لے کر رہ گیا۔ پھر وہی ایک عامی مسئلہ پھر وہی جانی پہچانی سی تلخی۔

"اب کیا ہوا؟"

"پرسوں رات دونوں میں جنگ ہوئی تھی' ممی ماریہ کے ساتھ رہنے پر تیار نہیں اور ماریہ ممی کے ساتھ۔ ماریہ کی زبان اور ممی کا غصہ دونوں ہی ایک دوسرے کے لیے ناقابل برداشت ہیں اور میں اس جنگ میں پس رہا ہوں۔"

"تم ایسا کرو کہ خیام بھائی کو فون کرو کہ آنٹی کو کچھ عرصے کے لیے لے جائیں' تبدیلی آب و ہوا کا دونوں پر اثر ہوگا۔" میں نے نیک مشورہ دیا' کیونکہ ایسی صورت حال میں یہی مشورہ دیا جا سکتا ہے۔ ماں سب کی ذمہ داری ہوتی ہے۔

ماں ساس کا روپ اختیار کرلے تو بھی بدل جاتی ہے۔ لڑکی بیوی کا رنگ اختیار کرے تو وہ بھی بدل جاتی ہے۔ یہ سسرالی رشتے ایک دوسرے کے لیے ناقابل برداشت کیوں ہوتے ہیں۔ وہ سخت الجھا ہوا تھا' اس کا لہجہ انداز اور پیشانی کے بل بتا رہے تھے کہ معرکہ شدید ہوا ہے۔

"بس اس مسئلے کا یہی حل ہے۔" میں نے پھر کہا۔ وہ تلخی سے ہنسا۔

"ناممکن! خیام بھائی تو بھیج سکتے ہیں مگر انہیں ممی نہیں جا سکتے' انہیں بھی اپنے گھر کا سکون عزیز ہے۔"

"تو پھر تو بھابی کو سمجھا اور میں آنٹی کو سمجھاتا ہوں۔"

"کوئی فائدہ نہیں ہے ان تلوں سے تیل نکل چکا ہے۔"

"ہوں!" میں نے گھڑی پر نگاہ کی۔

لنچ ٹائم ختم ہو چکا تھا اور ابھی صرف مسئلہ سنا تھا' حل نہیں نکلا میں اٹھ گیا۔

"ایسا کر انہیں ان کے حال پر چھوڑ دے۔ خود ہی بول بول کر خاموش ہو جائیں گی' جب اندر سے بھڑاس نکل جائے گی۔"

"ساس بہو کی یہ جنگ مجھے نہ مار دے کہیں۔" میرے ساتھ چلتے ہوئے وہ الجھا ہوا تھا۔

"اللہ نہ کرے۔" میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔


اپنے عزیزوں کو ہر ماہ اپنا پسندیدہ رسالہ گھر بیٹھے منگوائیں

آنچل نئے افق

ایک رسالے کے لیے 12 ماہ کا زر سالانہ (بشمول رجسٹرڈ ڈاک خرچ)

پاکستان کے ہر کونے میں 600 روپے

مڈل ایسٹ ایشیا افریقہ یورپ کے لیے 6000 روپے

رقم ڈیمانڈ ڈرافٹ منی آرڈر منی گرام ویسٹرن یونین کے ذریعے بھیجی جا سکتی ہیں۔ مقامی افراد دفتر میں نقد ادائیگی کر کے کر سکتے ہیں۔

رابطہ: طاہر احمد قریشی 0300-8264242

نئے افق گروپ آف پبلی کیشنز کراچی

فون نمبر +922-35620771/2 فیکس +922-35620773 Email:circulationngp@gmail.com

"یہ مسئلہ تو کوئی یوں حل ہوتا ہے۔"

اس مسئلے کا حل میری موت ہے۔ میری موت سے سارے ہی سارے مسئلے ختم ہو جائیں گے۔" وہ پھر سے یہ رونا رونے لگیں۔ میں ان سے بحث نہیں کر سکتا تھا اور یہ ایسا مسئلہ تھا جو میں حل نہیں کر سکتا تھا۔ وہ سگریٹ پیتا ہوا بھی سوچ رہا تھا اور میں ان سے یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ تو الگ گھر لے لے اس سے آپ کی کیا ہوتی تھیں۔

مجھے ماریہ قصوروار لگتی جو بڑی رہاں رویے سختی اور سلوک سے ایک عورت کا دل نہیں جیت سکتی عورت کی وہ جو شوہر کی ماں ہے۔ جس نے اتنا خیال بھیان رکھنے والا یہ بیٹا ایک غیر عورت کے حوالے کر دیا۔ آج وہی بہو ساس ہونا قابل برداشت سمجھ رہی ہے۔

"یا اللہ" وہ ذکر کرتے ہوئے میں نے تھد کو دیا۔

حمد شکر کہ میرے گھر میں یہ والی کیفیت نہیں تھی۔ میری ماں اور میری بیوی دونوں پڑھی لکھی با شعور سمجھ دار عورتیں تھیں اگر میں شاہ زیب کی جگہ ہوتا تو اب تک جانے کیا کر چکا ہوتا۔ حوصلہ تھا شاہ زیب کا کہ جی بھی رہا تھا اور برداشت بھی کر رہا تھا۔

❁ ✿ ❁

"سمجھاؤں ماریہ بھابی کو۔" میں شاہ زیب سے فون پر مصروف تھا۔

"نہیں ان رشتوں میں ایک دوسرے کے لیے وفا ہی نہیں ہے۔"

"وہ پیدا بھی تو کی جاسکتی ہے۔"

"ہاں اس صورت میں جب ایک دوسرے کو چاہا جائے ورنہ نہیں تو ایک بیوی شوہر کا خیال رکھے اور ماں بیٹے سے اپنی محبت کا تو پھر جھگڑا ہی نہ ہو۔" اس کا لہجہ بھیگا ہوا تھا۔

"اچھا چھوڑ میں آ رہا ہوں اک لمبی ڈرائیو پر چلتے ہیں۔"

"چھوڑ رات کے دس بج رہے ہیں میں سونے جا رہا ہوں۔"

"اتنی جلدی۔"

"ہاں جب کوئی صورت حل نہ نکلے تو فرار ہی ممکن ہوتا ہے۔" وہ بہت زیادہ ڈپریس ہو رہا تھا۔ مجھے سخت افسوس ہوا۔

"لگتا ہے معاملہ حد سے زیادہ بڑھ گیا ہے۔" فون بند ہو گیا۔

ماریہ شکل سے ہی تیز طرار لگتی تھی۔ غصہ آنٹی کا بھی کم نہیں تھا دونوں ہی ایک دوسرے کی ضد تھیں اور ضد خود سر ہوتی ہے انہیں شاہ زیب کا خیال نہیں تھا اور شاہ زیب دونوں رشتوں کے لیے حساس تھا۔

"میں کوشش کرتا ہوں۔" میں نے کروٹ بدلی۔ میرے برابر میں صوفیہ میٹھی تانے سوچکی تھی میں بھی سونے کی کوشش کرنے لگا۔

❁ ✿ ❁

"کیا بات ہے ماما! آج کل آپ نظر نہیں آ رہیں آپ سے ملاقات کے لیے نام لینا پڑے گا۔"

آج اتوار تھا میں لان میں آیا تو ماما اخبار بینی کر رہی تھیں۔ میں ان کے سامنے ہی نرم گھاس پر نیم دراز ہو گیا۔

"صبح آفس جاتے وقت آپ نیٹ پر مصروف ہوتی ہیں شام حضرات کو سٹڈی میں۔ کیا میں آپ کا بیٹا نہیں رہا۔" میرے لہجے میں شکوہ در آیا۔ انہوں نے اخبار بند کر دیا۔

"مصروفیت اچھی ہوتی ہے بیٹا!" انہوں نے مسکرا کر میری جانب دیکھا۔

"کچھ وقت میرے لیے بھی نکال لیا کریں۔"

"اور جب میں چلی جاؤں گی پھر" وہ معنی خیز انداز رکھتا۔

"میں" میں اٹھ بیٹھا۔ "آپ کہاں جارہی ہیں؟"

"میں سوچ رہی ہوں حسین کے پاس چکر لگا آؤں ہوں نہ طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ سب سے ملنا بھی ہو جائے گا۔"

"اگر آپ کا دل چاہ رہا ہے تو چلی جائیں۔"

صوفیہ لیپ ٹاپ پر جھکی ہوئی تھی شاید گملوں کو پانی دے رہی تھی۔ خلاف توقع تھی۔

ماما ہماری جانب متوجہ تھیں۔

"کل آنٹی شاہ زیب بہت پریشان ہے۔" میں نے پریشانی سے کہا۔

"کیوں"

"ماریہ آنٹی کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی اور آنٹی کا کہیں اور دل نہیں لگتا۔"

ماما نے اخبار تہہ کر دیا۔

"شاہ زیب کیا کہتا ہے؟"

"وہ دونوں کو ساتھ رکھنا چاہتا ہے مگر ماریہ لگتا ہے اس کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔"

کتنی قیمتی بچی ہے۔

"ماما ادھر ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"کچن میں مصروف ہیں۔"

شاہ زیب کا مسئلہ ادھورا رہ گیا۔ جو کہ میں ماما سے ڈسکس کرنا چاہتا تھا۔

کیوں کہ ہمارے درمیان کبھی بھی اس قسم کا جھگڑا نہیں ہوا صوفیہ اور ماما آپس میں بہت جاتی تھیں اگر کبھی ہوا بھی ہو تو میرے علم میں نہیں تھا۔ اچھی بات تھی۔

❁ ✿ ❁

رمضان کا آنٹی دونوں میں زبردست قسم کے جملوں کا تبادلہ ہوا ہے۔ دونوں ہی غصے میں تھیں میں اس کا ساتھ دیتا کل نیا گھر سے نکل دوں وہ ہمیں ابھری ہے انکا دل نہیں لگا۔" وہ بہت اداس ہو رہا تھا۔ مجھے بہت افسوس ہوا۔

"میں بھابی سے بات کرتا ہوں آج گھر آؤں گا۔" اسے تسلی دی۔

"رات کو ماریہ نے مجھے بدلنے کا موقع نہیں دیا اور کی بات کی۔ اس کے سامنے آنٹی ہے۔ بات سناسب ہوا تھا دونوں ہی تیز طرار تھیں۔ ماریہ تو آنٹی سے شوہر کی شیدائی تھیں۔ ہر چیز پر نظر رکھتی ہیں شاہ زیب کے ساتھ کہیں جانے نہیں دیتیں۔ کسی سے بات کیا تو اپنے ساتھ ہی لگائے رکھتی ہیں۔" ایک نوکر جلا دینے کا غصہ بھی میں نے سر پکڑ لیا۔

"بھابی! آپ نہیں ماں کا درجہ دیتی ہیں۔" تو انہیں بھی تو مجھے بیٹی کے درجے پر فائز کرنا چاہیے۔" وہ چنگاری۔

"وہ آپ کے شوہر کی ماں ہیں۔"

"میں بھی تو ان کے بیٹے کی بیوی ہوں۔"

"بھابی ساس بہو کے ناتے ہی کئی دوبارہ رشتے ہیں۔"

"میں انسان نہیں ہوں میرے اندر جذبے نہیں۔" ہر بات کا تذکرہ تو ذرا جب تھا۔ میں چپ ہو گیا اس عورت سے بولنا عبث تھا صاف ظاہر تھا کہ وہ آنٹی کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی۔

اور شاہ زیب الگ الگ گھر افورڈ نہیں کر سکتا۔ زندگی کتنی مشکل ہو رہی تھی اس کے لیے مجھے اندازہ تھا۔ ہر محبت کرنے والا محبت کا دکھ سمجھ سکتا تھا۔

"بھائی شاہ زیب کا ذہنی سکون تباہ ہو گیا ہے۔ اس کا آفس اس کا کام متاثر ہو رہا ہے۔"

"مجھے بھی کسی کا سکون نہیں ہے۔" اس نے سر جھٹکا اور میں اٹھ گیا۔ رشتوں میں دراڑیں پڑ چکی تھیں۔ بس اب ویو ٹیب کا کرنا باقی تھا۔ ماریہ خود کو اور آنٹی خود کو درست سمجھ رہی تھیں۔

میرا بیٹا میرا گھر

میرا ... میرا شوہر

شاہ زیب کی شخصیت کے بارے میں کوئی نہیں سوچ رہا تھا۔ جو ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو رہی تھی۔ میں ناکام مذاکرات کر کے گھر لوٹ آیا۔

❁ ✿ ❁

شاہ زیب کا مسئلہ مجھے اپنا مسئلہ لگ رہا تھا۔ وہ مجھے بھائیوں کی طرح عزیز تھا' میرے تینوں بھائی شروع سے باہر تھے اس لیے صرف وہ میرا ساتھ دیتا تھا' ہمارا بچپن کا ساتھ تھا۔ خدانخواستہ اگر یہ مسئلہ میرے ساتھ ہوتا تو کیا وہ میری مدد نہیں کرتا۔

میں اس میں ٹہلتا رہا اور صوفیہ مجھے بالکونی سے دیکھتی رہی' آج کل اس کے مزاج بھی جانے کیوں برہم سے تھے۔ خاموش خاموش' چپ سی بچوں کو ڈانٹ ڈپٹ' کتنے دن سے اسے ہنسی کا ٹائم نہیں دے رہا تھا۔

"چلو اس سے ہی یہ مسئلہ ڈسکس کرتا ہوں۔" میں نے سوچا اور کمرے میں چلا آیا۔

"یہ تو ہر گھر کا مسئلہ ہے۔ بلکہ گھر گھر کی کہانی ہے۔" ساری بات سن کر صوفیہ نے اطمینان سے کہا۔

"شکر ہے ہمارے گھر میں دو پڑھی لکھی خاتون رہتی ہیں۔" میں نے شکر ادا کیا۔

"ہمارے گھر میں ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔" صوفیہ مجھے دیکھ کر رہ گئی۔

"کیوں ہے کیا؟" میں اس کی جانب جھکا۔ اس نے نگاہ چرائی۔

"شاہ زیب کو اس بارے میں سوچنا چاہیے۔"

"شاہ زیب نے مجھ سے مشورہ مانگا ہے۔"

"آپ کیا مشورہ دیں گے' آپ تو خود..." وہ کہتے کہتے رکی... میں چینل سرچنگ کرتے کرتے رکا۔

"کیا... کیا...؟"

"کچھ نہیں۔"

"میں نے اس کے مسئلے کا حل سوچا ہے۔" میں نیوز چینل پر رک گیا۔

"کیا؟"

"آنٹی کو میں اپنے گھر لے آتا ہوں۔ امی کو بھی دوست مل جائے گی اور اس کے گھر کا ماحول بھی ٹھیک ہوجائے گا۔" صوفیہ چونکے سے مجھے دیکھنے لگی۔

"ایک نہ شد دو شد۔" اس نے تکیہ سیدھا کیا۔

"کیا کہہ رہی ہو؟" میں نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

"بس میری ذمہ داریوں میں اضافہ ہی کرتے رہیں۔"

"کیا مطلب...؟"

"ہاں! اب میری دو دو ساسیں ہوں گی۔"

"امی تمہاری ساس نہیں ماں ہیں' تمہیں کیا تکلیف دیتی ہیں اس طرح سے آنٹی بھی بے ضرر سی خاتون ہیں۔"

"ہونہہ بے ضرر۔ یہ تو بہوؤں سے پوچھنا چاہیے۔" میں چونکا۔

"کبھی سے اچھی ساس بھی تو کچو کے لگانے سے باز نہیں آتی' ماں صرف اپنی ماں ہوتی ہے۔"

"صوفیہ..." میں سیدھا ہو کر بیٹھا۔ صوفیہ کا لہجہ مجھے اچھا نہیں لگا۔

"تمہیں ماما سے کوئی شکایت ہے۔"

"میں نے یہ کب کہا؟"

"تمہارا لہجہ کہہ رہا ہے۔"

"میرا لہجہ تو اب آپ کی ماما کو بھی برا لگنے لگا ہے۔" اس نے میری بات کاٹی۔ ساس بہو کی جنگ یہاں بھی سلگ رہی تھی' مجھے اندیشہ ہوا۔

"ویسے بھی مجھے کہنے کی ضرورت ہی کیا ہے وہ تو ویسے بھی آپ کے کان بھرتی رہتی ہیں۔ میری کہاں سنیں گے۔"

بات کیا تھی اور کہاں پہنچ رہی تھی اور کیا کیا مجھ پر آشکار ہو رہا تھا۔

"یہ تم کیسی باتیں کر رہی ہو آج۔"

"وہی جو آپ کو نظر نہیں آتیں۔"

"میں شاہ زیب کی بات کر رہا ہوں۔"

"اس کی والدہ کو یہاں لانے کی غلطی مت کیجیے گا میں خدمت گزاری کے لیے نہیں لائی گئی یہاں۔" اس کا دو ٹوک انداز تھا۔



صوفیہ... میں نے حیرت سے کہا۔ صوفیہ صاحبہ بہت بدل چکی ہیں۔ میں ششدر تھا۔

میں تو اپنے گھر کے چراغوں سے مطمئن تھا مگر یہ تو مجھے ہی ڈسنے لگے۔

صوفیہ کو یہ شکایت ہے اور شاید تو میں نے محسوس نہیں کی۔ ماما نے بھی کچھ نہیں کہا۔ میں سر میں درد محسوس کرنے لگا۔

فریقین کے درمیان صلح کرانے کی کوشش میں کیا نیا ظاہر ہو رہا تھا۔

عرصہ ہوا میں نے گھر پر توجہ دینی چھوڑ دی تھی مگر اب مجھے یہ سوچنا تھا۔

اگلے دن شاہ زیب بہت مضمحل اور دکھی سا تھا اس کے گھر کی خانہ جنگی میں اضافہ ہو گیا تھا۔

مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ ماں اور بیوی ذرا ذرا سی باتوں پر لڑ رہی ہیں انہیں میرا خیال یا اڑوس پڑوس کا بھی خیال نہیں گھر کے ماحول کا' بچے کتنے متاثر ہو رہے ہیں۔ انہیں اندازہ نہیں۔

"تم آنٹی کو کچھ عرصے کے لیے اپنے گھر بھیج دو یا پھر بھائی جان کے پاس بھیج دو۔"

"ابھی دو دو ماہ رہ کر آئی ہیں شہلا کے پاس میں انہیں کہتا اچھا نہیں لگتا' آپ اپنے پاس یا بھائی جان کے پاس چلی جائیں۔" اس نے سر ہاتھوں میں تھام لیا۔ وہ پہلے سے کچھ کمزور لگ رہا تھا۔ جانے کتنے دن ہو گئے ہے سکون سے بیٹھ کر کھانا کھائے۔

"طبیعت تو ٹھیک ہے۔"

"ہاں بس سر میں درد رہنے لگا ہے۔"

"وہ ٹینشن ہے یار کوئی۔" میں نے ہمدردی سے کہا۔ "تو ٹینشن مت لے۔ گھر سے نکل جایا کر اور جب گھر میں ہوں تو ایک کان سے امی کی سن اور دوسرے کان سے اڑا دے۔" میرے مشورے پر وہ اداس ہو گیا۔ مجھے بہت



آپس کی خانہ جنگی میں ہم اپنے پیاروں کو کتنا ہرٹ کرتے ہیں۔ وہ سب بھی تھا' بیٹی بھی اور شوہر بھی۔ مگر دو عورتوں کے درمیان بٹ گیا تھا۔

مجھے ہر دم شاہ زیب کا خیال رہنے لگا' ایک حل جو میرے پاس تھا اسے صوفیہ نے رد کر دیا۔

"صوفیہ!"

اب میں گھر پر دھیان دینے لگا تھا اور خیال سے ہر چیز دیکھنے لگا۔ سب سے پہلا راز یہ کھلا کہ ماں کا اندازہ بہت بدل دینے والا ہو گیا ہے۔ وہ ڈائننگ ٹیبل پر کھانا نہیں کھاتی تھیں۔ پتا کھانا پہلے سے نکال لیتیں پھر عشاء کے بعد کمرے میں بیٹھ کر کھاتی تھیں۔

وہ صبح واک کے لیے جانے لگی تھیں' زیادہ تر مصروف رہتی تھیں۔ صوفیہ سے بات چیت تقریباً نہ ہونے کے برابر تھی۔ ہمارے گھر کا ماحول ایسا تو نہ تھا۔

تو یہاں بھی وہی ساس بہو کا مسئلہ۔ میں نے پتا سر پیٹ لیا۔ صوفیہ سے مجھے اس درجے حماقت کی امید نہ تھی مگر کیوں؟ ماما تو بے ضرر سی تھیں' بچوں کو بھی ساتھ لگائے رکھتی تھیں۔ ابھی میں صرف دیکھ رہا تھا' جائزہ لے رہا تھا۔

اس روز میں کچن میں گیا تو ماما اپنے لیے کھچڑی بنا رہی تھیں۔

"صوفیہ سے کہہ دیتیں ماما۔" میں نے کھیرا اٹھا لیا۔

"وہ مصروف تھی بیٹا' تم کھاؤ گے۔" انہوں نے مسکرا کر مجھے دیکھا۔ میں جانتا تھا وہ مجھ سے کتنی محبت کرتی ہیں۔ میں ان کا آخری لاڈلا چھوٹا بیٹا تھا۔

"جی وہی کے ساتھ۔" میں بیٹھ گیا۔

"آج کل آپ خوب واک شاک کر رہی ہیں۔" میں نے کہا۔ وہ مسکرا دیں۔

"مسز کریم کے ساتھ کہاں جاتی ہیں؟" وہ میری جانب دیکھنے لگیں۔

"پہلے ہی ایک چھوٹی سی فلاحی کمیٹی بنائی ہے اپنا وقت بھی گزر جاتا ہے اور دوسروں کی مدد بھی

ہوجاتی ہیں۔"
"آپ تھک گئی ہیں ماما؟"
"ہاں، صاف طور پر تھک جاتی ہوں، رات کو نیند پرسکون آتی ہے۔ اسی طور پر ٹھیک رہتی ہوں۔"
وہ سنجیدہ تھیں۔ کھچڑی پلیٹوں میں نکال کر وہ
میں ماما کے ساتھ [illegible] تھی۔
"حال جیتے رہنے سے مصروفیت اچھی ہوتی ہے۔" انہوں نے مسکرا کر مجھے دیکھا۔
"ہوں۔"
مجھے کہیں کوئی گڑبڑ لگ رہی تھی۔
"ماما! آپ خوش تو ہیں نا۔"
"ارے۔" انہوں نے میری جانب دیکھا۔ "یہ کیسی بات پوچھی تم نے۔ مجھے کیا مسئلہ ہوگا۔" وہ مسکرائیں اور مجھے جانے کیوں ان کی آنکھیں بھیگی ہوئی لگیں جیسی صوفیہ کی۔
"یہ بتاؤ شاہ زیب کیسا ہے؟"
"بہت پریشان ہے، جانے اس کے گھر کو کس کی نظر لگ گئی ہے۔"
"تم صوفیہ کھچڑی کھاؤ۔"
"میرا پیٹ خراب نہیں ہے۔" وہ کچن میں کھٹر پٹر کرنے لگی۔ ماما سر جھکائے وہی کھچڑی اور چاول کو چمچ سے مکس کرتی رہیں۔
"اتنے مزے کی بنی ہے۔" میں نے چڑانے والی نظروں سے دیکھا۔
"جانتی ہوں۔ آپ ہی نوش فرمائیں۔" تیکھے چتون مجھ پر ڈالے۔ وہ یہ کہہ کر باہر نکل گئی۔
میں ہکا بکا رہ گیا۔ صوفیہ کا رویہ اور [illegible] مجھے سمجھ نہیں لگا۔
"مجھے شاہ زیب کی طرف سے چلنا بہت دکھی دل کی ردی ہے۔" ماما نے سر اٹھایا۔
"جن دکھوں کا اظہار ہوجائے وہ درد ریشہ ہو جاتے ہیں اور جو دکھ چھپ لیے جائیں وہ ماما..." میں اپنی سوچ پر چونکا۔
"ہمارے گھر میں بھی شطرنج کی بساط پر مہرے سے چل رہے ہیں۔ مجھے یہ خیال اب آیا ہے۔ شاید تبھی جو ماما ہو رہا تھا۔ میں شاہ زیب کا مسئلہ حل کرنے گیا مجھے اپنے گھر کی فکر ہی نہ رہی۔"

❁ ❁ ❁

"تم ماما سے اتنی کھنچی کھنچی کیوں رہتی ہو؟" رات میں بیڈروم میں صوفیہ سے مخاطب تھا۔ "حالانکہ ہمارے گھر میں تو کوئی ساس بہو والا مسئلہ بھی نہیں ہے۔"
"اوہو تو لگا دیں میری شکایتیں۔"
"شکایتیں؟ کیا مطلب؟ تمہارا جھگڑا ہوا ہے ماما سے؟"
"یہ تو آپ انہی سے پوچھ لیتے۔ میری ساس ہیں۔"
"تم سے پوچھ رہا ہوں تم بہو ہو۔"
"بہتر یہ ہے آپ مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں۔"
"تمہیں تکلیف کیا ہے؟" میں نے بازو پکڑ کر سیدھا کیا۔
"تکلیف؟" اس نے بازو جھٹکا۔ "جیسے آپ نہیں جانتے۔"
"کیا نہیں جانتا میں؟" میں ششدر تھا۔
"یہی کہ آپ کی ماما آپ کو میرے خلاف کیوں کر رہی ہیں؟ کیا چاہتی ہیں وہ؟ کیا کیا ہے میں نے؟ کیوں بھڑکا رہی ہیں میرے خلاف آپ کو؟" اس کی غلافی آنکھیں آنسوؤں سے بھرنے لگیں۔ میں واقعی حیران ہوا۔
"کیا؟ آپ ماما نے مجھے بھڑکایا؟ کب انہوں نے تمہارے خلاف کچھ کہا؟"
"دو گھنٹے پہلے آپ اور ماما میرے خلاف ہی تو باتیں کر رہے تھے۔ جس کے نتیجے میں آپ مجھ سے یوں بات کر رہے ہیں۔"
"وہ ماما کا ... اتنی غلط فہمی ... تمہارے اور



ماما کے درمیان کچھ ناچاقی ہوئی ہے؟" میں نے دھیمے سے پوچھ لیا۔
"ہو سکتا ہے یہاں۔" دوپٹہ چہرے پر رکھا تھا اس نے۔
"کس بات پر؟" میں بے یقین تھا۔
"اس نے آپ کو بات نہیں بتائی؟" لہجہ بھیگا بھیگا تھا۔
"نہیں تم سے سننا چاہتا ہوں۔"
"ان ہی سے جا کر پوچھیں۔" وہ پھر سے رونے لگی۔
اور میں سوچ رہا تھا کیا پوچھتا، وہ دونوں سکون سمندر کی مانند مصروف تھیں۔ مختصر سے باتیں کرتی۔ عجیب میں مصروف۔ بیٹ پر رہتیں یا پھر کچن میں اپنے ہی کچھ نہ کچھ پکاتیں۔
میں بیٹا نہیں تھا مرد تھا سمجھ دار۔ مجھے شاہ زیب کی ہوس لگ رہی تھی۔
"یہ پتا ہوتا تو ہمارے گھر کے پرسکون ماحول کو کس کی نظر لگ گئی۔" میں کس سے حال دل کہتا۔ شاہ زیب تو خود ہی پریشان تھا ان دنوں جانے کیوں کمزور ہو رہا تھا۔
"نہیں مجھے یہ مسئلہ خود حل کرنا ہے۔" میں نے ارادہ خود کو مضبوط کیا۔ یہ حالت جنگ میں اپنے گھر میں نہیں ہونے دوں گا۔ میں نے فیصلہ کیا۔
پھر میں نے چھپ کر ان کی باتیں سننے کی کوشش کی مگر کچھ پتا نہ چل سکا۔
"ماما! آپ کے اور صوفیہ کے درمیان کچھ غلط ہو رہا ہے۔" آخر ایک روز میں نے ماما سے پوچھ ہی لیا۔
"نہیں غلط نہیں تو۔" انہوں نے مسکرا کر میرے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔
"کیا جھگڑا ہوا ہے؟" میں نے غور سے جائزہ لیا۔
"ایسا تو کچھ بھی نہیں۔ صوفیہ میری بیٹی جیسی ہے، نوک جھونک تو ماں بیٹی میں بھی ہو جاتی ہے۔" ان کا لہجہ نرم تھا۔
"تم ... وہ تو تمہاری بیوی بھی عزیز ہے مجھے۔" ان کا لہجہ محبت سے بھرپور تھا۔ مجھے صوفیہ پر غصہ آنے لگا۔
"تم سے صوفیہ نے کچھ کہا ہے کیا؟"
"آں..... ہاں..... نہیں تو، بس میں نے خود ہی اندازہ لگایا ہے۔"
"ایسے غلط اندازے مت لگایا کرو۔" انہوں نے میرے بال سنوارے۔
میں شرمندہ ہونے لگا۔ میری ماں کس طرح کا ثبوت دے رہی تھیں اور صوفیہ..... وہ ایسا کیوں کر رہی تھی؟
"کیا سوچنے لگے؟" ماما میرے بالوں میں ہاتھ پھیر رہی تھیں۔
"کچھ نہیں۔" میں نے سر جھٹکا۔
"کچھ نہیں سوچا کرو، اپنا خیال رکھا کرو۔ سب ٹھیک ہے۔ خوش رہا کرو اور سناؤ شاہ زیب کا معاملہ کہاں تک پہنچا۔ میں نے کہا تھا نا اسے میرے پاس لانا یا پھر رہنے دو۔"
"ہوں!" میں نے ہنکارا بھرا۔
میرے گھر میں بھی وہی صورت حال تھی۔
"کہوں گا اس سے....." میں نے بے دلی سے کہا اور اٹھ گیا۔ میرا ابھی کہیں دل نہیں لگ رہا تھا۔ کہیں بھی گڑبڑ تھی۔
صوفیہ کی گول مول باتیں، رونا، ماما کی خاموشی گریز اور میں کم عقل سا بیٹھا تھا۔

❁ ❁ ❁

شاہ زیب آفس نہیں آیا۔
میں نے شام آفس سے اس کے گھر جانے کا ارادہ کیا۔ میرے دل میں عجیب سی بے چینی ہو رہی تھی۔ انہوں نکلوں یہاں سے۔ آفس میں دل نہیں لگ رہا تھا۔ آخر چار بجے میں نکل گیا۔ پارکنگ میں سے گاڑی نکال کر شاہ زیب کے گھر کی جانب موڑی کہ فون بجنے لگا۔
شاہ زیب کا فون تھا۔
"آفس کیوں نہیں آیا؟ سب ٹھیک ہے نا؟ جانتا ہے نا تو میرا تیرے بغیر دل نہیں لگتا۔" ماموں تیری طرف

میرا لہجہ بے ساختہ تھا۔
''انکل بیٹو بیٹو انکل'' اس کا بیٹا بول رہا تھا۔ رضا۔
''رضا رضا کیا ہوا بیٹا! پاپا کو فون دو؟''
''پاپا'' مجھے اس کا لہجہ روہانسا لگا۔
''پاپا مر گئے انکل ان کی ڈیڈ باڈی سیتال سے آئی ہے انہیں دل کا دورہ پڑا تھا آپ آجائیں۔''
اور میری جان نکل گئی جسم سے میرا پاؤں بریک پر پڑا شاہ زیب مر گیا۔ کتنا پریشان تھا وہ دو عورتوں نے اس کی جان لے لی۔ عورتیں بھی وہ جو اس سے پیار کرتی تھیں مگر آپس میں سمجھوتہ نہ کرسکیں۔ ان کی جنگ میں وہ ہار گیا۔ میرے آنسو بہہ نکلے۔ میرا دوست میرا بھائی میرا ساتھی شاہ زیب گاڑی ڈگمگا رہی تھی اور میں بمشکل اسے سنبھال رہا تھا۔

❁ ✿ ❁

میں بہت بدل گیا۔ گم صم رہنے لگا شاہ زیب میں خود کو دیکھنے لگا اس جنگ میں...... میں کھو گیا تو کیا ہوگا۔ میرے بچے میرا گھر...... میری زندگی۔
ماما حرف شکایت زبان پر نہ لاتیں وہ محبت بھری ہستی وہی قدر محبت اور وہی پیار
صوفیہ کے شکوے گلے شکایتیں اور آنسو
مجھے حتمی فیصلہ کرنا تھا کسی کو کھونا میرے اختیار میں نہ تھا اب۔

❁ ✿ ❁

اس روز میں آفس سے آیا اور باہر ہی رک گیا اندر صوفیہ اور ماما محو گفتگو تھیں۔
''آپ بہت اچھی اور میٹھی ہیں مگر اندر ہی اندر ریحان کو پٹیاں پڑھاتی ہیں۔ وہ میرا نہیں رہا مجھ سے سیدھے منہ بات نہیں کرتا۔ جانے کیا گھول کر پلایا ہے۔'' صوفیہ کا لہجہ زہریلا تھا۔
''ایسی کوئی بات نہیں بیٹا' تم بدگمان مت ہو اور میری خاموشی کو ہار مت سمجھو میں اپنے بیٹے کو کھونا نہیں چاہتی میں ساس نہیں ماں ہوں اور تم بیٹی بن جاؤ۔''
''بس ڈائیلاگ نہیں'' صوفیہ کا لہجہ گستاخانہ تھا۔
''صوفیہ میں تمہارے شوہر کی ماں ہوں وہ میرا بیٹا ہے ہم دونوں کا گھر ہے۔ تم جو چاہے مرضی کرو مگر ریحان کو پریشان مت کرو اسے ٹینشن مت دو۔''
''اور مجھے جو ٹینشن مل رہی ہے وہ۔'' صوفیہ کا سلگتا ہوا لہجہ تھا۔
''کیا چاہتی ہو تم؟''
''آپ اپنے دوسرے بچوں کے پاس جاکر رہیں۔'' حتمیہ انداز تھا۔
''ٹھیک ہے میں چلی جاؤں گی۔'' انہوں نے ہار مانی۔
میرا دل خون ہونے لگا۔ میری ماں میری زندگی کے لیے کیا کررہی تھی۔ میں اندر آگیا۔ صوفیہ مجھے دیکھ کر بھی جز بز ہوئی۔ وہ مسکرانے لگیں۔ میں صوفے پر بیٹھ گیا۔
''ریحان'' وہ صوفے پر بیٹھ گئیں۔ ''میری اسلام آباد کی سیٹ تو کرادو۔ بہت دن ہوگئے گھومے پھرے بچوں سے ملے۔'' اس کا لہجہ نارمل تھا۔ میں انہیں دیکھ گیا۔
''ٹھیک ہے۔'' میرا لہجہ بھیگا ہوا تھا صوفیہ باہر نکل گئی۔
''ماما میں ان کے قدموں میں جا بیٹھا۔'' ایک معمولی عورت سے گھبرا گئیں' میں تو آپ سے کہتا تھا نا۔'' وہ مجھے دیکھتی رہ گئیں۔ میں نے ان کے ہاتھ تھام لیے۔
''کیوں سہتی رہیں' کیوں خاموش رہیں' کیوں نہیں بتایا مجھے؟''
''ریحان'' ان کا لہجہ بھیگا ہوا تھا۔ ''جو عورتیں گھر توڑنا نہیں گھر بسانا چاہتی ہوں وہ معمولی نہیں ہوتیں۔ انہیں ڈرنا چاہیے۔ گھر ہوں یا رشتے' بہت مشکلوں سے بنتے ہیں اور بیٹے روز پیدا نہیں ہوتے۔ میرے دل میں... جیسے حوصلہ نہیں کہ دوبدو ہوکر بیٹا کھودوں اور نہ ہی مجھ میں اتنا حوصلہ ہے کہ اس خالی مکان میں اکیلی رہ جاؤں اور حسرت سے تک کر بالکونی میں کھڑی ہوکر آتے جاتے رستوں کو دیکھوں کہ کب میرا بیٹا آئے گا اور مجھ سے ملے گا۔
میری عمر کی نقدی ختم ہونے کو ہے بس چند قدم کا فاصلہ ہے بس کہیں گرگر امر نا چاہتی ہوں اور زندگی میں کچھ نہیں چاہیے۔''
''ماما'' میرا لہجہ دلگیر تھا۔ وہ عظمت کی بلندیوں پر تھیں ماں تھیں نا۔ میں نے بے اختیار ان کے قدموں پر سر رکھ کر رو دیا۔
''ارے یہ کیا کیا ہوا؟''
''میں کتنا خراب ہوں نا۔''
''نہیں بیٹا تو اچھا ہے' کچھ عورتیں ہوتی ہیں ایسی جو بڑوں کے ساتھ نہیں رہنا چاہتیں پھر میرے اور بھی تو بچے ہیں نا۔ سب کا حق ہے سب بلا رہے ہیں۔''
''اس لیے آپ الگ تھلگ ہوگئیں۔'' میں نے سر جھکا لیا۔
''مجھے گھر کا سکون بہت عزیز ہے بیٹا' گھر' مکان ہوتے ہیں آبادی انہیں گھر بناتی ہے۔ میں اپنے بیٹے کا گھر آباد دیکھنا چاہتی ہوں۔ میں وقت کو کھو کر تجربہ نہیں بننا چاہتی۔ زرینہ کے ہاتھ میں کیا آیا شاہ زیب کو کھو کر اور ماریہ اب کیسی بے یار و مددگار ہے۔''
حاجی صاحب کی بہو کا انتقال ہوگیا' کیا رہا زندگی میں دو میٹھے لہجے اور اچھی یادیں۔ انسان کو اچھی یاد کی طرح مثال بن کر رہنا چاہیے اگر آپ بے وقوف ہیں تو دوسرے کو عقل مندی کا ثبوت دینا چاہیے۔ صوفیہ کے تین بچے ہیں اور میرے چھ' ان سب بچوں کو ماؤں کی ضرورت ہے۔''
ماما دھیرے دھیرے میرے بالوں میں ہاتھ پھیرتی رہی تھیں اور مجھے افسوس ہو رہا تھا۔ میری بیوی صوفیہ کیسی نہیں تھیں۔
اور میں نے دل میں تہیہ کرلیا ماما سب کے پاس سے ہوکر آئیں گی تو میں صوفیہ کو اس کے میکے بھجوادوں گا۔ اب ماما کو صوفیہ کے سائے سے بھی بچانا تھا۔ ساس بہو کے فتنے کا یہی علاج ہے انہیں الگ رکھا جائے۔
اب میں صوفیہ کو اوپر والے حصے میں شفٹ کردوں گا۔ ایک محدود زندگی سے دوں گا۔ ساری اجارہ داری اور حاکمیت ختم۔ گر میری ماں میں بیٹے کو کھونے کا حوصلہ نہیں تھا تو میں کہاں ہمت رکھتا تھا' ماما کو کھونے کی' زندگی کی خوشیوں کی معراج بھی رشتے تو ہوتے ہیں مگر کاش...... !
کم ظرف' کم عقل عورتیں یہ سمجھ لیں تو بات ہی کیا ہے۔ صوفیہ کیسے یہ سب کرسکتی تھی مجھے پتا نہیں چلا۔ اسے تو میں نے کبھی کسی چیز کی کمی ہی نہیں ہونے دی۔
میں افورڈ کرسکتا تھا اس لیے میں نے اوپر نیچے کے دونوں پورشن آباد کرلیے۔
شاہ زیب کی موت نے مجھے بہت کچھ سکھا دیا تھا اس لیے میں خود کو بچوں کے لیے محفوظ کرلینا چاہتا تھا۔ گھر کی کفالت کے لیے ماریہ نوکری کررہی تھی آنٹی زرینہ بچوں کی اور گھر کی دیکھ بھال کررہی تھیں۔ میں انہیں دیکھ کر رنجور ہو جاتا۔
کاش! شاہ زیب کی زندگی میں یہ سمجھوتا ہوجاتا۔ مگر نہیں ساس بہو میں سمجھوتے کی جنگ نہیں ہوتی انا کی جنگ ہوتی ہے اور جب سب کچھ کھو جاتا ہے تو ہارتی ہے نا جنگ!
کاش' یہ نکتہ پہلے سمجھ لیا جائے جو کہ میں نے سمجھ لیا تھا۔

✿

قسط نمبر 16

# بھیگی پلکوں پر

اقرا صغیر احمد

اب کے برس کچھ ایسی تدبیر کرتے ہیں
مل کے ایک شہر محبت تعمیر کرتے ہیں
کچھ خواب یقین کی سرحد پر آ پہنچے
آنکھ کھلنے سے پہلے ان کی تعبیر کرتے ہیں

## گزشتہ اقساط کا خلاصہ

[illegible]

[illegible]

(باقی آئندہ ماہ)

⊛ ☆ ⊛

وہ بے حد طیش بھرے لہجے میں اس سے مخاطب ہوئی اور ساتھ ہی ہاتھ بڑھا کر اس سے کیمرہ چھیننا چاہا تھا جو اس شخص نے نہایت سرعت سے دائیں سے بائیں ہاتھ میں منتقل کر لیا تھا اس کے چہرے پر بھرپور دلچسپ مسکراہٹ تھی۔

"مجھے یقین نہیں آ رہا؟ آپ انسان ہیں؟" تھری پیس سوٹ میں ملبوس اس شخص کی پرشوق نظریں پری کے غصے سے سرخ چہرے پر چسپاں تھیں۔

"میں تو سمجھا تھا کوئی پری راستہ بھٹک کر یہاں آ گئی ہے۔" وہ اس سے شوخی سے مخاطب ہوا تھا۔

"تم کون ہو؟ آپ کو جرأت کیسے ہوئی میری فوٹو لینے کی؟" مقابل کی نظروں میں جتنا اشتیاق و دلچسپی پنہاں تھی پری کی نظروں میں اتنی ہی ناپسندیدگی اور غصہ و طیش موجزن تھا اس کی موتیوں جیسی رنگت میں سرخیاں چمک اٹھی تھیں، وہ بہت سخت نظروں سے اس کو گھور رہی تھی۔ گویا وہ اس کا کام تمام کرنے کا ارادہ رکھتی ہو۔

یہ شام یہ ملاقات کا سماں یاد رہے گا
یہ پل یہ وقت، یہ سفر یاد رہے گا

اس نے برجستہ شعر گنگنایا تھا اور اسی وقت مسز عابدی اور اس کی بیٹی نائلہ اس کے قریب آ گئی تھیں۔

"شیری! ان سے ملیے؟" نائلہ نے پری کا ہاتھ بہت محبت سے تھام کر اس سے پوچھا۔

محبت کا اب بدل جانا بھی مشکل ہے
تمہیں کھونا بھی مشکل ہے، تمہیں پانا بھی مشکل ہے

اس نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پھر برجستگی کا مظاہرہ کیا تھا اور نائلہ کھلکھلا کر ہنس پڑی تھی۔

"مائنڈ مت کرنا پارس! یہ میرا برادر بے حد جولی ہے اس کی شرارتوں سے ہم سب ہی انجوائے کرتے ہیں۔"

"مجھے فیل ہو رہا ہے پری کو آپ نے فوراً ہی اپنی شرارتوں کا ہدف بنا ڈالا ہے، یہ اچھی بات نہیں ہے شیری۔" مسز عابدی جہاندیدہ عورت تھیں وہ پری کے چہرے پر پھیلی ناگواری اور خاموشی سے بھانپ گئی تھیں کہ ان کے بیٹے کی بے



بھی اس کو پریشان کر گئی ہے۔

میں نے کیا کہا ہے ممّا یہ جس انداز میں یہاں بیٹھی تھیں اس سے تو یہی گمان ہو رہا تھا کہ یہ کوئی پری یہاں آ گئی ہے۔ راستہ بھٹک کر ہماری پارٹی میں آ گئی ہیں۔"

"سوری پری! آپ پلیز مائنڈ مت کیجیے گا آپ تو واقعی پری لگتی ہیں اب میرا بھائی آپ کو دیکھ کر ریلائز کر رہا ہے تو یہ اس کا قصور ہے۔ پلیز معاف کر دیں اس کو۔" نائلہ اس کے چہرے سے تاثرات بھانپتے ہوئے بولی۔

"آپ کہیں تو میں مرغا بن جاؤں یہاں سب کے سامنے؟" وہ چہرے پر خوف کے تاثرات لاتے ہوئے بولا۔

"نہیں شکریہ، آپ میری تصویریں مجھے دے دیں۔"

اس کے لہجے و مزاج پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا، مسز عابدی اور نائلہ کی شوخ مسکراہٹیں اس کی سنجیدگی دیکھ کر پھیکی پڑ گئی تھیں ایسا ہی تاثر شیری کے چہرے پر بھی تھا۔

پھر بھی وہ تینوں کچھ کہہ نہ سکے پھر مسز عابدی نے پری کو اپنے بازو کے گھیرے میں لیتے ہوئے چاشنی بھرے لہجے میں کہا۔

"نائلہ اور نورین کی طرح آپ بھی میری بیٹی ہیں، بے فکر رہیں آپ کی تصویریں میں آپ کو دوں گی آپ کے پاپا فیاض بھائی اور عابدی کی ریلیشن بھائیوں سے بھی بڑھ کر ہے وہ کلوز فرینڈ بھی ہیں اور بزنس پارٹنر بھی۔ عابدی اپنے بھائیوں پر بھروسہ نہیں کرتے مگر فیاض بھائی پر تو ان کا اس قدر بھروسہ ہے کہ وہ آنکھ بند کر کے ان پر اعتماد کرتے ہیں۔"

"اوہ، یہ انکل فیاض کی بیٹی ہیں؟" شیری کے انداز میں از سر نو دلچسپی پیدا ہوئی تھی۔

"آپ سے مل کر بہت اچھا لگا مس پری!" اس نے آگے بڑھ کر اس کی طرف ہاتھ بڑھایا تھا۔

"تھینکس۔" بے حد شائستگی سے اس نے کہا اور اس کے بڑھے ہوئے ہاتھ کو نظر انداز کر دیا۔

"شیری! ڈیڈی بلا رہے ہیں۔" نورین نے آ کر اطلاع دی تو وہ مسکراتا ہوا چلا گیا۔

⊛ ☆ ⊛

ان دونوں کے قہقہوں میں بڑی سفاکی تھی، عادلہ کو بے حد گھبراہٹ ہوئی تو وہ اسی لمحے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"چلو عائزہ! بہت دیر ہو گئی ہے مما پاپا آ گئے ہوں گے۔" اس نے سخت لہجے میں کہا۔

"اوہ کم آن عادلہ! وہ دونوں لیٹ نائٹ آئیں گے اور ابھی ٹائم ہی کیا ہوا ہے؟ تم بیٹھو ہم ان کے آنے سے پہلے چلے جائیں گے آرام سے بیٹھو کے۔" عائزہ نے اس کے لہجے کو کوئی اہمیت نہ دیتے ہوئے قدرے بے پروائی سے کہا۔

"ممّا پاپا تو دیر سے آئیں گے مگر دادی جان کو جانتی ہو تم اگر مزید دیر ہوئی تو کتنی سختی سے وہ ایک ایک لمحے کا حساب لیں گی کہ یہاں اور کس طرح گزر رہا ہے؟"

"چھوڑو یار! جو ہوگا دیکھا جائے گا تم بیٹھ جاؤ۔" جھنجھلا کر کہتے ہوئے اس نے خود ہی ہاتھ بڑھا کر اسے دھکیلتے ہوئے صوفے پر کھینچ لیا۔

"آپ یہاں اتنا نروس ہو رہی ہیں میں خود ڈراپ کروں گا آپ لوگوں کو۔" رجیل نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے تسلی دی تھی۔

"وہ شاید تم طغرل کے مزاج کا سوچ کر کنفیوژ ہو۔"

"میں نہیں چاہتی اس کو کچھ ہو۔"

"اس کو تمہاری یا کسی کی پروا نہیں یہاں اب ہے باوجود بھی تم اب مغرور انسان کے لیے پاگل ہو رہی ہو........"

"تم کچھ بھی کہو مجھے تو یہیں سب ظغرل سے متعلق... تم چلو یہاں سے رات ہو چلی ہے" اس نے
طنزیہ نظر ادھر ادھر کرتے ہوئے کہا۔
"ویسے تم لوگ فیصلہ کرلو رکنا ہے یا جانا ہے؟ میں اتنی دیر میں چینج کرکے آتا ہوں۔" جمیل نے مسکراتے
ہوئے کہا اور اٹھ کر دوسرے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔
"کیا مصیبت ہے تم کو؟ بھی... یہ ایری کی موٹی ہے جو تم نے جانے جانے کی رٹ لگا رکھی ہے؟" جمیل کے
وہاں سے جاتے ہی وہ غصے سے اس سے گویا ہوئی۔
"تم کو خوف محسوس نہیں ہو رہا ہے یہاں پر؟"
"کیسا خوف؟ ہم گھر میں بیٹھے ہیں کسی جنگل میں نہیں جو تم اس قدر خوف زدہ ہو رہی ہو۔"
"مجھے سچ مچ ڈر لگ رہا ہے یہاں۔" وہ قدرے اس کے قریب ہو کر سرگوشی کے انداز میں گویا ہوئی۔
"تم تو کسی بچے کی طرح ڈر رہی ہو۔ یہ سب تمہاری سوچ ہے، ورنہ یہاں کچھ بھی نہیں۔" وہ غور سے دیکھ کر بولی۔
"بکواس بند کرو جب سے تم آئی ہو تمہارا دماغ ہی سیدھا نہیں ہو رہا ہے پہلے راستے بھر بک بک کرتی آئی ہو اور اب
یہاں آ کر یہ فضول بکواس شروع کردی ہے۔" عائزہ کا موڈ بری طرح بگڑنے لگا تھا۔
"تم رہو یا نہ رکو میں یہاں نہیں رکوں گی تم نہیں چلو گی تو میں تنہا ہی چلی جاؤں گی۔" وہ اٹھتے ہوئے اٹل
لہجے میں بولی۔

❁ ☆ ❁

ڈنر ختم ہو چکا تھا اور اب ہال میں محفل موسیقی کی تیاریاں ہو رہی تھیں مہمان ڈنر کے بعد کافی اور آئس کریم سے
لطف اندوز ہو رہے تھے۔ پری وہاں سے اٹھ کر اپنے پاپا کو دیکھنے کے لیے اس سمت اس حصے کی طرف بڑھ رہی تھی
جہاں فیاض صاحب اور عادل صاحب کچھ دوستوں کے ساتھ گفتگو میں مصروف تھے وہ یہاں شدت سے بوریت
محسوس کر رہی تھی اور گھر جانا چاہتی تھی۔ وہ ان کی طرف بڑھ رہی تھی جب شیری اس کی راہ میں حائل ہوا تھا اور سنجیدگی
سے گویا ہوا۔
"آئی ایم سوری وہ سب مذاق تھا، مجھے معلوم ہی نہ تھا کہ آپ انکل فیاض کی بیٹی ہیں۔"
"جی، اگر آپ کے علم میں ہوتا کہ میں انکل فیاض کی بیٹی ہوں تو پھر آپ میری تصویریں نہیں بناتے؟" اس نے
سنجیدہ لہجے میں ایک کرختگی بھرا طنز تھا۔
"یہ کیسے ممکن رہیں آپ کے شیری صاحب! بغیر اجازت آپ کسی کی بھی فوٹو کھینچ سکتے ہیں یہ تو سراسر زیادتی ہے
آپ کی۔"
"دراصل میں ہر کسی کی تصویر نہیں کھینچتا۔" اس نے بہت پرسکون انداز میں کوٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالتے ہوئے
اس کی طرف گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔
"بیوٹی کسی بھی روپ میں ہو میرا کریز ہے پیشن ہے میرا۔ میں جہاں بھی حسن دیکھتا ہوں خوب صورتی دیکھتا ہوں
فوراً کیچ کر لیتا ہوں، خود کو روک ہی نہیں پاتا۔" وہ کہتا ہوا بے خود سا اس کے قریب آ گیا تھا اس کے انداز میں ایک
شائستگی تھی نگاہوں میں کچھ ایسا تھا کہ پری کچھ سراسیمہ سی ہو کر دور ہٹ گئی تھی۔
"آپ کو دیکھا اور..."
"کیا باتیں ہو رہی ہیں ذرا ہم کو بھی تو سنیں۔" صباحت جو تب سے شیری کو پری کے اردگرد چکر لگاتے ہوئے دیکھ



رہی تھیں اس وقت موقع پاتے ہی قریب آگئی تھیں۔
"... کچھ نہیں۔" اس نے مسکرا کر کہا۔
"ویسے آپ بات کیا کررہے تھے آپ لوگ یہاں مہمانوں سے کافی فاصلے پر کھڑے ہو کر باتیں کررہے ہیں۔ وہ
مسکرا رہی تھیں بے حد شستہ لہجے میں۔ پری کی رنگت پھیکی پڑنے لگی تھی۔ وہ جانتی تھیں وہ کس قدر ... کی
طرح تھیں اور اب اس بات کو کیا معنی دیں گی اس سے وہ سوچ کر ہی خوف زدہ ہونے لگی تھی۔
"کچھ خاص نہیں آنٹی! دراصل میں نے بغیر اجازت آپ کی بیٹی کی تصویر لے لی تھی جس پر یہ بے حد خفا ہوئی ہیں
سو میں ان سے سوری کررہا تھا۔"
"تم جانتے ہو پری میری بیٹی نہیں ہے یہ فیاض کی بیٹی ہے میں آپ کو اپنی بیٹیوں سے ملواؤں گی بہت
پیاری ہیں وہ۔" اس کے جواب دینے پر وہ ناگواری سے اس کو گھورتی رہ گئی تھی۔
بہت وقت ہو گیا ہے یہاں باہر شوفر ویٹ کررہے ہم بیٹ ٹائم آ گئیں گے۔" وہ پری سے مخاطب ہوئی تھیں۔
"ممی تو بیوٹیکل شاپ پر ہیں آپ کیوں اس کو جانے پر فورس کررہی ہیں؟" اس پر ان کے سوتیلے پن کا کوئی فرق
نہیں پڑا تھا اس کی واپسی کا سن کر وہ مضطرب انداز میں گویا ہوا تھا۔
"مرے منانے میں کہاں مجبور کر رہی ہوں یہ تو خود جانا چاہ رہی ہیں۔ دراصل سخت آدم بیزار لڑکی ہے یہ۔" شیری کی
ممانے میں انہوں نے اپنے لہجے میں خاص مٹھاس پیدا رکھا تھا۔
"میرا ہو گیا آدم بیزار ہونا ہے سب ... میں نہیں جانتا؟"
"پری جان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اس لیے مجھے جانا ہے اور ممی تو یہ بات درست ہے مجھے ہنگاموں میں
وحشت ہوتی ہے۔ یار شرمندہ نہیں کرو ہوں۔" اس کا لہجہ پراعتماد و سنجیدہ تھا۔
"مجھے بھی نہیں پتا میں کیوں بار بار آتا ہوں میرے روکنے پر آپ نہیں رکیں گی یہ میں سمجھ چکا ہوں مگر آپ کو جب سے
دیکھا ہے تب سے۔" وہ کہتا ہوا وہاں سے چلا گیا تھا۔
"واہ! ایسا ہی جادو کرتی ہو جیسے بھی ہو جو کوئی بھی تم کو دیکھتے ہی دیوانے ہو جاتے ہیں۔ وہاں طغرل کو
پھانس رکھا ہے اور یہاں آتے ہی عادل بھائی کے اکلوتے بیٹے کو الو بنایا ہے بھری پھرتی ہو بڑی پارسا اور نیک
بنتی ہو۔" شیری کے جاتے ہی وہ دبے دبے لہجے میں کہہ رہی تھیں اسے مخصوص نفرت و حقارت بھرے لہجے میں۔
"ممی! آپ اچھی طرح جانتی ہیں مجھے کہ..."
"ہاں ہاں خوب جانتی ہوں تب ہی کہہ رہی ہوں۔ ابھی فوراً یہاں سے دفع ہو جاؤ یہاں سے اور غلطی سے بھی پیچھے مڑ کر مت
دیکھنا ورنہ اچھا نہیں ہوگا۔ چلو تیز تیز قدم بڑھاؤ۔" ان کی آنکھیں بتا رہی تھیں جب شیری کی طرف اٹھ رہی تھیں جو مسز عادل
کی طرف بڑھ رہا تھا اور جیسے ہی وہ ان کے قریب پہنچا تو کہیں انہوں نے پری کو وہاں سے جانے کا حکم دیا تھا پری خود
وہاں سے جانا چاہ رہی تھی۔
ان کا حکم ملتے ہی وہ وہاں سے نکل گئی تھی اور جس وقت شیری اپنی ماں کو وہاں لایا اس وقت میں پری کی کار روانہ بھی
ہو گئی۔ صباحت کے ہونٹوں پر پرسکون مسکراہٹ تھی جب کہ پری کو وہاں نہ پا کر شیری خاصا ڈسٹرب ہوا تھا۔
"پری کہاں ہیں؟"
"چلی گئی ہیں وہ۔" ان کے انداز میں شرمندگی تھی۔
"... جلدی کی ہے چلی گئی ہیں آپ؟ شیری مجھے ... کرتے ہیں کہ میں ... بھی تو پانی

شروع ہوئی ہے۔" وہ مسکراتے ہوئے نرمی سے کہہ رہی تھیں۔

"اب میں کیا بتاؤں آپ کو بھابی! میں تو نہیں چاہ رہی تھی وہ جائیں۔ مگر میری بدقسمتی ہے سوتیلی ماں ہوں نا، کیسے نہیں جانے دیتی میری بات وہ کب سنتے ہیں؟" وہ حاسدانہ مغموم لہجے میں کہہ رہی تھیں۔

"میں نے یہ کہا تھا آپ سے مل کر جائے یا اپنی فیملی کے ساتھ کہ آج اسی طرح چلا جائے، مگر سوتیلی ہوں نا۔"

"ڈونٹ وری مسز فیاض! آپ دکھی مت ہوں وہ بھی کم عمر ہے باشعور نہیں ہے عقل آتے ہی بے حد عزت کرے گی آپ کی۔"

❁ ☆ ❁

نامعلوم موسم بے حد حسین تھا یا اس کے اندر خوشیوں کی دیپک برسات ہو رہی تھی کہ خواہ مخواہ ہی اس کے لب مسکرا رہے تھے آنکھوں میں مستیاں بھری ہوئی تھیں جن راستوں پر وہ سنبھل سنبھل کر چلا کرتی تھی۔

آج اس کا دل چاہ رہا تھا وہ کسی مست ہرنی کی مانند اچھلتی چھلانگیں لگاتی ہوئی گھر پہنچے اور سب کو اطلاع کر دے کہ وہ آج سے ایک لکھ پتی لڑکی بن گئی ہے۔

زمین کے ایک بوسیدہ ٹکڑے پر رہ کر اس نے آسمان کو چھو لیا ہے اب خواہشوں کی تمام تتلیاں آرزوؤں کے سارے جگنو اس کی مٹھیوں میں بند ہو چکے ہیں۔

اب لاحاصل بھی حاصل بن اٹھا ہے۔

اپنی تقدیر خود سنواری ہے اس نے راستے پر چلتے ہوئے چونک کر دائیں ہاتھ کی انگلی میں دمکتی ڈائمنڈ رنگ سرعت سے اتار کر پرس کی پاکٹ میں ڈالی تھی۔

گھر قریب آتا جا رہا تھا اور وہ خود پر چھائی سرشاری پر قابو پانے کی سعی کرنے لگی تھی اور سوچ رہی تھی چند گھنٹوں قبل جب وہ ان ہی راہوں سے گزر رہی تھی تو میں ماہ رخ فیض محمد تھی اور اب واپسی میں وہ مسز ماہ رخ ساحر خان تھی۔

صبح تک ایک غریب سبزی فروش کی بیٹی تھی اور اب شام کے اس پہر ایک کروڑ پتی شخص کی بیوی۔ بہت خوش تھا ساحر اس سے کورٹ میرج کر کے وہ جب کورٹ سے باہر آئے تو اس نے محبت بھرے لہجے میں کہا تھا۔

"آج میں دولت مند ہو گیا ہوں ماہ رخ!"

"ارے دولت مند تو آپ پہلے سے ہی ہیں۔"

"اونہوں نوکر چاکر گاڑیاں بنگلے اور بیوی، سٹرونگ بینک بیلنس لوگ ان مادی چیزوں کو سمجھتے ہیں جب کہ میری نگاہ میں محبت سب سے بڑی دولت ہے اور آج تمہارے روپ میں وہ دولت میں نے پالی ہے۔" اس کے لہجے میں سچی محبت کی خوشبو تھی۔

"بہت جلد ہمارے امیریکہ جانے کا بندوبست ہو جائے گا اور ہم چلے جائیں گے اس وقت تک ہم اسی طرح ملتے رہیں گے جس طرح میرڈ ہونے سے پہلے ملتے رہے ہیں۔ وہاں جا کر ہم اپنی نیو لائف شروع کریں گے۔" اس نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا اور وہ سرشار مسرور گہری مسرت سے اس کا چہرہ گلنار ہو رہا تھا۔

ساحر کا رویہ بے حد محتاط ہو گیا تھا وہ حسب عادت کسی ہوٹل یا ریسٹورنٹ میں جانے کے بجائے اسے اس موڑ پر ڈراپ کر گیا تھا جس پر وہ اتری تھی۔

"کتنا ٹائم لگ گا تمہیں یہاں سے جانے میں؟ میرا مطلب ہے ڈاکومینٹس ریڈی ہونے میں؟" کار سے اترنے سے قبل وہ ساحر سے مخاطب ہوئی تھی۔



"بہت جلدی ریڈی کرواؤں گا۔"

"جیسے ہم یہاں حالیہ کے کس کنٹری میں؟"

"جہاں تم ہو گی۔" وہ مسکرایا۔

"ریئلی!" اس نے دلکشی سے مسکراتے ہوئے کہا۔

❁ ☆ ❁

"مرچ ٹھنڈ پڑ گئی تمہارے دل میں؟ ایک تو بڑی مشکل سے موقع ملا راحیل سے ملنے کا اور وہ بھی تمہاری وجہ سے برباد ہو گیا ہے بہت ذلیل ہو تم۔" کمرے میں آتے ہی جہاں عادلہ نے سکون کا سانس لیا وہیں عائزہ کا غم و غصے سے حال تھا وہ اسے سخت نظروں سے گھورتے ہوئے بولی۔

"ذلیل میں نہیں تم ہو جو اس جیسے آوارہ شخص کے لیے مری جا رہی ہو جس کی نگاہوں میں تمہارے لیے کوئی وقعت نہیں ہے۔"

"یہ وقعت تمہیں نے بتاؤ تو سہی؟"

"بڑی شوباز بنی تھیں وہ تمہارے لیے کوکنگ کر رہا ہے تمہاری فیورٹ ڈشز تیار کر رہا ہے ہاہاہا" کار سیٹ پر بیٹھ کر سینڈلز کے اسٹریپ کھولتی عادلہ نے ہنس کر کہا۔

"کوکنگ کرنا تو درکنار اس نے تو یہ بھی یاد رکھنا گوارا نہ کیا تم اس سے ملنے آ رہی ہو سو رہا تھا وہ اور اسی رف حلیے میں وہ تمہارے سامنے آ گیا بغیر کسی شرمندگی کے ہونہہ۔"

"اس کے اسی رف حلیے پر لاکھوں لڑکیاں مرتی ہیں۔" وہ پیروں میں کلپ لگاتی ہوئی فخریہ انداز میں بولی۔

"چھا! وہ سب بھی تمہاری طرح عقل کی دشمن ہوں گی یا محبت کرنے کے لیے کسی اچھے اسمارٹ لڑکے نے لفٹ نہیں کرائی ہو گی سب چارہ بیوں کو۔" وہ ریک میں سینڈل رکھتے ہوئے ہنوز تلخ لہجے میں بولی۔

"وہ کہہ تو ایسے رہی ہو گویا تم سے اظہار محبت کرنے کے لیے تو ہینڈسم لڑکوں کی لائن لگی رہتی ہے گیٹ پر۔" عائزہ کے اس طنز پر ان میں سخت جنگ چھڑ جاتی اگر عادلہ دادی جان کو اس طرف آتے ہوئے کھڑکی سے نہ دیکھ لیتی اس نے سرعت سے عائزہ کو اشارے سے ان کی آمد کا بتایا تھا۔

"کیا ہو رہا ہے؟" دادی جان اندر آ کر گویا ہوئی تھیں۔

"کچھ نہیں دادی جان! ہم باتیں کر رہے تھے۔" وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے گویا ہوئی تھیں۔

"جنگلی بلیوں کی طرح غرا رہی تھیں آوازیں باہر تک آ رہی تھیں تم دونوں کی اور تم کہہ رہی ہو باتیں کر رہی تھیں؟" وہ ان کی طرف دیکھتے ہوئے گویا ہوئی تھیں۔

"آپ کو تو معلوم ہی ہے دادی جان! یہ عائزہ کو حلق پھاڑ کر باتیں کرنے کی عادت ہے۔ بس یہی ہوا ہے۔"

"آواز تو تمہاری بھی اتنی ہی بلند تھی مگر سمجھ نہیں آیا کس بات پر چیں چیں ہو رہی تھی تم میں۔"

"تھینک گاڈ! آپ کی سمجھ میں ہماری باتیں نہیں آئی ہیں۔" عادلہ نے گہری سانس لی تھی۔

"سوری دادی جان آئندہ ہم اتنی بلند آواز میں بات نہیں کریں گے۔" ان دونوں کے انداز میں فرماں برداری تھی۔

"بچیاں اونچی آوازوں میں باتیں کرتی ہوئی اچھی لگتی بھی نہیں ہیں چہرے کی نرمی ختم ہو جاتی ہے۔"

"آپ جیسی نہیں نا دادی جان؟" عائزہ نے کہا۔

"ہمیں میں ڈر نہ ہو کہ کیسے ہماری بہو وہ یہیں کو پارٹی سے لے آئے وہ جانتے جاتے بھی کہہ گئی تھی کہ اس دن سے بہو ہو اس کا دن ہمیں لگے گا وہ۔" وہ کہتی ہوئی وہاں سے چلی گئی تھیں۔ ان کے جاتے ہی وہ گھبرے سانس لیتی ہوئی بیٹھ گئی تھیں۔

"سوچو ذرا جاں، اگر ہماری باتیں سن لیتیں تو کیا ہوتا؟" "پاپا، طغرل اور دادی جان سب ہمارا کیا حال کرتے" عادلہ بے حد خوف زدہ تھی۔

"دادی کے بہرے پن نے ہماری بچت کرادی ہے اسی لیے تم سے کہتی ہوں ہر وقت گو اس مت کیا کرو دیواروں کے علاوہ دروازے کھڑکیوں کے بھی کان ہوتے ہیں۔" عائزہ کے لہجے میں حد درجہ سنجیدگی تھی۔

"او کے اب چلو کچن میں پری کے آنے سے پہلے کچھ کھا پی لیتے ہیں، تمہارے اس رنجیل کے چکر میں کچھ کھایا نہیں ہے۔ اب تو بھوک برداشت سے باہر ہونے لگی ہے۔"

"اور رنجیل کیا کہا تم نے میرا راحیل؟" وہ خوشی سے جھوم کر استفسار کر رہی تھی۔

"تم بیٹھو میں اپنے ہاتھوں سے تمہیں کھانا کر کھلا دوں گی۔"

❁ ☆ ❁

"ماں جان! بہت خاموشی چھائی ہوئی ہے گھر میں، کوئی نہیں ہے سوائے آپ کے؟" مذنہ ان کے قریب بیٹھتی ہوئی استفسار کرنے لگی تھیں۔

"عادلہ اور عائزہ ہیں اپنے کمرے میں، ابھی کچھ دیر پہلے تو ان کی آوازیں آرہی تھیں میں ڈانٹ کر آئی ہوں تو خاموش ہوئی ہیں۔ صباحت اور فیاض عادی کے ہاں پارٹی میں گئے ہیں ساتھ۔ آج تو پری کو بھی لے کر گیا ہے فیاض۔" ان کا پر جوش لہجہ بتا رہا تھا وہ بیٹے کے اس عمل سے بہت خوش ہیں۔

"ماشاء اللہ دیر آید درست آید۔ دیر سے ہی سہی فیاض کو بیٹی کا خیال تو آیا بہت خوشی ہوئی یہ سن کر۔"

"صباحت میں سوتیلے پن کا زہر نہ بھرا ہوتا تو بہت عرصہ قبل ہی پری کو اس کی حیثیت مل گئی ہوتی مگر" اماں نے سرد آہ بھرتے ہوئے افسردگی سے کہا۔

"تم نے خود دیکھا ہے اس نے سوتیلے پن کے جلاپے میں پری کو کس طرح رسوا کرنا چاہا تھا؟ کس قدر بے ہودگی سے اس نے اس بچی پر الزامات کی بوچھاڑ کی تھی؟"

"میں شروع سے صباحت کے مزاج سے واقف ہوں میں نے اسی لیے آپ کی کسی بات پر اعتبار نہیں کیا تھا اماں جان! اور پھر ہم اپنے بچوں کے کردار سے واقف ہوتے ہیں میں نے اپنے بچوں کی تربیت بہت توجہ اور احتیاط سے کی ہے۔" مذنہ سنجیدہ لہجے میں گویا ہوئی تھیں۔

"تمہاری تربیت تو نظر آرہی ہے بہو! فخر ہوتا ہے مجھے جب بھی طغرل کو دیکھتی ہوں ایسی تربیت میں نے پری کی بھی کی ہے۔ آج کل کی چلتر باز لڑکیوں جیسی چال کی نہیں ہے پری میں۔" جو وہ کہنا چاہ رہی تھیں مذنہ سمجھ رہی تھیں مگر وہ بھی ان سے سیدھے سیدھے بات کرنے کی ہمت نہ کر پا رہی تھیں سو مسکرا کر رسانیت سے گویا ہوئیں۔

"یہ بات تو پرفیکٹ ہے اماں! پری جس گھر میں بھی جائے گی اس گھر کی خوش قسمتی ہوگی۔" ان کی بات پر اماں کا چہرہ گہری سنجیدگی کی لپیٹ میں آگیا۔ چند لمحے وہ کچھ کہہ نہ سکی تھیں ایک عجیب بوجھل سی خاموشی وہاں پھیل گئی تھی جس کو انہوں نے ہی توڑا تھا۔

"وہ گھر تمہارا کیوں نہیں ہو سکتا بہو؟" وہ مرہم و مضبوط لہجے میں گویا ہوئی تھیں۔



پری اور طغرل کا رشتہ کیوں نہیں جڑ سکتا؟ پری تمہاری بہو کیوں نہیں بن سکتی؟ جب کہ یہ طغرل کی خواہش بھی ہے وہ پری سے شادی کرنا چاہتا ہے۔"

"میں طغرل کے مزاج سے واقف ہوں اماں جان! وہ سوچ سمجھ کر فیصلہ نہیں کرتا اس کی پسند اس کی خواہشیں بہت تیزی سے بدلتی ہیں، وہ جس کی طرف تیزی سے بڑھتا ہے تو پھر اس سے زیادہ تیزی سے وہ پلٹتا ہے اور مڑ کر بھی نہیں دیکھتا ہے۔" وہ سادگی سے کہہ رہی تھیں۔

"وہ مستقل مزاج نہیں ہے اور میں نہیں چاہتی کسی لڑکی کی زندگی خراب ہو اور وہ بھی پری جیسی لڑکی کی جس نے زندگی کی خوب صورتی کو بھی ابھی تک محسوس نہیں کیا ہے۔"

"مجھے معاف کر دیجیے گا اماں جان! مجھے افسوس ہو رہا ہے کہ میں یہ سب کہہ رہی ہوں مگر یقین مانیں میری بات میں ذرا بھی جھوٹ و بناوٹ نہیں ہے۔" انہوں نے بڑھ کر ان کے گھٹنوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے نم لہجے میں کہا۔

"کیوں معافی مانگتی ہو بہو! تم ماں ہو طغرل کے مزاج کو مجھ سے بہتر جانتی ہو تمہاری باتوں پر مجھے یقین ہے تم میرے دل کے قریب ہو ہمیشہ تم نے میری عزت کی ہے بے حد محبت کرتی ہو یہ معلوم ہے مجھے۔ اسی محبت نے مجھے مجبور کیا کہ میں تم سے اپنے دل کی خواہش ظاہر کروں۔" انہوں نے مسکراتے ہوئے مذنہ کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں تمہاری بات میں بھی وزن ہے طغرل تلون مزاج ہے لا پروا اور غیر سنجیدہ اس میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے ٹھیک ہے بس اس بات کو یہیں ختم کرنا ہی بہتر ہے اب نہ تم کسی کو بتانا اور نہ میں کسی سے ذکر کروں گی۔" دو گہری سانس بھر کر گویا ہوئی تھیں ان کی آنکھوں میں ملال تھا۔

❁ ☆ ❁

یہ موسم سبز پتوں کا
سنہری دھوپ کرنوں کا
گلابوں کے مہکنے کا
ہمیں سب راس آیا ہے
ہماری سرد آنکھوں نے بچھڑ خواب ہی دیکھے
کرائے خوب بستی میں
عذاب آلودگی میں
کوئی خوشبو سا آنچل ہے
کوئی جھونکا سا بادل ہے

ان کا نکرو بے ساختہ ہوا تھا وہ شاپنگ سینٹر کے گیٹ سے باہر نکل رہی تھیں اور فیاض اندر داخل ہو رہے تھے دونوں کے ہاتھوں میں سیل فون تھا جو کان سے لگائے گفتگو کرتے ہوئے جا رہے تھے دونوں نے کچھ غصے بھرے انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا تھا اور چند لمحے ایک دوسرے کو دیکھتے ہی رہ گئے تھے کئی ساعتیں اس لمحے کی حیرانی کی نذر ہو گئے تھے۔

"آئی ایم سوری!" فیاض کو وہاں سے گزرتے لوگوں کے مسکراتے چہروں کا احساس ہوا تو وہ خود کو سنبھالتے ہوئے بولے۔

"آپ؟ یہاں۔ جینا ابھی تک یہیں آہ؟" اسی طرح حال میں پلٹتے ہوئے طنزیہ انداز میں گویا ہوئی تھیں۔

"جب وقت تھا تب آنکھیں ساتھ نہیں دیتی تھیں اب تو بوڑھا ہو گیا ہوں اور اس عمر میں تو یچ مچ آنکھیں [illegible]
ہو جاتی ہیں۔" اس کی شگفتگی میں ایک حزن تھا۔
"پہلی فرصت میں آپ کو آنکھیں ٹیسٹ کرانی چاہئیں۔" وہ کہہ کر پرس سنبھالتی آگے بڑھ گئی تھیں۔
"شی چیز" اس کے انداز میں التجا تھی۔
"آپ مجھے اس طرح پکارنے کا حق کھو چکے ہیں۔"
"جانتا ہوں لیکن" شدید بے بسی و اضطراب تھا اس کے اندر، میں شی رک گئی تھیں، دونوں کے چہروں [illegible]
تھی پرانی یادوں کی فیاض ان سے چند قدم دور رک کر گویا ہوئے۔
"میرے ساتھ ایک کپ کافی پی سکتی ہیں؟"
"کس رشتے سے فیاض صاحب، میں آپ کے ساتھ کافی پیوں؟"
"پیر شی میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ اب تم کبھی میرے سامنے نہیں آؤ، میرے زخم ہرے ہو جاتے ہیں۔ [illegible]
ضبط تڑپ میں بدل جانے گا اور میں مر جاؤں گا۔" درد سے زیادہ بوجھ تھا ان کی حالت ایسی تھی جیسے
صحرا میں بھٹکنے والے کسی پیاسے کو یکلخت ٹھنڈے پانی کا چشمہ مل جائے اور وہ اپنی تمام صعوبتوں و تکلیفوں کو بھول کر
کی جستجو میں مگن ہو جاتا ہے۔
مجبوراً شی کو ان کے ساتھ قریبی ریسٹورنٹ میں آنا پڑا تھا اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی تھی فیاض اس کی مقابل
والی چیئر چھوڑ کر دوسری چیئر پر بیٹھے تھے ان کا چہرہ جھکا ہوا تھا جس پر تکلیف کے رنگ نمایاں تھے۔
"ہٹ دھرمی کی عادت ابھی بھی موجود ہے مجھے یہاں لا کر کیا ثابت کرنا چاہ رہے ہیں آپ؟"
"میری نیت پر شک مت کرو، بہت چاہا بے حد کوشش کی میں نے تمہیں بھلانے کی ہر جتن کر کے دیکھ لیا [illegible]
ہے میں اب بھی وہیں کہیں کھڑا پایا ہوں۔ تم موجود نہ ہوتے ہوئے بھی ہمارے درمیان موجود رہتی ہو۔" وہ چہرہ
جھکائے کہہ رہے تھے۔
"ہمارے درمیان؟" وہ حیرانی سے گویا ہوئی تھیں۔
"جہاں تک میں سمجھ پائی ہوں آپ کے اور پری کے رشتے نے مضبوط تو نہیں ہیں کہ آپ کے اور اس کے درمیان
میری باتیں ہوں اور نہ ہی دیگر کوئی ایسے لوگ ہوں گے جو میرا نام بھی سننا اس گھر میں گوارا کر سکیں۔" اس کے لہجے میں
تلخی بھری سنجیدگی تھی۔
"پری نے میری کوئی شکایت کی ہے آپ سے؟" وہ ویٹر کو ٹیبل کی جانب آتے دیکھ کر نارمل انداز میں بیٹھتے
شی سے پوچھتے وقت ان کے لہجے میں افسردگی تھی۔
"آپ نے کبھی کسی سے کوئی شکایت کی ہے؟ وہ بھی آپ کی ہی بیٹی ہے شکوہ و شکایت کرنا اس کے خون میں
شامل نہیں ہے تو وہ کیا شکایت کرتی۔ آپ کی میں نے یہ محسوس کیا ہے وہ جب بھی آپ کا ذکر کرتی ہے لہجے میں [illegible]
ہوتا ہے لیکن بے ساختگی و بے تکلفی نہیں ہوتی جو عموماً باپ و بیٹی کے رشتے میں ہوتی ہے۔" ویٹر آیا تو فیاض اس کو آرڈر
لکھوانے لگے۔
"آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا؟" ویٹر کے جانے کے بعد وہ ان سے مخاطب ہوئی تھیں۔
"میرے اور صباحت کے درمیان تمہارا ذکر ہوتا ہے میری آنکھوں میں موجود تمہارے ٹھہرے ہوئے عکس
بھانپ جاتی ہے اور پھر ہمارے درمیان فاصلوں کی حائل خلیج وسیع ہوتی چلی جاتی ہے نامعلوم میں تمہیں بھی بھول



نہیں سکا صباحت کی سب باتوں کو میں اپنی بدقسمتی سمجھتا ہوں۔ وہ تمہیں شاید ہی کسی دن بھول پائی ہے اس نے طعنوں میں اور
[illegible] کر دیتا ہے اور میری یادوں کے زخموں پر کبھی بھی بھول کے مرہم نہیں آتے۔" اس کا لہجہ بھیگا بھیگا
[illegible] آنکھوں کی [illegible] بھی کمی نہ تھی جس پر اس عمر میں انہوں نے قابو پایا تھا۔
"یہ ٹھیک نہیں ہے یہ آپ کی روش کبھی ٹھیک نہیں ہے جب آپ ایک عورت کو بیوی بنا کر لے آئے ہیں تو اب اس
[illegible] رہتی وہ آپ کی بیوی ہے آپ کے بچوں کی ماں ہے۔ آپ کے رویے میں آپ کی محبت میں
[illegible] محسوس کرتی ہوگی تب ہی وہ آپ کے درست عمل کے آپ کو طعنے دیتی ہے۔" وہ کسی ہمدرد کی طرح ان کو
سمجھا رہی تھیں۔
"یہ سچ ہے شی، یہ انداز یہ ہمدردی میں ان سب کا عادی ہوں۔ اماں کہتی ہیں گزر گئے دو تو گڑ جیسی میٹھی بات
[illegible] صباحت اس کے تجھے میں تو کڑوا ہٹ کے سوا کچھ نہیں ہوتا ہے وہ کبھی میرے اندر کے احساس کو سمجھ ہی
[illegible] اور شاید سمجھنا بھی نہیں چاہتی ہے۔"
"وہ آپ سے کبھی وہ دیرینہ نہیں کر سکی ہے پھر تو اس نے پری کو بھی قبول نہیں کیا ہوگا؟ میری بیٹی کی تو کوئی ویلیو نہیں ہوگی
[illegible] وہ خاصی مضطرب ہو گئی تھیں۔
"وہ میری بیٹی ہے کوئی ٹیڑھی آنکھ سے اس کی طرف دیکھنے کی جرأت نہیں کر سکتا ہے پھر وہ اماں جان کی [illegible]
[illegible] ٹیبل پہ پڑی سطح پر انگلی پھیرتے ہوئے وہ کہہ رہے تھے۔
"تم بتاؤ خوش ہو؟ کوئی پریشانی تو نہیں ہے؟" موضوع بدلتے ہوئے انہوں نے آہستگی سے کہا۔
"میں بے حد خوش ہوں غضنفر بہت، مجھے بہت بہت محبت کرتے ہیں مجھ سے۔ اتنی محبت کہ میں سوچ بھی نہیں سکتی
تھی۔" پل بھر کو [illegible] کے چہرے پر سرخی چھائی تھی۔
"ساری زندگی کا سچ، مجھے یاد نہیں آتا غضنفر نے میرا دامن اپنی چاہتوں سے اس طرح بھر دیا ہے کوئی تنگی، کوئی [illegible]
مجھے اب چین نہیں کرتی اور میں ان کے ساتھ بے حد خوش ہوں۔" وہ مطمئن لہجے میں کہہ رہی تھیں اور فیاض کے دل کے
کسی گوشے میں جلتی اس کی محبت کی شمع پھڑ پھڑانے لگی تھی۔

❀ ... ☆ ... ❀

وہ کمرے میں داخل ہوئی تو اس کو وہاں رکھا ہوا اپنا روزمرہ کا سامان بے حد حقیر و بے حیثیت لگ رہا تھا۔
[illegible] ڈریسنگ ٹیبل، چیئر، ریشمی پردے، فرش پر بچھا کارپٹ جو اس کی پسند کے مطابق ہی فیض محمد لے کر آیا
تھا [illegible] ایک بڑی کمپنی اس کی پسند پر خرچ کر ڈالی تھی پورے گھر میں اس کا کمرہ خوب صورت تھا اور فاطمہ خود
اپنے ہاتھوں سے اس کے کمرے کی صفائی کرتی تھیں۔ اب وہ بڑے نخوت بھرے انداز میں بیڈ پر بیٹھی تھی۔
"چند دنوں کی بات ہے صرف چند دنوں کی میں ان سب ناپسندیدہ چیزوں سے جان چھڑا لوں گی۔ میں ساحر
سے [illegible] بے حد کروڑ پتی بن گئی ہوں۔ بہت جلد میں ساحر کے ساتھ یہ سب چھوڑ کر چلی جاؤں گی پھر کبھی مڑ
کر بھی نہیں دیکھوں گی اپنے بدصورت ماضی کو۔ اس گھر سے اور یہاں کے مکینوں سے میرا تعلق کبھی نہیں ہوگا۔ میں
پاکستان سے جانے کے بعد واپس کبھی بھی نہیں آؤں گی۔"
[illegible] شادی کی تیاریاں شروع ہو گئی تھیں اس کی ماں اور ساس (چچی) بہت خوش و مطمئن تھیں [illegible]
[illegible] کہ اس نے اعتبار و اعتماد کی دھجیاں کس بری طرح بکھیر دی تھیں۔
[illegible] تو اس کی طبیعت بہتر تھی سالو کے چہرے پر عجیب دلکشی و سنجیدگی تھی اس نے کہا بھی نہیں کہا تھا

وہ اپنے کمرے میں جا کر لیٹ گیا تھا۔ زینب پیچھے آئی تھیں۔

"کیا ہوا ہے بیٹا؟" بیٹی کی شادی کے قریب آتے ہی تم پریشان سے ہو گئے ہو، کھانے سے بھی انکار کر دیا ہے۔" وہ اس کے قریب بیٹھتے ہوئے پریشانی سے استفسار کر رہی تھیں۔

"پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے امی! میں ٹھیک ہوں۔" وہ ان کو دیکھتے ہوئے مسکرا دیا تھا۔

"پھر کھانے سے کیوں انکار کیا ہے؟ کوئی بات ہے تو مجھے بتاؤ؟ ماں سے کوئی بات چھپائی نہیں جاتی۔"

"تم سے کبھی کوئی بات نہیں چھپائی ہے امی۔"

"کوئی بات تو ہے میرے بچے! جو تم کو بے چین کیے ہوئے ہے۔" وہ اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہہ رہی تھی۔

"آج کل میں خواب بہت دیکھ رہا ہوں امی! جس میں سو سوالوں کی طرح سوالوں نے سر اٹھایا ہے، جس میں کبھی کبھی نظر آ رہا ہے۔ اور میں یہی خواب دیکھ رہا ہوں، میری طبیعت بجھ گئی ہے پریشان ہو گیا ہوں میں۔" وہ سب سچ بتا رہا تھا۔

"خواب سچے ہوتے ہیں میرے لال! تم سوچتے بہت زیادہ ہو، پریشان رہتے ہو، وہی خواب میں تمہیں آتا ہے۔"

"میں چاہتا ہوں امی! ماہ رخ کو شہزادیوں کی طرح رکھوں، میں اس کو اس گھر میں اس محلے میں نہیں رکھنا چاہتا۔" اس کا لہجہ ماہ رخ کی محبت میں شرابور تھا۔

"ہاں ہاں! ہم سب بھی یہی چاہتے ہیں، تم فکر نہ کرو، ہم سب کی دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔"

❁ ❁

وہ کار سے اتر کر اندر آئی تو طغرل لان میں بیل کے پھولوں کے قریب کھڑا ایئر پیس پر بات کر رہا تھا۔ بلیک جینز اور وائٹ شرٹ میں وہ بجلی کی سرعت سے اس کی طرف آیا تھا اور تیز تیز چلتی ہوئی اس کے قریب سے گزرنا چاہتی تھی جب ہی وہ پکار اٹھا۔

"محترمہ اس کے بعد اب سامنا ہو رہا ہے ہمارا، سلام دعا کے بغیر ہی تم آگے بڑھ رہی ہو؟ تم کبھی نہیں سدھرو گی۔" بلیک اپ اور وائٹ جینز میں وہ بے حد حسین لگ رہی تھی اس پر اس کا گھبرایا گھبرایا سا انداز، وہ انداز طغرل کو بے حد نوٹ اور غریب لگ رہا تھا۔

"مجھے ایسی بات نہیں، میں بھلا کیوں چھپ کر آئی ہوں آپ سے۔ مجھے دیر ہو رہی ہے، پہلے ہی امی ناراض ہوں گی میں جا رہی ہوں۔" وہ تیزی سے اندر کی جانب بڑھ گئی تھی اور طغرل کی نگاہوں نے اس کا ماں تک پیچھا کیا۔ تب وہ نگاہوں سے اوجھل نہ ہوئی تھی۔

بہت عجیب سے اس کے دل میں جذبات ابھرے تھے، احساس اور انجانے احساسات نے جنم لیا تھا۔ خاصی دیر تک کھڑا سوچتا رہا، دل کی کیفیت کو محسوس کرتا رہا جو سمجھ نہ پایا تھا، وہ بیس ہو دوست کی جانب چل دیا۔

ساری رات عجیب سی کشمکش میں گزری تھی۔

"پری، چھپی بیٹھی ہو؟" اس نے خود سے پوچھا۔

"وہ پگلی تو نہیں ہے جو تمہیں اچھی لگی، تمہاری تو پری سے بھی زیادہ حسین لڑکیوں سے دوستی رہی ہے، حسن کی تعریف میں رہیں، وہ آسمان سے اتری ہوئی حوروں کی بات تو نہیں ہے۔"



مسکراہٹ بکھر رہا تھا۔

تب ہی ساحت تو کبھی نہیں ہونے تھے کہ اس نے دیکھی تھی اور چھپ کر دیکھتے رہنے میں جو خوشی ابھری تھی، اس کا دل ساری رات اور دوسرے دن تمام وقت بھی اسی سوچ میں گزرا تھا۔

❁ ❁

"کل تم جلدی کیوں چلی گئیں؟ میرے سامنے آنے سے کتراتی ہو تو تمہیں کیا؟" راحیل کی آواز میں بے چینی تھی۔

"اوہو! بہت جلدی خیال آیا ہے جناب کو؟" عائزہ نے طنزیہ انداز میں پوچھا۔

"یہ میری عادت ہے، میں جلدی خیال کرتا ہوں۔"

"شب اپنے پورے ایک ہفتے کے بعد پوچھ رہے ہو، تم اور میں کل ساری رات انتظار کرتی رہی، تمہاری کال کا انتظار، اور اب تمہیں خیال آ رہا ہے؟"

"اوہ میری جان! ناراض کیوں ہوتی ہو۔" اس کی مسکراتی آواز میں ایک محبت بھری شرارت تھی۔

"کل دوستوں کے ساتھ پروگرام بن گیا تھا اور میں تمہیں کال نہ کر سکا، پورا دن بہت مصروف رہا تھا۔"

"وہ سوری! کہیں تم ناراض تو نہیں ہو گئیں؟"

"نہیں، بہت ہو گئی۔"

"دیکھی بھی ہے؟" وہ سیے بھر میں جتلی ہو گئی۔

"تم سے بات کرنے سے پہلے ہو رہا تھا، اب نہیں ہے۔"

"میری، تم کیا تمہارے لیے یہی فکر ہیں؟" عائزہ کا لہجہ محبت سے خمار میں بھیگا ہوا تھا۔

"تم میرے لیے بہت ضروری ہو، کس طرح میں بتاؤں تمہیں کہ تم میرے لیے کیا ہو؟" وہ ہنس دیا۔

"دماغ کا علاج اب شاعری مت شروع کر دینا میرے۔" وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی تھی۔

"وہ جتنا حسین تھی ہو میرے جذبات پر مسکراتی، دوسری طرف ایک گہری آہ بھرتے ہوئے کہا۔

"میں نا! میں تم پر یوں جتنوں کی بلندی میں تو بہت خوش ہوں کہ تم مجھ سے اتنی محبت کرتے ہو۔" اس نے تڑپ کر کہا تھا جیسے دل سے ادا کی تھی۔

"پھر اب رخصتی کب ہو رہی ہے؟"

"مجھے کہیں تو جلدی ملتی تھوڑی سی دیر سے نکلنا ہے، کل کوئی گھر میں نہیں تھا تو ہم آ گئے تھے۔"

"میں سے تمہارا انتظار کر رہی تھی، میری حالت پر رحم کھاؤ، مجھے تمہاری جدائی برداشت نہیں ہو سکتی۔"

"تمہارے خیال میں میں خوش ہوں تم سے دور رہ کر؟" وہ اس کی باتیں سن کر بے چین ہو گیا۔

"چھوڑو یہ سب، کہو تو آج ہی میں تمہارے گھر آ جاؤں، جہاں اپنی مرضی سے تم نہیں آ جا سکتیں؟ بہت محبت بھرے لہجے میں اس نے کہا تھا۔

"تب خوشی سے اس جہنم میں رہ رہی ہوں؟" اس کی ہمدردی پر اس کی آنکھیں بھر آئی تھیں۔

"ان کو گھر کو ہمیشہ کے لیے چھوڑنے کی خاطر ہی میں یہاں سے نکلی تھی، جو طغرل نے سارا پلان میں بگاڑ دیا تھا، جب سے ہی وہ میری نگرانی کر رہے ہیں۔"

"میں تمہیں بچانے والا ہوں، تم صرف تھوڑا انتظار کرو۔"

"کوشش کرو جلدی کرو، بڑی مشکل سے گھر میں برداشت کر رہی ہوں۔"

عادلہ دھم سے داخل ہوئی تھی کہ وہ ڈر گئی۔

"کس سے بات کر رہی تھیں ممی؟" وہ ایک دم اچھلی۔

"اوہ ممی! تم بھی کبھی بات کیے بغیر نہیں رہ سکتی ہیں جو کچھ ہوتا اس سے وہ کچھ دیر بعد ہی ... میں کو سخت معلوم تھا اس کی عادت پر۔

"دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا؟" عادلہ نے غصے سے اس کے ہاتھ سے موبائل لے کر آف کرتے ہوئے اس سے بھی زیادہ غصے سے کہا۔

"کیا کہوں گی ممی ہے کہ تم راحیل سے محبت کی پینگیں بڑھا رہی ہو اور وہ تمہیں ڈسٹرب نہ کریں۔"

"ہونہہ... تم تو واقعی میری دشمن ہو بعض اوقات مجھے خوش دیکھ سکتی ہو۔" وہ سخت بدظن تھی۔

"اگر ایسا ہوتا تو میں کیوں تم کو آ کر بتاتی کہ ممی آنے والی ہیں۔ ہوش کھونے سے پہلے تھوڑا سوچ لیا کرو۔"

"خیر ممی کو بھی ہم میں سے جو راحیل سے بات کرتے دیکھ کر میرا اگلا دن ہی ..." اس نے موبائل فون وارڈ روب میں رکھتے ہوئے کہا۔

"جہاں ممی کے میکے کی بات آتی ہے اور سپیشلی تمہارے فیانسی کی تو وہ ہٹلر ہی بن جاتی ہیں سمجھیں تم؟"

"ارے یہ کیا سمجھایا جا رہا ہے در مجھے بھی تو معلوم ہو؟" وہ اندر آتے ہوئے سنجیدگی سے گویا ہوئی تھیں۔

"... ممی! ایسے ہی بیٹھیں۔" عائزہ کی تمام بے دردی وغصہ ہوا ہو گیا تھا۔ وہ پیچھے ہی سب کی برائی کرتی تھی منہ در منہ بات کرنے کا حوصلہ نہیں تھا، بہت محبت سے صباحت کا ہاتھ پکڑ کر صوفے پر بٹھایا تھا۔

"ممی کل کی پارٹی کیسی رہی؟ پاپا بہت ٹائم بعد آپ کو کسی پارٹی میں ساتھ لے کر گئے تھے۔"

"ساتھ وہ چڑیل بھی تو تھی۔ پاپا کو بہت اس کی محبت بے چین کرنے لگی ہے پہلے تو اس کی طرف کبھی دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے تھے اور اب یہ حال ہے کہ پارٹی میں بھی ساتھ لے گئے اس کو۔" عادلہ نے ماں کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔

"یہ بات تو میں بھی فیل کر رہی ہوں دادی جان کے بعد پاپا بھی پری کو اہمیت بہت دینے لگے ہیں۔"

"وہ تو اس سے شروع سے ہی پیار کرتے ہیں، بس یوں سمجھو جتانے کا حوصلہ نہ تھا ان میں اور گزرتے وقت نے وہ حوصلہ بھی فراہم کر دیا ہے۔" آخر کار وہ اس کی محبت کی نشانی ہے اس کی چہیتی محبوبہ کے بطن سے جنم لیا ہے اس نے۔" صباحت کے لہجے میں سخت جلاپے کا احساس تھا۔

"ممی کوئی بات ہوئی ہے؟ آپ پارٹی سے آئی ہیں تو کسی ڈپریشن میں لگ رہی ہیں؟" عادلہ نے پریشان ہو کر دریافت کیا تھا۔

"جب سے فیاض سے رشتہ جڑا ہے تب سے زندگی میں کشمکش نے ہی ڈیرا ڈال لیا ہے۔ خوشی نے میرا حق ابھی تک غصب کیا ہوا ہے تو دوسری طرف پری میری بیٹیوں کے رشتوں میں کسی مضبوط دیوار کی مانند حائل ہو جاتی ہے۔"

"اب کیا کر دیا ہے اس نے؟ کس پرپوزل کی بات کر رہی ہیں آپ؟"

"کل رات پارٹی میں عابدی بھائی کے بیٹے سے ملاقات ہوئی میں تو دیکھتی رہ گئی بے حد ہینڈسم اسمارٹ اور خوش مزاج، دو بہنوں کا اکلوتا بھائی، عابدی بھائی کی تمام دولت و جائیداد کا تنہا وارث میں نے تو دیکھتے ہی اس کو تمہارے لیے پسند کر لیا تھا مگر وہ"

"ممی! آپ ہر کسی کو میرے لیے پسند کر لیتی ہیں؟" عادلہ نے منہ بنا کر چڑتے ہوئے کہا تھا۔



غزل

زندگی شام کی طرح سی ہے
ٹمٹماتا ہوا دیا سی ہے
یہ جو آنکھوں کی کھڑکیاں بند ہیں
ان کے پیچھے اک اداسی ہے
وہ تو پتھر تھے طنز وطعنہ کے
ہم یہ سمجھے مست ہوا سی ہے
اک ٹکڑا ابر مانگا تھا
اور سر پہ اب گھٹا سی ہے
اس دنیا سے پیارے بچ کے چل
یہ بہت ہی دل رُبا سی ہے
اس میں کانٹوں کے راستے ہیں بہت
اور پھولوں کی بس اداسی ہے
ہم نے جب بھی کواڑ کھولے ہیں
باہر ماتم کی اک فضا سی ہے

جب تمہیں نیند تک نہیں آتی
کل یہ سمجھو کہ وہ خفا سی ہے

سہاس گل ... رحیم یار خان

غزل

اتنا آسان نہیں تیرا یوں مجھ کو بھلا دینا
میں اتنا یاد آؤں گا تو جتنا بھی بھلائے گا
کبھی میں پیار تیرا تھی تم مجھ کو ساتھ رکھتے تھے
اب دور ہو کتنا پھر بھی پیار میرا ستائے گا
کیوں اتنے خفا ہو کہ مجھ کو تنہا چھوڑ گئے ہو
تیری یاد عمر بھر اداس رکھے گی بتا کب منائے گا
میرے دل کی سرزمین ہے تیرے بنا اداس
بتا کب تو آئے گا؟ کب پاس بلائے گا؟
تو چھوڑ کر تو جا رہا ہے مگر سن لے فری
تو جب بھی لوٹ کر آئے گا مجھے منتظر پائے گا

فرح طاہر قریشی ... ملتان

"ارے وہاں تو پارٹی میں سب جو تھیں بیگمات اپنی بیٹیوں کو بڑھ چڑھ کر اس سے ملوا رہی تھیں اور بیٹیاں اس کے گلے کا ہار بننے کو مری جا رہی تھیں، ایک وہ تھا کہ پری کے سوا اس کو کوئی لڑکی ہی نہیں بھا رہی تھی۔"

"چھوٹی اور پری تو بچی ... ناسمجھ رہی ہوگی؟ پاپا کو دکھانی ہے آپ کی ٹیک پارسائی کے کارنامے نامعلوم کس طرح ایک جھلک میں ہی مردوں کو اپنا دیوانہ بنا لیتی ہے وہ۔"

"بات تو ایمان داری کی یہ ہے کہ وہ شیری سے در بے تکلف نہیں ہوئی تھی بلکہ اس کے چہرے کی ناپسندیدگی دور سے ہی محسوس ہو رہی تھیں اور وہ تو گویا دیوانہ بن گیا تھا پری کو دیکھنے کے بعد اس نے کسی لڑکی کی طرف نگاہ غلط کر کے بھی نہ دیکھا اور پری کے آنے کے بعد وہ پارٹی چھوڑ کر چلا گیا تھا حالانکہ مسز عابدی نے اسے بے حد روکنا چاہا تھا۔"

وہ دونوں بیٹیوں کے چہروں کو بغور دیکھ رہی تھیں شاید وہ یہ محسوس کرنا چاہتی تھیں ان کی بیٹیوں کے چہروں پر وہ ملاحت، میز دلربائی، رعنائی اور معصومیت جھلکتا وہ حسن کیوں نہیں ہے جو پری کے چہرے سے اس کے سراپے سے نمایاں ہوتا ہے جو ہر ایک کو اپنی طرف لمحے بھر میں متوجہ کر لیتا ہے۔ ایسا نہیں تھا کہ وہ خوب صورت نہیں تھیں ان کی بیٹیوں کا شمار خوب صورت لڑکیوں میں ہوتا تھا، فرق صرف یہ تھا کہ انہوں نے اپنی بیٹیوں کو محبت دی تھی اس گھر میں بیٹیوں کو وہ اعتماد ملا تھا جو والدین کی موجودگی سے بچوں کو ملتا ہے اور پری اس اعتماد سے محروم تھی۔ یہی محرومی حزن بن کر اس کی شخصیت پر چھا گیا تھا اور سے سنجیدگی و تکلف کے خول میں مقید کر دیا تھا اس کا یہ جتناب دور بر صنف مخالف کے

یہ پُرکشش تھا تو صباحت جیسے لوگوں کے لیے باعث صدمہ تھی۔
"آپ کیوں پریشان ہوتی ہیں ممی! اب ایسا بھی کوئی اس دور میں عاشقانہ مزاج نہیں رکھتا کہ ایک ہی نظر میں محبت کرنے لگے کسی سے اور وہ بھی پری سے۔" عابد نے بے پروائی سے کہا۔
"یہی تو بات ہے جو میری بھی سمجھ میں نہیں آتی ہے اس سوکھی سڑی لڑکی میں ایسی کیا کشش ہے جو وہ کھنچے جاتے ہیں اس کی طرف طغرل کو دیکھو کس نے پنجے میں کیا اور اب فیاض بھی... دوشیزگی!"
"آپ کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے ممی! جس طرح وہ اس کی طرف بڑھتے ہیں جب ان کو حقیقت معلوم ہوتی ہے کہ اس کی ممی کو طلاق ہو چکی ہے سن کر دور ہٹ جاتے ہیں۔ ہمارے معاشرے میں نا بیوہ کی اور نا ہی طلاق یافتہ عورت کی کوئی عزت اور وقار ہے۔" عابد نے اعتماد بھرے لہجے میں کہا۔

❁ ☆ ❁

اماں جان کو ماں اللہ بھی توقع نہ تھی کہ صدف اس طرح ان کو ایسا جواب دے دیں گی، ان کے دل میں پہلے دب سے رہ گئی تھی پری کو طغرل کی دلہن بنانے کی، اس ارمان کو پورے ہونے میں ایک دو دن نہیں کئی سال لگے تھے۔
جس کا جواب چند لمحوں میں ان کو مل گیا تھا اور وہ خواہش کسی کانچ کی طرح ٹوٹ کر بکھر گئی تھیں وہ گرمی مانی کرنے والی ساس کی طرح ہوتیں تو صدف سے بات ہی بالا ہی بالا اپنے بیٹے سے ہی اس خواہش کا اظہار کر سکتی تھیں اور ان کو یقین تھا وہ ماں کی بات کبھی رد نہیں کرتے اور صدف کی مجال نہ تھی وہ ان کے آگے منہ کھولے گی مگر وہ چاہتی تھیں ان کی پری سسرال میں وہ تمام محبتیں وہ پیار وصول کرے جو خوشی خوشی بیاہ کر لے جانے والے لوگ اپنی بہو کو دیتے ہیں۔
"دادی جان! چائے لاؤں آپ کے لیے؟" پری جو ان کو خاصی دیر سے سوچوں کی عمیق گہرائیوں میں غوطہ زن دیکھ رہی تھی قریب آ کر استفسار کرنے لگی۔
"ہوں... چائے؟ ارے ہاں دل نہیں چاہ رہا ہے۔"
"آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا دادی جان! کل رات سے آپ مجھے بے حد پریشان لگ رہی ہیں، کیا بات ہے؟" وہ متفکر سی ان کے قریب بیٹھ کر گویا ہوئی۔
"ٹھیک ہوں میری بچی، کسی سے کیا بات ہوئی ہے؟"
"کوئی بات ضرور ہے دادی جان! آپ کچھ چھپا رہی ہیں کل گئی تھی تو آپ بہت خوش تھیں اور واپسی پر بالکل ہی خاموش تھیں آپ۔ آپ نے یہ بھی نہیں پوچھا کہ پارٹی کیسی رہی؟ وہاں جا کر مجھے کیسا لگا؟ وہ لوگ کیسے تھے؟" وہ بضد ہوئی تو اماں کو بھی احساس ہوا کہ ان کی دلگرفتہ و افسردہ کیفیت پری کو بے چین کر رہی ہے قبل اس کے کہ وہ صورت حال کی تہہ تک پہنچے انہیں خود کو سنبھال لینا چاہیے۔
"مجھے کہہ رہی ہو تم خود کو تو دیکھو جب سے آئی ہو چپ چپ ہو کیا وہاں کسی سے جھگڑا ہوا ہے تمہارا؟" وہ مسکراتے ہوئے پوچھ رہی تھیں۔
"جی ہاں دادی جان! جھگڑا ہوا تھا میرا۔"
"ارے جھگڑا ہوا تھا؟ سچ مگر کس سے بھئی؟" وہ شدید درجہ حیرت میں مبتلا ہوئی تھیں۔
"عابدی انکل کے بیٹے نے اس نے بنا اجازت میری تصویریں لی تھیں میں تو اس کے پیچھے لگانے لگی تھی وہ تو آنٹی اور نانی آپا بیچ میں آ گئی تھیں اس لیے بچ گیا وہ۔" اس کے لہجے میں بے زاری و ناپسندیدگی بھی موجود تھی۔
"تمہاری تصویریں بنائی تھیں اس نے مگر کیوں؟"



معلوم نہیں اس نے ایسی گھٹیا حرکت کیوں کی ہے؟ میں نے آنٹی سے شکایت کی ہے اس کی تو وہ کہنے لگیں میں پریشان نہیں ہوں وہ میری تصویریں جلد مجھے دے دیں گی۔
"دراصل یہ طریقے تو بچے لوگوں کے نہیں ہوتے ہیں۔" تو اس کو بھی لگا مگر اس کو تسلی دیتے ہوئے بولیں۔
"تم فکر مت کرو بیٹا تو اتنی ہی بدل گئے ہیں جو تم پہلے فضول اور عیب بھی جان گئیں، وہ اب بھی ان دنوں میں چھپانی میں شمار ہوتی ہیں، اس لڑکے کی نیت میں کھوٹ نہیں ہوگا وہ جانتا ہے تم فیاض کی بیٹی ہو اور فیاض کی وہ عزت بے حد عزت کرتے ہیں۔ چند دن صبر سے بیٹھ جاؤ، تمہاری تصویریں تم میں تو میں اپنے ہاتھوں سے اس کے والدین کے جوتے کھاؤں گی اور پھر نگاہوں کی کہ ساری زندگی اس کو یاد رہیں گے۔"
"ٹھیک ہے دادی جان میں آپ کے لیے چائے لاتی ہوں۔"
کمرے کے باہر سے قدموں کی آہٹیں گونج رہی تھیں اور وہ جاتی ہی تھی آنے والوں نے اس کے آنے سے پہلے وہاں سے نکل جانا چاہتی تھی سو تیزی سے دروازے سے وہ تیزی سے نکل گئی تھی۔
"یہ کس بدبخت کو جوتے لگانے کی پلاننگ ہو رہی ہے دادی؟" اس نے کمرے میں قدم رکھا تھا اور پری کمرے سے باہر نکل کر اس کی نگاہوں سے تیزی سے نکلتی پری کا دھانی آنچل او جھل ہوا تھا وہ مسکراتا ہوا ان کے قریب بیٹھ گیا تھا۔
"کل رات جب تم بہو کے ساتھ گئے ہوئے تھے تب ہی فیاض بھی صباحت اور پری کو اپنے ساتھ اپنے دوست کے ہاں تقریب میں لے گیا میں تو فیاض کو بیٹی کی طرف سے آتے دیکھ کر بہت خوش ہوں اس نے پری کو ایک نگاہ دیکھنا بھی نہیں تھا۔"
"عائزہ اور عادلہ بھی گئی تھیں انکل آپی کے ہمراہ؟" وہ قدرے چونک کر گویا ہوا تھا۔
"نہیں وہ کسی سہیلی کی سالگرہ میں گئی تھیں۔"
"کس سہیلی کی؟ کس جگہ دادی جان؟" طغرل کو عائزہ پر بالکل اعتماد نہیں تھا۔
"اللہ جانے بیٹا! کہاں کہاں اور کس کس جگہ پر ان لڑکیوں نے سہیلیاں بنائی ہوئی ہیں، فیاض تو بہت نگرانی کرنے والا باپ ہے مگر وہ صباحت کی بے پروائی ہے ساری جو فیاض سے بنا اجازت ہر جگہ جوان جہان بچیوں کو بھیج دیتی ہے۔" اب ان سوچوں سے بے خبر وہ بولے جا رہی تھیں۔ "اتنا نازک وقت آ گیا ہے شرافت وضع داری اور مروت کا دور ہی نہیں رہا۔ کل پارٹی میں عابدی کے بیٹے نے بنا اجازت پری کی فوٹو اتاری ہیں۔"
"جی! یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ؟"

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

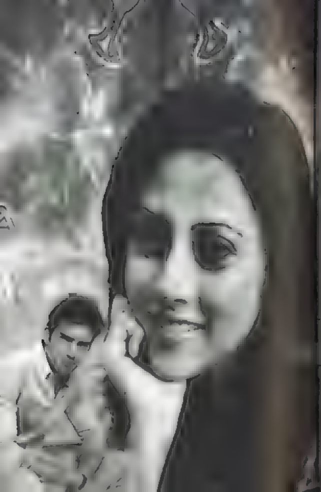

# من کے دریچے

عابدہ سبین

زندگی کی راہ میں اسے سوچتے ہیں ہم
محبتوں کی چاہ میں اسے چاہتے ہیں ہم
وہ نگاہ جس کا التفات کبھی بھولتے نہیں
سی اک نگاہ سے ہر شام تکتے ہیں ہم

اس حویلی نما گھر کی طرزِ تعمیر پرانی سہی مگر اس کے مکینوں کی سوچ اتنی پرانی ہرگز نہیں تھی جتنا کہ اس کی مما نے بنا رکھی تھی۔ رسم و رواج کے پابند پردہ و پرہیز ایک دوسرے سے محبت، وری ظ دوسروں کے لیے ہمدردی اور خلوص اور بزرگوں کے حکم کی پاسداری۔ ہاں شاید نہی چیزوں کو مما پرانی سوچ اور گھٹیا ذہنیت کا نام دیتی تھیں کیونکہ ان کے گھر کے ماحول میں تو یہ سب تھا ہی نہیں۔ ڈیڈ اور بھیا کو اپنے بزنس سے فرصت نہ تھی، مما کے اپنے ہی مشاغل تھے۔ رات کو سونا، دوپہر کو اٹھنا، پھر یوگا، ناشتا اور پھر پارلر انہیں رات میں روز ہی کسی پارٹی میں جانا ہوتا تھا۔ مما کی اتنی ساری فرینڈز تھیں، روزانہ ہی کسی نہ کسی کے گھر پارٹی ہوتی تھی، کبھی ڈیڈ کی بزنس پارٹیاں، جن میں وہ بڑے شوق سے شرکت کرتی تھیں۔ اس کی مما ایک الٹرا ماڈرن خاتون تھیں، بچوں کے لیے ان کے پاس کبھی وقت نہیں رہا اور ڈیڈ، مما کے مقابلے میں کچھ خیال رکھنے والے بچوں کو توجہ دیتے تھے پر اپنی معروف زندگی میں سے۔ ہاں یہ ضرور تھا کہ ڈیڈ چھٹی والے دن کہیں نہیں جاتے تھے سارا ٹائم گھر پر رہتے، شاید اسی لیے ان دونوں بہن بھائیوں کے دل میں ماں باپ کی طرف سے بدگمانی نہیں تھی، جو اکثر بچوں میں ہوتی ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ ڈیڈ بیوروکریٹ ہونے پر اس چھوٹے سے گاؤں سے تعلق رکھتے تھے، شہر کی دنیا میں جا کے بُری طرح خود کو گم کر کے مما جیسی ماڈرن بیوی کے ہوتے بھی ان کے اندر وہ تمام تر تہذیب و تربیت موجود رہی جو اس گاؤں کی خاصیت تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اپنی مما سے کہیں زیادہ وہ ڈیڈ کے قریب تھی، البتہ اس کا بھائی بالکل مما پر گیا تھا لیکن احزاز شاہ کے مزاج میں ڈیڈ کی تربیت ضرور موجود تھی، اپنے بھائی کے بارے میں سوچتے ہوئے اس کے لب مسکرا دیئے۔

"خیریت مس کشف نواز خود بخود مسکرایا کیوں جا رہا ہے؟" مدیحہ کی آواز پر یکدم وہ چونکی پھر ہنس دی۔

"یونہی فارغ بیٹھی تھی سوچا کچھ اچھی باتیں یاد کرلوں۔"

"او کے! لو چائے" "یہاں شام کی چائے بہت کم لوگ پیتے تھے، خاص طور پر بزرگ سوائے دادی جی کے مگر اس کا شام کی چائے کے بنا گزارا نہیں تھا۔ مدیحہ، حماد جس دو ہر دادا جی، صرف چار بندے تھے یہ جو اس وقت چائے پیتے تھے، دادی ماں خوف تھیں اس جان جلانے والی بیماری کے۔

"آج حماد نہیں آیا ابھی تک؟"

"ہاں تم ٹھیک کہہ رہی ہو، میرے بیٹے
تم بھی اب اپنی ڈیٹ شیٹ بھیج دیا ہے۔"
"مدیحہ تم تو پڑھائی میں ہمیشہ سے اچھی تھیں۔"
"تو کیا ہوا؟ ہمیں یہاں لڑکیوں کو میٹرک کے بعد پڑھنا معیوب سمجھا جاتا ہے۔ حماد بھائی نے صرف اپنی ضد پر مجھے بی اے کروایا ہے۔"
"کیا تمہارے گاؤں کی مائیں تعلیم کے خلاف ہیں؟"
"نہیں، اعلیٰ تعلیم کے خلاف ہیں۔ یہاں گاؤں میں کئی سال پہلے دو لڑکیوں نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی مگر بعد میں اس نے غلط قدم اٹھایا، تب سے لوگ لڑکیوں کو زیادہ پڑھاتے ہوئے ڈرتے ہیں، صرف میٹرک تک اسکول ہے یہاں اور اس کی بھی کہیں اجازت ہے۔"
"یہ بہت افسوس ناک ہے ہمارے معاشرے کا بہت بڑا المیہ ہے۔ چند لڑکیوں کے غلط فیصلوں کی سزا ہم معاشرے کی تمام لڑکیوں کو دیتے ہیں۔"
"سو تو ہے کشف، مگر غلط بھی تو ہم جیسی لڑکیاں کرتی ہیں۔ پھر سب عمر بھر اپنے فیصلے پر پچھتاتی رہیں۔"
"مدیحہ تم لو میرج کے خلاف ہو؟" کشف نے سوال کیا۔
"پتا نہیں کشف، مگر میرے خیال سے محبت صرف شادی کے بعد بہتر ہے۔ اس سے پہلے صرف جذباتیت ہوتی ہے اور بس۔"
"یعنی ہمارے ماں باپ جس کسی بندے سے ہمارا رشتہ جوڑ دیں جس کے بارے میں ہم جانتے تک نہ ہوں اور اس کا مزاج، خاندانی پس منظر یہ سب تمہارے نزدیک ٹھیک ہے؟"
"نہیں کشف، میں اس چیز کے خلاف نہیں ہوں۔ یہ ماں کی اپنی سوچ ہوتی ہے اپنا نکتہ نظر ہوتا ہے۔ ہمارے ماں باپ ہمارے لیے جو فیصلہ کرتے ہیں تو یقیناً بہتر سے بہتر ہمارے اچھے برے کا سوچ کر کرتے ہیں۔ کیونکہ ماں باپ کو اپنے بچوں کے مستقبل کی فکر ہوتی ہے۔ لڑکیاں جب پیدا ہوتی ہیں تب سے ہی ماں باپ کو ان کی فکر ستانا شروع ہو جاتی ہے۔"
"مدیحہ تم ٹھیک کہہ رہی ہو، ہم ان معاملوں میں تمہاری بات مان بھی لیں، تمہارے والد بالکل بھی یہ سوچ نہیں ہے کہ اگر تمہارے والدین تمہارے لیے جو منتخب کرتے ہیں تم سے ملنے دیں، اس سے بات کرنا، اس کا مزاج، سوچ اور طبیعت کا تمہیں اندازہ ہو جاتا ہے۔ اس کی پسند ناپسند معلوم ہو جائے اس طرح آنے والی زندگی سہل ہو جاتی ہے۔"
"کشف میرے نزدیک زندگی کی خوب صورتی اسی چیز میں ہے کہ اگر میرے والدین میری شادی ایسے انسان سے کرتے ہیں جسے میں شادی سے پہلے جانتی ہوں، اس کی سوچ، پسند ناپسند ہر چیز کا مجھے علم ہو، تو پھر شادی کے بعد اور شادی سے پہلے کی زندگی میں کیا فرق رہ جائے گا؟ ایک ایسے انسان سے رشتہ جڑنا جس کی ہر بات ہر سوچ میرے سامنے ہو، دھیرے دھیرے اس کے مزاج کے ہر موسم سے مجھے آشنائی ہو، ہر گزرتے دن میں اس کی پسند مجھے پتا چلے تو زندگی کتنی اچھی گزرے گی، ایک شخص کے ساتھ پوری عمر گزارنی ہے پرت در پرت دھیرے دھیرے ہم ایک دوسرے کو سمجھیں اور جانیں اور جب مکمل آشنائی ہو تو زندگی خود سہل ہو جاتی ہے۔"
"اور اگر پسند ناپسند پر تکرار ہو، چھوٹی چھوٹی باتوں پر روزانہ بحث یا تکرار ہو تو پھر؟"
"یہ تو زندگی کا حصہ ہے کشف، ایسی تکرار تو ان جوڑوں میں بھی ہوتی ہے جو ایک دوسرے کو جان کر شادی کرتے ہیں۔"
"اُف مدیحہ! تم بہت حیرت انگیز باتیں کر رہی ہو۔" کشف نے تعجب سے کہا۔
"دراصل کشف تمہارے اور میرے ماحول اور سوچ میں جو فرق ہے اس وجہ سے شاید ہم ایک دوسرے کی بات نہیں سمجھ سکتے۔"
"تو کیا مدیحہ، جب بھی میری سمجھ میں نہ آئے، اللہ تعالیٰ تمہاری ہر خواہش پوری کرے اور تمہیں ایسا ہی



انسان ملے جس کے ساتھ تم خوش رہو۔" اس اختلاف سے ہٹ کر مدیحہ سے بہت پسند تھی تب ہی تو صرف چند دنوں میں ان دونوں میں گہری دوستی ہو گئی تھی۔ اسے مدیحہ کا یہ بھولا پن بہت اچھا لگا تھا کہ اس نے اپنا ساتھی چن لیا ہے۔ حماد حسن کی صورت میں کشف نے خود اپنی خوشی پالی ہے، اب صرف گھر جا کر ڈیڈ اور ممی سے بات کرنا باقی تھی۔
"بہت یاد کروں گی میں تمہیں کشف، تمہارے آنے سے میری بوریت دور ہو گئی تھی۔ اچھی دوست مل گئی تھی۔ اب جانے کب ملاقات ہو؟"
"انشاءاللہ بہت جلد میں آپ کو مدعو کروں گی" اور کبھی نہ بچھڑنے کے لیے۔" اس کی آنکھوں کی چمک اور ہونٹوں کی شرارتی مسکراہٹ پر مدیحہ بھی مسکرا دی۔
"مگر کیا انکل آنٹی مان جائیں گے؟"
"ڈیڈ تو خوشی سے مان جائیں گے مگر ممی اور بھائی تھوڑا ناراض ہوں گے لیکن ہونا تو وہی ہے جو میری خواہش ہے۔"
"اللہ کرے!" مدیحہ نے دل سے دعا کی اگر کشف نواز کے روپ میں اسے بھی بھابی مل جائے تو اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے۔
"چلو کشف! ہم لیٹ ہو رہے ہیں۔" حماد اسے چھوڑنے جا رہا تھا۔ وہ سب سے مل کر اس کے ہمراہ چل پڑی۔ اس کے آنے سے سب جتنے خوش تھے اس کے جانے پر اتنے ہی رنجیدہ بھی تھے۔ اسٹیشن تک وہ خاموش رہے تھے، گاڑی میں بیٹھتے ہی وہ حماد احسن کی اتری صورت دیکھ کر ہنس پڑی۔
"تمہیں کیا ہوا ہے؟"
"کشف! مجھے نہیں لگتا ہم دونوں نے مل کر زندگی گزارنے کے جو خواب دیکھے ہیں وہ کبھی حقیقت ہوں گے۔ تمہارے اور ہمارے درمیان ماحول کی یہ دیوار..."
"بس پلیز! میں نے خواب نہیں دیکھے سوچ سمجھ کر کھلی آنکھوں سے تمہارے ساتھ زندگی گزارنے کا فیصلہ کیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ ڈیڈ میرا ساتھ دیں گے۔ باقی مجھے کسی کی پروا نہیں۔ میں زندگی ممی کے ہر پھرتے بے ہودہ لڑکوں کے ساتھ نہیں گزار سکتی۔ ساری عمر اس ماحول میں رہنے کے باوجود حماد مجھے وہ ماحول نہیں بھاتا۔ میں وہاں سے دور جانا چاہتی ہوں پُرسکون اور صاف ستھرے ماحول میں، بناوٹ اور جھوٹ سے پاک ماحول میں جہاں صرف ایک دوسرے سے ہمدردی سے جب بیٹھ کر ایک دوسرے کا دکھ سکھ بانٹتے ہیں۔" وہ جذباتی ہو گئی۔
حماد نے اس کے نرم نازک ہاتھ پر مضبوط ہاتھ دھرتے ہوئے کہا۔ "میرا مقصد یہ نہیں تھا۔"
"مجھے پتا ہے تمہارے دل میں خوف ہے لیکن حماد! تم اپنے اور میرے ارادوں کو یوں کمزور مت کرو۔ مجھے پتا ہے شہر کے اور یہاں کے ماحول میں فرق ہے لیکن تم تو یہاں کے عام لوگوں کی طرح نہیں ہو نا، تم ایک ڈاکٹر ہو، سمجھ بوجھ رکھتے ہو۔ میرے ڈیڈ کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟ ان کی تو خود یہ خواہش تھی میرا ہاؤس جاب مکمل ہو جائے تو وہ میری شادی کسی اچھے ڈاکٹر سے کر دیں گے۔ اس چیز سے کیا فرق پڑتا ہے کہ تم کسی شہر کے بڑے اسپتال کے بجائے یہاں گاؤں کے لوگوں کی خدمت کر رہے ہو۔"
کشف نہیں چاہتی تھی کہ حماد احسن اور اس کے درمیان کوئی بھی چیز وجہ اختلاف بنے۔ وہ ایک حقیقت پسند لڑکی تھی اور تمام تر حقیقتوں کو سمجھ کر اس نے یہ فیصلہ کیا تھا۔

❁ ☆ ❁

"کشف بیٹا! اگر تم نے یہ فیصلہ صرف میری وجہ سے کیا ہے تو میں خوش ہوں مگر میں تمہاری خوشی چاہتا ہوں بیٹے! میں سمجھتا ہوں تمہاری تربیت اور پرورش جس ماحول میں ہوئی ہے وہ گاؤں کے ماحول سے بالکل الگ ہے۔ محض چند روز گزار کر تم اتنا بڑا فیصلہ کر رہی ہو؟ یہ محض جذباتی فیصلہ ہے۔"
"نو ڈیڈ! حماد حسن کے ساتھ زندگی گزارنے کا فیصلہ محض وقتی یا جذباتی نہیں ہے۔ میں نے تمام حقیقتوں کو

مد نظر رکھا ہے، اور پھر ڈیڈ وہ بھی تو ڈاکٹر ہے میری طرح۔ یہ ہی خواہش تو تھی آپ کی... ڈیڈ! زندگی بھر پیسہ کمانا ہی تو مقصد حیات نہیں ہوتا۔ پیسے کی کمی مجھے یہاں ہے اور وہاں ہوں۔ حماد حسن انسانیت کے لیے وہاں کے لوگوں کی ہمدردی میں ان کی خدمت کر رہا ہے اور میں بھی چاہتی ہوں کہ میں بھی ان لوگوں کے لیے کچھ کروں اور رہی اس ماحول میں ایڈجسٹ کرنے کی بات تو مجھے وہاں کا پرسکون ماحول یہاں سے اچھا لگتا ہے۔ یقین کریں ڈیڈ! یہ فیصلہ میں نے سوچ سمجھ کر کیا ہے اور اس امید پر کہ آپ میرا ساتھ دیں گے۔"

"بیٹے! مجھے صرف تمہاری خوشی عزیز ہے اور بس اگر تم خوش ہو تو وہی ہوگا جو تمہاری خواہش ہے۔" ڈیڈ نے اسے تسلی دی تو وہ مسرور ہوگئی لیکن دھماکا تو ہونا تھا۔ جب مما کو یہ بات پتا چلی تو وہ فوراً ہی اس کے سر پر آ کھڑی ہوئیں۔ اتفاق سے بھیا بھی گھر پر تھے۔

"تم پاگل ہوگئی ہو کشف! اس گندے ماحول میں چند دن گزار کر میری ساری تربیت پر پانی پھیرنا چاہتی ہو؟ کیا چاہتی ہو تم کہ تمہاری مما تاعمر تمہاری شکل نہ دیکھیں؟ میں ایسا ہرگز نہیں ہونے دوں گی، ویسے بھی میں نے مسز بخاری سے کہہ دیا ہے دانیال بخاری کے لیے۔"

"مما! یہ ہرگز نہیں ہوگا۔ میں فیصلہ کر چکی ہوں، میں صرف حماد حسن سے شادی کروں گی۔"

"آخر ان پست ذہن لوگوں نے تم پر کیا جادو کر دیا ہے جو تم ہماری بچی ہی نہیں رہیں؟"

"خدا کے لیے مما! کتنی اشرف لوگ ہیں، آپ نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی ہے، شہر کے جدید ماحول میں رہتی ہیں، ہائی سوسائٹی میں آپ کا نام ہے اور سوچ آپ کی کیا ہے؟ جادو ٹونے... خدایا! مما وہ لوگ پست ذہن نہیں ہیں، ہم اس طرح کی باتیں نہیں سوچتے۔"

"بس یہ ہی ڈر تھا مجھے اتنی دیر تمہارے باپ کو اس گندے ماحول سے الگ کرنے میں لگی تھی اور اب تم چار دن وہاں رہ آئیں تو تمہارے دماغ پر بھی اس کا اثر ہے۔ لیکن کان کھول کر سن لو میں ہرگز تمہاری شادی وہاں نہیں کروں گی۔ میں بھی مسز بخاری کو فون کرتی ہوں کہ وہ دانیال اور تمہاری منگنی کی تیاری کریں۔" اس کا یہ دو ٹوک فیصلہ سن کر ڈیڈ کو مخالفت کرنی پڑی۔

"سلمٰی بیگم! ہر بات کو ضد اور انا کا مسئلہ مت بنایا کرو۔ ہمارے لیے ہمارے بچوں کی خوشیاں سب سے اہم ہیں۔"

"وہ کنویں میں چھلانگ لگانا چاہتی ہیں تو لگانے دوں شاہنواز احمد!" وہ تلملا کر بولیں۔

"ساری عمر تمہاری میرے خاندان سے نفرت برقرار رہی ہے لیکن آج میں اپنی بچی کی خوشیاں تمہاری نفرت کی بھینٹ نہیں چڑھنے دوں گا۔" ڈیڈ کو شدید غصہ آگیا۔ وہ دونوں بہن بھائی جانتے تھے کہ ڈیڈ دل کے مریض ہیں، غصے سے ان کی طبیعت بگڑ جاتی ہے سو جہاں کشف اٹھی وہیں اعزاز شاہ بھی اٹھ کر آیا تھا۔

"ڈیڈ پلیز! آپ غصہ نہ کریں اور مما! اگر کشف نے اپنی مرضی سے یہ فیصلہ کیا ہے تو آپ کو کیوں اعتراض ہے؟ وہ بچی نہیں ہے اپنا اچھا برا سمجھتی ہے۔" وہ پہلی بار اس سارے معاملے میں بولا تھا۔

"اعزاز تم بھی؟ ارے یہ دونوں باپ بیٹی پاگل ہوگئے ہیں تم کم از کم تو میرا ساتھ دو۔"

"ہاں ہیں ہم پاگل لیکن سلمٰی بیگم! اب تم بھی کان کھول کر سن لو جو کشف چاہتی ہے وہی ہوگا۔ میں دیکھتا ہوں کون مجھے منع کرے گا۔" ڈیڈ چیخ کر بولے تو اگلے ہی پل سینہ تھامنے لگے۔ مما یہ بگڑتی صورتحال دیکھ کر چپ ہوگئیں اور وہ دونوں بہن بھائی ڈیڈ کی طرف متوجہ ہوگئے۔ ڈیڈ کو ان کے کمرے میں لٹا کر انہیں دوا دے کر جب وہ باہر آئے تو اعزاز شاہ بولا تھا۔

"کشف! یہ ساری زندگی کا معاملہ ہے کیا تم نے اچھی طرح سوچ لیا ہے تم وہاں لائف گزار سکتی ہو؟"

"یس برادر! میں نے بہت اچھی طرح سوچ کر یہ فیصلہ کیا ہے۔" اس کا لہجہ اٹل تھا۔

"جیسے تمہاری مرضی! میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔" اعزاز یہ کہہ کر آگے بڑھ گیا اور وہ مسکرا دی جب بھیا بھی مان گئے ہیں مما بھی مان ہی جائیں گی۔

ڈیڈی کی طبیعت سنبھل نہیں رہی تھی کیونکہ روز ہی کسی مسئلے کو ڈسکس کیا جاتا تھا۔ افسوس کشف کو مما کے توہین آمیز رویے پر ہوتا تھا مما تو ان لوگوں کو انسان ہی نہیں سمجھتی تھیں۔ یہ سسرال سے ہر عورت کو ہی شکایت ہوتی ہے۔ مگر مما کو تو ان سے نفرت تھی، وہ بھی نچلے درجے کی اور اس کی وجہ وہ سمجھ نہیں پاتی تھی اگر ان سے اتنی نفرت تھی تو ڈیڈ بھی ان میں سے ہی تھے پھر مما نے انہیں کیسے قبول کر لیا تھا۔ ٹھیک ہی کہتا تھا حماد حسن۔ "کشف! جتنا آسان تم سمجھ رہی ہو یہ سب اتنا آسان ہے نہیں۔" اب اسے سمجھ آیا تھا کہ حماد حسن نے اپنی پوری تعلیم شہر میں مکمل کی مگر کبھی ان کے گھر کیوں نہیں آیا حالانکہ وہ ان کا سگا پھوپھی زاد تھا۔ مما نے کتنے پیار بھرے رشتے ان سے ہمیشہ دور رکھے تھے۔ پھوپھو، اماں، بڑے ابا، چاچو صرف بڑے چاچو تھے جو ان کے گھر آتے تھے۔ شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ بھی اپنی حقیقت بھول کر شہر کے اس دوغلے ماحول میں رچ بس گئے تھے۔

وہ بظاہر ناشتا کر رہی تھی۔ آج اس کی ڈیوٹی آف تھی اور پھر اپنی ذہنی پریشانی کی وجہ سے وہ کمرے سے ہی نہیں نکلی تھی مگر ذہن کہیں اور ہی الجھا ہوا تھا۔ ڈیڈ اور بھیا بھی ناشتے کے بعد اخبار دیکھ رہے تھے۔ مما اب تک سو کر نہیں اٹھی تھیں۔ ناشتے کے بعد وہ ڈیڈ کے پاس آ بیٹھی جو اس کا مرجھایا چہرہ دیکھ چکے تھے۔

"کشف! بیٹے تم ٹھیک تو ہو؟"

"یس ڈیڈ" بظاہر بے پروائی سے کہہ کر اس نے ٹیبل پر سے اخبار اٹھا لیا۔

"مجھے پتا ہے بیٹا! تم اداس ہو مگر فکر مت کرو تم جیسا چاہو گی ویسا ہی ہوگا۔"

"مگر ڈیڈ! میں مما کی مرضی کے بنا یہ کیسے کر سکتی ہوں؟ میری خواہش ہے کہ میری اس خوشی میں تمام لوگ دل سے شامل ہوں لیکن مما...؟"

"ایک بات کہوں! اگر اپنی مما کی رضامندی کی فکر ہو گی تو یہ خواہش چھوڑ دو۔ جس عورت نے مجھ سے میرا ہر رشتہ چھڑوا دیا میرے ماں باپ، بیوہ بہن، چھوٹا بھائی اور اسے اس چیز پر ذرا پشیمانی نہیں تو وہ تمہیں بھی ان لوگوں سے ملنے نہیں دے گی۔" ڈیڈ آزردہ لہجے میں بولے۔ اعزاز نے کبھی ان باتوں پر غور نہیں کیا تھا پر آج وہ بھی سن رہا تھا۔

"ڈیڈ! مما کیوں کمتر سمجھتی ہیں ان لوگوں کو؟"

"کیونکہ تمہارے گرینڈ فادر یعنی نانا اور میرے بابا دونوں سگے بھائی ہیں۔ تمہاری ماں شروع سے اسی ماحول کی عادی تھی۔ اس کے والد نے اس کی مرضی کے خلاف اس کی شادی مجھ سے کر دی مگر وہ ہمارے گھر میں اور وہاں کے سادہ ماحول میں رہ نہ سکی۔ کوشش کرتی تو شاید رہ بھی سکتی تھی مگر تمہاری ماں کو تو یہ لگتا تھا کہ اس کی زبردستی شادی کر کے سب نے اس سے دشمنی نکالی ہے، وہ نا صرف اپنے والدین سے بلکہ میرے گھر کے ہر فرد سے خفا تھی۔ مجھ سمیت میرے تمام گھر والوں سے نفرت کرتی تھی، ہمیں جاہل، اجڈ، گنوار، ان پڑھ جانے کن کن لفظوں سے نوازتی۔ اماں بی نے سب سہہ لیا کیونکہ وہ ان کے جیٹھ کی بیٹی تھی لیکن تمہاری ماں کی دن بدن بڑھتی نفرت نے میرے اندر لاوا بھر دیا اور ایک دن میں غصے میں اسے لے کر شہر آیا اور اس کے ماں باپ کے گھر چھوڑ گیا۔ میرے تایا مجھے روکتے رہے مگر میں نہیں رکا۔ گھر پہنچا تو میرے ماں باپ آگ بگولہ مجھ پر برس پڑے کہ میں نے غلط کیا بلکہ اگلے دن ہی وہ مجھے لے کر بھائی کے گھر شہر آگئے ان سے معافی مانگی اور تمہاری ماں کو منایا کہ گھر چلے لیکن تمہاری ماں نے صاف منع کر دیا۔ بیٹا! ہمارے بزرگ یہ رشتہ ختم نہیں کرنا چاہتے تھے۔ دو بھائی الگ ہوں نہیں چاہتے تھے اس لیے ابا جی نے تمہاری ماں سے پوچھا کہ وہ کیا چاہتی ہے اور اس نے صاف الفاظ میں کہہ دیا کہ

"اماں! آپ بیٹے کا گھر بسانا چاہتے ہیں تو آپ کو یہاں شہر میں رہنے کی اجازت دیں اور ساتھ ہی یہ بھی کہ یہ میرے گھر سے کسی طرح کو مجھ سے ملنے آنے کی اجازت نہیں ہوگی میں چاہوں تو خود گاؤں جا کے مل سکتا ہوں۔' مجھے یہ شرط قطعی منظور نہیں تھی مگر ابا جی نے ان کی یہ بات بھی مان لی کہ میرا گھر نہ اجڑے وہ نہیں سمجھ سکے کہ گھر دلوں سے بنتے ہیں اور جب دلوں میں جگہ نہ رہے تو گھر نہیں بنتے میں نے ان کی بات تو مان لی مگر ان سے شدید خفا ہوگیا جب تک ابا زندہ رہے مجھے تمہاری کبھی یاد نہیں آئی مگر ان کے گزر جانے کے بعد مجھے کوئی پروا نہیں تھی مجھے تو پہلے ہی چھوٹی تھی ابا جی کے بعد ان کا کاروبار میرے کندھوں پر آ گیا اور بچوں میں بھی اس مصروف ترین زندگی کا حصہ بن گیا۔ تم دونوں سے ہوتے تو شاید میں کب کا چلا جاتا کیونکہ تمہاری ماں کو نہ گھر کی قدر ہے نہ شوہر اور نہ بچوں کی صرف پیسہ ہی اس کے لیے سب کچھ ہے۔ ایسے میں اگر میں کوئی غلط فیصلہ کرتا تو تم دونوں کی زندگی تباہ ہو جاتی اور میں اپنے بچوں کو کوئی دکھ نہیں دینا چاہتا تھا۔ میں نے تمہاری ماں کو اس کے حال پر چھوڑ دیا اور اپنے آپ کو کاروبار اور بچوں میں مگن کرلیا۔ ماں باپ سے خفا تھا سو مڑ کر وہاں کبھی نہیں گیا لیکن تم نے خواہش کی جانے کی تو تمہیں منع بھی نہیں کیا۔' پہلی بار ایسا ہوا کہ انہوں نے ڈیڈ کو تنا کر سر شکست خوردہ دیکھا تھا۔ ان کی آنکھوں کے گوشے نم تھے۔ ہاں یہ سچ تھا کہ ڈیڈ کی توجہ اور محبت پا کر ہی وہ بڑے ہوئے تھے ممی کی اپنی مصروفیت تھی ان کے پاس تو شاید اپنے بچوں کے لیے وقت بھی نہیں تھا۔

"ڈیڈ پلیز!" احمر اٹھ کر ان کے پاس آ گیا۔ "آپ کیوں ابھی ہو رہے ہیں ممی کو ان کے حال پر چھوڑ دیں اور آپ کشف کی شادی کی تیاری کریں۔"

"احمر، تم چلو گے میرے ساتھ گاؤں کشف اور تمہاری شادی کرنے کے لیے؟"

"ڈیڈ میری ایک ہی بہن ہے ہم اس کی شادی دھوم دھام سے کریں گے نہیں پہ گھر سے رخصت کریں گے۔"

"ہاں مگر بات سب کے لیے تو جانا پڑے گا نا۔"

"جب آپ چاہیں میں تیار ہوں۔ مگر آپ ممی کی ٹینشن نہ لیں پلیز! آپ ٹھیک ہو جائیں گے تو ہم جائیں گے نا۔"

"میں بالکل ٹھیک ہوں مجھے فکر یہی تھی کہ کہیں تم بھی اپنی ماں کی طرح نہ ہو جاؤ مگر مجھے خوشی ہے کہ تم میرے ساتھ ہو۔" واقعی شاہ نور احمد، احمر اور شانزہ کی رضامندی سے مطمئن تھے۔ وہ بہت پرسکون اور ہلکا پھلکا محسوس کر رہے تھے خود کو۔

"ڈیڈ!" احمر نے ان کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھاما۔ "میں جانتا ہوں ممی کی طرح میں بھی اسی ماحول کا عادی ہو چکا ہوں اگر میں منع کرتا تو صرف اس لیے کہ کشف اس ماحول کی عادی نہیں ہے پر جب وہ ہی راضی اور خوش ہے تو بھلا مجھے کیا اعتراض۔"

"شکریہ برادر۔" کشف نے بھائی کو مشکور نظروں سے دیکھا تو وہ مسکرا دیا۔

❁ ❁

ممی سے تمام گھر والوں کا بائیکاٹ کر رکھا تھا۔ کشف انہیں منانا چاہتی تھی مگر ڈیڈ اور احمر بھائی کا خیال تھا کہ فی الوقت یہ کوشش فضول ہے سو وہ بھی چپ ہو گئی۔ گاؤں جانے کا فیصلہ ہو چکا تھا۔ ڈیڈ نے ممی سے قطع تعلق کر لیا تھا اور ڈرائیور کو ڈیڈ اور احمر دونوں ہی روانہ ہوئے تھے۔

گاؤں پہنچے تو لمحہ بھر کو شاہ نور احمد کی حالت قابل دید تھی۔ برسوں بعد وہ گاؤں آئے تھے۔ ماں جی اور بابا جی نے انہیں دیکھ پیار کرتے ہی دعا دی تھی۔ ان کی آنکھیں ترس گئی تھیں اپنے بیٹے کو دیکھنے کے لیے۔ اماں جی تڑپ کے آگے بڑھی تھیں اور شاہ نور احمد نے ان کے شانوں پر سر رکھ دیا۔ بابا جی کی آنکھ سے آنسو کافی دیر ٹھہر رہے۔

"السلام علیکم ماموں جی!" اس کی آواز پر وہ بھی چونکے تھے اور جب اپنے سامنے خوبرو اور دراز قد سے نوجوان کو کھڑا دیکھا تو آنکھوں والے نوجوان کو دیکھ کر فوراً پہچان گئے کہ حماد حسن ہی ہو سکتا ہے۔

"وعلیکم السلام بیٹا!" انہوں نے گرم جوشی سے اسے گلے لگایا۔ حماد اور شاہ نور کی تو بات سے جل تھی۔ خدا کا شکر ہے کہ ڈیڈ کے دل و دماغ میں بھی کسی کو نظر آنے کی سنجیدگی سے گلہ شکوہ نہیں تھا۔ تمام سب سے پہلے اس نے پہلی بار کیا تھا۔ دوسرا یہاں پہنچے تو ڈیڈ کی جو حالت تھی اب تک کسی پر بھی نہ کھل سکی تھی۔

"رستے میں بڑی دیر ہو گئی۔" حماد احسن نے مسکراتے ہوئے معذرت کی۔

"ماں صدقے جائے پتر۔" ماں جی نے ڈیڈ کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ زندگی میں پہلی بار وہ پوتے پوتی کو دیکھ رہی تھیں۔ ڈیڈ کے بعد ماں جی کی سب سے پیاری بات کی مت پیار نہ چھوڑا بھی کی تھیں۔

"عدیلہ ہمارا نظر نہیں آ رہا ماں جی؟" کافی دیر رہنے کے بعد ہی شاید چھوٹا بھائی نظر نہیں آیا تو وہ پوچھ بیٹھے مگر جواب میں سب کے چہروں پر چھائی اداسی میں فکرمند کر گئی۔ "ماں جی! کیا بات ہے آپ سب اتنے چپ اور غمزدہ کیوں ہو گئے؟" ان کے استفسار پر ماں جی رو دیں۔

"شاہ نور پتر! کل تیرے ابا کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔ بڑی بری حالت ہے میرے بچے کی۔"

"ماں جی! آپ لوگوں نے مجھے اطلاع کیوں نہیں دی؟"

"پتر ہم تو ڈر گئے تھے۔"

"ماں جی! ہماری کیا غلطی، صرف اس عورت کی وجہ سے آپ لوگوں نے مجھ سے میرا ہر رشتہ دور کر دیا ہے میں اس عورت کا غلام تو نہیں ہوا کہاں ہے عدیلہ مجھے ملنا ہے اس سے۔"

"ماموں پلیز! آپ بھی تھکے ہوئے ہیں کچھ دیر آرام کریں پھر میں آپ کو ہسپتال لے جاؤں گا۔"

"ہسپتال! مگر اس کے پاس وہاں ہے کون؟"

"پتر! عدیلہ وہاں ہے بس کی گئی۔"

"حماد بیٹا! مجھے بھی لے چلو میں برسوں سے بچھڑا ہوں بھائی سے اب صبر نہیں ہوتا۔ میرا چھوٹا بھائی ہسپتال میں ہے میں کیسے آرام کرلوں تم چلو۔"

"شاہ نور کوئی چائے پانی تو پی لے۔ ابھی تو آئے بیٹھے ہے۔"

"جی ڈیڈ! لقد بہتر کرنے والا ہے آپ پریشان نہ فکر مت کریں۔ ابھی فریش ہو جائیں پھر چلیں گے۔" احمر ان کی طبیعت کے باعث پریشان ہوا وہ تو جانتا ہے کہ ڈیڈ بی پی کے پیشنٹ تھے اور سب جانتا تھا ایکسیڈنٹ شاید احمر ان سے سمجھے کہ ڈیڈ کو کچھ ہوا شاید وہ خاموش ہو گئے۔ فریش ہو کر آئے تو کھانا تیار تھا ابا جی کی خاطر سب نے انکار نہیں کیا۔ احمر بھی فریش ہو کر آ گیا تھا۔ کھانے کے فوراً بعد وہ جانے کو تیار تھے۔ حماد انہیں اپنی گاڑی میں ہسپتال لے گیا تھا۔ عدیلہ اصغر بھی بچپن کے بہت قریب تھے لیکن اس سے وہ دونوں مل بیٹھ کر انہیں اداس ہیں۔

"دیکھو ماموں! کشف نے بھی ڈیڈ" حماد نے ہولے سے مدیحہ کو بتایا۔

"السلام علیکم تایا جی!"

"جیتی رہو بچے!" انہوں نے اس کا سر تھپتھپایا تبھی عدیلہ اصغر کے وجود میں جنبش ہوئی تو شاہ نور ان کی طرف لپکے۔

"عدیلہ میرے بھائی! دیکھو تو میں تم سے ملنے آیا ہوں۔" ان کے لہجے میں بے تابی تھی۔ آنکھوں میں نمی تھی ان کی آواز پر عدیلہ اصغر نے بمشکل آنکھیں کھولی تھیں۔

"بھائی جی! آپ؟" ان کی آنکھوں کے گوشے بھر آئے۔

"آنکھیں ترس گئیں بھائی جی آپ کو دیکھنے کو میری آخری خواہش تھی کہ زندگی میں ایک بار آپ سے مل لوں پھر رب چاہے سانس کی بھی مہلت نہ دے اور سوہنے رب نے پوری کردی...." وہ بہت مشکل سے بول رہے تھے۔

"نا میرے جھلے بھائی! ایسا نہ کہہ اللہ تجھے میری حیات بھی لگادے اللہ تجھے صحت دے۔" وہ تڑپ اٹھے تھے۔

"ماموں" حماد نے انہیں پکارا اور آنکھوں کے اشارے سے زیادہ بات کرنے سے منع کیا۔

"اچھا! اب تو زیادہ باتیں نہ کر جلدی سے اچھا ہوجا پھر باتیں کریں گے۔ میں یہیں ہوں ابھی تیرے پاس" انہوں نے بھائی کا ہاتھ تھام کر تسلی دی۔ "دیکھ تیرا بھتیجا بھی آیا ہے تجھ سے ملنے" انہوں نے کہا تو احتراز نے آگے بڑھ کر سلام کیا وہ خوش ہوگئے۔

"جگ جگ جیو بچے! لمبی عمراں ہووے۔" کافی دیر وہ اسپتال میں رہے مگر عبدالجبار کو زیادہ بولنا نہیں تھا تو انہوں نے منع کردیا کہ وہ خاموش بیٹھے رہیں۔ شاہ نواز نے مدیحہ کو اپنے پاس بلایا اور اس سے باتیں کرنے لگے جب کہ حماد اور احتراز باہر نکل گئے۔ واپسی پر حماد اسپتال میں رہ گیا اور مدیحہ ان کے ساتھ آگئی۔

"پتر انہوں نے کل سے تو نے اپنا کیا حلیہ بنالیا ہے جا میری رانی" اماں نے مدیحہ کا ماتھا چوما وہ بھیگی آنکھیں لیے اٹھ گئی۔

"ہاجرہ! میری رانی کے لیے کھانا گرم کرکے لا بھوکی ہے وہ کل سے" انہوں نے ملازمہ کو حکم دیا پھر بیٹے سے مخاطب ہوئیں۔ "شاہ نواز! مدیحہ دو سال کی تھی جب ماں کا سایہ سر سے اٹھ گیا لیکن پھر کوثر بانو نے ماں بن کر اسے پالا۔ تیرے بہنوئی کی وفات کے بعد اس کے سسرال والوں نے اسے حویلی سے نکال دیا چار سال کا حماد لے کر یہ یہاں آگئی پھر حماد اور مدیحہ دونوں کو اس نے یوں پالا جیسے سگے بہن بھائی ہوں، مدیحہ اسے پھوپو

کہیں امی کہتی ہے حماد کی طرح اور حماد کو بڑا بھائی سمجھتی ہے۔ بچی پریشان ہے اسپتال سے گھر تک نہیں آتی۔"

"اماں جی! باپ کی حالت ایسی ہو تو اولاد کو کب سکون آتا ہے۔"

"اللہ میری رانی کی دعائیں قبول کرے میرا بچہ جلد ٹھیک ہوکر گھر آجائے۔"

"آمین" شاہ نواز نے دل میں کہا۔ مدیحہ کے آنے کے بعد اماں جی نے اسے زبردستی تھوڑا سا کھانا کھلایا تھا پھر سے اپنی گود میں لٹالیا۔

"کچھ دیر سوجا پتر"

"مجھے نیند نہیں آتی اماں! میرا دل اِدھر بابا میں اٹکا رہے گا۔"

"اللہ خیر کرے گا بچے! اب کل سے تو بہتر ہے نا" وہ جواباً کچھ نہ بولی بس خاموشی سے آنکھیں موند گئی کیونکہ حماد احسن نے انہیں تسلی دینے کے لیے یہی کہا ہوگا ورنہ وہ اور بھائی دونوں جانتے تھے کہ بابا کی حالت بہت سیریس ہے۔

"احتراز کہاں ہے شاہ نواز!"

"وہیں حماد کے ساتھ ہی ہوگا اماں جی!" وہ بولے تبھی احتراز اندر داخل ہوا تھا اور شاہ نواز کے برابر میں آ بیٹھا۔

"ڈیڈ! یہ گاؤں ہے یہاں سہولیات کی کمی ہے کیوں نا ہم چاچو کو شہر لے جائیں اپنے ساتھ کسی اچھے اسپتال میں ان کی دیکھ بھال ہوگی تو وہ جلد سنبھل جائیں گے۔ میں نے حماد کو بھی یہ آئیڈیا دیا ہے کہ مزید دیر نہ کرے اور چاچو کو لے کر ہمارے ساتھ چلے۔"

"بچے! کہتے تو تم ٹھیک رہے ہو حماد سے میں بھی بات کرتا ہوں۔"

"پر شاہ نواز! یہاں وہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہے تو ہمیں حوصلہ ہے۔ اتنی دور ہم کیسے جائیں گے؟" اماں کا لہجہ بھر آگیا۔

"دادی! ہمت رکھیں چاچو کو وہاں اچھی ٹریٹمنٹ



ملے گی نا ... مزید ہوں گے دیکھیے گا وہ بہت جلد اچھے ہوجائیں گے" اس نے اپنی دادی کو تسلی دی۔

"چلو اللہ بہتر کرے گا۔" فی الوقت سب خاموش ہوگئے۔ رات میں شاہ نواز اپنے بھائی کے ساتھ اسپتال میں رہے تھے۔ جب کہ احتراز کو رات گزارنا مشکل ہوگیا۔ ایک نئے اور انجان ماحول اور جگہ پر نیند آنا بہت دشوار تھا۔ ساری رات اس نے سوتے جاگتے گزاری تھی۔ کچھ دیر آنکھ لگی تھی کہ اذان کی آواز پر پھر سے جاگ گیا وہ لاؤنج میں آگیا لیکن وہاں آکر اسے شدید حیرت ہوئی تھی۔ گھر کے سب لوگ جاگ چکے تھے۔ خواتین نماز ادا کررہی تھیں۔ دادا جی بھی شاید مسجد سے آئے تھے ان کے ہاتھ میں تسبیح تھی۔ وہ انجانی سی شرمندگی کا شکار ہوگیا۔ ایک وہ لوگ تھے جو شاید سالوں نماز نہیں کرتے تھے صرف عید کی نماز ہی جو وہ لوگ ادا کرتے تھے۔ ڈیڈ، احد، نسال تھے جن کے گھر میں جنہیں اس نے نماز ادا کرتے دیکھا لیکن وہ بھی باقاعدہ نہیں اور یہاں ... خدایا! ہم کیسے مسلمان ہیں؟ اس کے دل کو کچھ ہوا تھا۔ فریش ہوکر اس نے وضو کیا اور نماز ادا کرنے مسجد گیا۔ واپسی پر اس کے دل کو بہت سکون ملا تھا۔ حویلی کے اندر قدم رکھا تو دادا جی کی آواز میں قرآن پاک کی تلاوت اس کی روح تک میں اتر گئی۔ وہ ان کے پاس ہی پلنگ پر بیٹھ گیا۔ گھر کی خواتین بھی قرآن پاک پڑھ رہی تھیں لیکن دادا جی باآواز بلند تلاوت کررہے تھے جو اس کے دل ودماغ کو پُرسکون کر رہی تھی۔

"اور پتر! رات کو نیند تو ٹھیک آئی نا؟" قرآن پاک رکھ کر دادا جی نے پوچھا۔

"جی ہاں آ ہی گئی تھی۔" حالانکہ وہ رات بھر سو نہ پاتا تھا پھر بھی وہ انہیں تسلی دے گیا۔

کشف تو ہمارے ماحول میں یوں رچ بس گئی تھی جیسے وہ ہمیشہ سے ہمارے ساتھ ہو۔ کئی دن اس کے جانے کے بعد حویلی میں سونا پن رہا۔ بڑی پیاری بچی ہے کشف" ان کے بیچ میں کشف سے ہے بہت

پیار تھا۔

"وہ بھی آپ لوگوں کو بہت یاد کرتی ہے۔"

"تم سے مل کر یوں لگا جیسے شاہ نواز کی نوعمری لوٹ آئی ہو۔ وہی عادتیں ویسا ہی مزاج دوسروں میں گھل مل جانے والا مگر تیرا مزاج کچھ الگ ہے۔ لگتا ہے تجھے بھی ہم پسند نہیں آئے نا؟"

"تجھے بھی" کا مطلب وہ اچھی طرح سمجھتا تھا۔

"نہیں دادا جی! ایسا نہیں ہے بس میری طبیعت ہی ایسی ہے۔ میں خاموش رہتا ہوں نا اس لیے" یہ سچ تھا کہ وہ کشف کی طرح جلد گھلنے ملنے والا بندہ ہرگز نہیں تھا۔ وہ تو اپنی ذات میں گم سنجیدہ مزاج کم گو سا بندہ تھا اور پھر ظاہر ہے یہاں تو وہ زندگی میں پہلی بار آیا تھا۔

"مجھے لگا شاید تجھے بھی ہم اور ہمارا ماحول اچھا نہیں لگا۔"

"ایسی کوئی بات نہیں دادا جی! آپ سب لوگ بہت اچھے ہیں میں خوش ہوں آپ لوگوں سے مل کر۔" اس نے مسکرا کر کہا۔ ان کی باتوں کے درمیان ہی ملازمہ نے ٹیبل وہاں رکھ کے ناشتا لگا دیا تھا۔

"چل پتر! ناشتا کرتے ہیں۔" دادا جی نے کہا تو وہ بھی ناشتے کی طرف متوجہ ہوا۔ پراٹھے لسی مکھن اتنا سب کچھ ناشتے پر دیکھ کر وہ چپ نہ رہ سکا۔

"دادا جی! میں اتنا بھاری ناشتا نہیں کرتا۔"

"ارے بچے! کچھ نہیں ہوتا۔ تو نے کون سا روز یہ کھانا ہے چل کھالے" دادی بھی آگئیں۔

"نو دادی اماں! پلیز مجھے صرف چائے منگوادیں میں مزید کچھ نہیں لوں گا۔"

"خالی پیٹ چائے مت پینا نقصان دیتی ہے۔" دادی ابھی اسے ہدایت کرہی رہی تھیں کہ ملازمہ ٹرے سجائے آئی اور اس کے سامنے رکھ دی۔ سلائس آملیٹ اور چائے۔

"شکریہ" وہ مسکرایا۔ ناشتے کے بعد وہ حماد کے پاس اسپتال چلا گیا چاچو کی ابھی حالت ویسی ہی تھی...

"حماد تم ڈاکٹر کو مجھ دور ہو پلیز مزید دیر مت کرو
جاؤ کو ... دور سے ساتھ چلو۔"

"احمر اور میرے ہسپتال میں کسی بھی چیز کی کمی نہیں
ہے ... ڈاکٹر کی بات تو ... شاء اللہ دس بجے تک
... ڈاکٹر یہاں پہنچ رہے ہیں ماموں نے ... کے لیے
ملک کے بہترین ڈاکٹر بلوائے ہیں وہ۔"

"... جیسی تمہاری مرضی۔" اس نے مستقر کر کہا
ہسپتال دیکھ ... وہ نذر ... کر چکا تھا کہ اس ہسپتال میں شہر
کے بڑے سے بڑے ہسپتال والی ہر سہولت موجود ہے۔
کہیں سے بھی یہ ... ہسپتال نہیں لگتا تھا
جو حماد حسن کی محنت اور لگن کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ احمر
نے دل کی خواہش تھی کہ اس کے چاچو صحت یاب
ہو جائیں لیکن ڈاکٹرز کے پہنچنے سے پہلے ہی چاچو کی
حالت بہت بگڑ گئی انہیں سنبھالنا مشکل ہو گیا۔ حتیٰ کہ حماد
خود بری طرح پریشان ہو گیا تھا وہ مسلسل فون پر ڈاکٹرز
سے رابطہ ... تھا ... چاچو کے قریب ہی کھڑے تھے۔

"بھائی جی امید ... نہیں ... میری بچی"

"حوصلہ رکھو عبدالجبار! تجھے کچھ نہیں ہو گا۔" انہوں
نے بھائی کو حوصلہ دیا۔ ڈاکٹرز کے پہنچتے ہی چاچو کو آپریشن
تھیٹر لے گئے ... ڈیڈ کی حالت اس وقت بہت خراب تھی۔

"ڈیڈ ان شاء اللہ چاچو ٹھیک ہو جائیں گے۔" اس
نے اپنے دل میں عجیب سی مایوسی تھی مگر پھر بھی اس نے
ڈیڈ کو حوصلہ دینا چاہا۔ بہتر کرنے والا تو اللہ ہے رزق اور
موت بے شک اس کے ہاتھ میں ہے ... سرف ... تھی
جو ... کر رہے تھے دو گھنٹے بعد چاچو کو آئی سی یو میں منتقل
کیا گیا تھا مگر اس وقت بھی ان کی حالت ویسی ہی تھی۔ حماد
حسن کے چہرے پر آنے والی مایوسی اور دکھ و اضطراب
سے اسے فوراً ہی سمجھا دیا تھا۔ شام کو کہیں جا کر انہیں ذرا سا
ہوش آیا تھا تو انہوں نے صرف ڈیڈ سے ملنے کی خواہش
کی تھی۔ حالانکہ اس لمحے ... بیٹی سب سے زیادہ تڑپ
رہی تھی ... کو دیکھنے کو ... چند روز میں منت ... گئے۔

"حماد بچے دیکھو تو عبدالجبار ٹھیک تو ہے نا ... اس

وقت تقریباً سب ہی وہاں موجود تھے۔

"تایا آپ پلیز دعا ... ماموں بہت جلد ...
ہو جائیں گے میں دیکھتا ہوں۔" اس سے پہلے ... 
جاتا ڈیڈ باہر آ گئے۔

"حماد بیٹا ... بھی ... اور ... کو ... سے جا
عبدالجبار سے مل لیں گے۔" قبل اس کے کہ وہ کوئی ...
سے کچھ کہتے ڈیڈ خود ہی بول پڑے۔ پھر وہ سب تو چاچو
کے پاس چلے گئے مگر احمر ... ڈیڈ کو دیکھ رہا تھا۔

"کیا بات ہے ڈیڈ! آپ کیوں ... بجھ سے
گئے ہیں؟"

"کوئی بیٹا! آپ کو ویسے ہی محسوس ہو رہا ہو گا۔ میں ٹھیک
ہوں۔" احمر ارخاموش ہو گیا مگر رات کی تنہائی کی الجھن،
فکر مندی حد سے سوا ہو گئی ... کے عالم کی تہ ہوتا اور چاچو کی
بھی ... آنکھ لگی ... رات کا جانے کون سا پہر تھا آج
اسے کچھ نیند آئی تھی مگر پھر آنکھ کھل گئی۔ ڈیڈ اس کے
ساتھ ہی تھے ... گیسٹ روم میں مگر ڈیڈ کو بیڈ پر نہ پا کر وہ
اٹھ بیٹھا۔ حیرت اور پریشانی تب ہوئی جب اس نے ڈیڈ
کو جائے نماز پر بچھے ... بڑبڑاتے ہوئے دیکھا۔ جانے وہ
کیا مانگ رہے تھے اس رب سے ... مگر ان کا آنسوؤں
سے تر ہوتا چہرہ احمر ... سے دیکھا گیا۔

"ڈیڈ ... اس نے کندھے پر ہاتھ رکھا تو وہ چونک
گئے جلدی سے چہرہ صاف کیا۔ جائے نماز سمیٹ کر
رکھی۔ "آپ ٹھیک ہیں نا ڈیڈ؟"

"میں ٹھیک ... بس یوں ہی دل پریشان ... 
تھا سوچا اس رب ... جھکنے سے دل کو سکون ملے گا۔
بس اس لیے ... تو پھر ڈیڈ نظر ... 
رہے تھے جب سے وہ چاچو سے مل کر ... 
سے اضطراب میں تھے۔

"نہیں ڈیڈ کوئی بات ہے ضرور جو آپ مجھ سے
چھپا رہے ہیں ... ڈیڈ کیا مسئلہ ہے؟" وہ ... 
قریب ہی بیٹھ گیا۔ اس کا چہرہ اس لمحے بھی آنسوؤں
سے بھیگا ہوا تھا۔



... میں بد نصیب ہوں۔ میرے بھائی
... اور موت کی کشمکش میں مجھ سے
... خواہش کی ہے کیسے میں پوری نہیں
... مجھے سکون سے نہیں جینے
... دوں؟"

"ڈیڈ ... کیا خواہش ہے جو آپ پوری
نہیں کر سکتے؟"

"میں کسی کو بھی مجبور نہیں کرنا چاہتا بچے مگر اپنے
بھائی کی آس بھری نظروں کا سامنا کرنے کی بھی
... نہیں ..."

"ڈیڈ کیا آپ کے بھائی کی خواہش سے بڑی ہے
مجبوری جو آپ ماں نہیں سکتے؟ اس وقت صرف چاچو
... ہیں ... کیا مجبوری ہے وہ مجھے بتائیں۔"

"احمر تم میری مجبوری سمجھو گے میری بات مان
... صرف تمہارے بس میں ہے ہماری خواہش پوری
... میرے بھائی کی خواہش کا پاس رکھو۔" ڈیڈ نے اس
کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام کر امید بھری نظروں
سے دیکھا۔

"خدا کے لیے ڈیڈ مجھے صاف الفاظ میں بتائیں نا
... کیا ہے چاچو نے اور میرے بس میں کیا
ہے؟ میں ان کے کیا کام آ سکتا ہوں؟" وہ شدید الجھن کا
شکار ہو گیا تھا۔

"... عبدالجبار نے مجھ سے ہاتھ جوڑ کر
درخواست کی ہے کہ وہ مرنے سے پہلے اپنی بیٹی کا گھر بستا
دیکھنا چاہتا ہے۔ ڈاکٹرز نے صاف الفاظ میں کہہ دیا ہے
... کے پاس وقت نہیں ہے اور وہ چاہتا ہے کہ ابھی
... مدیحہ کا نکاح ہو جائے۔"

"... اس میں اتنا پریشان ہونے کی کیا
... ہے؟" ... سے ڈیڈ کو دیکھا۔

"... صرف مجھے بتا کر یہ بات کہنے کا مقصد یہ تھا
... کی خواہش ہے کہ میں مدیحہ کا نکاح تم سے

کر دوں۔" کتنی آس امید سے ڈیڈ نے اسے دیکھا تھا جو
یہ سن کر ہی اچھل پڑا تھا۔

"کیا ... نہیں ... نہیں ... یہ ناممکن ہے۔
پلیز ڈیڈ!"

"میں جانتا ہوں احمر ... تبھی تو اللہ سے حضور معافی
طلب کر رہا تھا کہ میں اپنے مرتے بھائی کی ایک خواہش
تک پوری نہیں کر سکتا۔ تب ... چھوڑ ... ہوں میں۔" وہ بری
طرح رو دیے۔

"خدا کے لیے پلیز ڈیڈ!" اس وقت احمر ارشاد کی
حالت پاگلوں سے بدتر تھی ایک طرف اس کا سارا مستقبل
تھا تو دوسری طرف ڈیڈ اور چاچو کی خواہش۔ "ایک دیہات
لڑکی ... دیہاتی سی ... میں ساری عمر ایک لڑکی کے
ساتھ کیسے گزار سکتا ہوں ڈیڈ؟"

"احمر ار بچے! میں مجبور ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ میں
تمہارے ساتھ زیادتی کر رہا ہوں، اللہ گواہ ہے کہ میں
تمہیں ساتھ لایا تھا مگر میرا ایسا ارادہ نہیں تھا مگر اپنے بھائی
کی خواہش کے لیے میں تمہارے ساتھ ہاتھ جوڑتا ہوں
مجھے مایوس مت کرنا۔"

"ڈیڈ!" اس کے پیروں تلے سے گویا کسی نے زمین
کھینچ ... وہ خود کو گہری پستی میں ڈوبتا محسوس کرنے لگا
"یہ کیا کر رہے ہیں آپ....!" ڈیڈ کے دونوں ہاتھ تھام
کر اس نے لبوں سے لگا لیے۔ "آپ کو اپنی پرورش پر اتنا
بھی اعتبار نہیں ہے جو آپ مجھے یوں اپنی ہی نظروں میں
گرا رہے ہیں؟ پلیز ڈیڈ! میں ... خود سر اور ضدی سہی مگر
اپنے ڈیڈ کا سر جھکنے نہیں دوں گا۔ آپ چاچو سے کہہ دیں۔
میں وہی کروں گا جو آپ کی خوشی ہو گی۔" اس لمحے اس
کے سامنے صرف ڈیڈ تھے صرف ڈیڈ اور ان کی محبت
ڈیڈ نے اسے خود سے بھینچ لیا۔

اگلی صبح ہی اس کا اور مدیحہ کا نکاح ہو گیا شاید چاچو اسی
انتظار میں جی رہے تھے شام میں ہی خالقِ حقیقی سے جا
ملے اور حویلی میں کہرام مچ گیا۔ وہ چاچو کی وفات کے بعد
... ڈیڈ کو کچھ دن بعد آنے کا کہہ کر چلا گیا تھا۔

حویلی کے لوگوں کو ابھی ان کی ضرورت تھی۔

❀ ... ☆ ... ❀

کشف ان کے کاندھے سے لگی رو رہی تھی اور چاچو اس الجھن میں تھا کہ اس کے کافی دیر رونے کے بعد اسے احساس ہو کہ کشف کافی دیر سے رو رہی ہے اور وہ اسے تسلی تک نہ دے سکا۔

"کشف پلیز! خاموش ہو جاؤ، دیکھو زندگی موت تو اللہ کے ہاتھ ہے نا! ہم تو بے بس ہیں، اب رو مت چاچو کے لیے دعا کرو۔"

"بھیا! ابھی تو ہم ملے تھے بہنوں سے۔ پہلی بار میں نے اپنے چاچو کو دیکھا تھا اور دوبارہ دیکھنا نصیب نہ ہو۔" وہ پھر سے رو پڑی۔

"مجھے علم ہے کشف! تم نے تو پھر بھی ان کے ساتھ اچھے دن گزارے ہیں، ہنستے مسکراتے، تمہاری یادوں میں وہ دن رہیں گے مگر میں ان سے پہلی بار ملا بھی تو ہسپتال میں، جب وہ شدید تکلیف میں تھے۔ میرے پاس تو ان کے حوالے سے کوئی مسکراتی یاد بھی نہیں ہے۔"

"بھیا ہم کو تو اتنا دھچکا لگا ہے تو مدیحہ کی حالت کیا ہوگی؟ ماں بچپن میں ہی اسے چھوڑ گئی تھیں اور باپ کا سایہ بھی نہ رہا، وہ تو مر مر کر جی رہی ہوگی۔ کاش ان لمحوں میں میں اس کے پاس ہوتی۔ میرا دل پھٹ رہا ہے یہ سوچ سوچ کر کہ وہ کس حال میں ہوگی۔ بھیا! آپ نے اسے تسلی دی تھی؟ وہ آپ کی کزن ہے آپ نے..."

اس لڑکی کے نام سے ہی اسے شدید الجھن ہونے لگی تھی۔

"اوہو کشف! میں نے ایسا کچھ نہیں کیا، تمہیں زیادہ شوق ہے نا اس سے ملنے کا تو ڈیڈ کے ساتھ آ رہی ہے وہ۔ کرتی رہنا اس سے ہمدردی!"

"بھیا!" وہ ششدر رہ گئی۔ شاید حارز کو بھی احساس ہو گیا تھا کہ جھنجلاہٹ میں شاید وہ غلط زبان استعمال کر گیا ہے۔

"کشف پلیز! اس لڑکی کا ذکر میرے سامنے مت کرنا، میرا دماغ پھٹنے لگا ہے۔" وہ غصے سے کہتا اٹھ گیا اور

کشف کو حیران کر گیا لیکن یہ حیرت زیادہ دیر نہ رہی، ایک ہفتے کے بعد جب ڈیڈ آئے تو مدیحہ ان کے ساتھ تھی۔

"سلمیٰ! تمہیں پتا ہے اپنی بھابی..." بجائے اس کے کہ مما کسی افسوس کا اظہار کرتیں انہوں نے ڈیڈ کی بات ہی کاٹ دی اور لہجے میں کہا۔ "اور یہ کون سا تحفہ لے کر آئے ہیں آپ اپنے گاؤں سے؟"

"زبان سنبھال کر بات کرو سلمیٰ! یہ میری بھتیجی ہے۔"

"تو؟" مما نے مدیحہ پر پھر تنقیدی نظر ڈال کر مدیحہ کو دیکھا۔ "کتنے دن کے لیے لے کر آئے ہیں یہ دیہاتی میم؟"

"یہ اب..." وہ ابھی بات مکمل کر ہی رہے تھے کشف آ گئی اور مدیحہ کو دیکھتے ہی اس سے لپٹ گئی۔ مدیحہ کا دل پھر بھر آیا اور وہ رو پڑی۔ کشف خود بھی رو رہی تھی ڈیڈ نے ان دونوں کو چپ کرایا۔ مما اب تک بے زار دیکھ رہی تھیں جیسے وہ نسان ہی نہ ہو۔

"کشف! مدیحہ کو اپنے ساتھ لے جاؤ تاکہ یہ فریش ہو جائے پھر اسے کھانا کھلاؤ۔"

"اوکے ڈیڈ!" کشف اسے اپنے ساتھ اپنے کمرے میں لے گئی۔

"کیا مصیبت پڑ گئی تھی تمہیں جو ایک جاہل گنوار اٹھا لائے۔ حویلی میں اس کے لیے جگہ تنگ پڑ گئی تھی کیا؟ باپ کے مرنے کے بعد؟"

"تم سے بات کرنا انتہائی فضول ہے سلمیٰ بیگم! ایک بات کان کھول کر سن لو کہ مدیحہ اب یہیں رہے گی ہمارے ساتھ۔"

"مگر کیوں شاہ ور؟"

"اس لیے کہ اب وہ اس گھر کی بہو ہے، تمہارے بیٹے کی بیوی ہے۔" یہ خبر سنی تھی دھماکے سے کم نہ تھی پھر تو سلمیٰ بیگم کچھ بھی بولنے کی سکت کھو بیٹھیں۔ حارز جو ابھی ابھی سٹنگ روم میں داخل ہوا تھا اور اپنے ڈیڈی کی بات سن چکا تھا۔ مما کی پھٹی پھٹی نظریں اب اس پر

تھیں۔ وہ اپنی جگہ جیسے جم سی گئی تھیں۔

"احرار! شاہ نواز نے کشف سے جو بیاہ کیا مگر تم سے مجھے یہ امید نہیں تھی۔"

"مجھے غلط مت سمجھیں مما! یہ نکاح میری خوشی یا خواہش نہیں، مجبوری بن گیا تھا۔"

ڈیڈ نے تاسف سے بیٹے کو دیکھا وہ اتنا جانتے تھے کہ احرار اس نکاح سے خوش نہیں ہے مگر اندازہ نہیں تھا کہ وہ اپنی ماں کے سامنے یوں خود کو [illegible] رہے گا۔

"یہ ڈیڈ اور چچا کی خواہش تھی" وہ مزید صفائی دے رہا تھا۔

"اس سال سے پہلے میری اور اب میرے دونوں بچوں کی زندگی برباد کی ہے۔ میرے ہی باپ کی غلطی ہے یہ جو مجھے اب تک سہنا پڑ رہا ہے اور جانے کب تک اور سہنا پڑے گا۔ لیکن احرار! میں تیری زندگی برباد نہیں ہونے دوں گی۔ اس لڑکی کو میں ہرگز اپنی بہو تسلیم نہیں کروں گی۔ میرا نام بھی سمی نہیں جو شاہ نواز اور تمہاری اس دیہاتی میم کو میں نے دھکے مار کر باہر نہ نکالا۔" وہ [illegible] طرح چیخ رہی تھیں احرار انہیں خاموش کروا رہا تھا لیکن وہ ڈیڈ کو بھی دیکھ رہا تھا کہ وہ [illegible] دورے سے بول پڑے تو ان کی طبیعت بگڑ جاتی ہے۔ مگر اس وقت اسے ڈیڈی کی آنکھوں میں صرف شکست نظر آئی تھی۔ انہیں احرار سے یہ امید نہیں تھی کہ وہ یوں اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کر کے باپ اور اس لڑکی کو بے مول کر دے گا جس کی ساری زندگی اس سے وابستہ تھی۔

"ممی پلیز! حوصلہ کریں۔"

"شکریہ بیٹا! تم نے آج مجھے میرے مرحوم بھائی کے سامنے شرمندہ ہونے سے بچا لیا۔ تنہا یہ احساس ہی کم نہیں ہوگا۔ لیکن اب ساری عمر میں [illegible] سے نظریں ملانے کے قابل بھی نہیں رہا کیونکہ میں تو اسے تمہارے نام کر کے اس گھر میں لایا تھا اور تم نے..." مزید کچھ کہے بنا وہ اپنے کمرے میں چلے گئے۔

❀ ☆ ❀

"مدیحہ! یہ سچ ہے کہ اب خدا [illegible] ہوں۔ یہ تم سن کر وہ [illegible] تھی "تم میری بھابی ہو؟" وہ [illegible] "آپ نے مدیحہ [illegible] تھی۔ دو دن ہو گئے تھے مدیحہ کو یہاں آئے [illegible] بات کا [illegible] اچھی طرح لگا چکی تھی [illegible] اس کا وجود کتنا حقیر اور بے معنی تھا۔

"وہ مجھے دل سے نہیں اپنا سکتا تھا [illegible] پتا نہیں کیوں [illegible] گیا۔" اس نے گہری سانس خارج کی۔ کشف اس کی حالت سے واقف تھی۔

"فکر مت کرو مدیحہ! دھیرے دھیرے سب ہو جائے گا۔ بھیا تمہارے لیے [illegible] سچ ہو مگر جب ایک دوسرے کے قریب رہو گے سب ٹھیک ہو جائے گا۔ میرے بھیا بہت اچھے ہیں بس تھوڑا وقت دو انہیں۔"

"تم ٹھیک کہتی ہو کشف!" اس نے پلو سے [illegible] صاف کیے۔

"پلیز مدیحہ! مما کی باتوں کا برا مت لینا۔"

"کشف! میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ انہیں مجھ سے نفرت ہے۔ پھر یہ تو ان کا حق بھی ہے۔ میں اتنی ناسمجھ نہیں [illegible] سب فکر [illegible] میں نے یہیں رہنا ہے [illegible] رویہ اور بات سہنے کا حوصلہ بھی پیدا کروں گی۔" مدیحہ کی باتوں سے تو کشف کو شرمندگی نے گھیر لیا۔

"اچھا تم اٹھو اپنا حلیہ درست کرو پھر میرے ساتھ شاپنگ کے لیے چلو۔ مجھے تمہارے لیے شادی کا ڈریس بھی لینا ہے۔"

"میرا نہیں جی چاہ رہا کشف!"

"ارے میں تم سے پوچھ کب رہی ہوں؟ میں تو آرڈر کر رہی ہوں [illegible] مت [illegible]



[illegible] بیٹھے تھے۔ کشف نے [illegible] روم [illegible] جب باہر نکلی تو احرار سے سامنا ہو گیا۔

"تم یہاں میرے کمرے میں کیوں آئی تھیں؟"

وہ کشف سے [illegible] مجھے [illegible] اس قدر سخت لہجہ [illegible] آنکھیں بھر آئی تھیں۔ مگر [illegible] وقت وہاں سے [illegible] کا ارادہ [illegible]

"[illegible] کا روم اب تک تو نہیں ہے احرار [illegible] بیوی ہے اور [illegible]"

"اس سے [illegible] میں ہی ڈیڈ [illegible] میں اپنی چیز کسی سے شیئر نہیں کرتا۔"

"جس کے ساتھ زندگی شیئر کی ہے اس کے ساتھ [illegible] میں کوئی حرج نہیں ہے۔"

"پلیز ڈیڈ! یہ میری [illegible] سے باہر ہے۔" اس نے [illegible] نظر [illegible] اور ڈیڈ کو جواب دے کر کمرے میں چلا گیا۔

"آئی ایم سوری مدیحہ بیٹا! شاید میں ہی تمہارا قصوروار ہوں مگر بیٹا مجھے یقین ہے دھیرے دھیرے سب ٹھیک ہو جائے گا۔" مدیحہ [illegible] آنسوؤں کو [illegible] سے چھپا نہیں سکی تھی۔

"[illegible] اس کے سر سے [illegible] پھر [illegible] سب [illegible]"

"مدیحہ!" انہوں نے شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ [illegible] تمہارے لیے [illegible] ہوں [illegible] مجھے خوشی [illegible] مجھے [illegible] ہوئی۔"

"تھینک یو!" وہ یک دم ان کے سینے سے لگ گئی اور [illegible] رو دی۔

❀ ☆ ❀

[illegible] دن [illegible] گھر کی روٹین کی عادی [illegible] کوشش ہوتی کہ اسے [illegible] ہونے دے۔ [illegible] آفس کے بعد سارا وقت اس کے ساتھ ہی گزرتے تھے۔ [illegible] کی مصروفیات [illegible] تک تھیں۔ وہ رات کے دوسرے پہر گھر آتی تھیں اور دوپہر تک [illegible] ناشتے کے بعد پھر چلی جاتیں۔ دو تین دوستوں کی [illegible] گھر پر ہی آ جاتیں۔ ایسے میں وہ خود کو کمرے میں بند کر لیتی تھی۔ ویسے بھی اس کی کوشش ہوتی تھی کہ وہ کم سے کم ان کے سامنے آئے۔ رہا احرار تو وہ سامنے ہوتا اسے اس کے ہونے نہ ہونے سے فرق نہیں پڑتا تھا۔ صبح ناشتے کے بعد وہ آفس جاتا شام کو آتا چائے وغیرہ کے بعد باہر نکل جاتا پھر رات گئے لوٹتا تھا۔ دھیرے دھیرے وہ سب کی ساری روٹین سمجھ گئی اور اب اس نے بوریت سے بچنے کا طریقہ بھی ڈھونڈ لیا تھا۔ وہ گھر کے مختلف کام اپنے ہاتھوں سے کرتی تھی۔ خاص کر احرار کے سارے کام [illegible] کپڑے پریس کرنا، پالش کرنا، اس کے کمرے کی صفائی حتیٰ کہ اس کے لیے کھانا بھی وہ خود پکانے لگی تھی۔ [illegible] اچھی طرح جانتی تھی کہ یہ سب کرنے سے بھی کوئی صلہ نہیں ملے گا۔ احرار کی نظر میں وہ [illegible] کی طرح تھی قابل نفرت [illegible] گھر میں ادھر ادھر نوکروں کی طرح کام کرتے دیکھ کر مزید چڑ جاتا تھا۔ لائف پارٹنر کے حوالے سے اس نے یہ سوچ رکھا تھا [illegible] نے یہ جاہل گنوار اس کے لیے منتخب کی تھی۔ اسے تو پڑھی لکھی قدم سے قدم ملا کر چلنے والی بیوی چاہیے تھی۔ [illegible] اور اس کی تمام تر سوشل ایکٹیویٹیز میں حصہ لیتی [illegible] جس کو اپنے فرینڈز سے ملواتا تو شرمندگی نہ ہوں اور اب وہ کس منہ سے بتائے گا سب کو کہ وہ شادی کر چکا ہے وہ بھی ایک دیہاتی ان پڑھ گنوار سے۔ جسے نوکروں والے سارے کام آتے ہیں۔

"یہ ہے اس کی لائف پارٹنر" وہ شدید جھنجھلاہٹ کا شکار ہو جاتا تھا مگر ڈیڈ کا کیا کرتا صرف ان کی خاطر وہ اسے برداشت کرنے پر مجبور تھا اور اسی رات کو ڈیڈ نے اس سے کہا۔

"میں تمہاری شادی کا باقاعدہ اعلان کرنا چاہتا

ہوں۔ تم خود ان سلیکٹ کرلو۔"

"ڈیڈ یہ ضروری ہے۔ میرا مطلب ہے کہ اس سب کی کیا ضرورت ہے؟" ڈیڈ نے حیرت سے اس کی شکل دیکھی۔

"احزاز تمہاری شادی کی پارٹی ضروری نہیں؟ تم اپنے دوستوں کو یہ بتانا نہیں چاہتے کیا؟"

"تو ڈیڈ! میرا مطلب ہے خود ہی سب کو پتا چل جائے گا۔"

"میں فیصلہ کرچکا ہوں احزاز تم اور تمہاری ماں سن لو بہتر ہوگا کہ کوئی بھی بدمزگی نہ ہو۔"

"ممی تو جمعے کو اسلام آباد جارہی ہیں۔" اس نے اطلاع دی۔

"تو ٹھیک ہے اتوار رکھ لیتے ہیں۔"

"جو آپ بہتر سمجھیں۔" اسے ناچار ماننا پڑا۔

جب ڈیڈ کی مرضی ہی نہیں تھی تو پھر ممی کو پتا چلا تو انہوں نے مدحو کو بہو تسلیم کرنے سے صاف انکار کردیا۔

"تم تسلیم نہ کرو مگر حقیقت بدل نہیں سکتی، مدیحہ اب اس گھر کی بہو ہے۔"

"کم از کم میرے بیٹے کے قابل تو ہوتی شاہ نور، وہ لڑکی تو ہمارے گھر کے نوکروں سے بھی گئی گزری ہے۔"

"خاموش رہو سلمیٰ بیگم!" ڈیڈ نے انگلی اٹھا کر انہیں چپ کرایا۔

ممی کی ضد کے باوجود گھر میں پارٹی کی تیاریاں زور و شور سے ہورہی تھیں۔ شاہ نور نے اپنے تمام بزنس سے وابستہ دوستوں کو مدعو کیا تھا اور احزاز کے حلقہ احباب کو بھی انہوں نے خود مدعو کیا تھا۔

اتوار کی شام ان کے گھر میں چہل پہل کا سماں تھا۔ مدیحہ کو کشف نے بہت خوب صورت دلہن کا روپ دیا تھا۔ ڈیڈ نے احزاز سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ مہمانوں کے سامنے مس بی ہیو نہیں ہونا چاہیے۔ سو مجبوراً اسے اپنے ساتھ مدیحہ کو لیے ہر ہر شخص سے تعارف کرانا تھا۔

"واہ یار! بھابی تو بہت پیاری ہیں، تم تو بہت اسمارٹ نکلے۔"

"بہت خوب"

"حسین ترین"

یہ الفاظ اس کے لیے حیران کن تھے، اس کے حلقہ احباب میں تمام لوگوں نے اس کی تعریف کی تھی۔ ممی کے لیے بہت مشکل ہورہا تھا یہ سب کرنا ان کی فرینڈز ان سے گلہ کررہی تھیں۔

"سلمیٰ ہم خفا ہیں تم سے، تم نے ہم سے چھپایا کہ بہو لے آئی ہو ہمیں بتایا بھی نہیں؟"

"دراصل یہ سب بہت اچانک ہوا کسی کو بتا بھی نہ سکے اور یہ پارٹی ہم نے اسی لیے تو دی ہے نا۔" انہوں نے زبردستی مسکراتے ہوئے کہا۔

"ماشاء اللہ تمہاری بہو بہت پیاری ہے۔" ان کی قریبی دوست نے دور کھڑے احزاز اور مدیحہ کو توصیفی نظروں سے دیکھ کر کہا۔ "بہت خوب صورت جوڑا لگ رہا ہے۔"

"شکریہ!" انہوں نے نظر گھمائی تو اس وقت وہ گنوار واقعی میک اپ کے باعث اچھی لگ رہی تھی۔ کشف بھی اسے بہت سراہ رہی تھی۔

"مدیحہ! آج تم بہت پیاری لگ رہی ہو۔"

"تھینک یو!"

"ہے نا بھیا! مدحو پیاری لگ رہی ہے نا!" کشف نے احزاز کو شرارتی نظروں سے دیکھا۔ وہ سب کچھ گیا۔

"پتا نہیں!" جہاں اس نے کشف کو حیران کیا تھا وہیں اس کی ساری خوش فہمی بھی خاک میں ملادی تھی۔ وہ جھنجلا کے دور کھڑے اپنے دوست کی طرف بڑھ گیا۔ پارٹی رات گئے تک جاری رہی مگر مدیحہ تھک گئی تھی۔ ایک تو اس نے اتنے بھاری کپڑے زندگی میں پہلی بار پہنے تھے، بھاری جیولری اور میک اپ سے اب اسے الجھن ہونے لگی تھی تب ہی جب اس نے دیکھا کہ سب ادھر ادھر مصروف ہیں تو وہ خاموشی سے اندر کی طرف بڑھی تھی مگر قسمت [illegible] راستے میں ہی احزاز مل گیا۔



"تم کہاں جارہی ہو؟"

"وہ میں [illegible]" وہ گڑبڑا گئی۔ احزاز نے بے ارادہ نظر بھر کر اسے دیکھا تھا پھر کو وہ نظریں ہٹانا بھول گیا۔ سرخ اور گولڈن لباس اس کی سفید رنگت پر دمک رہا تھا۔ گھر میک اپ اور جیولری پہنے وہ دلہن کے روپ میں کوئی پری لگ رہی تھی۔

"میں تھک گئی ہوں آرام کرنا چاہتی ہوں۔"

"یہ پارٹی ڈیڈ نے تمہارے اعزاز میں دی ہے میڈم! اور تمہیں نخرے سوجھ رہے ہیں۔"

"پلیز میں مزید اتنے بھاری ڈریس میں نہیں گھوم سکتی۔" وہ التجائیہ انداز میں بولی شاید وہ خود بھی اندازہ کرسکتا تھا کہ کئی گھنٹے اتنا وزن اٹھائے گھومنا مشکل ہے۔

"اوکے!" سر جھٹک کر جیسے اس پر احسان کرتا وہ تیزی سے آگے بڑھ گیا اور مدیحہ نے اندر جاکر سکھ کا سانس لیا۔ کپڑے تبدیل کیے جیولری، میک اپ صاف کرکے وہ سکون سے بیٹی تو پل بھر میں نیند آگئی۔ جب تمام مہمانوں سے فارغ ہوکر وہ کمرے میں آیا تو بیڈ پر محترمہ کو سوتا پاکر جی جان سے جل گیا۔

"ڈیڈ بھی نا!" اسے پتا تھا کہ یہ مدحو کی ہمت نہیں ہوسکتی تھی۔ صرف ڈیڈ کے کہنے پر وہ اس کے کمرے کی شکل دیکھتی تھی۔ وہ تیزی سے لپکا تو اسے اٹھانے تھا مگر بے سدھ سوتا دیکھ کر دل نہیں چاہا اور اس وقت تماشا کرنا بھی بے کار ہے۔ ڈیڈ سے کچھ کہوں گا تو ممی الگ ہنگامہ کھڑا کردیں گی۔ وہ تکیہ اٹھا کے صوفے پر گرا۔

☆

رات دیر سے سونے کے باوجود انجانی سی آواز پر آنکھ کھل گئی تھی اس کی۔ مدیحہ جائے نماز بچھائے فجر کی نماز پڑھ رہی تھی اور اس کی چوڑیوں کی چھن چھن نے ستائش شرب کیا تھا نیند سے۔ وہ اٹھ کر بیڈ پر چادر تان کر لیٹ گیا مگر پھر بھی اسے نیند نہیں آئی نماز کے بعد اس نے [illegible] کی تلاوت کی، اس کے بعد کمرے میں [illegible] دوست نہیں۔ احزاز کے کپڑے [illegible]



جوتے، تولیہ... ہر چیز تیار کرکے رکھی پھر ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے آکھڑی ہوئی اور بال سلجھانے لگی۔ احزاز نے بناوہ بچے گئے اسے پہلی بار دیکھا تھا۔ اس کے بال بہت خوب صورت تھے لمبے سیاہ بال جنہیں چوٹی کی شکل میں گوندھ کر اس نے پھر سے دوپٹہ سر پر جمایا تھا اور کمرے سے باہر نکل گئی۔ وہ سونا چاہتا تھا مگر نیند ذرا سی بھی لینا اٹھ کر واش روم میں گھس گیا۔ تیار ہوکر نیچے آیا تو وہ ڈیڈ اور کشف کے ساتھ بیٹھی ناشتا کررہی تھی۔

"گڈ مارننگ!" کہتا وہ بھی ان کے ساتھ ناشتے کے لیے ڈائننگ ٹیبل پر آگیا تھا۔

"ڈیڈ! آپ آفس نہیں جائیں گے؟" ڈیڈ کو عام سے حلیے میں دیکھ کر اس نے پوچھا۔

"نو بیٹا! آج کچھ تھکن محسوس کررہا ہوں آرام کروں گا۔"

"ڈیڈ! پھر آپ آج مدحو کو لے کر ہاسپٹل آجائیے گا۔ میں اسے اپنے کولیگز سے ملواؤں گی اور وہیں سے ہم گھومنے جائیں گے۔ آج ذرا باہر کریں گے۔ یہ بے چاری تو گھر میں بور ہوجاتی ہوگی۔" کشف ڈیڈ سے مخاطب ہوئی۔

"نہیں بابا! میں گھر میں ٹھیک ہوں۔" مدیحہ دھیمے لہجے میں بولی تھی۔ احزاز نے ایک نظر اسے دیکھا پھر سر جھٹک گیا۔

"کشف! تم کہاں اپنا ٹائم ضائع کروگی۔ انہیں گھر کے کام کرنے کی عادت ہے اور بس۔" وہ جتاتا ہوا اٹھا اور بیگ اٹھا کر باہر نکل گیا۔ مدحو سب سمجھ گئی۔

"مدحو! تم اس کی بات کا برا مت منانا۔" کشف نے اس کی اتری صورت دیکھی تو کہا۔

"کشف! تم جاؤ تمہیں دیر ہورہی ہے میں مدیحہ سے بات کروں گا۔" ڈیڈ نے اسے کہا وہ مدحو کا رخسار تھپتھپاتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ ناشتے کے بعد بابا اسے اپنے ساتھ اسٹڈی روم لے آئے۔ "مدیحہ! یہاں بیٹھو۔" [illegible] انہوں نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا۔

تھا مہر تھیں۔" بیٹے! میں جانتا ہوں تم دونوں کے درمیان آج جو رشتہ ہے وہ صرف ہماری مرضی سے ہے۔ تم دونوں کی خوشی سے نہیں بنایا گیا۔ اب جو ہو گیا وہ ہو گیا۔ اب یہ تمہارے ہاتھ میں ہے کہ تم دونوں یہ فیصلہ کس طرح تم کرتے ہو۔ یہ ٹھیک ہے کہ گھر بسانے کے لیے عورت کو سب سے زیادہ قربانیاں دینی پڑتی ہیں۔ بیٹے! احراز کے اور تمہارے مزاجوں میں بہت فرق ہے اور یہ فرق مٹانے کے لیے تمہیں خود کو بدلنا ہوگا۔"

"بابا! میں کوشش تو کرتی ہوں مگر مجھے لگتا ہے کہ میں ان کے معیار پر پوری نہیں اتر سکتی۔"

"نہیں میرے بچے! مایوس نہیں ہوتے۔ وہ بظاہر پتھر بنا رہتا ہے مگر اندر سے بہت نرم ہے۔ میں دیکھو! وقت کے ساتھ ساتھ ہر چیز بدل جاتی ہے مجھے امید ہے کہ اگر تم کوشش کرو تو احراز بھی بدل جائے گا۔" انہوں نے پیار سے سمجھایا۔ "اسے یہ سادہ سی ہر وقت گھر کے کام کرنے والی بیوی نہیں چاہیے۔ تم جاں گئی ہو نا تو سب سے پہلے خود میں بدلاؤ لاؤ۔ اپنا رہن سہن بدلو، ڈریسنگ بدلو۔ خود کو ہر وقت کن جیسے میں مت رکھا کرو۔ اپنی آنٹی کی طرح تیار رہا کرو۔ مصروفیت صرف گھر کے کام میں نہیں ہوتی بیٹے، وقت ضرور کچھ ڈھونڈو، خود کو مصروف رکھو بس احراز کا خیال رکھنا تمہاری ذمہ داری ہے وہ مت بھولنا۔"

"پر پاپا! میں یہاں کسی سے واقف نہیں ہوں، یہ شہر یہاں کے لوگ میرے لیے نئے ہیں۔"

"مجھے پتا ہے یہ ہی مشکل تو میں چاہتا ہوں کہ تمہارے اندر پیدا ہو کہ تم نئے ماحول اور نئے لوگوں میں خود کو ایڈجسٹ کرو کہ لوگ تم پر رشک کریں۔ احراز کو پانا مشکل ہے مگر ناممکن نہیں۔ اب میں تمہیں بتاتا ہوں کہ تم کیسے خود کو اس کی پسند کے مطابق ڈھال سکتی ہو اور جو تم چاہتی ہو کہ احراز میں بھی تبدیلی آ جائے وہ دور ہو جائے تو وہ بھی تم کر سکتی ہو۔ اب تم میری باتیں دھیان سے سنو۔" انہوں نے مدیحہ کو پیار سے سمجھایا۔ ساتھ ساتھ ہے وہ تمام باتیں بھی بتائیں جن سے اس کی زندگی بدل سکتی ہے۔

❀ ☆ ❀

وہ رات گئے لوٹا تو تمام لوگ سو چکے تھے بھوک سے اس کا برا حال تھا۔ وہ خود کچن کی طرف بڑھا مگر تب ہی کچن کی لائٹ آن ہوئی۔ اس نے حیرت سے دیکھا مدیحہ اس کے لیے کھانا نکال رہی تھی۔

"آپ ہاتھ دھو لیں میں کھانا گرم کر دیتی ہوں۔" اس نے کہا۔ اور پھر اس نے وہیں سنک میں ہاتھ دھوئے اور کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔ مدیحہ نے کھانا اس کے سامنے رکھ دیا وہ خاموشی سے کھانے لگا۔

"کافی بناؤں؟" وہ جانتی تھی کہ اس وقت وہ کافی پیتا ہے۔

"تم رہنے دو میں دودھ پی لوں گا۔" یہ بھی وہ جانتی تھی کہ رات کے وقت کافی چھوڑ دے کیونکہ نیند خراب ہوتی ہے۔ وہ کھانا کھا کے کمرے میں چلا گیا اور جوتے وغیرہ دھو کر جب وہ اوپر آئی تو اس کے لیے دودھ لانا نہیں بھولی تھی۔

"یہ دودھ۔" "وہ جو اس وقت فائل پھیلائے جانے کیا کھوج رہا تھا حیران رہ گیا۔ یعنی سے یاد تھا۔ مدیحہ تکیہ اٹھایا اور سونے لیٹ گئی۔ احراز نے ایک پیچیدہ نظر اس پر ڈالی پھر کام میں لگ گیا۔

صبح الارم کی تیز آواز پر اس کی آنکھ کھلی۔ مدیحہ نے الارم لگا کر واش روم میں چلی گئی تھی جیسے ہی اس کے باہر آنے سے پہلے اس نے الارم بند کیا تب تک وہ باہر آ چکی تھی۔ جائے نماز بچھا کر نماز پڑھنے لگی شاید احراز اور اس کی یہ واحد خوبی بھولی تھی وہ عجیب سے احساس سے دوچار ہوا تھا۔ نیند بھک سے اڑ گئی۔ وہ اٹھ کر وضو کرنے واش روم کی طرف بڑھ گیا۔ نماز پڑھ کر مدیحہ کو بہت خوشی ہوئی تھی۔ بابا بھی ٹھیک کہتے ہیں کوشش کرنے سے ہر چیز بدل جاتی ہے۔ یہ اس کی پہلی کامیابی تھی اور وہ بہت خوش تھی۔ نماز سے فارغ ہو کر وہ کچن میں آ گئی تو وہ جانتی تھی کہ اب سب کے لیے ناشتا



بنانا تھا۔ ایک ڈیڑھ ماہ میں اس کا کرا ہو وقت پسند بھی ان سے ملازمہ کے پیچھے پیچھے بھی نہیں پڑتا تھا۔ ناشتے سے پہلے تو وہ ٹیبل پر ناشتا لگا رہی تھی۔ آج اس کے چہرے پر عجیب سی چمک تھی مسکراہٹ بھی الگ تھی۔ ڈیڈ اور کشف شاید ابھی تک سوئے ہوئے تھے۔ وہ سامنے آ بیٹھ گیا۔

"ڈیڈ اور کشف نہیں کریں گے ناشتا؟"

"کشف رات دیر سے آئی تھی۔ کسی پریشن میں مصروف تھی اور بابا آفس جا چکے ہیں۔" اس کے منہ سے بابا بہت بھلا لگتا تھا۔ اسے اتنا جواب دے کے ناشتا کرنے وہ بھی چلی گئی اور مدیحہ جلدی جلدی ناشتا ختم کرنے لگی کیونکہ آج اسے کشف کے ساتھ پارلر جانا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر بے ساختہ مسکراہٹ آ گئی۔

ہر بار احراز کو مدیحہ کا ایک نیا روپ دکھتا تھا۔ وہ اس کو توجہ دینا نہیں چاہتا تھا مگر جانے کیسے خود بخود وہ اس کی توجہ کا مرکز بن جاتی تھی۔ اس کے اندر آنے والا تبدیلی بہت انوکھا تھا۔ آج انہیں کسی بزنس پارٹی میں جانا تھا اور ڈیڈ کا حکم تھا کہ مدیحہ کو ساتھ لے جائے کیونکہ تمام لوگ ہی اپنی بیگمات کے ساتھ ہوں گے۔

"ٹھیک ہے بابا!" آج ڈیڈ کی جگہ بابا کہا تو خود احراز بھی چونکا تھا۔ شاہنواز کے لیے بھی یہ حیران کن مگر خوش کن تھا۔

"بہت خوب صورت لگتا ہے تمہارے منہ سے بابا سن کر۔ اسے ایڈمٹ کیا کرو۔"

"وہ جان ہمارے ساتھ جائے گی آپ جانتے ہیں نا وہاں کس طرح کے لوگ آئیں گے اور"

"بابا میں تیار ہوں۔" "چونکتی آواز کے ہمراہ آئی تھی اب جو وہ احراز نے اسے پہچانا تک نہیں۔

"بیٹا ساڑھی خوب صورت ہیئر کٹنگ میک اپ اور سب کچھ ہی نفاست سے بہتر ہیں۔ وہ ایک لمحے کو سوچ میں پڑ گیا یہ مدیحہ ہے۔

"احراز تم تیار ہو جاؤ میں تمہاری ممی کو دیکھتا ہوں۔"

اس کی تیاری میں دیر ہو جائے گی۔" ڈیڈ نے حکم دے کر چلے گئے اور وہ اپنی حیرت چھپاتا کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ اس کی ہر چیز بیڈ پر رکھی اس کی منتظر تھی۔ پانچ منٹ لگے تھے اسے تیار ہونے میں..... جب وہ نیچے آیا تو ممی اور ڈیڈ گاڑی میں بیٹھ چکے تھے اور مدیحہ اس کا انتظار کر رہی تھی۔ اس کے بال بہت خوب صورت تھے اور اب اس نئی ہیئر کٹنگ نے ان کو مزید سنوار دیا تھا۔ کھلے بالوں میں وہ چھپ گئی تھی۔ وہ دل کو روک رہا تھا مگر دل خود ہی تعریف کرنے پر مجبور تھا۔

"چلو۔" بے نیازی کی اداکاری کرتا وہ گاڑی کی طرف بڑھ گیا اور مدیحہ بھی چپ چاپ اس کے ہمراہ فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی۔

❀ ☆ ❀

دھیرے دھیرے اسے محسوس ہونے لگا تھا کہ اس کے تمام کام بہت اچھے طریقے سے ہونے لگے ہیں۔ شاید اس لیے کہ مدیحہ اس کے تمام کام خود کرتی تھی اور جب وہ ان تمام چیزوں کا عادی ہونے لگا تو ایک دم ہی پھر پھیکا آ گیا۔ مدیحہ کے ہاتھ کا ناشتا کرنے کی عادت پڑی تو اب سے ملازم کے ہاتھ کا کھانا پسند نہ تھا اور آج جب ناشتا ملا تو وہ چونک گیا۔

"کیا مسئلہ ہے آج نہ چائے میں ذائقہ ہے نہ آملیٹ مزے کا ہے۔"

"بھیا جی! دراصل بھابی آج جلدی میں تھیں۔ ناشتا میں نے بنایا ہے۔" یعنی آج مدیحہ کے ہاتھ کا بنا ناشتا نہیں تھا مگر اسے کیا جلدی تھی۔ صبح کمرے میں بھی وہ اس کی اور تمام چیزیں نوٹ کر رہا تھا۔

"کچھ کہا بھی خود پینا۔" وہ ناشتا چھوڑ کر اٹھ گیا۔ شاہنواز احمد کے ہونٹوں پر آنے والی مسکراہٹ بہت جاندار تھی یعنی ان کا بیٹا یہ تمام چیزیں نوٹ کر رہا تھا۔ اب وہ مدیحہ کے ہاتھ سے دائقے کا عادی ہو چکا تھا اور اس کی کمی محسوس کرے گا ضرور کرے گا۔

شام میں وہ آفس سے لیٹ آیا تھا جب

محبت تم [illegible] ت کو بوجھ جانتا تھا۔ کھانا کشف باجی ڈیڈی کے ساتھ کھاتا تھا چھ تک آفس کا کام جو ہوتا وہ دیکھ کر جلد سو جاتا تھا۔ تاکہ فجر کی نماز مس نہ ہو۔ پاپا نے مدیحہ سے یہ احساس دلا دیا تھا۔ بے شک زبان سے نہیں اپنے عمل سے ہی' اس کی کوشش ہوتی تھی کہ ساری نمازیں باقاعدگی سے ادا کرے مگر چونکہ نئی نئی روٹین تھی تو عادی ہونے میں ٹائم تو لگتا تھا۔

رات کے کھانے پر صرف ڈیڈ تھے۔ سے کشف اور مدیحہ کی کمی محسوس ہوئی مگر بولے نہیں۔ مگر کھانا شروع کرتے ہی چپ نہ رہ سکا۔

"خیر ہو گیا ہے تمہیں مانی' تمہارا کام پر دھیان کیوں نہیں رہا۔"

"کیوں بھیا جی! کیا ہوا؟"

"کون سے تم نے بنائے ہیں نا' پچھلے ہفتے کتنے مزے دار بنے تھے مگر آج ان میں ذرا بھی مزا نہیں ہے۔"

"بھیا جی! پچھلے ہفتے تو وہ بھابی جی نے بنائے تھے آج انہیں کشف باجی کے ساتھ پارٹی پر جانا تھا نا' اس لیے کھانا مجھے بنانا پڑا۔" مانی کی وضاحت سے اس کا دماغ گھوم گیا۔ سو صبح کا ناشتہ کیا ساندرت کا کھانا اچھا لگا۔

"ڈیڈ آج کل آپ کی بھتیجی کہاں مصروف رہتی ہیں؟" شاہ ویز کے لیے یہ سوال خوشی کا باعث تھا جبکہ مدیحہ کا وجود اس کے لیے بے معنی سہی مگر دھیرے دھیرے وہ اس کی زندگی میں شامل ہو رہی تھی' چاہے وہ اس بات کا اظہار بر ملا نہ کرے مگر یہ سوال اس کا ثبوت ہے۔

"مانی اس میں حیران ہونے کی کیا بات ہے؟ وہ بھی تمہاری طرح تھک جاتی ہے سال بھر سے تنگ آ گئی تھی سو اس نے جاب کر لی۔"

"جاب! گھریلو ملازمہ کی؟" اس کے لہجے میں طنز اتر آیا۔

"وہ سکول ٹیچر ہے تمہارا" شاہ ویز نے ٹوکا۔

یہ بات اس کے لیے جھٹکے سے کم نہ تھی کیونکہ مم نے لوگوں میں تعلیم کا تصور نہیں ہوتا اور عورتیں ان سے تو وہ لوگ سخت خائف ہوتے ہیں۔

"کچھ کیا مطلب' کون تعلیم یافتہ ہے؟"

"اس نے گریجویشن کر رکھا ہے۔ یہ بات سچ ہے اس میں ہم شہر میں رہنے والوں کی طرح شو آف کی عادت نہیں ہے۔ ہمارے گھر میں کسی نے بیچ میں سے مشورہ دیا اور اسے بچی کی جاب ہو گئی۔"

"یہ ہی جاب سوٹ کرتی تھی آپ کی دیہاتی بچی کو' چلو دو چار سو روپے تو مل ہی جاتے ہیں۔ کم از کم کب تک نہیں' ایک تو حسن دل معاملہ پر ہوتی نہیں جھگڑ تو ساری ہوتا تھا۔"

"تم سے تو اچھی وہ دیہاتی ہے نا' جو کم از کم لوگوں کو تعلیم کا شعور دیتی ہے۔ خود کو باشعور سمجھنے والے جاہل لوگوں سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ وہ جس استاد جیسے عظیم پیشے کا احساس تک نہیں ہے۔" ڈیڈ نے ناشتہ درجہ اختیار کیا۔

"بس تم اس جاہل لڑکی کا مجھ سے موازنہ کر رہے ہیں شاہ ویز مجھ سے؟" وہ تنک کر بولیں۔

"ممی پلیز! آپ ہر دم کیوں پہلو بدل کر پریشان رہتی ہیں؟ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے کبھی ڈیڈ سے آرام سے یا پیار سے بات کی ہو۔ ایک عورت کی ذمہ داری میں اس کا شوہر سب سے پہلے آتا ہے مگر آج تک میں نے کبھی آپ کو ڈیڈ سے شوہر سمجھ کر بات کرتے نہیں دیکھا' بس ضرورت کا رشتہ رہتا ہے... بات ہے۔" چاہے یہ مدیحہ کی ذمہ داری ہو حقیقت کا تجزیہ تھا۔ کچھ اور سب سے ممی کی یہ ذہنی سوچ وقت طلب تھی۔ انہیں بابا کا خیال رکھنا چاہیے اللہ ہر وقت وہ ان کی رہتی ہیں ان سے

"اچھا ڈیئر! سب جوڑ شادی میں یوں ہی ہوتا ہے۔ تمہارے ڈیڈ میرے قابل کبھی تھے ہی نہیں پھر بھی میں نے ساری عمر گنوا دی ان کے لیے [illegible] سب یہ بھی تمہارے ساتھ ہوگا بہتر ہوگا کہ کبھی فیصلہ سے وارث یہ کی [illegible]



[illegible] شکار ہو گئے۔ "ممی کی بات سے [illegible] تھا" ہم جیسے باظرف سال لوگوں کی [illegible] سمجھ سے [illegible] نہیں۔ یہ واقعی ڈیڈ کا رویہ تھا [illegible] سے ساری عمر ماں کی یہ بات نظر انداز کر دی تھی۔

ممی بھی یکی [illegible] ت سے خوں سے [illegible] تو آپ [illegible] وکالت کرتے ڈیڈ بہت اچھے ہیں' چاہے [illegible] وہ ڈیڈ کی ہے عزتی برداشت نہ کر سکا۔ ممی حیران تھیں کہ اسے کیا ہوا اور ڈیڈی آنکھوں سے کوشے نم ہو گئے۔ [illegible] انہیں علم ہو گیا تربیت کا اثر ضرور ہوتا ہے انسان [illegible] وہ اپنے کمرے میں آ گیا مگر نیند آنکھوں سے [illegible] تھی [illegible] کے تھے اور مدیحہ ابھی تک نہیں آئی تھی۔ تقریباً ڈیڑھ بجے ملکی سی آہٹ سے دروازہ کھلا تھا اور محترمہ تشریف لائی تھیں اور کچھ دیر بعد فریش ہو کر وہ بیٹ کی [illegible] اس کے [illegible] نیند کہیں آ رہی تھی۔

[illegible] تھوڑا بہت کھانا کھا لیا ہوتا تو اب یوں نہ تڑپ رہا ہوتا۔ محترمہ نے آج دودھ تک نہیں پوچھا تھا۔ ساڑھے دو بجے کے بعد سویا تھا اور اذان کی پہلی آواز پر اس کی آنکھ کھل گئی تھی مگر آج مدیحہ اب تک نہیں جاگی تھی۔ اس [illegible] وہ جانے کے خیال سے اسے جگانے کا [illegible] بیچاری بہت تھکی ہوئی تھی جو سے ایسے کرتے نہیں دیکھ رہی تھی [illegible] وہ تذبذب کا شکار [illegible] باہر نکلنے سے [illegible] پر [illegible] دیا۔ وہ ایک دم اٹھ بیٹھی کچھ سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

نماز نکل جائے گی تمہاری" نظریں چرا کے وہ باہر [illegible] چلا گیا۔ مدیحہ کے لبوں پر خوب صورت مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس سے پہلے کہ وہ کسی خواب میں کھو جاتی وہ [illegible] کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

۞ ☆ ۞

[illegible] ناشتا کرنے سے بہتر تھا کہ وہ آفس جلدی چلا جائے' وہیں کچھ کھا لے گا۔ یہ ہی سوچ [illegible] تھی جہاں ممی کے علاوہ سب ناشتے سے فارغ بیٹھے تھے۔

"مانی چلو جلدی کرو۔ آج ویسے ہی میں لیٹ ہو گئی ہوں۔" مدیحہ کی بات پر اس کا دماغ گھوم گیا' وہ جو خوش فہمی کا شکار ہو کر ناشتہ کرنے آیا تھا شدید غصے میں آ گیا۔

"کیا سمجھتی ہو تم! یہ چھوٹی موٹی جاب کر کے تم ہمیں متاثر کر سکتی ہو؟ ہر وقت تمہیں جلدی پڑی رہتی ہے۔ رات کو تمہاری پارٹیاں ختم نہیں ہوتیں۔ ضرورت کیا ہے تمہیں یہ سب کرنے کی؟ تم گھر میں نہیں رہ سکتیں سکون سے؟" مسلسل چپ رہنے والی کی روٹین نے اس کا دماغ گھما دیا۔ کشف اور ڈیڈ نے مسکراہٹ چھپانے کے لیے اخبار چہرے کے سامنے پھیلا لیے اور مدیحہ یہ بات ہضم ہونے کے باوجود معصوم سی صورت بنائے منتظر تھی۔

"بھابی جی ناشتہ؟" مانی کی آواز پر سب متوجہ ہو گئے۔

"بس مانی! مجھے بھوک نہیں ہے میں چلتی ہوں۔" اس نے بیگ کاندھے پر ڈالا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ "اللہ حافظ بابا" وہ باہر نکل گئی۔ ایک طرف حرم کو غصہ تھا کہ اس پر تقریر کا اثر نہ ہوا' دوسری طرف بنا ناشتے کے جانے پر ملال سا بھی تھا۔ وہ بھی کچھ کھائے بنا آفس چلا گیا۔

رات کھانے کی ٹیبل پر وہ نہیں تھی مگر کھانے کا ذائقہ بتا رہا تھا کہ کس نے بنایا ہے۔ کتنے دن بعد اس نے پیٹ بھر کے کھانا کھایا تھا' پھر عشاء کی نماز کے بعد جب وہ کمرے میں گیا تو اسے لیٹا پا کر چونک گیا۔ اس کے خیال میں تو وہ کشف کے ساتھ سوتی مگر وہ تو [illegible] جا بیٹھی صوفے پر بیٹھ گیا مگر بے چینی حد سے سوا تھی کبھی بھی وہ اس طرح نہیں لیٹتی۔

"تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟" دل کو خود کو روکا مگر زباں پھر بھی دغا کر گئی۔ مدیحہ اس کی آواز پر اٹھ گئی۔ اس کا اترا چہرہ صاف بتا رہا تھا کہ وہ ٹھیک نہیں ہے۔

"سر میں درد ہے۔" اس نے دھیرے سے کہا پھر بیڈ سے اٹھ گئی۔ "آپ آ جائیں' میں صوفے پر سو جاؤں گی۔" اجر رست یک نظر اس پر ڈالی۔

"تم لیٹ جاؤ' مجھے آفس کا کچھ کام کرنا ہے۔" وہ [illegible]

کر چپ چاپ وہ پیچھے ہو کے بیٹھ گیا۔

"دوا... دل... آپ کو...؟"

"تم سو جاؤ میں سو جاؤں گا۔" اس نے دھیمے لہجے میں کہا۔ مدیحہ چپ چاپ سی رہی پھر بیڈ کے کونے پر جا کر لیٹ گئی۔ احمر دو گھنٹے مصروف رہا لیکن اب نیند سے برا حال تھا۔ وہ تکیہ لینے بیڈ تک آیا تھا کہ یک دم اس کی نگاہیں مدیحہ کے معصوم چہرے پر ٹھہر گئیں۔ وہ گہری نیند میں تھی۔ سوتے ہوئے اس کے چہرے کی پاکیزگی اسے عجیب طرح سے متاثر کر گئی۔ صاف شفاف روشن چہرہ اور چہرے پر بکھری آوارہ بالوں کی لٹیں۔ کیا کوئی سوتے میں بھی اتنا حسین لگتا ہے؟ اسے احساس نہ ہوا کہ وہ کب تک اسے دیکھتا رہا پھر اسی طرح بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے وہ سو گیا۔

❁ ☆ ❁

حماد حسن کا فون آیا تھا۔ ماما بابا اور بھائی سے شاہ نواز ملے تھے۔ تقریباً چار ماہ بیت گئے تھے مدیحہ ملنے تک نہیں گئی تھی پھر حماد اور کشف کی شادی بھی طے کر لی تھی۔ وہ ایک بار سمی سے آرام سے بات کرنا چاہتے تھے شاید وہ مان جائیں اور بیٹی کی خوشیوں میں شریک ہو جائیں۔ آج چونکہ اتوار تھا سب ہی گھر پر تھے مدیحہ بھی صبح سے کچن میں مصروف تھی کہ احمر کی بھی چھٹی تھی اور نہیں چاہتی تھی کہ کھانے پر پھر وہ سب بے چارے مالی کو ڈانٹے کیونکہ وہ یہ بات اسے کبھی نہیں کہہ سکتے کہ کھانا تم خود بنایا کرو سارا غصہ اس مالی غریب پر نکل جاتا تھا۔ دوپہر کا کھانا تو ان کو کچھ اسپیشل ہوتا تھا کیونکہ اس دن ماما بھی گھر پر ہوتی تھیں۔ مدیحہ نے اب ان سے گھبرانا چھوڑ دیا تھا اور ان کی باتوں کی عادی ہو گئی تھی بابا کی محبت اور کشف کے ساتھ نے اسے بہت حوصلہ دیا تھا۔ کھانا سب کو پسند آیا تھا کیونکہ اس نے ہر فرد کی پسند کا خیال رکھا تھا۔ شکر تھا کہ ماما نے بھی کوئی بدمزگی نہیں کی۔ کھانے کے بعد سب سٹنگ روم میں بیٹھے تھے کشف اور وہ چائے کی تیاری میں لگ گئیں احمر ٹی وی آن کر کے بیٹھ گیا اور شاہ نواز نے اپنی بیگم کا موڈ کچھ بہتر دیکھ کر بات چھیڑ دی۔

"سمی! بابا جی کا فون آیا تھا حماد اور کشف کی شادی کا پوچھ رہے تھے تم بتاؤ کب کا نام دوں؟" اب تو سبھی ان کی طرف متوجہ تھے۔

"مجھے نہیں پتا شاہ نواز! مجھے اس معاملے میں مت گھسیٹو۔"

"کشف تمہاری بھی بیٹی ہے سمی!" بابا کا لہجہ اب بھی نرم تھا۔

"اگر یہ سمجھتے ہو تو پھر یہ شادی میں کبھی نہیں ہونے دوں گی۔"

"سمی! ہمارے بچوں کی خوشی وابستہ ہے اس کام میں۔ کشف ساری عمر اپنے گھر میں خوش رہے گی تو ہم بھی پرسکون رہیں گے۔"

"جہاں تم کشف کو بھیجنا چاہتے ہو نا شاہ نواز! وہاں وہ کچھ دنوں بعد ہی دم گھٹ کر مر جائے گی۔"

"ماما! وہاں بھی ہم جیسے انسان رہتے ہیں۔" احمر نے کہا۔

"میرے نزدیک وہ انسان ہی نہیں ہیں۔ میں نے بھی زندگی کے چند دن گزارے ہیں وہاں کے ماحول میں۔"

"ماما! وقت بہت بدل گیا ہے وہاں کا ماحول بھی بہت چینج ہو گیا ہے لوگوں کو شعور آ گیا ہے۔ اب زیادہ فرق نہیں رہا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کو اب اچھا لگے گا۔"

"اگر اتنا چینج آ گیا ہے تو تم اب تک اس لڑکی کو کیوں اپنی زندگی میں شامل نہیں کر پائے ہو؟" اس کی بات پر سب کی نظر فوراً مدیحہ پر پڑی تھی جو اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"ماما! میرے اور مدیحہ کے بیچ صرف وقت کی ہم آہنگی کی کمی ہے ورنہ مدیحہ کی یہاں موجودگی اس بات کا ثبوت ہے کہ... وہ جانے کیوں بات مکمل نہ کر پایا۔ مدیحہ کی منتظر نظریں مایوس لوٹ گئیں۔

"میں تمہیں بتاتی ہوں احمر! تم لوگوں کی حقیقت ہے کیا... بے شک میں نے تمہیں جنم دیا ہے تو

ہوں تم بھلا کیسے باپ پر گئے ہو۔ تم نے کبھی ان
تکلیفوں اور پچھتاووں سے ... نکل ہی نہیں سکتے۔
شہر میں رہ کر تو آپ ... سے پہلے ... تھے
شعور کے بیچ جیسے ... کی سے ... تم لوگ
اپنے حالات جیسے ہو گئے ہیں۔"

"بس بھی بہت ہو گئی تمام عمر میں نے تمہاری ہر بات برداشت کی تم نے مجھ سے میرا سب کچھ چھین لیا میں سب ... مگر تم جیسی بے غرض عورت پھر بھی میری نہ بن سکی۔ یہاں تک کہ تم تو کبھی ماں کی ... میں۔ تم ہمیشہ سے ... اور تمہیں ... کا شوق ہے نا تو ٹھیک ہے آج میں تم سے ہر بندھن توڑ کر جا رہا ہوں ... بچوں کو ..." بابا کا چہرہ تنا ہوا تھا کہ کوئی بھی کچھ نہ بول سکا مگر ... نے ہمت کی۔

"بابا ... تو عادت ہے نا آپ بیٹھ کیوں پریشان ہوتے ہیں پلیز غصہ مت کریں۔"

"ہر بار میں نے ... کی غلطی کی ... معاف کرائی کیونکہ عادت ہے گھر میں ... کشف مدیحہ اپنا تیاری کرو۔"

"شادی کو ... یہ دھمکیاں ... دے رہے ہیں اور کرنا مجھ پر اس کا اثر نہیں ہونے ... یہ مت سمجھنا کہ میں تمہارے سامنے ... کی زندگی ... کی مجھے پروا نہیں کہ تم جاتے ہو یا نہیں رہتے ہو۔"

"ممی پلیز خاموش ہو جائیں۔" ... "آخر آپ کیوں سارا گھر برباد کرنا چاہتی ہیں یہی ضد ہے؟"

"اجر ... تم اس معاملے میں مت بولو یہ ہمارا ذاتی معاملہ ہے۔"

"... ہم آپ کے ذاتی معاملات کا حصہ نہیں ہیں ... ہم آپ سے ... آپ نے کبھی زندگی میں ... سوچا ..."

"... آپ کا ... ہے ... سوچے ..."

... ہیں پھر تم دونوں سے بات بھی ... کیا ... اس کی ... ہوئی ... محسوس ... ہوں ... وہ اور کشف اکیلی رہ گئیں۔ سمجھ نہیں ... بات ... رہیں۔

"پتا نہیں ممی ایسی کیوں ہیں؟ کیوں ممی ... نہیں سکیں۔ عورت کا نام ... ماں جیسی عورت کے احساسات کیسے ... صرف خود سے ... شادی سے پہلے ... پھر خود مر ... اور جب ... تب ... میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ میں نے ... جس ماں ... تو ... بدل جاتی ہے وہ ایک نئے احساس میں ڈوب جاتی ہے۔ مگر میں نے کبھی ... ماں میں ... نہیں پایا ... بڑے ہو گئے ہیں مگر میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ ... ہمیں کبھی گود میں لیا ہو کبھی پیار سے اپنے ساتھ ... سلایا ہو۔ ہمارے یہ کام ہمارے ڈیڈ نے ... ہم کو سمجھایا مگر جب ... کی طرف سے مایوس ... انہوں نے ... ساری محبت کا رخ ہماری طرف ... انہوں نے ... شفقت کے ساتھ ساتھ ہمیں ... کی کمی محسوس نہیں ہونے دی۔ ... کام جو ... داری ... وہ خود انہوں نے ... بھی ممی کے دل میں ڈیڈ کے لیے ذرا بھی ... دکھو اتم اپنی مثال لو تم نے ... خاطر خود ... حسیں ... تھے وہ ... نہیں مگر ... بھی ... احساس بھی ... آج جب ... یہ بات تسلیم نہیں کر رہے مگر ... تمہاری عادت ہے۔ تم کھانا ... تو وہ تمہارے ہاتھ ... کرتے ہیں تم گھر پر ہو تو تمہاری ... محسوس ... ہے۔ ... زندگی ... کی ... ڈیڈ کو ... ہوئی ہوں ... کبھی ان ... احساسات ...



... روپڑی تھی۔ مدیحہ ... اسے ...

... "کشف! یوں خود ... ہو۔ ... بھی ... چاہتا تھا کہ ہمارے ممی ڈیڈ ... پیار محبت سے ... ممی ... تو ... کبھی اس ... کا احساس نہیں ... کہ ان ... رویوں ... کا۔ ڈیڈ ... ہمارے ... بات ... کوشش کرتے ... گفتگو ... ہمارے ... پڑے ... میں نے ممی کو ... دیتے بھی نہیں ... ہے۔"

"کشف! ... اللہ ... حضور ... دعا کر سکتے ... ان سے مانگی دعا کبھی رد نہیں کرتا۔ ... سے ... کیے۔ اللہ جو بہتر سمجھتا ہے وہی ... اور ... رکھو ان شاء اللہ بہتر ہوگا۔"

"... شاید یہ اللہ سے دوری کا ہی نتیجہ ہے۔ ہم نے ... اس قدر مصروف کر لیا کہ اس سے دور ہو گئے ... ہے۔" کشف نے چہرہ صاف کیا ... آج وہ اللہ سے معافی مانگے گی اور اپنے ماں باپ کے حق میں دعا کرے گی۔

❁ ☆ ❁

... بعد وہ ... کے حضور ... ہو رہی تھی۔ وہ جب کمرے میں ... مدیحہ کو ... بہت غور سے اس ... چہرہ دیکھ رہا تھا۔ ... سے کتنا بدل گیا تھا ... دل میں اس چیز کا اعتراف کر رہا تھا کہ مدیحہ نے نا صرف خود کو بدل لیا بلکہ اسے بھی بدل ڈالا تھا۔ ان چند ماہ میں احساس ہوا تھا اسے کہ زندگی کیا چیز ... عورت کا وجود زندگی میں ... تو کبھی وہ ... جو اس لڑکی نے ... میں اس نے ... کو دیا تھا۔ وہ اس ... ساتھ ... کام ... مدیحہ نے ...

... زندگی کا اصل مقصد ... ہے ... تھا ... جو ... وقت ... کی طرف ... کے ... سے ... ان کی ... ہوئی تھی ... بھی ... جیسے ... میں ... سے بھرپور زندگی ... بھی شروع سے گاؤں اور وہاں کے رہنے والے پسند نہیں تھے لیکن اس نے کسی طرح بھی ظاہر نہیں کیا مگر ... ڈیڈ کے ساتھ ... تو اس نے ... پڑے ... ہٹ ... پھر اس کی مرضی کے خلاف کسی مجبوری کے بندھن میں بندھ کر وہ اس کی زندگی میں آئی۔ اس نے ... بھی بہت کی ... سے دھتکارا ... مگر اس لڑکی نے کبھی گلہ نہیں کیا ... اپنی ... اس نے ... زندگی میں تبدیلی پیدا کی۔ ... اس کی تمام عادتوں کو نوٹ کرتا اور ... عادتوں پر خود بھی عمل کرنے کی کوشش کرتا۔ صرف اس کی ذات ہی نہیں اس گھر کے در و دیوار یہاں کے مکینوں تک پر اثر پڑا تھا اس ... ہر کام پر توجہ ... نظر ... ہر فرد کی ضرورت کا دھیان رکھتی۔ ... بھی تو عورت تھی ... میں نے کبھی اس سے کچھ نہیں کہا مگر اس نے میرے کہے بنا میرے سارے کام کیے میرے دل کی ہر بات سمجھی اور میں جو ... تھا اس نے خود کو اس روپ میں ڈھال لیا مگر اپنی نسوانیت کا وقار برقرار رکھ کے اپنی روایات اور ... اقدار کا پاس رکھتے ہوئے۔ مدیحہ ... کے ساتھ ہر ... میں جاتی تھی جہاں وہ ... جاتا تھا اور اس کا لباس ... ویسا ہوتا تھا جو افراد کی پسند تھی مگر ... وقار اور عورت ... کبھی اس نے اپنے ہاتھ سے نہیں چھوڑ ... اس کے تمام دوستوں کو ... بیوی آئیڈیل بیوی لگتی تھی ... سے مکمل ... شاید وہ ... سمجھتا تھا ... کا تاریخ روپ دیکھ کر اسے ... شدت سے ... تھا کہ ان کی زندگی میں عورت کی جو کمی ہمیشہ سے رہی ہے مدیحہ کے آنے سے دور ہو گئی ہے ... عورت کی جو ... مدیحہ کے روپ میں مل گئی ہے۔ ⚫⚫

سے یہ سمجھتا رہا جذباتی ہو رہی ہیں ورنہ اتفاق
تو ... بات پر گلہ شکوہ نہیں کیا اور پھر وہ ... بھائی رہیں۔ ... ماما بھی ایک ایسی عورت ہوتیں جیسی ... گھر، شوہر اور بچوں کی فکر کرتیں۔ وہ ہر چھوٹی چھوٹی خواہش اور ضرورت اپنے ہاتھوں سے پوری کرتیں تو ان کا گھر آئیڈیل گھر ہوتا۔" جانے کب تک وہ اپنی سوچوں میں الجھا رہتا کہ مدیحہ کی آواز نے اسے چونکا دیا۔

"آپ کے لیے کافی بناؤں؟" روز اس وقت خود سے دودھ پینے کی عادت ڈال کر اب وہ کافی کا پوچھ رہی تھی۔ احراز نے عجیب نظروں سے دیکھا۔ "میں سمجھ سکتی ہوں کہ آج آپ بہت ٹینس ہیں اور جب آپ پریشان ہوتے ہیں تو کافی ہی پیتے ہیں۔"

"بناؤ۔" شکر گزار نظروں سے دیکھا۔ مدیحہ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ پل بھر کو نظریں ملی تھیں پھر وہ رخ موڑ گئی۔ ... اس نے اپنے اور کشف کے لیے بھی کافی بنائی تھی۔ ... کا کپ ... کر وہ دو کپ لے کر باہر آئی اور کشف کے روم میں داخل ہوئی۔

"ڈیئر کشف! یہ لو کافی حاضر ہے۔"

"مگر میں تو نہیں پیتی کافی میرا موڈ نہیں ہے۔"

"کیا ... تمہاری خاطر میں اپنے شوہر کو کافی دے کر تمہارے پاس آئی اور تم منع کر رہی ہو؟"

"تو مائی ڈیئر بھابی! تمہیں کس نے کہا تھا کہ تم اپنے شوہر نامدار کے ساتھ بیٹھ کر نہ پی لیتیں۔"

"اچھا ... نخرے مت کرو اور تم بھی ... طرح جانتی تو ہو کہ میرے شوہر مجھے اپنے روم میں کچھ زیادہ خوش نہیں ہوتے پھر بھی میں ان کو کیوں تنگ کروں۔" مسکراتے ہوئے کپ اسے تھما کر بولی۔

"مدحو! تم خوش ہو؟ بھیا تمہارے ساتھ کتنی زیادتی کر جاتے ہیں مگر میں نے آج تک کبھی تمہارے چہرے پر اداسی نہیں دیکھی۔ تمہیں بھیا کی باتیں برا نہیں لگتیں؟"

"کشف! میرے احراز سے ... سب ... میں وہی جانتی ہوں نہیں ... کا ... پر نگاہ ڈالیے۔" ... بعد جب میں گھر میں آئی تھی تو مجھے بتا چلا تھا کہ جب تم میرے اپنے ہو کر احراز اور میرا تعلق وہ ہے جو شاید مضبوط ترین تعلق ہے۔ جب عورت کی شادی ہو تمام رشتے کمزور پڑ جاتے ہیں۔ ماں باپ بہن بھائی دوسرے تمام رشتے صرف شوہر کا رشتہ مضبوط کر ... ہے عورت تن من سے صرف اس رشتے کو مضبوط بنانے میں لگی رہتی ہے ... جو سارے خوشیاں اور سکون چاہتی ہے کا ... ملتا ہے ... کہ میں ... احراز کے رشتے کو مضبوط نہیں رکھتی۔"

"مدحو ..."

"ہاں کشف! ان مہینوں میں میں نے پوری کوشش کی ہے احراز کی نظروں میں اپنی کوئی حیثیت بنا سکوں ... اس کے مزاج کے ہر موسم کو جان گئی وہ کب کیا چاہتا ہے کیا کھانا چاہتا ہے اسے کس چیز کی ضرورت ہے کیا پسند ہے اور کیا ناپسند ہے میں نے خود کو مکمل اس کی پسند میں ڈھال لیا ہے۔" اس نے گہری سانس خارج کی۔ ... گم سم رہ گیا۔

"مدیحہ! تمہاری خواہش تھی نا کہ احراز بھائی سے تمہاری شادی ہو جیسے ڈھیر سے غم سمیٹنا ..."

"ہاں! کیونکہ میں شادی سے پہلے ان سے محبت کرتی ہوں اور کشف میں نے اپنا کہا پورا کیا ہے شادی کے بعد پل پل تمہارے بھائی کو جانا ہے سمجھا ہے مگر میری خواہش اب بھی ادھوری ہے۔ کوئی مجھے بھی سمجھے کہ میں کیا چاہتی ہوں۔ میری خواہش میرے خواب شاید سب بے معنی ... میں نے تو ... تمہیں بتانا ہی چھوڑ دیا ہے کشف! اس گھر جس ... کی خاطر ہم ہر رشتہ چھوڑ دیتے ہیں جس کے ساتھ ساری عمر گزارتے ہیں اس کی باتیں ہمیں ... ہی تو ... سہہ جیت گیا تھا۔



میں جانتی ہوں تم بھیا کی باتوں پر دکھی ہوتی ہو پر ... ہے نا۔"

"میں یہ سوچتی ہوں نا کشف کہ اتنی بری زندگی ... گی تو دکھ ہوتا ہے۔ پاپا اور آنٹی کی طرف دیکھتی ہوں تو دل سے دعا نکلتی ہے کہ اللہ ان کے درمیان سے فاصلے مٹا دے اور اپنی طرف دیکھتی ہوں تو ڈرتی ہوں کہ یہ کہانی پھر نہ دہرائی جائے ہماری ... یہ ... عمر بھر نہ رہیں۔ مجھے ڈر لگتا ہے کشف احراز ہو یا بابا ہوں کب تک میرا ساتھ دے گا؟ ... حال مجھے اور احراز کو ... زندگی ہے نا میں ... تو میرے پاس تو کچھ بچا ہی نہیں ہے۔ ... ہیں بس سب یہی ایک بندھن ہے ... جو سب سے زیادہ ہے شاید اس چیز کا احساس بھی نہیں ... مجبور اور بزدلی تھی اس نے میرے مرحوم باپ کی خواہش پوری کی تھی اور میرے بابا مجھے یہ زندگی نہیں ... چاہتے تھے ہوں گے تو میری خوشیوں کے لیے بھیک مانگی ہوگی۔"

"مدحو!" کشف نے اس کا چہرہ سے تھام کر اپنی طرف کیا اس پورے عرصے میں پہلی بار اس کی پلکیں بھیگی تھیں۔ "مدحو پلیز رونا نہیں۔" اس سے پہلے کہ وہ دونوں مزید کوئی بات کرتیں ہلکی سی دستک کے بعد احراز اندر آیا تھا۔

"بھیا ... آپ ...؟" کشف کو سمجھ نہیں آیا کہ اس ... مدیحہ نے جلدی سے چہرہ صاف کیا۔

"... یہ ... محسوس کر رہے تھے۔" کشف اس وقت ... ہاتھوں کا بوجھل پن ختم کرنا چاہتی تھی۔

"... پینے کی عادت نہیں رہتی تھی نا آج پتا تو ... وہ کشف کے پاس ہی آ بیٹھا تھا۔

"... تمہاری شادی کے بعد ... میں ... لگتا ہے مجھ سے بھی خفا ... بھائی ہے

شپ کرتے تھے۔"

"کشف! تم کیا چاہتی ہو کہ میں اٹھ کر چلا جاؤں؟" وہ نروٹھے انداز میں بولا۔ مدیحہ نے کن انکھیوں سے اسے دیکھا تھا۔ گندمی پرکشش رنگت پر تیکھے نقوش، براؤن گہری آنکھیں، نیوی بلو شرٹ ... بلیک ٹراؤزر میں وہ روٹھا روٹھا کتنا خوب صورت لگ رہا تھا۔ وہ کسی بھی لڑکی کا آئیڈیل بن سکتا تھا کہ وہ تھا ہی اتنا اچھا اور وجیہہ ... اس نے احراز کو شادی سے ہونٹوں پر مسکراہٹ بھی بہت کم دیکھی تھی۔ ... کے چہرے پر ... بھی کم ... رہتے تھے۔

"ارے بھیا! میں تو آپ کو تنگ کر رہی تھی۔" کشف کی آواز نے اسے حواسوں میں لوٹا دیا تھا۔ تبھی دروازے پر دستک ہوئی اور مانی آیا۔

"بھائی جی! ... صاحب ... ہیں آپ کو۔"

"مجھے بابا ...؟ کہاں ہیں وہ؟"

"اسٹڈی روم میں...." مانی بتا کر چلا گیا۔ پتا نہیں کشف کو ہی محسوس ہوا تھا مگر احراز کے چہرے پر سایہ سا لہرایا تھا۔

"اوکے کشف! گڈ نائٹ۔" مدیحہ کہہ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ارے ڈیڈی کی بات سن کر چلی جاؤ نا۔"

"نہیں یار! اب آرام کروں گی۔"

"چلو ٹھیک ہے تم بھی تو سارا دن کام کرتی رہتی ہو تھک جاتی ہوگی۔"

"اوکے۔" وہ مسکراتی ہوئی باہر نکل آئی اور اسٹڈی روم میں پہنچی تو بابا اس کے ہی منتظر بیٹھے تھے شاید

"بابا! آپ نے بلایا تھا مجھے؟"

"جی بیٹا! مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے۔"

"مجھ سے ...؟" وہ ان کے پاس ہی بیٹھ گئی۔

"مدیحہ! میں نے فیصلہ کرلیا ہے حالانکہ یہ فیصلہ مجھے

بہت پہلے یہ فیصلہ چاہیے تھا مگر بہرحال کبھی ہی سہی میں نے حتمی فیصلہ کیا ہے۔ میں گاؤں جا رہا ہوں ہمیشہ کے لیے۔ کاشف تو چاہتا ہے کہ میرے ساتھ جائے لیکن میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔''

''بابا آپ گاؤں کیوں... کیسے جا سکتے ہیں؟ یہیں آپ کی ضرورت ہے۔''

''مدیحہ! ابھی تو میری ضرورت کبھی بھی نہیں رہی ہے۔ کاش ایسا ہی ہوتا جیسا میں تم سے پوچھنا چاہتا تھا کہ تم ہمارے ساتھ چلو گی؟ بیٹے میں تمہارا بھی مجرم ہوں۔ اپنے مرحوم بھائی اور اپنی خواہش تو میں نے پوری کر لی لیکن تمہاری زندگی مشکل میں ڈال دی۔ احمر رضا جیسے کو تمہاری قدر جاننے کا جانے کب اسے احساس ہو۔ میں نہ جانے کیوں سوچتا ہوں کہیں تم بھی میری طرح اکیلی ہی رہ جاؤ... ہم سب انتظار میں ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم نے پوری کوشش کی ہے اور تم کسی حد تک کامیاب بھی رہی ہو... میں احمر اور ڈاکٹر فرح کی بات جیسے ہی... اور میں اس کی طرف سے خوش فہمی کا شکار ہونا نہیں چاہتا۔ تم سوچ لو... تمہارے پاس... میں اور کاشف کل چلے جائیں گے۔ تم ہمارے ساتھ جانا چاہو گی یا احمر کو ایک موقع اور دو گی؟'' بابا نے دیکھا وہ جیسے ہاری ہوئی لگ رہی تھی۔ اس کا دل تو پہلے ہی... ہو رہا تھا۔ وہ بابا کی گود میں سر رکھ کر... کی طرح رو دی۔

''شاید بابا میری کوششوں میں ہی کمی رہ گئی ہے۔ میں آپ کے ساتھ جاؤں گی۔ آپ کی وجہ سے میرا حوصلہ بڑھتا تھا۔ آپ نہیں ہوں گے تو... میرے نصیب کی بات... احمر کو میری ضرورت ہوئی تو مجھے لینے ضرور آئیں گے۔ بابا میں انہیں موقع نہیں، خود کی کوششوں کو... دینا چاہتی ہوں۔ میں دیکھنا چاہتی ہوں کہ میں... کوشش میں کہاں تک کامیاب ہوئی ہوں اور کامیاب ہوئی بھی ہوں یا نہیں...؟''

''اللہ تمہیں کامیاب کرے بیٹا۔'' انہوں نے اس کا سر تھپکا۔ وہ کافی پریشان رہی۔ بابا کے اداس لہجے شاید سمجھ رہی تھی۔ انہیں تسلی دی۔ وقت... تک نہ ہوا۔

''مدیحہ! بہت رات ہو گئی ہے بیٹے اب جا کر آرام کرو۔''

''جی بابا!'' اس نے چہرہ صاف کیا اور... کمرے میں آ گئی۔ احمر ابھی بہت... سے اٹھ بیٹھا تھا جیسے اس کا ہی منتظر ہو۔ مدیحہ نے پہلے... روم کا رخ کیا پھر باہر آ کر تکیہ اٹھاتے بیڈ پر آئی تو وہ روک نہ پایا اور پوچھ بیٹھا۔

''بابا سے کیا بات ہوئی ہے؟'' مدیحہ نے اسے بہت حیرت سے دیکھا۔

''بابا ہمیشہ کے لیے گاؤں جا رہے ہیں۔''

''اور...'' اس نے پوچھا۔

''میں اور کاشف بھی ان کے ساتھ جا رہے ہیں۔'' یک دم ہی احمر کو لگا اس کے اندر کچھ ٹوٹ سا گیا ہو۔

''تم نے ڈیڈ کو سمجھایا نہیں...؟'' جواباً اس نے صرف سر ہلانے میں بدلا تھا۔ اس سے پہلے احمر... کی اتنی بات نہیں کی تھی اس سے ''مگر وہ فیصلہ کر چکے ہیں۔'' اس نے تکیہ اٹھایا اور صوفے پر جا کے بیٹھ گئی۔

''اور تم...؟'' یہ آواز شاید ایک خواب تھا۔ وہ کیوں مجھ سے پوچھے گا۔ وہ آنکھوں پر ہاتھ رکھ کے سونے کی کوشش کرنے لگی اور احمر سوچ میں پڑ گیا۔ اس نے مدیحہ کی ہر بات کی تھی اور واقعی سے... تھا وہ اس کی قربت سے... ہو رہی اس گھر میں... تھی اور اس نے کبھی سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی تھی۔... وہ چلی جائے گی۔ بابا اور کاشف کے ساتھ... نہیں چاہیے بابا کو انہوں نے ایک عمر ساتھ رہ... ہے... کاش... ڈیڈ کو... اور وہ... مدیحہ کو روک پائے گا؟ اس کا ذہن بری طرح الجھ رہا تھا۔ مگر اس کے پاس ان الجھنوں کا کوئی حل نہیں تھا۔



گی... سے ناطہ جا بیٹھا۔

''... آپ میرے... میں سوچیں مجھے پتا... ہے۔

میں نے... کوشش کی تھی بیٹا کہ تم اکیلے نہ ہو مگر تم... مجھے تنہا ہونے اور اب میں مدیحہ کو یہاں چھوڑ... یہاں نہیں رہنا چاہتا جو میرے ساتھ بہت... ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ میری ذمہ داری پوری ہوئی۔ تم... اچھے بزنس میں جا چکے ہو سیٹل ہو... کاشف کو رخصت کرنے کی ایک اہم ذمہ داری بھی مجھ... سے اور گاؤں جا کر... کا... کروں گا۔ تاہم... میں جا... تم... کو اچھی دعا ہے... اپنا خیال رکھنا اور ہاں اب شاید تمہاری ماں کو... ضرورت نہیں ہے مگر تم... ان کا خیال رکھنا۔''

''ڈیڈ پلیز!''

''احمر... مجھے مجبور مت کرنا بیٹے! زندگی میں پہلی بار... فیصلہ... مجھے... ہے۔'' گویا وہ اٹل تھے۔... کے پاس گیا انہیں سمجھانے مگر

''... وہ یہاں سو کر بھی کبھی میرے نہ... ایک سمجھوتا تھی... شادی... میرے شوہر نہ ہوئے''

''... ایسی بات... آپ کو ڈیڈ سے... کوئی افسوس نہیں؟ آپ نے ایک عمر ان سے... ہے۔''

''وہ میری مجبوری تھی... سر مت کھاؤ۔ شادی... بہت دیر سے... فیصلہ کیا ہے اسے بہت پہلے چلے جانا چاہیے تھا۔ شاید وہ یہاں رہ کر بھی... نہیں... میں نے... سے اس کے ماں باپ سے... اور وہ صرف اپنے بچوں کی خاطر... جب اس کے بچے اپنے پیروں پر... اس نے بالکل ٹھیک فیصلہ کیا ہے۔'' احمر... وہ... عورت جسے وہ ماں کہتا رہا ہے اس کی ماں ہے ہی نہیں۔ اس عورت میں جذبات و احساسات تھے ہی نہیں۔ جس شخص کے ساتھ زندگی گزاری... ہونے... کوئی فرق نہیں پڑتا۔

''مجھے بہت افسوس ہے یہ کہنا... آپ ہماری ماں ہیں اور یہ بات... خوشی کا باعث نہیں ہے۔ پہلی... کے... ہونے تھے... بھی دکھ تھا۔ مگر بابا کے جانے سے زیادہ نہیں۔'' وہ ہارے ہوئے... کی طرح کمرے میں آ گیا جہاں مدیحہ جانے کی تیاری کر رہی تھی۔

''اب اس سے کیا کہوں...؟'' اس نے خاموشی سے اپنی... کی تیاری کی اور جب کمرے سے جانے لگا تو مدیحہ... اس نے قدم روک لیے۔

''میں جانتی ہوں احمر... میرے وجود نے آپ کو کبھی خوشی نہیں دی ہیں ایک زبردستی کے بندھن میں بندھ کر آپ کی زندگی میں آئی تھی میں نے ہمیشہ کوشش کی کہ میری ذات سے آپ کو کوئی تکلیف نہ ہو پھر بھی کبھی... میں نے آپ کو دکھ دیا ہو تو اس کے لیے مجھے معاف کر دیجیے گا۔'' اس کی آواز بھاری ہو گئی تھی تب ہی وہ خاموش ہوئی۔

''... یہی الفاظ میں کہوں تو...؟ کیونکہ میری ذات سے تو مدیحہ احمر رضا تمہیں ہمیشہ دکھ اور تکلیف ہی ملی ہیں۔ اس کے لیے ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا۔'' اس نے مڑ کر نہیں دیکھا تھا۔ اپنی بات ختم کر کے فوراً چلا گیا تھا۔

حویلی کا... میں دیکھ کر بہت خوش ہو رہی تھی۔ دادی ماں اور پھوپھو نے اسے گلے لگایا۔

''پتا ہے کتنا مشکل تھا ہمارے لیے تیرے بنا جینا' کتنے دن تو یوں محسوس ہوا کہ تو آ جائے گی۔'' پھوپھو... جیسے... کہہ رہی تھیں۔... کتنے دن تجھے یاد کر کے روتا رہا اس نے تو گھر آنا چھوڑ دیا تھا

کہ مدعو کے بنا گھر کاٹ کھانے کو دوڑتا ہے۔ انہیں تو عادت بھی نہیں تھی تیرے بنا رہنے کی تھی تجھے خود سے الگ کیا نہیں اور جب یوں اچانک اسے سسرال کی تو لگا ہمارے آنگن کی ساری چڑیاں اڑ گئیں وہ چہچہاہٹ نہیں رہی تھی مدعو۔" انہوں نے دونوں ہاتھوں کے پیالے میں اس کا چہرہ تھام کر چوما۔ مدیحہ کی مسکراہٹ انہیں اچھی لگ رہی تھی، اس کے اندر بہت تبدیلی محسوس کی تھی انہوں نے..... لیکن یہ تبدیلی اس پر جچ رہی تھی۔ چھوٹے کشف کو بہت پیار کیا۔ ماں جی اور بابا جی اپنے بیٹے کو دیکھ کر ہی مسرور ہو گئے تھے۔ حماد شام میں آیا تو گھر میں رونق دیکھ کر نہال ہو گیا۔ مدیحہ اس کے کاندھے سے لگ گئی۔

"بڑی سنگ دل ہو نکلی مدعو۔ تیری یاد نہیں آئی کہ مڑ کر اپنا بھائی بھی یاد نہ آیا۔ پتا ہے تیرے بغیر رہنے کی عادت تھی مشکل سے ڈالی ہے ہم نے ۔ ۔؟"

"میں نے ہر پل آپ لوگوں کو یاد کیا ہے بھیا مگر وہاں زندگی نئی ہے اس لیے ان لوگوں میں گھلنا ملنا نہیں وقت دینا بھی ضروری تھا نا۔"

"اچھا کیا ..... چل یہ بتا احمر کیسا ہے اور وہ تم لوگوں کے ساتھ نہیں آیا؟" اس کے سوال پر پل بھر کو وہ گڑبڑا گئی پھر سنبھل گئی۔

"بابا اور وہ دونوں آجاتے تو بزنس کا کیا بنتا؟ پھر آنٹی کا ارادہ تھا کہ وہ بچی اور بہنوں کے ساتھ گھومنے جائیں گی۔ گھر پر کسی کو تو رہنا تھا نا۔" اس بے مہر کی سنگت نے اسے جھوٹ بولنے کا ہنر بھی سکھا دیا تھا۔ حماد ماموں اور کشف سے مدیحہ کے ساتھ باتیں کرتے ٹائم کا پتا ہی نہ چلا تھا۔

"میرا خیال ہے اب سو جانا چاہیے بچو! بارہ بج چکے ہیں۔" بابا نے کہا تو انہیں ٹائم کا احساس ہوا۔

"جی ماموں، آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں پھر مجھے شہر بھی جانا ہے ضروری کام سے۔" حماد بولا۔ کشف تو نجانے کب کی سو چکی تھی مگر مدعو کی نیند سے نڈھال تھا اس نے شکر ادا کیا۔

❁ ☆ ❁

شام شاید سپنے پر پھیلا چکی تھی۔ اس نے سستی سے کمبل ٹانگوں سے ہٹایا اور انگڑائی لیتا اٹھ کر پردے سمیٹ کر کھڑکی کھولی تو سورج جیسے سب کو الوداع کہنے کو رکا ہوا تھا۔

موسم بدل رہا تھا اور بدلتے موسم کی یہ اداس شامیں ڈوبتا سورج حریز شاہ کے اندر تک اتر گیا۔ اسے اپنے اندر کچھ ڈوبتا محسوس ہو رہا تھا۔ مدعو کا چہرہ چھو کر گزرا تو جھرجھری لیتا وہ کھڑکی بند کرنے لگا۔ فریش ہو کر نیچے آیا تو شفق معمول کے مطابق لاؤنج میں بیٹھی ٹی وی دیکھ رہی تھیں۔

"گڈ ایوننگ بیٹا! کیسا محسوس کر رہے ہو؟" کل سے بخار نے اس کے وجود کو توڑ کر رکھ دیا تھا کمزور لگ رہا تھا۔

"اب بہتر ہوں مما!" جب تک ملازم چائے لے آیا۔

"بھیا جی! چائے کے ساتھ کچھ لوں؟ آپ نے دوپہر بھی کچھ نہیں کھایا تھا۔"

"نہیں، میرا دل نہیں چاہ رہا۔" اس وقت کی چائے کے ساتھ کچھ نہ کچھ وہ ضرور بنائے رکھتی تھی۔ یہ نا صرف جب مدیحہ، کشف اور ان سب کے ساتھ بیٹھے گپ شپ کیا کرتے اور آج شام تو تھی مگر وہ نہیں تھے۔ جانے کیوں اس کا دل عجیب سا ہو رہا تھا۔ شاید سارا چائے کے ساتھ تو اس سے ہو جاتا تھا۔

"مالی! میرا دل نہیں چاہ رہا چائے لے جاؤ۔" ملازم نے اسے حیرت سے دیکھا۔ اس وقت چائے اور وہ منع کر دے؟ لیکن اسے اپنے چھوٹے صاحب کے موڈ سے ڈر لگتا تھا سو خاموشی سے آپ کے حکم کی تعمیل کی۔

"ماں کہتی تھیں مجھے لگتا ہے تم ان لوگوں کو یاد کر رہے ہو آج اس بات کو دو ہفتے ہو گئے ہیں اور میں دیکھ رہی ہوں کہ تم پہلے والی بات نہیں رہی۔"



بہت ڈر ہے تو ظاہری بات ہے۔ وہ میرے اپنے ہیں کشف میری بہن ہے۔ اک عمر گزری ہے میں نے ان کے ساتھ اور میں تو پھر ماں ہوں مما! شاید آپ نے محسوس نہیں کیا کہ اب اس کے اندر وہ پہلی والی بات نہیں ہے۔"

"اور تمہاری بیوی؟ مجھے جانے کیوں لگتا ہے کہ تم اس کی شاید زیادہ کمی محسوس کر رہے ہو۔"

ماں کی بات پر پل بھر کو اس کے اندر ایک سکوت سا طاری ہوا پھر سنبھل گیا۔

"مما! ماما کہ میرے اور مدعو کے درمیان جو ہم آہنگی نہیں رہی مگر یہ سچ ہے کہ اس نے اس گھر کو گھر بنایا ہے توجہ اور پیار سے ..... جو آپ ایک عمر گزار کر بھی نہ دے سکیں۔ وہ چند ماہ میں کر گئی۔ اس نے مجھے احساس دلایا ہے کہ گھر کے لیے عورت کا وجود کتنی اہمیت رکھتا ہے اور عورت کی توجہ اس کا گھر اور گھر والے ہوں تو وہ گھر کتنا مکمل اور پرسکون ہوتا ہے۔ مجھے کوئی شرمندگی نہیں ہے یہ کہنے میں کہ میں اس کی شدت سے محسوس کر رہا ہوں کیونکہ مجھے اور اس گھر کو اس کی عادت ہو گئی ہے وہ میری ہر ضرورت، ہر خوشی کا خیال رکھتی تھی بنا میرے کہے۔ کاش مما آپ نے بھی ڈیڈی یا ہماری پروا کی ہوتی۔"

"اب خدا کے لیے یہ لیکچر بند کرو۔ اگر اتنی محبت ہے اس سے تو چلے جاؤ تم بھی وہاں۔"

"کاش ایسا ہو سکتا مگر میرے ڈیڈی نے مجھ سے کہا تھا کہ میں اپنی ماں کے ساتھ رہوں، ان کا خیال رکھوں آپ چند دنوں کی کا خیال رکھیں۔"

"میں اپنا خیال رکھ سکتی ہوں مجھے کسی کی ضرورت نہیں ہے۔"

"جی مما! اس کا عملی مظاہرہ تو آپ کر چکی ہیں۔ اپنے شوہر سے جان چھڑا کر جس عورت کو ...... تک نہ ہو وہ یہ ..... کہہ رہا ہے۔"

شاہ کی حالت عجیب سی تھی۔ گھر آہستہ آہستہ وہیں تک محدود ہوتا جا رہا تھا۔ ..... تو یوں محسوس ہوتا جیسے ابھی ڈیڈی یا کشف ..... سے پکاریں گے کمرے میں

جاتا تو لگتا ابھی کسی کی چوڑیاں کھنکیں گی مگر ہر سو صرف سناٹا تھا اور وہ ایک ماہ میں ہی اس زندگی سے اکتا گیا تھا۔

"پلیز ڈیڈ مجھے یہ سزا مت دیں! لوٹ آئیں میں آپ کے بنا نہیں رہ سکتا۔" اس نے ڈیڈ کو فون کیا تھا۔ شاید اس دن بھی بیگم کو یہ احساس ہوا کہ انہوں نے حریز کے ساتھ زیادتی کی ہے۔ وہ خاموشی سے اپنے کمرے میں چلی گئیں مگر انہوں نے یہ ملک چھوڑنے کا فیصلہ کیا تھا اور یہ ہی اطلاع دینے کے لیے آج زندگی میں پہلی بار انہوں نے خود شاہ نواز احمد کو فون کیا تھا۔

"میں احمر کو یوں نہیں دیکھ سکتی۔ یہ سچ ہے شاہ نواز! میں کبھی تم سے محبت نہیں کر پائی ورنہ تم نے ہر ممکن کوشش کی رشتہ ایسا مضبوط ہو مگر میرے دل میں آج بھی تم نہیں ہو، سو میں مزید تمہیں اپنے بچوں کو تکلیف نہیں دوں گی میں امریکہ جا رہی ہوں۔ تم پلیز اپنے بچوں میں لوٹ آؤ کیونکہ میرے بغیر تو بچے ہمیشہ ہی رہے ہیں لیکن تمہارے بنا وہ نہیں رہ سکتے۔ احمر بہت تنہائی محسوس کرتا ہے اس کا باپ ہے تو تنہا دو پلیز!" انہوں نے آج بھی صرف اپنی کہہ کر لائن کاٹ دی اور شاہ نواز احمد ایک بار پھر علی احمد کے سامنے ہار گئے۔

کاش ہمارے بڑوں نے یہ فیصلہ سوچ سمجھ کر کیا ہوتا تو آج ......

وہ اس وقت کشف کی شادی کی تیاری میں مصروف تھے اور انہوں نے احمر کو بھی اطلاع دے دی تھی کہ پرسوں کشف کا نکاح ہے تم آنا چاہو تو ضرور آنا اور جس دن نکاح تھا وہ سویرے ہی پہنچ گیا تھا۔ کشف کو یوں لگا جیسے دو برسوں بعد اپنے بھائی سے ملی ہو۔ کتنی دیر اس کے گلے سے چپکی رہی۔

"بھیا! آپ ٹھیک ہیں؟ اتنے کمزور ہو رہے ہیں۔" اس نے بغور مشاہدہ کیا تھا۔ وہ مسکراتا ہوا ڈیڈی کے گلے لگ گیا اور جانے کس احساس سے ان کی آنکھوں کے گوشے نم پڑ گئے۔

"اگر آپ بھی ممی کی طرح کا رویہ رکھتے تو شاید آپ

[illegible] کی شدت سے محسوس ہوتی تھی۔ آپ سے [illegible] بات سے [illegible] خیال رکھا ہے۔ ڈیڈ! آپ نے یہ سوچ [illegible] کہ ہم آپ سے [illegible] ہیں ڈیڈ! [illegible] آپ سب صورت میں ہمارے [illegible] سے تھی گیا۔

"جناب! اگر کبھی تو [illegible] میں" حماد کی چہکتی آواز سے ڈیڈ نے [illegible]۔

"اوہ! سوری ڈیئر!" وہ حماد سے [illegible] چھ و [illegible] کے ہمراہ [illegible] چکا تھا گھر [illegible] مدیحہ کا چہرہ نظر نہیں آیا اس کی نگاہیں [illegible] ڈھونڈ رہی تھیں۔ حماد سے شادی کا گھر تھا مہمان تھے اور [illegible] دونوں میں اسے تلاش [illegible] شاید بابا کی نگاہوں میں چوری چوری کی [illegible] تھے جیسے [illegible] شادی سے [illegible] مسکرا [illegible] اور شادی کے بعد احمد کی بات سے منتظر تھے [illegible] احمد مدیحہ کو خود پتا ہے یہ بات کی طرف [illegible] مدیحہ بھی [illegible] بے مقصد زندگی گزار رہی تھی لیکن وہ خوش تھے کہ مدیحہ کی محبت [illegible] سیکھ گئی۔

شام میں جا کر وہ اسے دکھائی دی تھی۔ میرون کلر کے [illegible] کامدار سوٹ میں خوب صورت سے [illegible] ایک اپ اور جیولری نے اسے نظر [illegible] کی حد تک خوب صورت بنا دیا تھا۔ کسی کام سے گزر رہی تھی [illegible] احمد اور سے سامنا ہوا۔

"السلام علیکم!" اس کے یاقوتی لب ہولے سے ہلے اور [illegible] کھو گیا۔

بہت جلدی [illegible] آپ کو؟" [illegible] اسے [illegible] نگاہیں تھک کی تھیں [illegible] ہوئے بھی طنز [illegible] ہی موجود [illegible] پکار رہی تھی۔

"تم ٹھیک ہو؟"

"جی آپ [illegible] آ [illegible] کیسی ہیں؟"

"ماما [illegible] چلی گئی ہیں۔" سنجیدگی سے جواب دیا۔ مدیحہ نے [illegible] سے دیکھا جس کے چہرے

پر غضب سا [illegible] تھا وہ پہلے سے بہت کمزور [illegible] تھا۔ چہرے پر [illegible] سی تھی اس نے اس کو [illegible] آپ ٹھیک ہیں نا احمد [illegible] بہت کمزور ہو رہے [illegible] جیسے وہ [illegible] شادی [illegible] تک [illegible] تمہیں فکر [illegible] اس نے گلہ [illegible] منہ سے دیکھا جو [illegible] تلملا رہا تھا۔ "[illegible] کیا ہو گیا ہے [illegible]۔" جانے وہ کیا جتا رہا تھا۔ مدیحہ [illegible] پلیٹیں حوثی سے سمیٹیں۔

"حمزہ بھائی!" حماد کے دوست کی آواز [illegible] سے بہت پریشان [illegible] تھا۔ "مجھے تم سے بات [illegible] مدیحہ [illegible]" وہ اپنی بات مکمل کرتے تیز قدموں سے پلٹ گیا۔

❁ ☆ ❁

"ڈیڈ! آپ تو [illegible] کی ذمہ داری دور کر دی آپ سے پلیز [illegible] چلیں میں بہت تھک گیا ہوں۔"

"[illegible] کیا میرے واپس جانے سے تمہاری [illegible] واقعی دور ہو جائے گی بچے" ڈیڈ کی ذومعنی بات وہ سمجھ [illegible] رہا تھا۔

"کیا مطلب ڈیڈ!"

"میں نے تمہاری ماما کے ساتھ ہوتے [illegible] عمر تنہا گزاری ہے حمزہ اور میں نہیں چاہتا [illegible] ایسا ہو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں [illegible] زندگی کے اس سفر میں ایک ہمسفر چاہیے۔ جس [illegible] تھا مگر تم یہ زندگی آسانی سے گزار سکو اور جو [illegible] سکھ کی ساتھی ہو۔ تم ایک دوسرے کی مشکلیں سمجھو اور [illegible] حل کرو۔" اب سے یہ بات واضح انداز میں سمجھ [illegible] تھی۔ وہ جو بھی آج [illegible] اس سے یہ کہانی سنیں [illegible] تھا لیکن [illegible] زندگی وہ کی سمجھوتے کے سہارے نہیں [illegible] ودماغ کی رضامندی سے گزارنا چاہتا تھا جس [illegible] وہ پوری طرح تیار تھا۔ وہ [illegible] والے [illegible] میں اپنی زندگی کا آغاز کرے گا مگر گزر جانے [illegible] ماہ وسال کو نہیں دیکھے گا۔ یہی وعدہ تو کر [illegible]



[illegible] تو [illegible] مدیحہ سے [illegible] تھا۔ "[illegible] ڈیڈ! مجھے [illegible] آپ [illegible] ہیں [illegible] مسکرا [illegible] کے حدشات [illegible] میں مدیحہ سے [illegible] ہوں [illegible] اس کی مکمل بات سن کر [illegible] رہے تھے۔

❁ ☆ ❁

اگلی صبح وہ سب کی دعا میں ہمیشہ [illegible] کی [illegible] تھی لیکن اس بار دل میں امید تھی [illegible] وہ ہمسفر پا چکی ہے۔ [illegible] خطا تھی۔ جس [illegible] تھا کہ وہ مدیحہ سے بات کرنا چاہتا ہے۔

گھر پہنچے تو بابا انہیں دیکھ کر کھل اٹھے۔

"بھائی کی قسم سے [illegible] آنے سے تو صحبت [illegible] بھائی کے خراب موڈ سے مجھے ڈر لگنے لگا تھا۔" [illegible] آنکھیں [illegible] بابا [illegible] ہنس پڑے تھے۔

"اچھا اب فٹ مجھ بتاؤ میں بھی فریش ہو کر [illegible] خوب صورت حال ہے۔"

"جی چچا" وہ مسکراتی ہوئی سیڑھیاں چڑھ گئی تھی شام تو ویسے بھی ڈھل چکی تھی۔ جب تک وہ [illegible] آئے [illegible] نے کھانا تیار کر لیا تھا۔

"بابا میں اور مدیحہ کھانے کے بعد باہر جائیں گے آپ چلیں گے ہمارے ساتھ؟" وہ کھانے کے دوران بابا سے مخاطب تھا۔

"نہیں بھئی میں آرام کروں گا۔ تم دونوں [illegible] سے منع کر دیا۔

"تم [illegible] سوچنا [illegible] کے بعد" وہ اب مدیحہ سے مخاطب تھا۔ جس نے صرف سر ہلا دیا تھا۔ کھانا ختم کرتے [illegible] دیکھ رہے تھے

[illegible] بیٹے آج تمہاری محبت کا ثمر تمہیں مل گیا [illegible] تمہیں ہمیشہ خوش رکھے [illegible]



اے چاند کی کرنوں

اے چاند کی کرنوں جانا
تم اس کو چھو کر آ جانا
وہ سب کیا کرتا ہے جو [illegible] ہے بات
وہ کس سے باتیں کرتا ہے [illegible]
وہ رات کو کیسا دکھتا ہے جب [illegible] ہے
جب جاگے کیسا دکھتا ہے [illegible]
تم اس کو چھو کر آ جانا
ہم اس کے بنا ادھورے ہیں اور جینا مشکل لگتا ہے
تم کان میں اس کے [illegible] کوئی یاد بہت
کرتا ہے
اے چاند کی کرنوں جانا

طیبہ نذیر ... گجرات

[illegible] تمہارے لیے خوشیاں ہی خوشیاں ہوں۔

"شکریہ بابا!" اس نے [illegible] ان کے گلے میں بانہیں ڈالیں۔

"اچھا اب جا کر تیار ہو جاؤ کہیں احمد کا موڈ بگڑ جائے۔" انہوں نے کہا۔

وہ "اچھا" کہتی اٹھ گئی اور آدھے گھنٹے بعد وہ دونوں باہر جا رہے تھے گاڑی میں بیٹھتے [illegible] پرشوق نظروں سے مدیحہ کو دیکھا تھا وہ جھینپ کر رخ موڑ گئی۔ احمد نے گاڑی اسٹارٹ کی۔

"ہم کہاں جا رہے ہیں؟"

دراصل میرے دوستوں نے آج پارٹی رکھی ہے لیکن وہاں جانے سے پہلے میں تم سے [illegible] چاہتا ہوں۔" وہ [illegible] کرتے ہوئے بہت [illegible] مدیحہ [illegible] بات کر رہا تھا اس نے گاڑی ایک خوب صورت اور شہر کے بڑے ہوٹل کے سامنے [illegible] کر [illegible] تو مدیحہ نے حیرت سے دیکھا۔

"آؤ" گاڑی پارک کر کے وہ آگے بڑھ گیا

مدیحہ اس کے ہمراہ تھی۔ یہاں بہت زیادہ لوگ تھے شاید وہ بھی پارٹی میں مدعو تھے۔ احمر اسے [illegible] پرسکون [illegible] ٹہلتے ہوئے ایک حصے میں لے آیا تھا جہاں بس [illegible] تھے۔

"بیٹھ جاؤ" اس نے کرسی کی جانب اشارہ کیا۔ مدیحہ جھجکتے ہوئے بیٹھ گئی۔ بے شک یہاں لوگ کم تھے مگر اس کے خیال سے رش تھا۔ احمر نے اس کی جھجک محسوس کی۔

"پلیز ریلیکس، یہ وہ جگہ ہے جہاں کسی بھی شخص کو دوسرے سے کوئی سروکار نہیں، بے فکر ہو جاؤ۔"

"میں یہاں ایزی فیل نہیں کر رہی" بار بار دوپٹہ درست کرتی وہ تنگ آ گئی تھی۔

"مدحو، ادھر دیکھو میری طرف" وہ قدرے تیز لہجے میں بولا تھا۔ [illegible] کے روئیے میں اپنا پن نمایاں تھا اور آج پہلی بار اس نے "مدحو" پکارا تھا۔ مدیحہ نے نظریں ذرا اٹھائیں تو اسے متوجہ پایا۔

"میں تمہیں یہاں اس لیے لایا ہوں کہ ہم آرام سے بات کر سکیں گے۔ گھر کے ماحول سے دور۔" اس کے لفظوں سے مدیحہ کے دل کی دھڑکن بے قابو تھی۔ ٹیبل پر نظریں جمائے جانے کیا کھوجنے لگی۔ احمر نے بغور اس کا سراپا دیکھا پھر ٹیبل پر دھرے اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں کی پناہ میں لے لیا۔ مدیحہ کی جان پر بن آئی تھی۔ [illegible] پھر پلٹ گئیں۔

"مدحو! میں تمہیں شکریہ کہنا چاہتا ہوں۔ تم نے مجھے زندگی کی ایک نئی راہ دکھائی ہے شاید میں حیات کے سچے معنوں سے واقف ہی نہیں تھا اور کبھی ہو بھی نہ پاتا اگر تم میری زندگی میں نہ آئی ہوتیں۔ میں بھی شاید ممی کی پسند کی کسی لڑکی سے شادی کر لیتا جو بے شک میرے جیسی ہی ہوتی مگر میرے گھر والوں کو ہی [illegible] رہتی جو تمہارے آنے سے پہلے تھی۔ مدحو! تم میری زندگی میں میری خوشی اور مرضی سے آئی تھیں اور یقین کرو کہ مجھے صرف تمہارا نام پتا تھا۔ اس کے علاوہ مجھے تمہارے بارے میں کچھ علم نہ تھا اور نہ ہی مجھے دلچسپی تھی۔ مجھے صرف اتنا پتا تھا کہ تم بستی گاؤں سے تعلق رکھتی ہو جہاں لوگ چھوٹی سوچ کے ہوتے ہیں اور تعلیم سے نابلد ہیں۔ میرے ذہن میں یہی تھا کہ تم بھی ان پڑھ ہو گی جاہل سی۔ میں حویلی کا ماحول دیکھ چکا تھا مگر مجھے لگا ہمارے لیے قطعی نامناسب ہو۔ ہمارے ساتھ کبھی ایڈجسٹ نہیں کر سکتیں اور تم اور ہم دونوں میں ہم آہنگی ہو ہی نہیں سکتی۔ مگر مدحو! میں غلط تھا۔ میں نے تمہیں نظرانداز کیا مگر پھر بھی تم میری توجہ کا مرکز رہیں۔ تم نے دھیرے دھیرے میرے گھر، میرے گھر والوں اور پھر میرے دل میں ایسے جگہ بنائی کہ میں تمہارا عادی ہو گیا۔ ہاں مدحو! مجھے اعتراف ہے کہ تم میری ضرورت بن گئی تھیں۔ جب تم گاؤں میں تھیں تو میں شدید تنہائی کا شکار ہو رہا تھا۔ [illegible] اچھا تھا اور نہ ہی میرے کام ٹھیک سے ہو رہے تھے۔ میں تم سے کہہ نہیں پایا کہ پلیز لوٹ آؤ۔ مدحو! تم نے مجھے جان لیا تھا، میری ہر خواہش، ہر ضرورت اور ہر وہ بات جو میرے دل میں ہوتی تھی تم جان لیتی تھیں۔ میرے اندر کے انسان کو وہی توجہ چاہیے تھی جو تم نے دی۔ ہاں میں آج تم سے اقرار کرتا ہوں کہ تم نے مجھے مجھ سے چھین لیا ہے، تم میری زندگی کی وہ واحد ہستی ہو جس نے مجھے پیار کے معنی سکھائے۔ اپنی خاموش محبت اور لگن سے۔ شکریہ مدحو! تھینک یو سو مچ" وہ بڑی سچائی سے اعتراف کر رہا تھا۔ جذبات سے بھرپور لہجے میں۔ اس نے مدیحہ کے ہاتھوں کو ہونٹوں سے چھوا تو اس نے ایک دم ہاتھ کھینچ لیے۔ "تم کچھ نہیں کہو گی؟" جواب میں مدحو نے صرف اسے دیکھا، آب پانی سے بھری آنکھیں [illegible] احمر چند لمحے دیکھتا رہا۔ "میں جانتا ہوں تم مجھ سے خفا ہو [illegible] تمہارے اندر بہت گلے ہیں جو تم نے میری ذات سے [illegible] ہیں اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تم کبھی بھی اس کا طلب گار نہیں ہو گی۔" مدیحہ نے بہت حیران نظروں سے دیکھا۔ "میں نے تمہاری تمام باتیں سن لی تھیں جو تم نے [illegible] کے روم میں شیئر کی تھیں [illegible]



[illegible] ایسا نہیں تھا مگر جب میں [illegible] تمہارے شکوے [illegible] میں نہ چاہتے ہوئے بھی [illegible] ہم اپنے [illegible] رہتے ہیں تمہیں اندازہ ہے کہ تم [illegible] قدر محبت سے [illegible] کال [illegible] سوری کرنا [illegible] شاید تمہارے [illegible] مدیحہ شاید میں اس کی تمہاری محبت [illegible] اظہار [illegible] تمہاری [illegible] ہوتی ہے [illegible] مجھے بہت [illegible] جاؤں گا تمہیں [illegible] [illegible]

مجھے [illegible] کہ میں [illegible] اپنی محنت [illegible] سے [illegible] آپ سے [illegible] امید [illegible] کہ شاید آپ مجھے [illegible] [illegible] بھی [illegible]

[illegible] تم [illegible] تمہاری [illegible] میرے [illegible] شاید میں خود کو [illegible]

[illegible]



خوب صورت لگا تھا۔

"ہوں" وہ اب تک اس کی آواز کے سحر میں کھویا ہوا تھا۔

"میں خوش ہوں بہت خوش، یقیناً تمہارے [illegible] ہوں گے۔"

"ہاں مدیحہ! میں سمجھتا ہوں تمہیں، [illegible] بھی ساری زندگی [illegible] لیکن نہیں ہماری زندگی محبت و احساسات سے بھرپور ایک دوسرے پر مکمل اعتبار کے ساتھ گزرے گی کیونکہ مدحو! میں نہیں چاہتا تھا کہ ہمارے بچے بھی... ساری عمر اسی کشمکش کا شکار رہیں۔" اس کے لفظوں سے مدیحہ کے چہرے کی رنگت گہری ہوئی تھی اور احمر [illegible] اس روپ پر [illegible] تھا۔ تم بہت خوب صورت [illegible] مدیحہ [illegible] بہت پیار [illegible] محبت سے چور لہجہ تھا [illegible] مدیحہ نے [illegible] جھکا لیا تھا۔

"میں تم سے وعدہ کرتا ہوں مدیحہ کہ آج سے ہم نئی زندگی کا خوش گوار آغاز کریں گے جس میں غلط فہمی اور گلے شکوے نہیں ہوں گے اور میں تمہیں اتنا پیار دوں گا کہ تم پچھلے سارے دکھ بھول جاؤ گی۔ [illegible] ہمیشہ یوں ہی [illegible] رہنا کیونکہ مجھے اور میرے گھر کو تمہاری عادت ہو گئی ہے اور میں اپنی عادت ترک نہیں کرنا چاہتا۔" [illegible]

"[illegible] تم سے [illegible] کا آغاز کرتے ہیں۔" اس نے مدیحہ کا ہاتھ تھاما اور ہوٹل سے باہر نکل آیا۔

# اپنا مقام پیدا کر

سباس گل

> میرا عروج اوج ثریا کا ہم نشیں
> اس زندگی میں صاحب رفعت تجھی سے ہوں
> تیرے بغیر میرے وطن کچھ نہیں تھا میں
> دنیا میں آج صاحب عزت تجھی سے ہوں

''واہ علی بھائی! کیا آواز ہے آپ کی۔''

''آپ کو تو بڑے پکے راگ آتے ہیں کمال ہے بھائی!'' سمیر نے بھی بہن کی بات کی تائید کرتے ہوئے توصیفی انداز میں کہا تو علی فخر سے گردن اکڑاتے ہوئے بولا۔

''ارے بیٹا تم نے ابھی پکے راگ سنے کہاں ہیں؟ ہم تو ایسے ایسے راگ گاتے ہیں کہ آسمان سے بارش برسا دیں، گلاس توڑ دیں اپنے راگ کی طاقت سے۔''

''سچی'' سمیر حیرانی سے بولا۔

''ہاں۔''

''اچھا تو یہ تمہاری کارستانی ہے کم بختو! ابھی پہلے ہی میں ایک درجن شیشے کے گلاس لائی تھی جس میں سے اب صرف ایک بچا ہے۔ سب کے سب تمہارے اس گانے کی نذر ہو گئے۔'' صابرہ بیگم نے ان کی بات سن کر کچن سے برآمد ہوتے ہوئے ان سب کو لتاڑا۔

''اماں! وہ سارے گلاس میں نے گانا گا کے نہیں توڑے وہ تو یہ میاں اور ماموں جان نے ہمیں چپ کرنے کی غرض سے یونہی ٹھکے دے مارے تھے آپ تو جانتی ہیں نا کہ ان کے شانے انتہائی ناقص ہیں بجائے ہمیں سننے کے دکھی ہو جاتے اور توڑ پھوڑ [illegible]



[illegible] آپ [illegible] پیش کی

[illegible] منہ [illegible] نہیں ٹوٹ [illegible] صابرہ بیگم غصے سے [illegible] گارڈ [illegible] جیسی [illegible]

[illegible] سو گئے [illegible] تھے۔ اچھی [illegible] بارش ہوئے [illegible]۔ ہمارے [illegible]

[illegible] جی ہاں۔

[illegible] سو گئے [illegible] صابرہ بیگم نے [illegible] گویا [illegible]

[illegible] ہمارے گانے میں کتنی طاقت ہے۔

[illegible] صابرہ بیگم [illegible] انہیں۔

[illegible] طاقت [illegible] کا کام آسمان تو [illegible] کا [illegible] سے [illegible] جاتا ہے

[illegible] کہیں [illegible] جب [illegible] دیا ہے گلے [illegible] تم [illegible] مقام پیدا کر لیتے [illegible] سنجیدگی سے کہا۔

[illegible] تو [illegible] ہوتی نہیں [illegible] مقام پیدا [illegible] بھی گا [illegible] نا چاہتا تھا [illegible] صابرہ بیگم غصے میں بڑبڑاتی ہوئی چلی گئیں۔

[illegible] علی سے [illegible] احمد [illegible] بول اٹھے۔

[illegible] مشہور ہوتی ہوتیں۔

[illegible] صابرہ بیگم نے شوہر کو [illegible] سنجیدگی سے کہا [illegible]

[illegible] پڑھنے [illegible] نہیں [illegible]

[illegible] خود [illegible] نہیں [illegible] اس [illegible] ڈالی [illegible] نہیں ہوتی۔

یہ بات [illegible] مذاق کر رہا تھا'' ربیع احمد نے مسکراتے ہوئے [illegible] جھنجھلا گئیں۔

''ساری زندگی مذاق کرتے ہی گزر [illegible] اس پر سونے پہ سہاگہ اولاد بھی کسی [illegible] نہیں ہوں۔ سوچا تھا [illegible] پڑھ لکھ [illegible] اس کا کسی معاشرے [illegible]

''[illegible] سن کر [illegible] ادھوری رہ گئی۔

''تو میں تجھے جوتے مار مار کے گھر سے [illegible]'' صابرہ بیگم نے اس کی بات کاٹ [illegible] تنبیہ کی۔

[illegible] علی جھلا گیا۔

''کیونکہ [illegible] کا نا [illegible] برداشت [illegible] ہو جائے گا تو آخر وہ [illegible] جوتے [illegible] چھوٹوں کا [illegible] نہیں ہوگا [illegible] جوتے [illegible] بچے [illegible] جوتے کھاتے [illegible] بیگم نے [illegible] علی [illegible] سر اٹھے تھے [illegible] بھائی تھا

[illegible] نہیں [illegible] کمرا [illegible] مجھے [illegible] علی [illegible] سنجیدگی سے بولیں۔

''تو [illegible] تیرے [illegible]

پڑھواؤں گی۔ نوکری ملے گی نا چھوکری ملے گی۔ چار سو کی شہنشاہ ہے یہ گانا سجانا۔"

غضب خدا کا ہی ہے خدا۔ آپ جسے کچھ کرنا نہیں آتا آج کل وہی گانا گا رہا ہے۔"

شمس علی کی خالہ زاد نے بیرونی دیوار سے سر نکال کر کہا وہ ان کی پڑوسی بھی تھی۔ دیوار کے پار ان کی آواز ان کے کانوں تک آ رہی تھی۔ حسن سلوک نہیں بھی تھی یہ انکشاف کیا تھا۔

"ارے بھی تو موسیقی پر زوال آیا ہوا ہے۔ ہر کوئی گلا پھاڑ رہا ہے کسی کے کانوں کو بھلے ہی پھٹ جائیں اس سے کوئی غرض نہیں ہے بس گلا پھاڑنے سے غرض ہے۔" صابرہ بیگم نے دل جلا لگانے والے انداز میں ان کی حوصلہ شکنی کی۔ علیزے شعلہ بار نظروں سے شمس کو دیکھ ہوئے منہ چڑا رہی تھی۔ علی غصے سے بول پڑا۔

"تمہیں اپنے گھر میں کوئی کام نہیں ہے کیا؟ استانی جی بی بی پھرتی ہو اور لوگوں کے گھروں میں جھانکتی ہو۔ دیواروں سے چپکی ہو ہر وقت چھپکلی ہو کیا؟ چلو ترو چپٹے۔"

"ہونہہ۔" شمس نے سر جھٹک کر کہا اور پیچھے ہٹ گئی۔

"تم کیا جانو کہ میں دیوار سے کیوں چپکی رہتی ہوں صرف تمہیں دیکھنے کے لیے تمہاری دلکش آواز سننے کے لیے مگر ... جانتے ہیں تم میرے دل کی آواز کب سنو گے؟ کبھی سن بھی پاؤ گے یا نہیں؟" شمس نے بند آنکھوں میں دراز قد کسرتی بدن والے خوب صورت خدوخال کے حامل علی کی صورت کو محسوس کرتے ہوئے اس کو دل میں مخاطب کیا تھا۔

"شمس سے مت الجھو سر کھپاؤ۔" صابرہ بیگم نے علی کو ڈانٹا۔

"ماں خود تو بے عزتی کرتی ہو پڑوسیوں سے بھی کروا دیا کرو۔ ایک تو نوکری نہیں ہے میرے پاس تو میں دو کوڑی کا ہو گیا آپ کی نظر میں۔ ٹھیک ہی کہتے ہیں نوٹ والوں کو ہی ماں باپ ہی پیار کرتے ہیں۔" علی نے بھی سچ میں کہا۔

"ہائے ہو یہ ہے بیٹا بس کے جاتا ہے۔ چل جا دیکھ پڑوسیوں کی مرغی نے انڈا دیا کہ نہیں" صابرہ بیگم نے ایک دم قدرے نرم پڑتے ہوئے اس کے کندھے پر ہلکا سا ہاتھ مار کر کہا انہیں اپنے بچے اور لفظوں کی سنگینی کا احساس ہو گیا تھا۔

"مرغیاں ہوتی؟" علی فوراً ہی اپنے موڈ میں آ گیا وہ ہی تھا اپنا ... دلچسپ کر مسکرانے والا۔

"تو دیکھ آ میں۔"

"کیا مرغی یا انڈا؟"

"انڈا!"

"کتنے کا ہے جی؟" علی شرارت سے پوچھ رہا تھا لب مسکرا رہے تھے۔ ماں بیٹے کی نوک جھونک ...

"کون کتنے کا ہے جی؟"

"مرغی انڈہ کتنے کا ہے جی؟"

"ہاں ہو ہے کیا؟ مرغی بھی بھلا کبھی اپنے منہ سے اپنے انڈے کی قیمت مانگتی ہے چپکے سے اٹھا لینا۔"

"تم ہی مرغی؟" علی نے مزید چڑایا۔

"تم کیا مارے تھپڑ جا تیری کمزوری تو میں سمجھتا گال ہوں بھی کب سے وہ دیکھ کے جا رہا ہے؟"

"انڈہ لینے۔"

وہ صابرہ بیگم کے تیور بھانپ گیا تھا اس سے پہلے ان کے ہاتھ پاؤں سے چپل تاڑتے وہ ... ہو گیا تھا۔

سدرہ اور سمیرہ ربیع احمد کی بیٹیاں ہنس رکے رہی تھی

"ویسے جو سبق دے رہی ہو بیٹے کو انڈہ چرانے کا۔" ربیع احمد نے صابرہ بیگم کو دیکھتے ہوئے ...

"ہائے ہائے میں تو یونہی سے سمجھا رہی تھی۔" انہوں نے ہاتھ سے مکھی اڑاتے ہوئے نظریں چرا کر کہا۔

"بہلا رہی تھیں یا اب تک چوری سے انڈے کھلا رہی تھیں؟" ربیع احمد نے چوٹ کی۔

"ہے تو تمہاری چپت کرو دوپٹہ سے باتیں بھی سنو بھائی سے پچھلی رات کا ایک انڈا ملنا تھا مرغا نا صاحب سے آ رہی تھیں" اور یہ جو پڑوسیوں کی مرغیاں ہماری چھت پر آ کے انڈا دے کر چلی جاتی ہیں پچھلے سال ان کی بلی نے کھالی تھیں۔ ان کا بھی تو حساب کتاب ہے کہ نہیں؟ وہ مفت کی سنتی نہیں اور اب ہماری چھت پر آ کر بیٹھ کر جاتی ہیں تو انڈے دیتے ہوئے موت آتی ہے کیا۔ اس میں سے ایک مرغی کے انڈے گر ہم سے کھا لیے تو ہوں کی قیامت آگئی۔" صابرہ بیگم کا تو چل رہا تھا زبان کو نہ روکیں اور ... سمیرہ کی ہنسی بند نہیں ہو رہی تھی۔ صابرہ بیگم کی نظر پڑی تو توپوں کا رخ ان کی طرف ہو گیا۔

"تمہارے بہت دانت نکل رہے ہیں کیا کسی ٹوتھ پیسٹ کا اشتہار فلم بند کروا رہی ہو۔"

"ماں!" سمیرہ منمنا کر رہ گئی ربیع احمد دل ہی دل میں دعا کر رہے تھے کہ ان کے گھر آنگن میں اسی طرح ہنسی گونجتی رہے۔

ربیع احمد اور صابرہ بیگم کا تعلق متوسط طبقے سے تھا۔ ربیع احمد سرکاری محکمے میں ہیڈ کلرک تھے۔ اس مہنگائی میں سفید پوشی کا بھرم قائم رکھے ہوئے تھے۔ علی، سمیرہ اور سدرہ ان کے تین ہی بچے تھے۔ تینوں ہی ذہین، خوش شکل، محنتی اور لائق تھے۔ علی نے ایک سال پہلے ہی ایم بی اے کیا تھا وہ گولڈ میڈلسٹ ... کے ساتھ مگر حالات درست نہیں تھے ... ملازمت کے لیے ایک کمپنی نے اسے ہائر کیا تھا مگر مالک کے کسی جاننے والے آدمی کے بیٹے کو سفارش پر رکھ لیا گیا اور ... بھی اس کی سفارش سے بن گئی اور اس کی ... آج کل اس نے کال سینٹر جاب کے ... رکھا تھا۔ علی کی آواز شروع سے ہی دلکش ... یونیورسٹی میں گانے کے مقابلوں ... ہوتا تھا۔

ربیع احمد بھی اس کی بے روزگاری کی وجہ سے پریشان تھے لیکن ظاہر نہیں کرتے تھے کہ علی کو مزید پریشانی ہو اور ... تو وہ خود بھی ہمت ہار بیٹھے تھے۔ انہیں اللہ پر پورا بھروسہ تھا کہ وہ جلد ہی ان کے بیٹے کو بہت اچھا روزگار عطا کرے گا۔

سمیرہ بی ایس سی کر رہی تھی اور سدرہ میٹرک میں تھی۔ چھ مرلے کے گھر میں یہ پانچ نفوس بہت محبت اور اتفاق سے رہ رہے تھے۔ بس صابرہ بیگم علی کی بے روزگاری کی وجہ سے چڑچڑی سی ہو گئی تھیں۔ انہیں دکھ تھا کہ ان کا اتنا قابل بیٹا نوکری کے لیے مارا مارا پھر رہا ہے۔ اسی وجہ سے وہ علی کے گانے پر بھی خفا ہوتی تھیں حالانکہ جب وہ اسکول، کالج میں گانے کے مقابلوں میں حصہ لیا کرتا تھا تو سب سے زیادہ خوشی ان ہی کو ہوتی تھی۔ علی بھی کوئی بچہ نہیں تھا ماں کے رویے کی وجہ کو بھی خوب سمجھتا تھا مگر بھی وہ کوشش اور اللہ سے دعا کے سوا کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

❁ ❁ ❁

"علی! ناراض ہو؟" شمس اس کے سامنے کھڑی پوچھ رہی تھی کل کی بات اس کے ذہن میں تھی وہ ... شرمندہ ہوا۔

"تم نے کبھی راضی ہونے والا کوئی کام کیا ہے؟"

"میں تو راضی ہوں تم ہی کوئی کام نہیں ڈھونڈتے کہ باقی سب بھی راضی ہو جائیں۔"

شمس نے شرماتے ہوئے مسکراہٹ دبا کر کہا تو علی نے چونکتے ہوئے اس کے سنہری رنگت والے دلکش چہرے کو دیکھا جہاں حیا کے رنگ بکھرے تھے۔

"جس دن مجھے کوئی ڈھنگ کا کام مل گیا نا تم کسی کام کی نہیں رہو گی۔ تمہاری یہ ... دوسروں کی ٹوہ لینے کی عادت سب ختم ہو جائے گی۔ میری نوکری لگنے دو پھر دیکھنا کیسے تمہیں اس گھر سے ... گھر میں ... تم نے جتنا مجھے ستایا ہے نا دیکھنا عمر قید با مشقت نہ کروا دی تو میرا نام بدل دینا۔" علی نے اس کی صورت ...

دیکھتے ہوئے دو معنی بات کہی تھی۔ وہ سمجھ میں اس کی بات کا مطلب سمجھ گئی تھی۔ حسن خوشی سے بے قابو ہوتے ہوئے وہاں سے چلی گئی۔

"بیٹی"

"تو یہ تو بہت ہی بے شرم بڑی ہوتی ہو۔ اپنی شادی کی بات پر تم اتنی خوش ہو رہی ہو؟" علی نے مسکراتے ہوئے شرماتے ہوئے کہا۔

"میں تو اس بات پر خوش ہو رہی ہوں کہ تم بھی مجھے…" وہ بات مکمل کیے بنا شرما کر ہنستی ہوئی رخ پھیر گئی۔

"تم بھی…" علی گھوم کر اس کے سامنے آیا اور اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا۔

"جیسی تم بھی…" وہ ثمن اس کی بات کو ٹال کر وہاں سے… کی جانب بھاگ گئی۔

علی بے ساختہ ہنس پڑا۔

ثمن علی سے تین سال چھوٹی تھی۔ ایم اے انگلش… سرکاری اسکول میں ملازمت کر لی تھی 14 ویں اسکیل میں۔ ابھی چند ماہ ہی ہوئے تھے اسکول میں ملازمت کرتے ہوئے۔ دراز قد کی ثمن کے نین نقش بھی غضب کے تھے متناسب قد تھا۔ علی جیسے خوبرو نوجوان کے ساتھ… بھی بہت تھی… سیاہ آنکھوں میں بہت کشش تھی۔ ثمن سے علی کی شرارتیں بھی بہت ہوتی تھیں۔ لیکن… وہ ثمن… نہیں تھا۔ ثمن اس سے محبت کرتی ہے یہ وہ نہیں جانتا تھا… جب… ثمن کو دل سے چاہتا ہے اور… شریک حیات کی صورت میں ثمن کو اپنے ساتھ دیکھنا چاہتا ہے۔ اسی احساس محبت نے… ایک انوکھی خوشی بخشی تھی اور… اطمینان بھی تھا کہ… والدہ اماں کی بھی ثمن کو اپنی بہو بنانے کے خواب

دیکھ رہی تھیں۔ بس… کی… کامیابی… کا ہے یہ کی… تلاش میں تھا۔

"بھائی یہ… چیزیں… سے…"

سدرہ ہاتھ میں ایک خوبصورت… لیے… جوش… اس کے پاس آ بیٹھی۔

"میں… گار… ہوں… چیزیں…" علی نے گٹار کے تار چھیڑتے ہوئے کہا۔

"آپ اس چیرٹی شو میں… اس لیے… بھائی مفت میں گانا گا رہے۔" سدرہ نے مشورہ دیتے ہوئے کہا۔

"ہوں… گڈ آئیڈیا… ایک کام سے… تو بندہ میرے کام میں برکت… ڈالے… مستقبل… ہو سکتی ہے" علی… سدرہ… سے بولو…

"ماشاء اللہ بھائی ابو کہہ رہے آپ اس شو میں… کر رہے ہیں نا؟"

"ان شاء اللہ" علی مسکرایا۔

"… تو کچھ میرے ساتھ کالج چلو… سے بات کریں… نام لکھوائیں اور پتا ہے جب وہاں کی بڑی شخصیات بھی ہوں گی شاید آپ کو… میوزک کمپنی سائن کرے۔"

"سدرہ تمہاری زبان مبارک کرے میری… بس تم دعا کرو… شو میں جانے کی تیاری کر رہا ہوں… بھی تیار کر رہا ہوں۔ موقع… مجھے۔" علی نے پرجوش… امید… کمرے کی طرف دوڑ… سدرہ… کامیابی کی… ہوئی مسکرا دی تھی۔

❁ ❁

4 اگست کے جلسے میں سدرہ کے کالج نے… رکھا تھا… بامقصد بنانے کے لیے… کا نام دیا تھا۔… آمدنی غریب اور مستحق بچوں کی تعلیم پر خرچ کی جانی تھی۔ علی نے جوش…



تھی۔ سدرہ… نیہ بھی کالج جانے کے لیے تیار تھے۔… علی کی کامیابی کی دعا میں مانگتی تیار ہو کر آ گئی تھی۔

"… بہت خوب صورت لگ رہی تھی۔" علی نے ثمن کو دیکھتے ہی… تو وہ شرم سے… مسکرانے لگی۔

"… تو یہ بات ہے۔" سدرہ نے شوخی سے کہا۔

"ہاں یہی بات ہے کوئی شک؟" علی شوخی سے…

"… تو بھائی… شک کی تو گنجائش ہی نہیں چھوڑی آپ نے۔" سدرہ ہنسی۔

"ہاں… یوں کہیں کہ ثمن آپ کی ہونے والی… بھی آپ کی ہوئی۔" سمیر شرارت سے مسکراتے… احمد کی آواز ان کی سماعتوں میں اتری۔

"ہاں… ٹھیک کہہ رہا ہے سمیر"

ثمن مارے شرم کے واپس اپنے گھر کو دوڑ گئی تھی۔

"… آپ تو چلی گئیں اب یہ شو کیسے دیکھیں گی؟" سمیر نے کہا۔

"کوئی بات نہیں میں ڈیجیٹل کیمرے میں مووی بنا لوں گی۔" سدرہ نے کہا۔

"ہاں یہ ٹھیک ہے۔" سمیر نے کہا۔

"چلیں بھیا! ہمیں وقت سے پہلے پہنچنا چاہیے وہاں۔" سدرہ نے کہا۔

"… میں… اماں سے دعائیں لے لوں… اماں نظر نہیں آ رہیں؟"

علی چاروں جانب متلاشی نظروں سے دیکھتا اماں… آ گیا۔ صابرہ بیگم جائے نماز پر بیٹھی… پڑھ رہی تھیں۔ علی گھٹنوں کے بل ان کے قریب… بیٹھ گیا۔

"اماں! میں جانتا ہوں کہ آپ کو میرا گانا پسند نہیں… آپ جانتی ہیں نا کہ گانا میرا شوق ہے اور… ایک مقصد کے لیے گانے جا رہا ہوں۔ میرے لیے دعا کرنا اماں کہ اللہ مجھے اچھا روزگار عطا فرمائے۔" علی نے سنجیدگی سے کہتے ہوئے ان کا ہاتھ تھاما۔

"بیٹا جا اللہ تجھے ہر نیک مقصد میں کامیاب کرے تجھے رزق حلال عطا کرے۔ اللہ تجھے اتنا دے کہ تو رکھ رکھ کے بھولے۔" صابرہ بیگم نے اس کے سر پہ ہاتھ رکھ کر دل سے دعا کی۔

"اللہ حافظ!"

علی نے صابرہ بیگم کا ہاتھ چوم لیا اور تیزی سے باہر نکل گیا۔ جہاں سبز ہلالی پرچم لہرا رہا تھا۔ امید اور کامیابی کی نئی صبح کا احساس دلا رہا تھا۔… میں ایک نئی امنگ نئی ترنگ نیا جوش بھر دیا تھا… میں جگہ جگہ سبز ہلالی پرچم اور جھنڈیاں لہرا رہی تھیں۔ علی سینے پر قومی پرچم کا بیج لگائے قومی پرچم کو محبت اور عقیدت سے دیکھتا کالج کے اسٹیج پر پہنچا اور جب اس کے لب وا ہوئے تو بہت سریلی اور دلکش آواز میں ملی نغمہ فضا میں بکھرنے لگا۔

وطن کی مٹی سلام تجھ پر
تمام ہر حرم تجھ پر
یہ کہکشائیں یہ مہرو انجم
نثار ماہِ تمام تجھ پر
وطن کی مٹی سلام تجھ پر
کہ صبح جس کی نہ ہو درخشاں
کبھی نہ آئے وہ شام تجھ پر
وطن کی مٹی سلام تجھ پر
کبھی جو دشمن نے آزمایا
… ہوں گے غلام تجھ پر
وطن کی مٹی سلام تجھ پر
پڑی ضرورت تو وار دیں گے
یہ شان و شوکت یہ نام تجھ پر
وطن کی مٹی سلام تجھ پر
وطن سے شاعر محبتیں کا

جو لکھ رہا ہے کلام تجھ پر
وطن کی مٹی سلام تجھ پر
یہ تہذیب بھیجتا ہے
وطن کی مٹی سلام تجھ پر

نغمہ ختم ہوتے ہی کانفرنس ہال تالیوں سے گونج اٹھا۔ علی کا دل خوشی اور تشکر سے جھوم رہا تھا۔ ونس مور، ونس مور کی آوازیں گونجنے لگیں۔ علی نے دو مزید گیت سنائے اور تالیوں کی گونج میں اسٹیج سے نیچے اترا۔

"بہت خوب مسٹر علی! ماشاء اللہ بہت دلکش آواز ہے آپ کی۔" ایک سوٹڈ بوٹڈ شخص نے ہینڈ شیک کرتے ہوئے کہا تو علی نے مسکراتے ہوئے شکریہ ادا کیا۔

"شکریہ، اچھی آواز تو اللہ کی دین ہے۔"

"جی ہاں۔ دراصل ہم اس اچھی آواز کو ایک صورت میں مارکیٹ میں لانا چاہتے ہیں۔ ہماری ریکارڈنگ کمپنی نے سنگرز کو بھی رجسٹرڈ کرتی ہے۔ مائی نیم از سلمان رضوی، یہ میرا کارڈ ہے۔" سلمان رضوی نے علی سے مصافحہ کرتے ہوئے اپنا تعارف کروایا اور اپنا وزیٹنگ کارڈ علی کی طرف بڑھایا۔

"تھینک یو ویری مچ۔"

"اور ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہماری کمپنی کے سالانہ فنکشن میں بھی اپنی آواز کا جادو جگائیں، ہم آپ کو ہائر کریں گے۔"

احسان رضوی جو اب تک خاموش کھڑے تھے کافی متاثر ہوتے ہوئے علی نے ستائشی نظروں سے انہیں دیکھا تو انہوں نے مسکراتے ہوئے اپنا تعارف کروایا۔

"احسان رضوی، سلمان میرے چھوٹے بھائی ہیں۔ میری اپنی ٹیکسٹائل مل ہے۔"

"گریٹ سر، خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔ میں علی احمد ہوں اور یہ میری CV ہے۔ اگر آپ مجھے اپنی کمپنی میں جاب دے دیں تو میں آپ کے فنکشن میں بلا معاوضہ گاؤں گا۔" علی نے فوراً اپنے بیگ سے فائل نکال کر ان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا تو وہ ہنس پڑے۔

"بہت ذہین ہیں آپ، ایک تیر سے دو شکار چاہتے ہیں۔"

"سر! شکار تو ایک بھی بہت ہوگا اگر تیر نشانے پر جا لگے تو۔" علی نے دھیرے سے ہنس کر مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"ہوں، حاضر جواب بھی ہیں۔" سلمان رضوی نے متاثر ہوتے ہوئے کہا۔

"تو پھر میں اب سے جوائن کرسکتا ہوں آپ کی کمپنی؟" علی نے ان کے چہرے کو دیکھتے ہوئے پُر جوش لہجے میں سوال کیا تو وہ دونوں اس کی بے ساختگی اس کے سوال پر بے ساختہ ہنس پڑے۔

"بھئی میری طرف سے تو آپ کل سے ہی جوائن کریں مگر پھر آپ کے گانے کا کیا بنے گا؟"

"سر! گانا تو میرا شوق ہے، نوکری کے ساتھ ساتھ شوق بھی چلتا رہے گا۔" علی نے خوشی سے مسکراتے ہوئے کہا۔ سدرہ اور سمیر بھی وہاں آگئے تھے، دور سے یہ سب دیکھ رہے تھے۔

"لیکن میرا خیال ہے کہ آپ کو سنگنگ کو ہی اپنا پروفیشن بنانا چاہیے، آپ کی آواز بہت شاندار ہے۔" سلمان رضوی نے مشورہ دیا۔

"تھینک یو سر! ماشاء اللہ گانا اور جاب ساتھ ساتھ چلیں گے، گانا میری پہچان ہے لیکن جاب میری ضرورت ہے اور سر! جاب کے بغیر تو گانا کوئی مستقل ذریعہ نہیں بنایا جاسکتا۔ کمائی کا کوئی مستقل ذریعہ ہونا چاہیے۔ آج کل سب مشہور سنگرز پیسہ کمانے کے بعد کوئی سائیڈ بزنس ضرور کرتے ہیں تاکہ کمائی کا ذریعہ بنا رہے، جب تک گلے میں دم ہے تب تک آتے رہیں گانے۔" علی نے سنجیدگی سے کہا۔

"آپ واقعی خاصے ذہین اور سمجھدار ہیں، سنجیدہ بھی ہیں۔" احسان رضوی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"سر! ہم سب نوجوان ہی قوم کے نوجوان ہیں۔"

"ہیں... قوم؟"

"جی سر! قوم، ہم پاکستانی کہتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ پاکستانی کون ہے پاکستانی؟ تعصب پیدا کرنے والے یا پھر بابا سٹ اور ٹارگٹ کلنگ کرنے والے، مسجد مدرسے اور اسکول اڑانے والے یا پھر میچ فکسنگ کرنے والے، کون ہیں اصل پاکستانی؟ کیا آپ بتا سکتے ہیں سر! ہمیں تو یہ بھی نہیں پتا کہ ہمارے لیڈران اصل میں کون ہیں؟ ہمیں یہ پتا ہے کس سمت سفر کرنا ہے؟ ہم تو بس خوابوں، نعروں، شورشوں اور سازشوں کے شور میں ہیں۔ پاکستان بھی امپورٹ کرنے پڑیں گے شاید۔" علی نے بے حد سنجیدہ لہجے میں اپنی بات مکمل کی۔ اس کا آخری جملہ دراصل تلخ مذاق تھا تو وہ دونوں بھی مسکرا دیے۔

"ہم کیم پرپیسڈ مسٹر علی! ہمیں آپ جیسے نوجوانوں کی ہی ضرورت ہے، جو صرف پیسہ کمانے کی نہیں بلکہ خلق خدا کے بارے میں بھی سوچتے ہیں۔ آپ کی جاب تو سمجھیں پکی، بیٹری ٹیم بھی اچھی دیں گے آپ کو۔" آپ کی باتوں کو دیکھتے ہوئے اس میں اضافہ بھی کریں گے ہم، ہاں مگر ایک وعدہ کرنا ہوگا آپ کو۔"

"کیسا وعدہ سر؟" علی نے احسان رضوی کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"آپ ہماری طرف سے کرائے گئے چیریٹی شوز میں مفت گانا گائیں گے۔"

"سر! جب کام نیکی کا ہے تو جان بھی حاضر ہے آپ سے بس ایک فون پر وقت اور تاریخ بتائیں، [illegible] آ جاؤں گا۔ تھینک یو ویری مچ سر! آج مجھے بہت خوشی ہو رہی ہے کہ مجھے یہاں بیٹھ کر مجھے بھی ملی اور میرے گانے کو بھی پذیرائی ملی۔ الحمدللہ!" علی نے جذباتی ہوتے ہوئے کہا۔

"یہ سب اللہ کا کرم اور ماں باپ کی دعاؤں کا ثمر ہے بھیا!" سدرہ نے خوشی سے علی کا بازو تھام کر کہا۔

"بے شک!" علی نے دل سے پُریقین لہجے میں کہا۔

"تو پھر جلد ملاقات ہوگی مسٹر علی۔" سلمان رضوی اور احسان رضوی نے علی کا شانہ تھپکا، اس سے ہاتھ ملایا۔

"ان شاء اللہ!" علی مسکرا دیا۔

"چلو گھر میں سب کو یہ خوش خبری سنائیں۔"

"سب کو یا شزا کو؟" سدرہ نے شوخی سے مسکراتے ہوئے شرارت بھرے لہجے میں کہا تو علی کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

"بہت بہت مبارک ہو بھیا!" سدرہ اور سمیر نے مبارک باد دیتے ہوئے اس سے لپٹ گئے۔

"خیر مبارک بھیا کی جان! آج میں فخر سے بتاؤں گا کہ اب میں وہ مقام دلانے کی دعا کرنے کے لائق ہوگیا ہوں۔" علی نے خوشی سے چہکتے ہوئے کہا اور وہ تینوں ہنستے مسکراتے اپنے گھر کی طرف روانہ ہوگئے۔ جہاں سب ان کی آمد کے منتظر تھے۔ علی کی کامیابی میں صابرہ بیگم اور ماں باپ کا خوشی سے مسکراتا چہرہ بھی دمک رہا تھا۔ پیر احمد (بابا) کی پُروقار شخصیت میں اس کی کامیابی کا وقار بھی جھلک رہا تھا اور شزا کا چہرہ مسرت سے کھلتا تھا۔ دعا دینے کا دھیان دھرے حسین چہرہ بھی مسکرا رہا تھا۔ اب کی خوشیوں کو چار چاند لگا رہا تھا۔ سب کی زندگی کا بیٹا آج بہت خوش تھا بہت زیادہ خوش۔ آخرکار اسے معاشرے میں ایک باعزت مقام مل گیا تھا۔ اسے اس کی محنت کا پھل مل رہا تھا۔

قسط نمبر ۳۱

# اور کچھ خواب

عشنا کوثر سردار

سامنے رہ کر آزما لیتے اگر آزمانا ہوتا
روٹھنے کی مجبوری کوئی بہانا ہوتا
ہماری قسمت میں لکھے یہ آنسو
دور نہ جاتے اگر حوصلہ دلانا ہوتا

اناینہ ملک نے آئینے میں اپنے خدوخال کو دیکھا تھا۔ یہ دلکشی یہ حسن کا دو آتشہ ہونا سب کتنا بے معنی تھا۔ زندگی سرے سے کو منتظر تھی نا کوئی نوید شوق پر مائل تھا۔ یہ کس راہ پر چل رہی تھی اور کیوں؟ جس سے واپس بھی پلٹنا تھا تو پھر بیچ راستے سے اختتام کا انتظار کر رہی تھی؟ کیوں منتظر تھی کہ کوئی دراس سفر کو تمام کرے؟ وہ خود اتنی ہمت کیوں نہیں رکھتی تھی کہ اس سفر کو سمیٹ سکتی اپنے قدم روک سکتی؟

اسکائی بلیو شفون کی ساڑھی میں وہ کوئی گڑیا سی لگ رہی تھی۔ گردن میں ڈائمنڈ نیکلس بھلا لگ رہا تھا۔ وہ سمٹی ہوئی سی سیڑھیاں اتر رہی تھی جب نگاہ سامنے سیڑھیوں کے اختتام پر کھڑے معارج تغلق پر پڑی اور وہ اس کو دیکھ کر وہیں ٹھٹک گیا تھا شاید آگے بڑھ ہی نہیں پایا تھا۔ لمحہ بھر کو نگاہ ملی تھی' اناینہ ملک نے اس پر سے اپنی توجہ ہٹا لی اور آہستگی سے سیڑھیاں اتر کر اس کے قریب سے گزرتی ہوئی ممی کی طرف آ گئی۔

"یہ ہے میری بہو' اناینہ تغلق! ہمارے گھر کی روشنی' کیسی لگی ہے نا چاند سی؟" سدرہ تغلق نے مسکراتے ہوئے رشتہ داروں کو دیکھا تھا' وہ عینک کے پیچھے سے اسے بغور دیکھتے ہوئے مسکرا دی تھیں۔

"اے سدرہ! بچ ہے تو تیری بہو واقعی چاندنی' گھر میں روشنی کیوں نہیں ہوگی جب پور جانا خود چل کر گھر آئی ہو۔" اس کی بلائیں لیتے ہوئے پرس سے سو سو کے کئی نوٹ نکال کر اس کے سر پر سے وار کر قریب کھڑے ملازم کو دے دیے۔

"جیتی رہو بیٹا! تیمور کی پھوپھو ہوں میں' سدرہ کو اپنے ہی ہاتھوں بیاہ کر لائی تھی۔ تمہاری شادی میں شرکت کا بڑا ارمان تھا' اپنے تیمور کی بہو کو دیکھنے کی خواہش تھی مگر کم بخت یہ جوڑوں کا درد اب اس عمر میں سفر کی اجازت کب دیتا۔" پھوپھو بولی تھیں۔ سدرہ نے مسکراتے ہوئے بہو کو ساتھ لگایا تھا' معارج تغلق اس کے عین سامنے آن بیٹھا تھا۔

اناینہ ملک کے لیے سانس لینا مزید مشکل ہونے لگا تھا وہ اس شخص کی سمت دیکھ نہیں رہی تھی' نگاہ نہیں کر رہی تھی۔ بیگانگی برت رہی تھی' مگر وہ اسے سزا دینا چاہتی تھی تو کیا یہ مناسب سزا تھی؟ معارج تغلق کو اس سے کوئی فرق پڑتا تھا مگر وہ اس سے بات بھی نہ کرتی' اس کی طرف دیکھتی بھی نہیں۔ نظر بھی نہ کرتی تو کیا یہ سلسلہ رک جاتا تھا؟

اب ہمیں اس کی گلی میں — جا کر
اور ... بھی ... خاک ... میں ... ملا ... یا

اناثیہ ملک کا دم یکدم ہی گھٹنے لگا تھا وہ ممی کو بتا کر وہاں سے اٹھ گئی تھی۔

"تم ابھی دیر آرام کرو بیٹا۔" اس کی طبیعت کی خرابی کے باعث سدرہ تغلق نے مشورہ دیا تھا۔ وہ کمرے میں ... کی بجائے بھی لاؤنج میں ... آگئی وہ گھبرا کے ... سانس لیتے ہوئے خود کو بہتر محسوس کر رہی تھی۔

"مجھے یہ سب ... نہیں ہو گا میں مزید یہ سب نہیں کر سکتی۔" ابھی وہ یہ سب سوچ ہی رہی تھی کہ سدرہ تغلق ... طرف آگئی تھیں۔

"تم ٹھیک تو ہو؟ میں نے ڈاکٹر کو فون کر دیا ہے وہ آ رہے ہیں تم کمرے میں چل کر بیٹھو۔" ... اندر میں کہا تھا۔ اناثیہ نے سر نفی میں ہلا دیا تھا۔

"اس کی ضرورت نہیں ہے مجھے گھر جانا ہے۔ میں گھر جا کر آرام کروں گی۔"

"گھر جاؤ گی مگر ہم سب کے ہوتے ہوئے اس طرح چھوڑ کر؟ کیا سوچیں گے وہ؟ تم دونوں کے درمیان ... نہیں ہے ... کی بھنک ان کے کانوں تک چلی گئی تو سمجھو یہ بات عام ہوئی۔ تغلق خاندان کی عزت ملیامیٹ ہو جائے گی۔" سدرہ تغلق نے کہا تھا۔

"لیکن جب ... ہو گی تب بھی تو یہ بات عام ہو گی پھر کیا کہیں گی آپ لوگوں سے؟ مگر ہم صرف ... کے ... بھی ... تو ایسے کیسے جئیں گے۔" وہ ... اندر ... میں بدل گئی۔ سدرہ تغلق اسے دیکھ کر رہ گئیں۔

"آئی ایم سوری ممی مگر..."

"ٹھیک ہے تم گھر جا سکتی ہو۔ میں ڈرائیور سے کہتی ہوں ... تمہیں چھوڑ آئے ... تیز بخار میں ... مناسب نہیں۔" ممی کہہ کر فوراً پلٹ گئی تھیں۔ وہ مزید الجھنوں میں گھر گئی تھی۔ کسی کو ہوش رکھنے ... چکر ... اندر ایسی خاموشی چھپتی ہے وہ اس ... کو محسوس کر رہی تھی۔ بے دھیانی میں وہ آگے بڑھی تھی اور ... قدم ... ہیں۔

تیز بخار سے حالت غیر ہو رہی تھی۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا چھا رہا تھا۔ کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا ... لڑکھڑائی تھی۔ سنبھلنے کے لیے ستون کو تھامنا چاہا تھا مگر یہ کوشش کارگر نہیں ہوئی تھی ... وہ ... سوئمنگ پول ... جا پڑی تھی۔

"اناثیہ!" دور سے آتے معارج تغلق نے ... پکارا تھا اور پھر بھاگتے ہوئے سوئمنگ پول میں چھلانگ لگا دی تھی۔ تیرتے ہوئے اس کے وجود تک پہنچا تھا۔ ... بازوؤں میں تھاما اور پانی کی سطح پر آ گیا تھا۔ ... باہر نکالا تو وہ اس لمحے ہوش میں نہیں تھی۔

"اناثیہ؟" معارج تغلق نے اس کا چہرہ تھپتھپایا تھا۔

"اناثیہ؟" دوسری بار آواز دی تھی مگر وہ ہوش میں نہیں آئی تھی۔

معارج تغلق نے اسے بازوؤں میں اٹھا کر کمرے میں ... بیڈ پر لٹا کر ... کیا۔

وہ آنکھیں بند کیے بے جان ... تھی۔

"مجھے گھر جانا ہے مجھے جانا ہے" معارج نے پلٹ کر دیکھا اس نے بھیگے ... چہرے پر ...



تھی ... ملبوس ... کی سادہ سی شیٹ ... وجود سے چپکی ہوئی تھی۔ اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ معارج نے ہاتھ بڑھا کر اس کے چہرے سے بال پیچھے کیے۔ نگاہ غلط انداز میں اس کے چہرے پر ڈالی تھی اس کی پوروں نے محسوس کیا تھا ... بدن تیز بخار سے تپ رہا تھا۔ معارج نے اس کی پیشانی کو چھوا اور فکر میں مبتلا ہو گیا۔

"تمہیں تو بہت تیز بخار ہے اناثیہ آنکھیں کھولو۔" اس کے چہرے کو تھپتھپاتے ہوئے اسے پکارا تھا۔

... اناثیہ نے بامشکل آنکھیں کھول کر دیکھنے کی کوشش کی تھی۔

... معارج تغلق نے پوچھا تھا وہ چپ ہو گئی تھی۔ بند ہوتی بھاری پلکوں کو ... سے ہمت کر کے کھولا تھا اور ... دی تھی۔

"تمہیں تیز بخار ہے اناثیہ لیٹی رہو۔ میں نے ڈاکٹر کو فون کر دیا ہے۔ میں ممی کو بھیجتا ہوں وہ تمہیں چینج کرنے میں مدد ... تمہارا اس طرح بھیگا رہنا مناسب نہیں۔" وہ اٹھنے لگا تھا۔ اناثیہ نے ہوش سے ... اندر ... کا ہاتھ تھام لیا تھا۔ ... ہمت کر کے اٹھ بیٹھی تھی۔ سر اٹھا کر سامنے کھڑے ... شخص کو دیکھا تھا۔

"بہت بزدل ہو تم ... کچھ نہیں کہہ سکتے تم ... ہیں۔ عقل بھی نہیں ہے ایسی نہیں مجھے ... میں ... والے ہو گے ... نہیں مگر تم ... لوگوں میں سے ہو جو روز ایک عرضی لکھتے ہیں ... پتھر کے ساتھ باندھ ... سمندر برد کر دیتے ہیں جب سب ہاتھ میں ہو تو کھو دینا کہاں کی دانش مندی ہے؟ کہاں سے ... تم؟" وہ ... ہونے کی سعی کر رہی تھی۔ وجود لرز رہا تھا اس نے معارج تغلق کا ... تھام لیا تھا۔ اس کوشش میں ... ہوئی تھی۔ معارج نے ... اس نے ... کیا تھا۔ ... وہ ... دماغ ... سمجھ گیا تھا ... جانتا تھا وہ ہوش میں نہیں ہے تیز بخار کے باعث ... کیفیت سے اس کی آنکھیں بند ہو رہی تھیں۔ وہ کسی شاخ کی ... جھول رہی تھی۔ معارج تغلق اپنے مضبوط بازوؤں میں اسے مضبوطی سے تھامے کھڑا تھا۔

"تمہیں لیٹنا چاہیے اناثیہ! تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" اس نے نرمی سے سمجھایا۔

"مجھے ... سے بات کرنی ہے۔" وہ کسمسائی تھی۔

"کس سے؟" وہ چونکا تھا۔

"اس سے جو مجھے چین نہیں لینے دیتا۔" وہ مدھم لہجے میں کہہ کر بند ہوتی آنکھوں کے ساتھ اس کے شانے پر سر ٹکا چکی تھی۔

"کون... کون ہے وہ؟" اس نے حیرت سے پوچھا۔

وہ خاموش رہی تھی۔ معارج تغلق نے پکارا تھا۔

"اناثیہ؟" اس کے چہرے کو دیکھا تھا مگر وہ دوبارہ اس کے شانے پر اپنا سر ٹکا چکی تھی۔ کوئی دوسرا ہوتا تو وہ اس ... سمجھتا ... کیا؟ خود سے اسے تھامتی؟ اس کا سہارا لیتی؟

"مجھے بات کرنی ہے اسے ... اسے بتانا ہے۔"

"کیا؟" معارج تغلق نے اس کی بات کو بہت مدھم سا سنا تھا۔

"بہت ... بہت کچھ ... اسے ... سے ہو ... بات کرنے ... میں ہی کیوں ہمیشہ ... میں ہی کیوں ..." ... بھر کو خاموش ہوئی تھی۔ معارج تغلق نے ... جھنجھوڑا تھا۔ وہ آنکھیں کھول کر ... دی تھی اور اس کے شانے پر سر رکھ کر دوبارہ آنکھیں موند لی تھیں۔

"... ٹھیک نہیں ہے مجھے یوں پریشان کر رہی ہے۔ ورنہ ... نگاہوں ... سے ..."

[illegible] کوئی نہیں ہو گا [illegible] اتنا آسان نہیں ہوتا محبت [illegible] ہوں۔ محبت [illegible] حوصلہ چاہیے [illegible] ایک پل کو بھی نہیں [illegible] سانس نہیں لے پاتی ہیں [illegible] یہ نصیب نہیں ایسے نہیں رہتا ہوں۔ [illegible] سے محبت ہے تو [illegible] دونوں جہاں مٹھی میں [illegible] چاند سورج میرے قدموں میں ڈھیر کر سکتے [illegible] تھوڑا ہی ہوتا ہے۔ [illegible] اس اضطراب کو سمیٹ دے اس [illegible] یہ نصیب نہیں [illegible] میں خود عقل نہ ہونے کا [illegible] جانتی نہیں ہے وہ مجھے۔ خوب [illegible] کہو [illegible] وہ اس کے شانے پر جھک گئی معارج تغلق نے [illegible] سے بیڈ پر بٹھایا تھا ایک گہری سانس خارج کرتے ہوئے [illegible] نکل گیا۔

❁ ✥ ❁

پارسا مضطرب سی ادھر سے ادھر چکر کاٹ رہی تھی پھر تھک کر بیڈ پر بیٹھ گئی [illegible] کہ وہ اب بھی یشمار کے ساتھ ہے؟ فون کی بیل بجی تھی اس کی سوچوں کا سلسلہ یک دم ہی ٹوٹا تھا۔ اس نے کال پک کر فون کان سے لگایا۔

"پارسا کیسی ہو؟" دوسری طرف یشمار رکمال تھا۔

"یشمار [illegible] کیوں کر رہے ہو؟" وہ اس کی بات کا جواب دیے [illegible] وہ چونک پڑا۔

"کیا مطلب؟ کیا [illegible] ہوں میں؟" اس کا انداز مبہم تھا۔

"تم جانتے ہو میں نے تمہاری پرپوزل میں کیا سوچ رہے تھے ویسا نہیں ہو اور کبھی تم سے محبت کی تھی؟" وہ مضطرب سی بولی۔

"پارسا؟ یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔ کیسی منافقت؟ کیا سوچ رہی ہو تم؟" وہ قطعاً [illegible] وہ چونک گئی پھر [illegible] الجھی ہوئی سی بولی۔

"کیا ہوا پارسا؟ ہیلو؟" دوسری طرف یشمار سے خاموشی پاکر بے چین سا تھا۔ حسن تھے وہ [illegible] تھی جس دھنی کو فون کر چکی تھی وہی ماضی اب [illegible] پیچھے کیوں [illegible] اس کا سانس سینے میں گھٹنے لگا تھا۔

"مجھے تم سے محبت نہیں ہے یشمار! مجھے تم سے محبت کبھی نہیں تھی۔ تم اس اور میں میری زندگی میں آئے جب مجھے [illegible] عقل نہیں تھی مگر وہ میری بے وقوفی تھی مجھے اس کا اندازہ ہو چکا ہے بہت پہلے میں جان چکی تھی محبت [illegible] ہوتی [illegible] رکھتم شکیں [illegible] تو اس سے کچھ حاصل نہیں۔ میں کسی اور کو چاہتی ہوں۔ میں [illegible] رشتہ ہو چکا ہے اور کبھی ٹوٹ نہیں سکتا۔ میں نہیں جانتی کہ تمہیں مجھ سے محبت ہے کہ یا کر سکیں۔ [illegible] نہیں مگر محبت کسی کا نقصان نہیں چاہتی۔ اس کا تو [illegible] بھی نہیں جس سے محبت ہو۔ [illegible] زندگی سے [illegible] مجھے بھی یادداشت سے نکال دو۔"

"پارسا محبت جھوٹی نہیں [illegible] تمہیں یقین نہیں ہے مگر میں یہ کوشش کرنا چاہتا ہوں۔ میں [illegible] میں گھر جانا ہوں میں نہیں ہوں اس شہر میں۔ پارسا میں [illegible] کا سہ نہیں کر سکتا مجھ میں ہمت نہیں [illegible] معاملے میں میرا دل میرے مقابل ڈٹ گیا ہے۔ میں ایک بار تمہیں کھو چکا ہوں دوسری بار کھونا نہیں چاہتا۔ مجھے ایک موقع دو مجھے ثابت کرنا ہے۔" یشمار دوسری طرف بول رہا تھا اس کے اندر اضطراب تھا مگر پارسا تھی ہوئی سی۔



یشمار پلیز [illegible] یہ بکواس۔ سمجھ کیوں نہیں رہے۔ پلیز مجھے فون کرنا بند کرو۔ مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی ہے۔"

[illegible] بند کیا تھا۔ اس کا وجود پتے کی طرح کانپ رہا تھا۔

[illegible] میں پڑا تھا [illegible] حیرت ہوئی کہ وہ کیوں سمجھ نہیں رہا تھا [illegible] پیشکش کی شادی کی؟ وہ اتنا نا سمجھ تو نہیں تھا۔ ہمیشہ اس کے ساتھ رہا تھا۔ اس کا [illegible] رہا تھا پھر یک [illegible] وہ یہ کیوں سمجھ گیا تھا کہ وہ یشمار سے محبت کرتی ہے [illegible] سے پیچھے گھر والوں کو قائل کر سکے؟ وہ ایسا نہیں چاہتی تھی۔ [illegible] یشمار سے محبت نہیں تھی مگر [illegible] ڈوری پر بیٹھے وہ کیسے سے یہ بات سمجھ سکتی ہے۔ اس نے عدنان بیگ کا نمبر ملایا تھا وہ دوسری جانب [illegible] کال پک نہیں کی تھی اس نے دوسری بار ٹرائی کیا تھا۔ وہ ضرور جانتا تھا دوسری [illegible] مگر وہ [illegible] نہیں چاہ رہا تھا۔ [illegible] جان بوجھ کر نظر انداز کر رہا تھا؟

[illegible] ایک گہری ضرب لگی تھی کوئی شے اندر ہی اندر آری کی طرح کاٹنے لگی تھی۔ عدنان تو [illegible] بہت بہتر سمجھتا تھا جانتا تھا پھر وہ اب اس طرح کیوں کر رہا تھا؟ اسے لگا وہ شخص سمجھ سکتا ہے محبت نے محبت [illegible] عزت کرتا ہے مگر [illegible] وہ اس طرح کیوں نظر انداز کر رہا تھا؟ جب کہ وہ اس سے [illegible] اس کا حصہ بن چکی تھی وہ کیوں سوچ رہا تھا کہ وہ یشمار رکمال کے ساتھ ہے؟ سوچتے سوچتے اس کا دماغ پھٹنے لگا تھا۔

❁ ✥ ❁

[illegible] کی آنکھ کھلی تھی تو نا جانے کتنے لمحوں تک وہ چھت کو چپ چاپ گھورتی رہی تھی۔ خالی خالی نظروں سے جانی جانی منظر کو دیکھتے ہوئے وہ کسی اور جانب متوجہ نہیں تھی جب معارج تغلق اندر داخل ہوا تھا۔ نائیہ ملک نے اس شخص کی جانب تب بھی نہیں دیکھا۔ معارج تغلق اس کے قریب آن رکا اور اس کے چہرے پر نظریں جما کر اسے بغور دیکھا پھر [illegible] سمت اپنا چوڑا مضبوط ہاتھ بڑھا دیا تھا۔ نائیہ کے لیے اس سے نگاہ پھیرے رہنا ممکن نہیں رہا تھا۔ نظریں اس شخص کی سمت اٹھی تھیں۔ نگاہ اس کے بڑھے ہوئے ہاتھ کی سمت گئی تھی۔ اس کے ہاتھ کو نظر انداز کرنا اس کے لیے قطعی ممکن نہیں تھا۔ یکلخت مدار میں اس نے کس طرح اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا تھا جیسے وہ اس کا معمول ہو اور وہ اس پر تمام اختیار رکھتا ہو۔ معارج تغلق کے ہاتھ کی حدت سے وہ صبح محسوس ہوئی تھی۔ [illegible] ہاتھ کی گرفت [illegible] ہاتھ کے طرف بہت بھرپور تھی۔ اس گرفت سے ایک تحفظ [illegible] اس سے [illegible] [illegible] نظریں اس کی سمت اٹھتی ہوئیں [illegible] ساتھ باندھ رہی تھیں۔ نائیہ ملک اٹھ بیٹھی تھی تب معارج تغلق نے کافی کا کپ اس کی سمت بڑھا دیا۔ وہ کچھ شرمندہ دکھائی دے رہی تھی۔ [illegible] سوچا تھا تو سوچ کر ہی شرمندگی کے مارے اس کی طرف دیکھ نہیں پا رہی تھی۔ نائیہ ملک اس کی سمت دیکھ نہیں پا رہی تھی نظر چرا رہی تھی معارج تغلق اس کی سمت بغور دیکھ رہا تھا۔ نظریں یک [illegible] چہرے کو بغور دیکھ رہی تھیں۔

"خوش نصیب ہو؟" وہ [illegible] خاموشی سے تسلسل کو توڑتے ہوئے بولا تھا۔ نائیہ ملک نے بنا اس کی طرف دیکھے [illegible] [illegible] اس سے نظر بچاتے ہوئے کافی کے سپ لینے لگی۔ معارج تغلق اس کی سمت تکتا رہا تھا پھر بولا۔

"[illegible] کیا تمہیں شرمندہ ہونا پڑے۔" اس کے بولنے پر وہ چونکتے ہوئے [illegible] دیکھنے لگی تھی۔ نگاہ [illegible] کوئی جکڑنے والی کشش تھی۔ وہ ہارنے لگی تھی سارا وجود اس سے بندھنے لگا تھا۔ وہ ڈر کر نگاہ [illegible]

جب تعلق سے جڑی ہو میری خواہشوں کا ختم نہ ہونا فطری سی بات ہے۔" وہ تھم گئی تھی۔

"کیا ملیں سے آپ؟" وہ کچھ کہتے کہتے رک گئی جو [illegible] حصہ آیا تھا۔ وہ [illegible] ہوئی تھی؟ [illegible] کیسے کرسکتی تھی؟ وہ بھی اس شخص کے ساتھ۔" وہ بھیگی بھیگی آنکھوں سے [illegible] جانے کیا سوچ کر مسکرا دیا تھا۔ انداز محظوظ ہونے والا تھا۔ وہ اس وقت [illegible] سے ہاتھ [illegible] کے چہرے کو [illegible] سے تھما تھا۔

"عاشق صاحب اور تم سب تاب۔"

وہ اس کا ہاتھ تھامتے ہی ہمت بھی نہیں رکھتی تھی، جسم کا سارا خون چہرے پر آ رہا تھا [illegible] تھا اس سے۔

"اف خدایا [illegible] وہ سب وقوف کیسے ہوسکتی ہے؟"

جانے [illegible] سب سوچ کر بھی بیاں ہو رہی تھی۔

عشق سے بیاں [illegible] اور سلوب بتاتے ہیں کہ محبت تعلق ٹھہری ہے۔ [illegible] محبت ہوتی [illegible] سنگ سنگ بہنے کو دل کرے وہ محبت کا [illegible] ہوتا ہے اور وہ جنوں [illegible] رات [illegible] آنکھوں میں تو سانسوں کی تپش بتا رہی تھی کہ اس دل میں کتنی کہانیاں ہیں۔ [illegible] اور [illegible] لامحدود ہے اور ظہار کے زاویے نایاب۔ [illegible] محبت [illegible] محبت ہو گی پہ پیمبر میں رکھو گی تو جان پر بن آئے گی نا؟ کس نے کہا کہ جذبہ [illegible] محبت کے ساتھ ہو؟" وہ [illegible] کی سمت دیکھ رہا تھا [illegible] میں خاص تپش تھی۔ [illegible] ملک کا وجود کانپ گیا تھا۔

[illegible] حاتی ہوساتھ جڑنے سے ساتھ جوڑنے سے [illegible] رہ [illegible] تو راستے بند [illegible] دل [illegible] کی جاں ہو [illegible] شکایتیں کرتی ہو اور [illegible] میرا [illegible] اور ہاتھ کھینچے [illegible] تو نگاہ بھی [illegible]" وہ سرگوشی میں [illegible] تو وہ [illegible] میں جلدی سے [illegible]

"نہیں [illegible] میں [illegible] نہیں [illegible]" اسے خود پہ یقین تھا [illegible]

[illegible] تم نے غلط کیا؟" وہ جب تھا [illegible] پاس آئے [illegible] چپکے سے خاموش ہے۔ [illegible] اتنا ہوا [illegible] لگا [illegible] بھی ہوا [illegible] جانا چاہتا تھا [illegible] کرتے تھے [illegible] پہ غلط [illegible] مگر [illegible] وہ [illegible] ہوسکتی ہے۔

[illegible] کیا [illegible] تو نہیں [illegible] چاہے تو میں [illegible] بھی [illegible] سکوں۔ [illegible] میں درخواست [illegible] جب [illegible] ایسا نا ممکنات میں سے [illegible] بھی [illegible] سکوں گا۔ تم چاہو تو پل میں سب زیر و زبر کرسکتی ہو۔ سب [illegible] تمہیں [illegible] میرا [illegible] تعلق [illegible] سب نہیں تم میری طرف [illegible] آنکھوں [illegible] ملتی ہو [illegible] خواہشوں [illegible] بھی نہیں [illegible] سوال کو [illegible] اس سے پہلے موقع [illegible] پاس آئے [illegible] پہلے سے [illegible] بس [illegible] سرگوشیاں [illegible] تمہیں [illegible] جانا [illegible] آنکھیں [illegible] تھی۔ [illegible] چہرے پر تھی۔ وہ [illegible] سینے پر [illegible] سے پیچھے [illegible] اسے خاموشی سے دیکھ رہا تھا۔ [illegible] تھا اور باہر نکل گیا۔



❁ ✣ ❁

[illegible] وہ نہیں تھا جب [illegible] کافی [illegible] تھی۔ وہ [illegible] دیکھ کر [illegible] میں ایک موت تھی۔ [illegible] جو [illegible] تھی [illegible] بہت [illegible] تھا۔ جہانگیر ملک نے [illegible] ہوئے [illegible] ملک [illegible] تھی جیسے [illegible] کا شارہ کیا تھا۔

[illegible] وہ صاف [illegible] برت رہی تھی۔ وہ اس [illegible] کی سمت تکنے لگا [illegible] بھی [illegible] چلنے ہوگی جہانگیر ملک نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ [illegible] ملک نے اس کی سمت [illegible] دیکھی مگر [illegible] سے نہیں [illegible]

[illegible] لفظوں کی ضرورت ہمیشہ رہتی ہے [illegible] ملک، اس چپ کو کچھ لفظ دان کر دو ورنہ یہ منظر بہت ویران [illegible] ہے۔ میں چاہتا ہوں ہم بات کریں۔" [illegible] ملک نے پلٹ کر دیکھا [illegible] بیٹھ گئی۔ [illegible] خاموشی [illegible] تھی پھر جہانگیر ملک بولے۔

"میں جانتا ہوں تم بہت سی شکایتیں رکھتی ہو کئی گلے سینے میں دبے ہیں [illegible] اس وجہ سے [illegible] کو بحال [illegible] ہے مگر بات نہیں ہوئی تو ہم اس سے بری کیفیت میں گھر جائیں گے۔ [illegible] میں [illegible] خاموشیوں کو [illegible] بات کرنا چاہتا ہوں۔ تم بات کرو [illegible] سوال کرو [illegible] شکایتیں کرو غصہ کرو جو کچھ بھی تمہیں [illegible] مجھے ان نگاہوں کی ویرانی سے نمٹنے کی عادت نہیں ہے۔ میں اس چہرے کو [illegible] ہے۔ [illegible] پوچھنا چاہتا ہوں [illegible] چاہتا ہوں سالوں کے تسلسل نے سب بہا دیا مگر [illegible] کہ میں [illegible] تمہارے [illegible] کوئی [illegible] تھا کہ۔"

[illegible] کیوں؟" اور [illegible] بھی تو [illegible] ہمارے نصیب میں کیوں [illegible] کیا قصور تھا میرا [illegible] ہم [illegible] تمہارے [illegible] وہ وقت جب مجھے قدم قدم پہ تمہاری ضرورت تھی تمہارے [illegible] نہیں تھی تم چھوڑ کر چلے گئے۔ [illegible] بھی نہیں سوچا [illegible] کیسے جیوں گی؟ [illegible] تمہارے [illegible] میں سے تو خواب [illegible] میں بھی نہیں سوچا تھا ایسا ہوگا [illegible] نہیں [illegible] بس [illegible] اور [illegible] میں [illegible] کا غذ کے ٹکڑے کو [illegible] دیکھتی رہ گئی [illegible] تم نے [illegible] تھا کہ [illegible] میرے سارے [illegible] سنگ [illegible] معصوم [illegible] میں نے کتنے سال تمہارے بنا گزار دیے۔ کیا غلطی تھی؟ گلٹ تو تمہیں تھا نا؟ [illegible] تھی [illegible] تمہیں [illegible] نہیں [illegible] تھا مگر [illegible] کیا قصور تھا؟ تم [illegible] تنہائی؟ مگر پھر ہمارے حصے میں کس بات کی سزا آئی؟ [illegible] کوئی نہیں جانتے تھے تم۔ چھوڑ [illegible] ایک بیٹی کے ساتھ۔ کیسے مقابلہ کیا میں نے سب موسموں کا کیسے کٹھن دور سے گزری کیسے جھیلی [illegible] کا اندازہ بھی نہیں ہوسکے گا۔ بس ایسا تھا کہ وجود ایک طوفان کے دہانے پہ تھا کوئی چھوڑ گیا تھا [illegible] ساتھ ہی کیوں ہوا تم نے ہمیں کس کی سزا میں کیوں دی؟ سوچا بھی نہیں [illegible] چلے [illegible] کیسے [illegible] کہاں گئے۔ جانتے ہو ہم [illegible] بیٹیوں نے ایک عمر [illegible] مجھ سے پوچھیں [illegible] میں اس سے بات [illegible] تکلیف ہوتی [illegible] بارے میں [illegible] تو میں [illegible]

یہ کیا کر رہا ہے عدن! اس کے ساتھ ایسا کیوں؟ وہ سمجھتی تھی بہت انڈر اسٹینڈنگ ہے اور اسے سب سے زیادہ سمجھتا ہے مگر وہ پروف کر رہا تھا کہ وہ کتنی غلط تھی یہ سوچنے میں۔ یہ سارے مرد جب شوہر بنتے ہیں تو حد سے زیادہ شوہر کیوں بن جاتے ہیں؟ صرف ایک ہی نقطے پر اٹک کر باقی کی ساری باتیں کیسے فراموش کر دیتے ہیں؟ پارسا کا دماغ سوچوں سے بھر پڑا تھا وہ اس سے کوسوں دور تھی۔ ٹھیک سے سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ بات سیٹل کر سکتی تھی، سے قائل نہیں کر سکتی تھی۔ اسے لگ رہا تھا معاملہ پیچیدہ ہو رہا تھا۔ مگر یہ سب ہوتا تو اس شادی کا کیا مطلب اور مقصد باقی رہ جاتا؟ عدن بیگ کی وہ ساری محبت اچانک سے کہاں جا سوئی تھی؟ وہ کتنا دقیانوسی قدامت پرست مرد کیسے بن گیا تھا۔

پارسا نے سیل فون اٹھا کر اس کا نمبر ڈائل کیا تھا دوسری طرف بیل جا رہی تھی مگر فون نہیں اٹھایا گیا تھا۔ پارسا کو بہت الجھن ہوئی تھی بہت شدید غصے میں دوبارہ نمبر ملایا تھا فون دو بیل کے بعد اٹھا لیا گیا تھا۔

"تم ایسا کیوں کر رہے ہو عدن؟ مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی' یہ کیا طریقہ ہے نظر انداز کرنے کا؟ بات نہیں کرنی تو سیدھے سے بتا دو میں فون ہی نہ کروں۔" وہ غصے سے بولی۔

"کچھ مصروفیت رہی' کام کا برڈن زیادہ ہے۔" دوسری طرف سے تاویل آئی۔

"یہ سارا کام بھی ابھی سر پر پڑنا تھا۔ وہ بھی عین ہمارے نکاح کے بعد؟ کیا ڈرامہ ہے یہ عدن بیگ؟ تم کیا ایسے ہو رہے ہو؟" وہ شکوہ کرتی ہوئی بولی تھی۔ ایک لمحہ کو خاموش رہی تھی پھر وہ بولا تھا۔

"پارسا! نامت سوچو' ریلیکس! مجھ پر کام کا برڈن واقعی بہت زیادہ ہے۔"

"تم بھاگ رہے ہو عدن! مجھے محسوس ہو رہا ہے۔ یہ مصروفیت کا بہانہ فرار ہے نا؟ پہلے میرے لیے ہواؤں سے بھی لڑتے تھے اور اب مجھ سے ہی چھپتے پھرتے ہو۔ یہ خوف روہ کیسے ہو گئے تم اچانک سے اور مجھے کیوں شرمندگی میں مبتلا کر رہے ہو کہ میں نے تم پر خود کو بوجھ مسلط کر دیا؟ مجھے افسوس ہو رہا ہے عدن شاید میں نے تمہیں سمجھنے میں غلطی کی یا پھر واقعی تم مجھے نہیں سمجھ سکے؟" وہ جتاتے ہوئے بولی تھی۔ وہ پرسکون انداز میں بولا۔

"ہم بعد میں بات کریں گے پارسا! میں وقت پر تمام کا رسمنا چاہتا ہوں' ابھی کچھ لمحوں بعد ایک اہم میٹنگ ہے پلیز مجھے اس پر توجہ دینے دو۔" وہ جتاتے ہوئے بولا تھا۔

پارسا نے غصے سے سیل فون پر کال کا سلسلہ منقطع کر دیا تھا۔

❁ ✧ ❁

"تم نے ٹھان لی ہے کہ تم یہ سب کرو گے؟" مسز بیگ نے چائے کا کپ اس کے سامنے رکھتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔ دامیان سوری کچھ الجھا ہوا دکھائی دیا تھا۔ اسی الجھے ہوئے انداز میں چائے کا کپ اٹھایا تھا اور سپ لیے گا تھا۔ مسز بیگ نے اسے بغور دیکھا تھا پھر اس کے سامنے بیٹھ گئی تھیں۔

"ممی! مجھے لگتا ہے یہی مناسب ہے۔ بہت سی سرگوشیوں کو جب نہیں سنا جاتا تو وہ اپنی وقعت کھو دیتی ہیں۔ مجھے لگتا ہے راستے مختلف ہیں اور ان ہاتھوں کو بے وقوفوں کی طرح چھپا کر الجھاؤ کو دیکھتے رہنا ان رستوں کا حصہ بنا مناسب نہیں۔ اس سے نقصان کا تخمینہ نہیں ہوگا' اندازہ بھی نہیں ہوگا کہ کیا کچھ کھو دیا۔ میں ایسے پچھتاوے کی دلدل میں خود کو نہیں رکھنا چاہتا۔ کھل کر سانس لینا چاہتا ہوں۔ اس دائرے سے باہر آنے کی کوشش کر رہا ہوں' مجھے یہ کوشش کر لینے دیں شاید یہی آخری راستہ ہے اس سے آگے کی منزلوں کا اندازہ بھی نہیں ہو رہا اور وقت کو ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ مجھے لگتا ہے اس دائرے میں بہت گھٹن ہے۔ دم گھٹ جاتا ہے نا؟ مجھے معلوم ہے محبت کی



...ہی خدشہ مجھے جینے نہیں دیتا اور یہ ممکن ہے کہ سانس نہیں لینے دیتی۔ میں نے پلٹنے کا فیصلہ کس ڈر سے کیا ہے۔ ہے جو رخ بھی پلٹنا ہی ہے اور اس دائرے میں تنہا ہی جینا ہے تو پھر کیوں نا ابھی سے اس دائرے سے نکلنے کی کوشش کی جائے۔ آپ کو لگتا ہے یہ غلط فیصلہ ہے؟" وہ سوالیہ نظروں سے مسز بیگ کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ مسز بیگ کی طرف سے کئی خدشات اور فکریں تھیں۔

امیان سوری کو لمحہ بھر کا احساس ہوا تھا کہ وہ کچھ غلط کرنے جا رہا ہے مگر وہ اس بات کی پوری نفی کرنا چاہتا تھا۔ تبھی تائید چاہتے ہوئے ان کی طرف دیکھا تھا۔

"ممی! میں تھک گیا ہوں۔"

"مگر بہت سی باتوں میں فائدہ یا نقصان نہیں ہوتا ممی! ایک جا تا دامیان! کیا یہ ضروری ہے کہ تم ہر بات کی جانچ اب نفع اور نقصان سے ہی کرو؟" ممی کے کہنے پر وہ مزید الجھ گیا۔ کچھ دیر خاموش رہا تھا پھر بولا تھا۔

"ممی! مجھے غلط ثابت کرنے کی کوشش کر رہی ہیں آپ؟"

"نہیں بیٹے! صحیح غلط کی نشاندہی کرتے ہیں تو اس لیے کہ ان کے پاس بڑی عمر کا تجربہ ہوتا ہے۔ کیا تم اپنے بڑوں کے تجربات سے کچھ سیکھنا نہیں چاہتے؟"

"مجھے اس سے کوئی عار نہیں میں سیکھ سکتا ہوں مگر اب سیکھنا کیا ہے ممی؟ باقی بچا کیا ہے سیکھنے کو؟ یا کہیں کوئی سچ ہے جو آپ جانتی ہیں اور میں نہیں جانتا؟" وہ ممی کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا تھا۔ ممی نے ایک گہری سانس لی۔

"بیٹا! مجھ سے قریب ہے مگر اس نے کبھی تمہارے معاملے میں کھل کر بات نہیں کی۔ شاید وہ محتاط ہے میں باقی وہ کیا سوچتی ہے نہیں جانتی مگر اگر یہ محبت واقعی کوئی طاقت رکھتی ہے تو پھر کوئی بات دور نہیں رہ سکتی۔ تمہیں خود پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔ میں اپنی بیٹی سے بہت پیار کرتی ہوں' میں اس کی خوشی چاہتی ہوں اور میں تم سے بھی بہت محبت کرتی ہوں' تم دونوں مجھے بہت عزیز ہو۔ میں تم دونوں کو اس کیفیت سے نکالنا چاہتی ہوں مگر کوئی سرا ہاتھ نہیں آیا۔" مسز بیگ نے کہا تھا اور دامیان خاموشی سے ان کی طرف دیکھنے لگا تھا۔

❁ ✧ ❁

تیری ہتھیلی پر ٹھہرا اک لمحہ
اس لمحے کی چاہت میں عمر کٹ گئی ساری
سارے خیال سے نکل کر جیوں تو کیسے جیوں
کیسے چلوں ان راستوں پر تنہا
جو تم نے چھوڑ دیے ہیں میرے قدموں میں
ان لمحوں میں سانس بھروں تو کیسے
کسے محرم راز بتا
...

بھابھی ایک چوٹی سی حب تلی میں ایک دم اس کے سامنے آ رہی تھی۔ وہ تو انگلینڈ میں چلی گئی تھی پھر وہ واپس آئی؟ وہ شوکڈ تھی۔ پیا میاں کے ساتھ اس کا رابطہ تا نہیں تھا کہ اس نے ایک بار دوبارہ پارسا سے کچھ چھوڑ چھاڑ کر ... آگئی تھی۔

یہ محبت تھی، نایاب ذات اس کے سینے میں گھٹنے لگا تھا۔ علی اس کے سامنے بہت خاموشی سے کھڑی ہوئی سے وہ گئی تھی پھر جانے کیوں مسکرا رہی تھی۔

"تم حیران ہو؟" وہ اس کی حیرت سے محظوظ ہوں تھی۔ نایاب نے خود کو سنبھالتے ہوئے ایک ناکام کوشش کی، مگر سرتی میں لاپتا تھا مگر یہ سب کرتے ہوئے وہ بہت کمزور پڑ رہی تھی۔

"دامیاں کو لگا تم میری کچھ مدد کر سکتی ہو۔"

"کیسی مدد؟" نایاب چونکی تھی، علی مسکرا دی تھی۔

"تم مجھے سامنے دیکھ کر اتنی پریشان کیوں ہو گئی ہو؟" علی نے اس سے پوچھا تھا۔ نایاب نے پر اعتماد رہنے کی پوری کوشش کی تھی اور پھر پورے اعتماد سے بولی۔

"بس یونہی، میں نے تم کو اچانک سے گھر پر دیکھا، میں اس لیے۔"

"تمہیں دامیاں نے بتایا نہیں ہوگا، ہم منگنی کر رہے ہیں اور پھر بہت جلد شادی بھی۔ شاپنگ کے لیے جانا ہے، دامیاں کو تو کوئی شاپنگ کا تجربہ نہیں، اس کی بیسٹ فرینڈ تم ہو سو اس کے ذہن میں پہلا نام تمہارا ہی آیا۔ سو تم میری کچھ مدد کر سکتی ہو۔" علی نے مسکراتے ہوئے بتایا۔

کیا تھا اس مسکراہٹ میں؟ وہ یہ جتانے آئی تھی کہ وہ کتنی قسمت خور رہی تھی یا یہ جیسے بیدل مات ہوئی تھی۔

"وہ سوری! دامیاں نے کہا اور میں چلی آئی۔ میں نے تم سے تو پوچھا ہی نہیں کہ تم بھی جا سکو گی یا نہیں؟" وہ مسکرا رہی تھی۔ اس کی آنکھوں کی چمک بہت سی فتوحات کا اعلان کر رہی تھی۔ نایاب یک کو لگا اندر بہت کچھ ٹوٹ کر بکھر سا گیا تھا۔ کہیں اندر ایک سناٹے میں بہت ویرانی محسوس ہوئی تھی۔ یہ کیسا احساس تھا؟ وہ خود کو شکست خوردہ دیکھ رہی تھی۔

❁ ✣ ❁

"اب کیسی طبیعت ہے؟ کچھ بہتر محسوس کر رہی ہیں آپ؟" ناشتے کی ٹیبل پر جب وہ اپنے لیے چائے بنا رہی تھی تب اس کی بھاری آواز اس کی سماعتوں میں پڑی تھی۔ نایاب نے چونکتے ہوئے اس کی سمت دیکھا تھا۔ بھی تھی وہ آفس چلا گیا ہوگا مگر وہ تو بدستور وہیں تھا۔ وہ بھی ناشتے کے لیے نیچے آئی تھی۔ مگر ... اور وہ دیر کمرے میں ہی رہی۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟ کوئی عجوبہ ہوں میں؟ پہلی بار دیکھ رہی ہو؟" وہ اس کی کیفیت سے حظ اٹھا رہا تھا۔ اس بات کا تعین کرنے کو اس کی سمت دیکھنا چاہتی تھی مگر وہ جس طرح اسے بدستور دیکھ رہا تھا وہ اس سمت سے نظر چرا گئی تھی۔

"رات تم بہانہ کر کے، سٹڈی روم میں سو گئیں۔ کتابیں پڑھنا اچھی بات ہے مگر کتابیں پڑھتے پڑھتے وہیں سو جانا مناسب نہیں۔" وہ بغور تکتے ہوئے بولا۔

"وہ میں اندازہ نہیں کر پائی۔ کتاب اتنی دلچسپ تھی کہ ... وہ بہت بتاتی ہوئی بولی۔

"مجھے تو نہیں لگتا، پڑھنے کے لیے تمہارے ہاں کمرے کی بجائے سٹڈی کا ہوتا ضروری ہے۔ جو سیٹ میں جاتی ہو، تمہیں سٹڈی میں دیکھیں گی تو کیا سمجھیں گی؟ میں جو بتا تو کمرے میں بھی سے ہو سکتا تھا۔ مگر یہ مت بھولو تم ایک شادی شدہ لڑکی ہو، بہت سی باتوں کی حفاظت کرنا اور حیا رکھنا تمہارے لیے ضروری ہے۔" وہ جتاتے ہوئے بولا۔ "کچھ بھی ہو تو شام ہو تو وہیں تمہارے میرے کمرے میں آنے سے ممانعت نہیں ہونا چاہیے۔ جب تک تم ...



سب جائز ہے اپنی بات سے آپ انکار نہیں کر سکتیں۔ اس معاملے میں شوہر بیوی کو حق دیا جا سکتا ہے تا ... یہ تمہیں بھی سمجھ میں آ گیا ہوگا، کیل عام کیا جا سکتا ہے۔ جب نقصان کا اندیشہ ستانے لگے تو مجھے غیب دینے میں کوئی عار محسوس نہیں کرنا چاہیے۔" کیا وہ اس کی سب تابیوں بے قراریوں کا بدلہ لیا گیا تھا؟ کیا ایسا کوئی ارادہ اس کے ہاتھ لگ گیا تھا ... بات یہ بے وقوفی ہوگئی اس سے۔ تیز بخار میں کچھ تو غلط کیا ہوگا مگر وہ نے خود ہی خاصی مشکل پڑ رہی تھی۔ ہوش ... اس میں موجود ہونا کتنا ضروری ہے یہ تو پتا چلا تھا۔ وہ دیکھ اس کا شکار ہی معارف تعلق نے ہاتھ بڑھا کر اس کے چہرے کو بہت ہمت سے چھوا۔

"تم ٹھیک ہو؟" وہ پل میں اس کے لیے فکرمند ہوا اور پوری توجہ سے اسے دیکھ رہا تھا۔ کسی کرم پر مائل تھا۔ "بخار تو نہیں ہے اب؟"

"مجھے جانا ہے۔" وہ بوکھلا کر بولی تھی۔ اس کی قربت حواس خطا کر رہی تھی وہ گھبرا کر اٹھنے کو تھی۔ معارف تعلق نے کلائی تھام لی تھی۔ اس کی گرفت میں آج وہ پہلی سی سختی نہیں تھی وہ تند و تیز غصے کی لہر نہیں تھی۔ اس ... انداز میں ایک ٹھہراؤ تھا اور اس کی قربت میں کوئی خاص بات تھی۔ ایک مجنونانہ پن تھا۔ نایاب ملک ان نو رشتوں کی بیوی تھی پھر اس سمے وہ یہاں بیٹھی تھی کی اپنی حیثیت کا حساس بھی تھا اگر کوئی دیکھ لیتا تو ... وہ اتنا قریب تھا کہ اس کی سانسوں کی تپش سے جھلسنے لگا تھا۔

"مجھے جانا ہے ... آفس کا وقت ہو رہا ہے۔ سارہ ... کال کر رہی ہے۔" وہ مدد بھی نہیں پڑی تھی جتنا اس سمے تھی۔

"مجھ سے اتنا دور بھاگنا اور پھر خود ہی اس سے بچنے کی سعی کرنا، یہ تمہاری پرانی عادت ہے کیا؟" معارف تعلق کا لہجہ ... مجھ سے دھیما تھا اور اسے ساتھ باندھتا وہ جا رہے تھی۔

"مجھے ... مجھے ..." پوچھنے کا قصد کیا تھا۔

"ششش" معارف تعلق نے اس کے ہونٹوں پر انگلی رکھ دی تھی۔

"مجھے پتا ہے تم ... والے وقتوں کی بات کرنا ٹھیک نہیں۔ تم سے ضروری بات کرنا ہے۔ میں فی الحال عنایہ کے پاس نہیں ہوں، کاروباری فکرمند ہوں۔ وقت مناسب نہیں لگتا ٹھیک ہے۔ پوزیشن کا حساس جتنا تمہیں ہے اتنا ہی مجھے بھی ہے۔ یہ ... تمہیں ہے خود کر لی ہیں، دیر سے بتائی ہیں مگر اب یہ نہیں کہ ہوش گنوا دوں یا صبر کھو دوں۔" ... سرگوشی اس کے کان کے قریب ہوئی تھی۔ نایاب ملک کا چہرہ کانوں کی لوؤں تک سرخ پڑ گیا تھا۔ کان تپ کر ... تھے شاید اس پر ترس آ گیا تھا تبھی بہت ملائمت سے مسکراتے ہوئے اس کے چہرے کو ملکے سے چھو کر اور غور سے تکتے ہوئے بولا۔

"سامان پیک کر لو ... گئے دن فلائٹ ہے۔ بہت مدہم لہجے میں مطلع کیا تھا۔

"کہاں جا رہے ہیں ہم؟" وہ چونکی۔

... "اس نے مسکراتے ہوئے ایک تکلف شرارت سے بات کی۔ نایاب ملک کی جان میں ایک لمحے میں ... تھی۔ خوشی دیا رپروز ہوئی تھی مگر وہ مزید وضاحت دیتے ہوئے اسے بغور تکتی ہو چلی اور ... نایاب ملک اسے حیرت سے تکتی رہ گئی تھی۔

❁ ✣ ❁

... اس کے سامنے ... رکا ہوا ایک لمحے کو کسی طرح رکا رہا، پھر درد دونوں کو ... خلل ہو گیا۔

التجابیگ جو بے دھیانی میں بالوں میں برش پھیر رہی تھی آئینے میں موجود اس کے عکس کو دیکھ کر حیران ہوئی تھی۔ ایک لمحہ کو یہ اسے اپنا وہم لگا تھا بھی پہلے آئینہ پر ہاتھ لگا کر اس بات کا احساس کیا تھا، پھر مڑ کر اپنے پیچھے دیکھا تو اسے اپنے سامنے پا کر وہ حیران تھی اس کے وہم و خیال میں بھی نہیں تھا وہ حقیقت میں وہاں موجود تھا۔ وہ اس کے سامنے کھڑی ہوئی تھی۔ اسے یقین کرنے میں دیر نہیں لگی تھی کہ وہ وہاں موجود تھا۔

"تم... تم یہاں کیسے آئے؟" وہ چونکتی ہوئی بولی۔ دامیان سوری نے شانے اچکا دیئے تھے۔

"تم سے ملنے کو دل چاہ رہا تھا۔ تمہاری بہت یاد آ رہی تھی تو سوچا کیوں نہ مل لوں۔" وہ سینے پر ہاتھ باندھتا ہوا بہت اطمینان سے اسے دیکھنے لگا تھا۔

"تم پاگل ہو؟ کسی کے بھی کمرے میں منہ اٹھا کر چلے آتے ہو اور..." دامیان سوری نے اپنا بھاری مضبوط ہاتھ اس کے لبوں پر رکھا اور بغور تکتا ہوا بولا۔

"لڑکیوں کا تم تاب بولنا ٹھیک نہیں۔ وقت گنوانے میں تمہارا کوئی ثانی نہیں التجا بیگ! مجھے نہیں معلوم تھا کہ تمہیں تو جلن ہوئی کہ تم میں کوشش پھر بھی ڈھنگ سے نہیں کراؤ گی۔ ایک دوست سمجھ کر بھیجا تھا تم نے اپنی دشمنی نبھانی شروع کر دی تھی۔"

"کیا کیا ہے میں نے؟ مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ مجھے اس کے ساتھ جانا نہیں چاہیے تھا اور اس معاملے میں پڑنا نہیں چاہیے تھا اور پڑوں بھی کیوں؟ تم ہوتے کون ہو؟" وہ تپ کر بولی۔

"دوست۔" وہ اس کے غصے کی پروا نہ کرتے ہوئے جتاتے ہوئے بولا۔

"دوست... ایسے ہوتے ہیں دوست؟ جو رشتہ ختم ہو چکا ہے تم اس کا واسطہ دے رہے ہو اور کیوں کروں میں تمہاری مدد یا تمہاری اس انگلش وومن کی؟ تم ہوتے کون ہو شادی یا منگنی کر کے میرے اوپر کیوں احسان کر رہے ہو؟ ہوں کون تم؟ پلیز اب یہاں سے چپ چاپ چلے جاؤ ورنہ مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔" وہ تنہائی غصے سے چیخی تھی۔ جب میاں سوری نے اسے کلائی سے پکڑ کر ایک جھٹکے سے کھینچا تھا وہ بے دھڑک بے بندھی اس کی سمت کھنچی چلی آئی تھی۔ اس کا سر اس کے سینے سے آ ٹکرایا تھا۔ کچھ لمحوں تک تو کچھ سمجھ ہی نہیں آیا وہ تھی دیر تک اس کے سینے پر سر رکھے دھڑکنوں میں الجھتی رہی تھی۔ پھر تو اس سے دور ہٹنے لگی تو اس کی مخصوص خوشبو سے اس کے اوسان خطا کر دیئے تھے وہ سنبھل کر سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی تھی۔ قربت اتنی تھی کہ اس کی نظروں کی تپش اور اس کی سانسوں کی آواز وہ اپنی سماعتوں میں پوری طرح محسوس کر رہی تھی۔

اک ذرا ہاتھ بڑھا دیں تو پکڑ لیں دامن
اس کے سینے میں سما جائے ہماری دھڑکن
اتنی قربت ہے تو پھر فاصلہ اتنا کیوں ہے

وہ اس کی آنکھوں میں یک ٹک دیکھتی رہی تھی کس بات کا احساس تھا اور کس بات کا قلق؟ ایک لمحے میں جانے کیوں اس کی آنکھوں میں طغیانی بھرنے لگی تھی۔ وہ نظریں چرا گئی تھی اور ساتھ ہی اس کی گرفت سے نکل جانا چاہا تھا مگر دامیان سوری اس پر ماحول واضح نہیں ہوا تھا وہ اس کے چہرے کو بغور دیکھ رہا تھا۔ جانے کیا ڈھونڈنے کی کوشش میں تھا۔ وہ ایک لمحے میں اتنی مغرور کیوں پڑ گئی تھی؟ اسے اس بات کا شدید قلق ہوا تھا۔ وہ پلٹ جانا نہیں چاہتی تھی وہ چاروں شانے چت تھی۔ دامیان سوری اس کی کیفیت کو سمجھ رہا تھا کہ نہیں مگر اس کی چھلکتی آنکھوں کو دیکھ رہا تھا۔ وہ منہ موڑ گیا تھا۔ اسے اپنی گرفت سے الگ کیا تھا اور پوری توجہ سے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے اس کا چہرہ...



دیا تھا۔ اس کی سمت دیکھنے سے مکمل گریز کرتے ہوئے اپنے آنسوؤں کو اپنے اندر ہی کہیں مدغم کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ دامیان سوری اس کیفیت کو خاموشی سے دیکھنے لگا تھا۔ پھر جانے کیا سوچ کر چہرہ اس کے چہرے کے قریب کیا تھا۔ آنکھوں کی نمی کو اپنے اندر سمونے کے لیے جب التجا نے تعرض برتتے ہوئے خود کو پیچھے ہٹایا تھا مگر اس کی آہنی گرفت کو وہ اپنے گرد سے توڑ نہیں پائی تھی۔

"مجھے کس طرح مت الجھاؤ التجا بیگ مجھے اس بات کا احساس مت دلاؤ کہ میں راستہ بھٹک گیا ہوں اور مجھے پھر سے اپنی سمت کا تعین کرنے کی ضرورت ہے۔" وہ مدہم سرگوشی میں اس کے کان کے قریب بولا تھا۔ "مجھے یقین سے بے یقینی میں مبتلا مت کرو، تم تتلی کے رنگ جیسے مدھم ہوتی ہو، جیسے راستہ دکھاتی ہو اور جب اسیر کر لیتی ہو تو پھر نظر بچا کر دور نکلتی ہو۔ جب تمہارے اسرار و بھید کو جاننے کی سعی کرتے کرتے کوئی سرا ہاتھ میں آنے لگے تو پھر سے سمندر میں دھکیل دیتی ہو۔ پھر سے سارے رستوں کی نشاندہی کر کے یقین و بے یقینی کے درمیان دور..." وہ بول رہا تھا جب وہ سر اٹھا کر اسے گھورنے لگی تھی۔ پانیوں سے سیاب بھری وہ آنکھیں کہیں تھیں، میاں سوری کو اس سمندر سے نکلنا انتہائی محال لگا تھا۔

"میں کسی بات کا پچھتاوا لے کر جینا نہیں چاہتا تھا التجا بیگ۔ سو میں نے جان وار دی۔ ان آنکھوں سے دور جانے کی ہمت کبھی نہیں تھی سو میں نے خود کو خود میں بانٹ لیا اور ہر خانے کا راستہ تم سے جوڑ دیا۔ میں سمتوں کا تعین کرتے کرتے الجھنا نہیں چاہتا تھا۔ مجھے واضح راہ چاہیے تھی مگر تم... تم کیوں الجھا رہی ہو؟ جب میں نے تمام رابطہ تم سے باندھ دیئے تھے تو تم چپ تک طوفان کیوں اٹھا رہی ہو۔ اور پھر سے تمام ربط مسمار کیوں کرا دیئے؟ اب اس سے فائدہ؟" وہ کسمسائی تھی اس کے بازوؤں سے باہر نکلنے کی سعی کی تھی مگر شدید احتجاج تھا وہ اس سے بات کرنے کی روادار نہیں لگ رہی تھی۔ مگر وہ اس لمحے سے اس طرح جانے دینا نہیں چاہتا تھا۔ وہ اسے جانے سے روکتے ہوئے بروقتی خود کے ساتھ باندھ رہا تھا۔ اس نے گرفت اور باندھ دی تو پھر سے اس کی کوشش ناکام بناتے ہوئے رستے مسدود کر دیئے تھے اور اس کے چہرے کو اوپر اٹھاتے ہوئے بغور دیکھا تھا۔

"التجا میں سمجھ نہیں پا رہا پلیز مجھے بتا مت بھی۔ مجھے بتاؤ جو نہیں کہا اس کے معنی جانے دو۔ کیا ہے اس دل میں... ان دھڑکنوں میں کیا ہے؟ تم کیوں مجھے پچھتاوں میں مبتلا کر رہی ہو؟ اس طرح کیوں التجا بیگ کیا ہے اور کیوں؟ مجھے اس سب کی جانچ پڑتال میں نہیں پڑنا۔ مگر میں کی ضرور یہ جاننا چاہتا ہوں کہ اس سب کا سبب کیا ہے؟" وہ نظریں جھکائے اس کی گرفت میں کھڑی تھی جب دامیان سوری نے اس کی سمت بغور دیکھتے ہوئے اس کے سر کے ساتھ اپنا سر جوڑ دیا تھا اور مدہم سرگوشی میں بولا۔

"محبت جب نہیں ہوتی التجا بیگ۔ یہ طرح نہیں کرتے جیسے کے طریقے ہوتے ہیں۔ دستوں ہوتے ہیں اس کے جیتے اور اُدھ کھیے کھیے مارے گئے تو اس طرح سر نہیں پٹختے تم اپنے طریقے سے تخلیق ہو اور اس کو تحقیق و تعمیر جیسا ماحول رکھتی ہو التجا بیگ اور پھر میں بھی کتنا سمجھ سکتا ہوں۔ محبت تو سب عجیب ہی ہے سب میں بس ساری عجیب باتیں کبھی تو ہونا شرط نہیں نا۔" اس کے چہرے کو بغور تکتے ہوئے بولا تھا۔ مگر وہ کسی بات میں کچھ رہی تھی۔ جیسے وہ ضبط کھونا نہیں چاہتی تھی۔ دامیان سوری اس کی شکست خوردہ کیفیت دیکھ رہا تھا اندر سے ٹوٹنے لگا تھا۔

"نہیں... مسز سوری التجا بیگ۔ یہ دیوانگی ہے وہ اسے تکتے ہوئے بولا۔

"آئی ایم سوری ان سب غلط رویوں کے لیے جو میں نے تم سے روا رکھے... باتوں کے لیے جن سے تمہیں دکھ پہنچا اور ان سب باتوں کے لیے جن کے باعث میں تمہیں خود سے دور دھکیلتا رہا۔ مگر یہ کرنا میری ترجیح میں شامل نہیں تھا۔ میں نے جان بوجھ کر کچھ نہیں کیا۔ میں ایسا کبھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔" اس کے ہونٹ اسے ہاتھوں پر رکھتے ہوئے محسوس ہوئے تھے۔

"غیر شعوری طور پر تم نے مجھے جنون کی حدوں تک پہنچایا اور پھر چابک سے ہاتھ کھینچ لیا۔ تم نے راستے بدلے، جب میں اس پر چل کر تم تک آنے لگا تو تم نے ان راستوں کی سمتوں کو بدلنا شروع کر دیا۔ میں سکوت میں تھا تو تم طغیانی مچاتی طوفان میں تھیں اور ہاتھ چھوڑ دیا۔ سکون میں آنے کے قابل ہوا تو پھر سے طوفان اٹھ رہی ہو۔ اب اس طغیانی سے کیسے سنبھلوں؟ اس شوریدہ سر لہروں کو پرسکون کیسے کروں۔ غلطی میری کہاں ہے؟ اس سب کے ہونے میں میری مرضی کہاں ہے؟ مجھے لگتا رہا کہ میں صرف ری ایکشن کر رہا ہوں اور تمہیں لگتا رہا کہ میں ایکشن کر رہا ہوں... اپنے طور پر تم نے سنبھال کر محاذ کھول دیا اور اپنے طور پر اپنی بقا کی جنگ لڑنے لگا۔ دونوں طرف سے شور تھا اور اس شور میں ہم کچھ سننے کی کوشش نہیں کر رہے تھے۔ سب ساری غلطی میری نہیں ہو اور..." وہ کہہ ہی رہا تھا جب ... اس کی گرفت کو توڑنے کی کوشش کی تھی وہ اس پر مائل نہیں دکھائی دیا تھا اور جب الٹا تنگ ... ایک تھپڑ مارا تھا۔ وہ حیرت سے اسے تکنے لگا تھا مگر وہ اس کی پروا کیے بغیر وہاں سے نکل گئی۔

❁ ◆ ❁

وہ چائے سرو کر رہی تھی جب بوا نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر پیار سے دیکھا۔ وہ پھر مسکراتے ہوئے معارج تغلق کی طرف دیکھ کر بولیں۔

"بیج بانو تو مجھے تمہاری بہو بہت پسند آئی ہے سدرہ! بہت پیاری بچی ہے۔ خدا زندگی دراز کرے اور جوڑی سلامت رکھے۔ دونوں ساتھ چلتے پھرتے بہت خوب لگتے ہیں۔ میری مانو تو نظر اتار لینا اور ان کے کینیڈا جانے سے پہلے ان کے ہاتھ سے کوئی صدقہ خیرات کروا دو۔ سفر سلامتی میں گزرے گا اور کوئی بری نظر نہیں لگے گی۔" بوا کو وہ بہت پسند آئی تھی انہوں نے اس کے لیے اپنے ساتھ جگہ بنا کر اسے قریب بٹھا لیا تھا۔

"کیا ساری پیکنگ ہو گئی؟" سدرہ نے پوچھا تو تانیہ ملک نے سر ہلا دیا تھا۔ بوا نے مسکراتے ہوئے سدرہ کو دیکھا پھر تانیہ کے ہاتھ تھام لیے۔

"کیا تمہیں اپنے معارج کی بیوی کے روپ میں دیکھ کر دل میں ایک سکون سا آ گیا۔ جیتی رہو۔ اللہ تم کو ایسے ہی شاد و آباد رکھے۔" بوا نے کہا اور وہ خالی خالی نظروں سے انہیں دیکھنے لگی۔

وہ یہاں ہمیشہ کے لیے نہیں تھی۔ یہ بات وہ جانتی تھی، معارج تغلق جانتا تھا مگر بوا نہیں سمجھ سکتی تھیں ... جیسے کسی نے مٹھی میں سے ریت ... بوا نے اپنے ہاتھ سے کنگن اتار کر اس کی کلائیوں میں پہنا دیے تھے۔

"خدا تمہیں سلامت رکھے اس گھر کی روشنی کو بنائے رکھے اور تم اس گھر کا ہمیشہ حصہ رہو۔ خدا تمہاری روشنی سے جگمگاتا رہے۔" بوا دعائیں دے رہی تھیں ... کی زندگی میں جیسے کوئی جگہ نہیں تھی۔ معارج تغلق نے چنا تھا پھر اس کا جواز کیا رہتا تھا؟ اس کی آنکھوں میں نمی اترنے لگی تھی تبھی سامنے نگاہ پڑی تھی جہاں معارج تغلق اسے بغور دیکھ رہا تھا۔ اس کی نظریں معارج تغلق کی نظروں سے ٹکرائی تھیں۔ تانیہ ملک کی نظروں میں جیسے شکوہ تھا یا پھر کوئی گلہ... وہ دیر تک اس کی سمت دیکھ نہیں سکی تھی اور نظروں کا رخ پھیر لیا تھا۔ بوا کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔ "یہ تو تمہاری آنکھوں میں جگنو سے چمک ... اس بات کا اشارہ کرتے ہیں کہ تم اس ...



... اپنے دل سے وابستہ ہو اور اس سے جڑے رہنا چاہتی ہو۔ ہمارے معارج کی زندگی کا حصہ بنے رہنا ... جب یقین ہو تو چھوٹے چھوٹے ڈر اور وسوسے کوئی جگہ نہیں دیتے۔ جو کرنا ہے پورے دل سے ... یقین رکھو اور باقی اللہ پر چھوڑ دو۔ تمہاری خوشیوں کے لیے ہم سب دعا گو ہیں اور میری تو یہ شدید خواہش ہے کہ اگلے برس آؤ تو اپنے معارج کے بیٹے کو گود میں کھلا رہی ہو۔" بوا کا چہرہ دمک رہا تھا وہ مسکرا رہی تھیں۔ ... کے عقب میں کھڑے معارج تغلق کو دیکھا تھا۔ آنکھوں میں ٹھہرا پانی جانے کیوں چھپ رہا ... منظر ... گیا تھا معارج تغلق اسے بغور دیکھ رہا تھا۔ اس چہرے پر کوئی عبارت ... لکھا تھا جو وہ پڑھ رہا تھا۔ آنکھوں میں چھپے راز ... صاف دیکھ رہا تھا۔ تانیہ ملک نے اس کی سمت سے نگاہ ہٹا لی تھی۔ بوا نے اس کی آنکھوں سے چھلکتے آنسو ... انہیں صاف کرتے ہوئے مسکرا دیں۔

"میری بچی خوشی میں روتے نہیں، خوشیوں کو منانے کے اسلوب خوشیوں کو دل سے محسوس کرنے کے ہیں۔ سدرہ کبھی بھی ان آنکھوں میں آنسو نہ آئیں۔" مڑ کر اپنے عقب میں دیکھا تھا۔ "ادھر تو دھیان کیا کرو بیٹے! میری بچی کا پاس رکھنا بات سن۔" معارج کا ہاتھ تھام کر تانیہ کے ہاتھ میں دے دیا تھا۔

"ان آنکھوں میں ... آنسو ... اس کی خوشیوں کی ذمہ داری تمہاری ہے اور میں امید رکھتی ہوں تم اس میں کوئی کوتاہی نہیں برتو گے۔ دو کانوں کے بیچ میں سر کر دوں گی اس کا ہاتھ تھامو اور میرے سامنے وعدہ کرو۔" بوا نے ... کا ہاتھ تھام کر اس کے ہاتھ میں دیا تھا۔ معارج تغلق ... حیران رہ گیا تھا، ... پھر جیسے کسی ... کے اس کا ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھ کی گرفت میں لیا تھا کچھ دیر تک اس کی آنکھوں کو ... رہا تھا پھر بہت آہستگی سے بولا۔

"میں وعدہ کرتا ہوں ہمیشہ ان آنکھوں کا بہت خیال رکھوں گا، اس چہرے پر کوئی اداسی نہیں آنے دوں گا اور ہمیشہ خوشیوں کا ضامن رہوں گا۔ رستے کے اختتام تک اس ہاتھ کو یونہی تھامے رکھوں گا۔" ان لفظوں میں کیا تھا محض کسی کو ... کی غرض سے وہ تانیہ ملک سے یہ سب کہہ رہا تھا یا پھر واقعی اس کا کوئی جواز بنتا تھا۔ ان لفظوں کی حقیقت کیا تھی۔ ان آنکھوں کی تپش میں کیا تھا، ان آنکھوں کے ... میں کیا بیان پوشیدہ تھا؟

"میں ہمیشہ ان خوشیوں کو برقرار رکھوں گا اس چہرے کی تازگی کو مٹنے نہیں دوں گا۔ ہر موسم میں ساتھ چلوں گا۔ ... ہم قدم رہوں گا۔ چاہے دکھ کے موسم ہوں یا ... موسم۔ میں اس ہاتھ کو کبھی نہیں چھوڑوں گا۔ تم میرے ... کا حصہ رہو گی۔ آخری قدم تک رستے کے اختتام تک۔" وہ بہت مضبوط لہجے میں کہہ رہا تھا۔ ... آنکھوں میں ... تھا؟ ... تھا؟ تانیہ ملک جان نہیں پائی تھی۔ ... صرف بوا کو خوش کرنے کو کہہ رہا تھا تو وہ ... ایکٹنگ ... تھا اور بہت اچھی ایکٹنگ کرنے کا ہنر رکھتا تھا۔ تانیہ ملک اس کا ہاتھ چھوڑ کر اٹھ جانا چاہتی تھی۔ وہاں سے ... جانا چاہتی تھی۔ وہ اس جھوٹ کا حصہ مزید نہیں بننا چاہتی تھی۔ مزید جانے کی رغبت نہیں پا رہی تھی۔ ... کہ وہ اس گھر کا حصہ نہیں ہے اور ... دنوں میں یہ رشتہ بھی اختتام کو پہنچنے والا ہے۔ مگر وہ ... نہیں پائی تھی اور اپنا ہاتھ معارج تغلق کے مضبوط ہاتھ کی گرفت سے نہیں نکال پائی تھی اور ... جھوٹ کا حصہ رہی تھی۔

❁ ◆ ❁

"میں جانتا ہوں تمہارے ... بہت سے سوال ہیں جن کا تم جواب چاہتی ہو اور ... تمہیں اس کا حق بھی ہے۔ ... جب ... تمہارا ہاتھ تھام کر اپنے سامنے بٹھایا تھا ...

آہستگی سے مدعا بیان کیا۔

[illegible] تمہیں حق ہے شکوہ کرنے کا میں نے تمہیں بہت انتظار کروایا۔ یہ طویل انتظار ختم ہونے والا [illegible] سب سے زیادہ تمہارا مجرم ہوں، مجھ پر تمہارا اور بچوں کا [illegible] حق ہے [illegible] نصیب [illegible] دور کبھی نہیں جانا چاہتا تھا۔ ایسا میں نے کبھی نہیں سوچا تھا۔ میں اپنے ہر قدم پر تمہارے ساتھ کا متمنی تھا اور تمہارے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلنا چاہتا تھا مگر میں کھو گیا۔ جو کچھ میں خود دیکھ رہا تھا [illegible] اور ایک اور زندگی کی متاثر رہوں۔ میں عجیب دور سے گزر رہا تھا۔ شاید میری عقل مفلوج ہوچکی تھی۔ میں [illegible] کو مجبور کر رہا تھا۔ اس نے جس طرح خود کو [illegible] دی مجھے وہ برداشت نہیں ہو رہا تھا۔ اگر میں یہاں [illegible] تو شاید پاگل ہوجاتا سو ایک دن میں یہاں سے چلا گیا۔ بتاتا چلوں کہ میں خود نہیں جانتا تھا میں کیا کر رہا ہوں اور کیوں۔ [illegible] ان سب وجوہات نہیں پتا تھا۔ میں غلط کر رہا تھا یہ [illegible] اس کا پتا اس وقت نہیں چل رہا تھا۔ بس ایک قلق تھا کہ میرے باعث یہ ہوا اور میرے باعث کسی کی جان گئی مگر میری ذہنی کیفیت ایسی تھی کہ میں اندر سے ہی [illegible] میں خود سے بھی بھاگنا چاہتا تھا۔ اس لیے شاید میں کچھ خود غرض ہوگیا تھا۔ میں بھاگ نکلا خود سے، تم سے اور ہر کسی سے بہت دور اور بس بھاگتا چلا گیا۔ مجھ پر کوئی عجیب سی وحشت تھی جیسے [illegible] میں سے اس بات کو سمجھ کر مجھے [illegible] معالج کی ضرورت ہے۔ ورنہ میں شاید پاگل ہوجاؤں گا۔ میں ایک سائیکاٹرسٹ سے ملا۔ جس کا نام شاہد تھا۔ وہ بہت اچھی عادتوں کی [illegible]۔ مجھے جذباتی طور پر ایک [illegible] اس نے ڈپریشن سے نکالا اور میں زندگی کی طرف لوٹنے لگا۔ میں جانتا تھا [illegible] مجھ پر فرض تھیں مگر اس وقت میں اس کیفیت میں تھا جہاں مجھے [illegible] تھا۔ نہ تمہارا نہ بچوں کا [illegible] شاید میں بہت [illegible] پاگل ہو رہا تھا [illegible] میں نے سب بتایا تھا۔ اس نے مجھے سمجھایا اور مجھے کہا کہ مجھے اپنی بیوی اور بچی کے پاس واپس جانا چاہیے۔ [illegible] کہ مجھے [illegible] سے [illegible] میں وہاں کی [illegible] ڈھونڈ رہا تھا مگر [illegible] مجھ پر [illegible] اسے [illegible] کا تھا۔

"میں اب تلافی نہیں کرنا چاہتا تھا تم سے۔ میرے [illegible] وہ نہیں تھا [illegible] ایک [illegible] وقت میں [illegible] پھر اس [illegible] سے مجھے [illegible] ہوتے [illegible] میں نے تم سے تلافی کی [illegible] اس سے مجھے [illegible] نہیں [illegible] شروع [illegible] جاؤں [illegible] [illegible] سوچتی تھی [illegible] میں اس [illegible] سے [illegible] سکا۔ تصور [illegible] نہیں تھا شاید [illegible] تھا۔ میں خود [illegible] [illegible] کوئی [illegible] چاہتا تھا اور مجھے [illegible] کی حیثیت تھی۔ میں جانتا ہوں میں [illegible] تمہارا [illegible] اور [illegible] گھر میں سے [illegible] حیثیت میں [illegible] میں [illegible] میں جیتا تو شاید [illegible] کی اور [illegible] بارے میں نا سوچتا [illegible] گھر میں [illegible] کیفیت میں تو [illegible] میں [illegible] مجھ [illegible] اور خود کو [illegible] دینا چاہتا تھا اپنی زندگی سے خوشیوں سے [illegible] میں خود کو شدید [illegible] چاہتا تھا [illegible] مقصد ان خوشیوں کو تلاش [illegible] تھا۔ میرے [illegible] ایک ہی [illegible] کا تصور تھا جہاں [illegible] تمہارے ساتھ [illegible] ایک ہی [illegible] تھا جہاں [illegible] تمہارا چہرہ [illegible] میری [illegible] مجھ [illegible] [illegible] میرے [illegible] تم [illegible] مجھ [illegible] مجھے [illegible] [illegible] محسوس [illegible] شدید [illegible] گھر میں [illegible] نہیں [illegible] قابل [illegible] نہیں [illegible] تمہارا [illegible] چھوٹی [illegible] کا [illegible]

تمہیں یہ سب پتا چلے تو تم مجھے غلط نہ سمجھو۔ میں وہ بات کرتے ہوئے تمہارے ان احساس کو مجروح کرنا نہیں چاہتا تھا، جو مجھ سے وابستہ رکھے ہوئے ہیں۔ تمہارے ان دنوں میں جو میرے ساتھ تھا میں اس کو توڑ سکتا ہے کہ میں خود سے شرمندہ تھا اور تم سے بھی۔ میں نے اپنی بات ادا کر دی۔ مگر طے شدہ راستوں کا تعین تم خود نہ کر سکتے۔ میں نے جس راہ کو چھوڑا ایک لمحے نے مجھے اس راہ پر ڈال کر فرار کے سارے راستے مسدود کر دیئے یا پھر میں یہ ہو کہ میں ایک بار تم سے مل کر تم سے اپنے کیے کی اور بے وفائی کی معافی مانگ سکوں۔ تمہارے دل توڑنے کی معافی مانگ سکوں۔ میں جانتا ہوں یہ آسان نہیں ہے مگر ...“ وہ رک کر اس کی سمت دیکھنے لگا تھا۔ ملک اس کی سمت دیکھ رہی تھی اور اس کی آنکھوں میں سوفٹ کر خاموشی سے بہہ رہے تھے۔ اندر کیا کچھ ٹوٹ گیا تھا جو کسی ریت کی طرح کانپ رہا تھا یہ دم وہ اٹھی تھی اور وہاں سے نکل گئی۔ جہانگیر ملک اسے دیکھتا رہ گیا تھا۔

❁ ✤ ❁

محبت زندگی جیسی زندگی دینے والی بھرپور قوت ہے مگر اس کے ساتھ ایک مارنے اور مار دینے والا احساس بھی ہے۔ سب سے مشکل کیفیت کیا ہے جب جان پر بن آتی ہے۔ جب جینا دشوار ہوتا ہے اور ساری دنیا جو اب دے جاتی ہے۔ کسی سے بہت اپنے کوئی دور کے ساتھ دیکھنا یہ احساس جہاں بہت کم روا کرتا ہے غیر محبوس ہوتا ہے وہیں مار بھی دیتا ہے کوئی آپ کا نہیں رہا اب کسی اور کا ہے۔ انابیہ بیگ نے دامیان سوری اور لی میک کو ساتھ کھڑے دیکھا تھا۔ وہ اس سے قریب تھا۔ جانے پھر بھی کسی فطری احساس سے۔ اس کے علی نے مر جھا دی تھی۔ وہ کچھ محسوس نہیں کر سکی تھی۔ تمہیں سمجھ نہیں سکی تھی۔ اس کے اندر کہیں کچھ ٹوٹنے کا شدید احساس ہو رہا تھا۔ بہت شدید شور سنائی دیا تھا اور اس شور کے ساتھ اسے اپنی ساری حسیات دم توڑتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔ دامیان سوری نے اسے دیکھا تھا اور نظر انداز کر دیا تھا جیسے وہ کوئی اجنبی ہو۔

تم مسرت کا کہو یا اسے غم کا رشتہ
کہتے ہیں پیار کا رشتہ ہے جنم کا رشتہ
ہے جنم کا جو یہ رشتہ تو بدلتا کیوں ہے؟

کسی بھی احساس سے جال بوتا احساس ہوتے ہوئے کسی کا بدل جانا اس بات کو کبھی عقل تسلیم نہیں کرتی نا دل مانتا ہے۔ [illegible] میں وہ کس قدر عجیب وحشت سے بندھ گئی تھی۔ نا چاہتے ہوئے بھی محبت ہوئی تھی مگر سب یہ علم رہا تھا کہ یہ کوئی رشتہ اسے ان بندھن سے بنانا ہی نہیں چاہیے تھا وہ یہی سوچوں میں رہ کر تردد کی تھی۔ [illegible] سب بہت الجھا الجھا سا تھا۔ کبھی اس کا پاؤں پھسل رہا تھا۔ وہ مرے ہوئی بھی ایک ہی جست میں [illegible] سے [illegible] تھا وہ جو دور کھڑا جیسے اس کو رہا تھا۔ [illegible] ہو رہا تھا خود کو وہ ایک پل میں اس کی سمت دیکھ کر پایا تھا۔ یہ احساس کہ سب اس کا نہیں رہا تھا کسی اور کا ہوتے جا رہا تھا انابیہ بیگ کو اس سے متنفر کرنے لگا تھا۔ [illegible] دھڑکنوں کو سنتے ہوئے اس کی مجبوری تھی۔ اس کے سینے سے سر ٹکا کر سے جن نظروں سے دیکھا تھا [illegible] سنے کس کسی بار دوب میں اس کا دم گھٹنے لگا تھا۔ وہ اس حصار کو توڑ کر اس سے نکل کر بھاگ جانا چاہتی تھی۔ ان نگاہوں میں سچی تھی غصہ تھا [illegible] تھی۔ وہ اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر اسے پرے دھکیلنے لگی تھی۔

”تم ٹھیک ہو؟“ وہ اس سے اس طرح پوری توجہ سے دیکھتے ہوئے پوچھنے لگا۔ انابیہ بیگ کا دل چاہا تھا اس شخص کا حشر کر دے۔ اس کا جینا دشوار کر دے۔ اس پر زندگی کے سارے راستے بند کر دے۔ اس نے اس سے [illegible] کی تھی جو سلوک کیا تھا اس کے بعد وہ اسے معاف نہیں دینا چاہتی تھی۔



”تم ٹھیک ہو انابیہ بیگ؟“ دامیان نے جھک کر اس کے کان کے قریب ہو کر پوچھا تھا۔

”تم بہت برے ہو، بہت برے۔“ وہ چیخنا چاہتی تھی مگر آواز حلق سے نکل ہی نہیں پائی تھی۔ وہ بکھر رہی تھی۔ وہ جب جہاں میں تھا اور بکھری ہوئی تھی کہ اسے اپنے گرد اس کے حصار کا احساس بھی نہیں ہو سکا۔ اس کی سانسوں کی رمق سے وحشت ہو رہی تھی۔ اس کی دھڑکنوں کو سنتے ہوئے بھی وہ اس کی مجبوری کرنا چاہتی تھی۔ وہ سرد آنکھوں سے چپ چاپ تکنے لگی تھی۔

کوئی یہ کیسے بتائے کہ وہ تنہا کیوں ہے؟
وہ جو اپنا تھا وہی اور کسی کا کیوں ہے؟
یہی دنیا ہے تو پھر ایسی یہ دنیا کیوں ہے؟
یہی ہوتا ہے تو پھر یہی ہوتا کیوں ہے؟

یکدم انابیہ بیگ نے اس کے سینے پر مکوں کی بارش کر دی تھی پے در پے تابڑ توڑ۔ مگر دامیان سوری نے کوئی مزاحمت نہیں کی تھی نا اس کے ہاتھ تھامے تھے نا اسے ایسا کرنے سے روکا تھا۔ وہ اس کے سامنے تنا کھڑا رہا تھا۔ وہ خود ہی بیتواتر سے ایسا کرتے کرتے تھک گئی تھی تو تھک کر اس کے سینے پر سر رکھ دیا تھا اور گہری گہری سانسیں لینے لگی تھی۔ جیسے پر کھڑی تلی اسے بغور دیکھ رہی تھی۔ وہ اس کیفیت کو سمجھ پا رہی تھی یا نہیں مگر اس لمحے اس کی نگاہ اس سمت تھی۔ وہ زیادہ دیر اس منظر کا حصہ نہیں رہ سکی تھی اور فوری وہاں سے ہٹ گئی۔ دامیان سوری کی توجہ سارے کی ساری انابیہ بیگ پر تھی وہ اس سے ہٹ کر کوئی منظر نہیں دیکھ رہا تھا یا دیکھنا ہی نہیں چاہتا تھا۔ انابیہ بیگ کسی اندرونی زیادتی سے زیر تھی۔ وہ اس کی کیفیت سمجھ رہا تھا کہ کہیں مگر وہ اسے تھپکنے کی برداشت کرنے اور اپنے اندر ضم کرنے کی جو پوری صلاحیت رکھتا تھا وہ اس لمحے کسی خاموش سمندر سا تھا بہت پرسکون۔ بہت ٹھہرا ہوا جو اپنے اندر بھرپور وسعت رکھتا تھا۔ وہ آپ حیران تھا وہ یہ سب کیسے کر پایا مگر اس ایک احساس نے اسے طاقت ور بنا دیا تھا۔

”پاو کے انابیہ؟“ وہ بہت پرسکون انداز میں اس کی سمت تکتا پوچھ رہا تھا۔

”انابیہ میں تمہارے اندر سے ان سارے موسموں کو نکال باہر کرنا چاہتا ہوں۔ اگر تمہیں کوئی شکوہ ہے تو کہو پھر تم خاموش ہو تو اس کا اظہار کرو میں جانتا ہوں میں نے کیا غلط کیا ہے جو تمہارے اس رویے کا باعث ہے۔ میں جانتا ہوں یہ غصہ بے معنی نہیں ہے۔ نا بنا سبب ہے۔ یہ کوئی اسرار یا بھید نہیں ہے۔ اس محبت کو میں بھی ڈھونڈتے ڈھونڈتے تھک گیا اس محبت کو میں بہت قریب سے دیکھ رہا ہوں۔ اس کی حدت کو محسوس کر رہا ہوں۔ تمہارے دل سے دل تک بستی ہوئی ایک بات کو دیکھ رہا ہوں اور یہ ربط بے معنی نہیں ہے۔ میں تمہاری خاموشیوں سے [illegible] میں موجود تمہارا غصہ مجھے تم سے خائف کر رہا ہے۔ یہ بہت حاوی ہے میں نے جو کیا تمہیں جتانے کا وقت نہیں ہے۔ کچھ بھی نہیں ہے۔ تم یہ حق رکھتی ہو تم کچھ بھی کہو میں سنوں گا۔ تم کچھ بھی کرو میں جھیلوں گا۔ کیونکہ مجھے احساس ہے میرے اندر بہت کچھ کٹ گیا ہے۔ تمہارے لیے اور ...“ انابیہ بیگ اس کی گرفت سے نکل کر اس سے دور ہوئی تھی اور جھٹکے سے آنکھوں سے سرخی میں جلنے لگی تھی۔

”بہت بہت محنت سے ہو تم دامیان سوری۔ دنیا کے سب سے برے انسان سو تم تمہارا ثانی نہیں ہے تم ... سب سے [illegible] ہو مجھے بہت سی باتوں کے جواب چاہیے تھے بہت سے سوال تھے میرے اندر [illegible] مجھے تم سے [illegible] بات کا جواب نہیں چاہیے۔ تمہاری منتقی میں تمہاری دوست ہونے کے ناتے تمہاری مدد [illegible] شرمندہ ہوں اس نے [illegible] کبھی ان کی مدد نہیں کر سکتے۔ کسی بھی سے [illegible] نہیں [illegible] ایسا کوئی حد [illegible]

کرنا چاہتی ہوں جھوٹے ہو تم۔ ایک دم جھوٹے تمہارے قول فعل میں بھی تضاد ہے۔ کسی اعتبار کے قابل نہیں ہو تم بھی تھوڑی دیر قبل تم وہاں ہی میک کو اپنے اس بازوؤں میں لیے کھڑے تھے اور اب مجھ سے کھیل رہے ہو کیونکہ تمہیں یہ کھیل کھیلنے میں بہت مزا آتا ہے۔ اب کھیلنا تمہاری عادت بن گئی ہے۔ ہر کھیل میں تم جیتنے کے خواہاں ہو چاہتے ہو بس سب تمہارے اختیار میں رہے اور فاتح تم ہی ہو۔ اپنی جیت مقصد ہے تمہارا، مگر میں تمہیں جیتنے نہیں دوں گی۔ تم ایک طرف لی میک سے منگنی کر رہے ہو اور دوسری طرف مجھ سے یہ سب کہہ رہے ہو۔ شرم آتی ہے تمہیں؟ میاں سوری؟ کتنے بے شرم انسان ہو تم کوئی کریکٹر ہے تمہارا؟ ایک طرف تم مجھ سے معافیاں مانگ رہے ہو اور دوسری طرف تم نے رشتے باندھ رکھے ہیں اور تم مجھے بھی اپنے ہاتھ سے نکلتا ہوا نہیں دیکھ سکتے۔ تمہارا بس چلے تو تم مجھے اپنی مٹھی میں دبوچ لو مجھے سانس بھی نہ لینے دو۔ تم ایسے ہی ہو میں تمہارا اعتبار کروں تو یہ میری سب سے بے وقوفی ہو گی۔ میں تمہیں خود پر ہنسنے کا موقع دینا نہیں چاہتی ہوں داميان سوری تم ذرا الگ ہو۔ مگر تم سے دور رہوں گی یہ ڈرامہ بند کر دو۔ زندگی مذاق نہیں ہے۔ نہ مذاق مذاق میں یہ سب ہوتا ہے۔ یہ زندگی کا سب سے بڑا فیصلہ ہے تم غلطیوں کو دہرا سکتے ہو مگر میں ایسا نہیں کر سکتی۔ مجھے لگتا ہے بہتری اسی میں ہے کہ میں تم سے دور رہوں۔ جب وہ دوستی ختم ہو ہی چکی ہے تو پھر اس دوستی کے دلدل میں کیوں یہاں موجود ہوں۔ تمہیں فائدہ دے رہی ہوں مجھے یہاں نہیں ہونا چاہیے۔" وہ کہہ کر مڑی تھی داميان سوری نے ایک جھٹکے سے اپنی طرف کھینچا تھا۔

"پیار کرتا ہوں تم سے ڈیم اٹ کوئی مذاق نہیں ہے یہ محبت ہے یہ۔ کب سمجھو گی تم اسے؟ تمہارے لیے جیتا ہوں تمہارے لیے مرتا ہوں۔ اپنا معمول بنایا ہے تم نے مجھے تمہارے حصار میں قید ہوں۔ چل نہیں پا رہا ہوں میں کیسے منزل تک پہنچوں؟ جب میرے دل میں تم ہو یہ چھوٹی سی بات سمجھ نہیں آتی تمہیں۔ محبت کرتا ہوں تم سے بے حد بے حساب۔ کس نے کیا یہ سب؟ کس نے جھوٹ میں جتایا؟ یہ لگن کس نے دی؟ تم نے صرف تم نے یہ بات سمجھنے کی چاہ میں کتنے زمانے لگا دیے میں نے۔ کتنے دن راتوں میں نے تمہیں سمجھنے کے قابل رہنے میں کتنے برس لگا دیے میں نے۔ تمہارے لیے یہ سب۔ کہانی کیوں نہیں دیتا صرف اپنی محبت ہوتی دکھائی دی۔ میری آنکھوں میں محبت نہیں ہے۔ قصور تمہارا ہے یہ وہیں۔ تم نے اپنی پرتوں میں بند رکھا ہو کہ میں تم تک آتے آتے راستے بناتا بناتا تھک گیا۔ میں نے فاصلوں کو سمیٹنے میں عمر لگا دی۔ تم نے یاد کیا ان فاصلوں کو سوگنا کیا ہر بار خود سے مزید دور کیا۔ کبھی یہ تم نے سوچا کیا؟ کبھی مجھے سمجھنے کی کوشش کی۔ تمہارے پیچھے بھاگتا رہا۔ کیوں تمہارے حصار میں قید ہو کر رہ گیا، مصروف کر دیا؟ عقل نے جواب دے دیا تب کیا کروں؟ کتنے ٹھیک دوں خود کو جواب تمہارا؟ یہ چاہتی ہو تم ہر بات کا تمہارے تابع ہو جاؤں تمہارے حد کو مقدم کہنے کی ہمت بھی نہ کروں؟ سانس روکے ہاتھ باندھے کھڑا ہو جاؤں محبت ہو گئی تو کیا کروں اب؟" وہ اپنے ہاتھ اس کے شانوں پر رکھتا ہوا بولا تھا۔ گرفت اتنی سخت تھی کہ اس کے ہاتھ سے اپنے گوشت میں دھنستے ہوئے محسوس ہوئے تھے۔ وہ اس کی نظروں میں اس کا جنون دیکھ رہی تھی۔ اس کا یہ انداز پہلی بار دیکھ رہی تھی۔ ان لفظوں نے اسے گنگ وساکت کر دیا تھا۔

❁ ✧ ❁

کبھی کبھی خود کو حالات پر چھوڑ دینا مناسب ہوتا ہے۔ انائیا ملک کو لگتا تھا اس کے حق میں یہی بہتر ہے سب خود وقت کے دھارے پر چھوڑ دیا اور معارت تغلق کے ساتھ شو رموآ گئی۔ ہوٹل میں روم ایک لیا گیا تھا۔ وہ الگ روم بک کرنا چاہتی تھی مگر معارت تغلق کا مزاج وہ جانتی تھی وہ خود کو ناراض نہیں کر سکتی تھی۔ ابھی رہنا نہیں چاہتی



تو کبھی اس معاملے پر کوئی بحث نہیں کی۔ جانے کیوں اسے لگا تھا کہ وہ بات کرے گی تو وہ اس کی کمزوری سے واقف ہو جائے گا۔ یوں بھی آج کل وہ اس پر بہت حاوی ہو رہا تھا۔ وہ جانے کیوں اس کے سامنے کمزور پڑ رہی تھی۔ ایشا نے BRAMPTON میں کسی بھی ہوٹل میں قیام کرتے دیکھ اس نے شدید احتجاج کیا تھا۔

"بھائی کا گھر ہوتے ہوئے آپ ہوٹل میں قیام کر رہے ہیں۔" معارت تغلق نے اسے گرا بہت پیار سے بہلا دیا تھا۔

"تمہاری بھابی ساتھ ہے نا شادی کے بعد اسے اتنی سوچ پر تو لے جا نہیں پایا۔ اب اگر اس ہالیڈے کے نام پر تمہارے گھر میں قیام کروا دوں گا تو بہت تنگ ہوگی۔ تم بیویوں کا مزاج نہیں جانتی ہو۔ کافی جھگڑالو ہوتی ہیں۔ یوں بھی ہمیں پرائیویسی کی ضرورت ہے۔ سمجھا کرو نا۔" اس کے لہجے میں شرارت تھی ایشا مسکرا دی اور انائیا ملک سے گھور کر دیکھنے لگی تھی۔ وہ اس کی سمت دیکھ کر مسکرانے لگا تھا۔

"کیا غلط کہہ دیا تم نے ہی تو کہا تھا تمہیں پرائیویٹ ہوٹل چاہیے۔ پرسکون اور تمام میری توجہ اور وقت کے ساتھ۔" وہ آنکھ دبا کر مسکرایا تھا۔ ایشا کھلکھلا کر ہنس دی اور وہ شرمندہ ہو کر رہ گئی تھی۔ ایشا جیسے ہی ہٹی تھی اس نے گھورا تھا۔

"کیا بکواس تھی۔" وہ کلائی پہنتے ہوئے بولی تھی۔ وہ شانے اچکا کر ریلیکس سے پارٹنر ہونے سے دیکھنے لگا تھا۔

"کیا؟" انائیا ملک اسے گھورتی رہی۔

"آپ کو شرم آنی چاہیے۔"

"کس بات کی شرم؟ بیوی ہو تم جائز رشتہ ہے اب کیا اپنی جائز اکلوتی بیوی کے ساتھ ہالیڈے پر بھی نہیں جا سکتا۔"

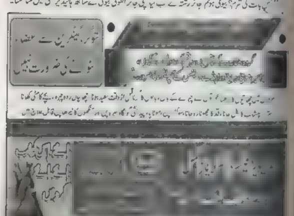

ویسے تمہیں یک روم بک کرنے پر اعتراض ہے تو کھل کر بولو۔ بہانے بنا کر ایسے مخصوص بیویوں کی طرح شو مت کری ایٹ کرو۔"

معارج تعلق کو موقع درکار تھا وہ وہی موقع دینا نہیں چاہتی تھی۔ تبھی اس کے قریب سے گزر کر واش روم کی طرف بڑھ جانا چاہا تھا۔ جب کلائی معارج تعلق کے ہاتھ میں آ گئی تھی۔ نایاب کو جانے کیوں یک لمحے میں بہت غصہ آیا تھا۔ اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر پوری طاقت سے پیچھے کی طرف دھکیلا تھا مگر اس کوشش میں وہ اس کے ساتھ پیچھے موجود جہازی سائز بیڈ پر گری تھی وہ اسے مضبوطی سے تھامے ہوئے تھا اور وہ اس کے سینے پر آنکھیں میچے دھرے ہوئے تھی۔ اسے لگا تھا ہیڈ نوٹ گیا ہوگا۔ آؤ شدید تھی مگر ڈرتے ڈرتے آنکھ کھول کر دیکھا تھا تو معارج تعلق کو اپنی سمت دیکھتا پایا تھا۔ اس کی آنکھوں کی تپش سے گھبرا کر اس نے سنبھل کر اٹھنا چاہا تھا۔ مگر معارج تعلق کی گرفت اس کے گرد کچھ اور مضبوط ہو گئی۔

"کبھی کبھی دوریوں کو ختم کر دینا ضروری ہوتا ہے قریب سے وہ دکھائی دیتا ہے جو دور سے نگاہ نہیں دیکھ پاتی۔ اب جب موقع میسر ہے تو خود دیکھ لینے میں کیا حرج ہے؟ منظر اتنا ہی غیر واضح اور غیر یقینی ہے یا کچھ حقیقت سمجھ میں آ رہی ہے؟" وہ بہت دھیمے لہجے میں بولا تھا۔ ہوٹل کا وہ کمرہ تنہائی کسی تیسرے وجود کا دور دور تک نہ کوئی شائبہ تھا نہ یہ ملال۔ یکدم ہی بہت بے خطگی کا گماں ہوا تھا۔ اسے یہ خفگی نہیں کرنا چاہیے تھی۔ کیسے اس کے ساتھ سفر کا فیصلہ غلط تھا یہ سوچ کر اس جس تیزی سے ابھرا تھا [illegible] وسوسے بھی خطا ہوئے تھے۔

"اپنے پیارو کیا رنگ سوچ رہے ہو؟ چہرے کا رنگ اتنا فق کیوں ہے؟" اس ماحول کو دیکھو محسوس کرو اس تنہائی خاموشی اور تنہائی کو میری آنکھوں میں دیکھو اور بتاؤ۔ محبت ہو سکتی ہے کہ نہیں کوئی گنجائش ہے کہ نہیں یا پھر اب بھی کسی خاص موسم کی ضرورت ہے۔ کسی خاص لمحے کا انتظار ہے یا یہی ایک لمحہ ہے جو پیارا ہے؟"

اس کے چہرے پر آئی بالوں کی لٹ کو ہٹاتے ہوئے وہ مدہم لہجے میں پوری توجہ سے دیکھتا ہوا بولا تھا۔ نایاب ملک کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔

"بولو کیا کروں۔ کیا ایسا کروں کہ یقین ہو جائے؟ چاند تارے توڑ لاؤں سورج ہتھیلی پر رکھ دوں یا سب قدموں میں ڈھیر کر دوں؟ کیا کروں کہ یقین ہو جائے کہ ان لمحوں میں جو ہے [illegible] حال [illegible] رہا ہوتا ہے اور شاید یہ [illegible] محبت سے [illegible] نہیں؟ عجب [illegible] کے درمیاں جی رہا ہوں مجھے چھوڑو اور [illegible] بالوں کی اصل منظر ہے۔" [illegible] کوئی عجب بات تھی کہ دل کو اپنے ساتھ [illegible] گئی تھی۔ [illegible] اور [illegible] سوچ [illegible] دیکھے [illegible] پیچھے اور [illegible] حقیقت یاد [illegible] تھے۔ وہ اس شخص کو [illegible] دیکھ رہی تھی یہ صرف سوچ تھا اور [illegible] قریب سے اس کا وجود کاٹ رہا تھا۔

[illegible] میں [illegible] تھی کہ [illegible] تھی [illegible] سے [illegible] معارج تعلق کی سمت [illegible] تھی [illegible] شاید [illegible] شدت [illegible] نایاب ملک [illegible] تک [illegible]

❁ ❖ ❁



[illegible] خود امیں کی منگنی میں ایسے در نہیں کر رہی۔" ممی نے [illegible] ڈرائنگ روم میں گھسے ہوئے پوچھا۔ وہ جو ابھی ہر طرف سے فور ہو ڈھونڈ رہی تھی اپنی پکڑی پر ایک گہری سانس لے کر رہ گئی۔

"مجھے [illegible] منگنی کر [illegible] تو مجھے اس طرح کیوں پیش کیا جا رہا ہے یہ میری کون سی زندگی نہیں؟" [illegible] ممی اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے نرمی سے مسکرا دیں۔

[illegible] ہے مگر وہ دوست ہے نا کیا سوچے گا اسے ضرورت سے [illegible] موجود ہو؟ یا پھر ایکسی آیا ہے تمہیں اس کے [illegible] کر کوئی ڈیکوریشن کرنا تھی؟"

"ممی مجھ سے یہ سب نہیں ہوتا۔ آپ جانتی ہیں ہم میں کوئی [illegible] دوستی نہیں ہے اگر بہت چاہتا بھی تو اب [illegible] ختم ہوئے عرصہ بیت چکا ہے پھر ہر بار وہ کسی بات کی فیور مانگنے آ جاتا ہے۔ اور مجھ سے ہی کیوں توقع کرتا ہے کہ میں یہ سب کروں۔ میں تو اس سے کوئی امید نہیں رکھتی۔" وہ وضاحت [illegible] ہوئی بولی تھی پیچھے [illegible] کی تھی۔

"تم کوئی امید نہیں رکھتی ہو کیونکہ تم خود غرض ہو موقع پرست ہو اور جانے کیا کیا ہو کسی اور کی خوشی ہضم نہیں ہوتی تم سے چپ کر بیٹھی ہو یہ تم جلن سے پاگل ہو رہی ہو۔" [illegible] جلتا ہوا [illegible] دیتا ہوا تھا۔ وہ مڑ کر اسے گھور کر دیکھنے لگی تھی۔

"میں چپ کر نہیں بیٹھی اور مجھے کس بات کی جلن ہوگی؟ فضول کی ہوا مت دو کہ مجھے کوئی جلن نہیں ہو رہی ہے اور ہوتی بھی کیوں کون ہو تم؟ نہ دوست نہ دشمن اور"

"اور پھر تم نے خیال کیا ہے کہ ساری مروت یک طرف رکھ کر سارے تعلقات توڑ دوگی میں یہاں یہ بتانے کی بات کرتا ہوں اور تم ہو کہ یک پل میں سب ڈھیر کر دیتی ہو۔ ممی یہ واقعی آپ کی بیٹی ہے؟ کہاں آپ امن پرست کہاں یہ موقع پرست کہاں آپ نرم مزاج کہاں یہ آتش فشاں کہاں آپ بے غرض کہاں یہ" وہ مسکراتے ہوئے پوری تفصیل دیتا ہوا گویا ہوا تھا جب ناچیز نے روک دیا تھا۔

"پلیز بہت ہو گیا ممی آپ اس سے کہہ دیں میں اسے مزید برداشت نہیں کر سکتی۔" وہ ہاتھ اٹھا کر حتمیہ بولی تھی۔ مڑی میں ہانپنے لگی تھی۔

"کیسے بچوں کی طرح جھگڑتے ہو تم کب عقل آئے گی تم دونوں کو [illegible] کبھی دوسروں کی خوشی میں شریک ہو [illegible] سے کچھ نہیں جاتا۔ اس بار تم رہنے دو غلط [illegible] دے رہی ہو۔" ممی [illegible] ہوئی پلٹی تھیں اور چلتی ہوئی [illegible] سے نکل گئی تھیں۔ ناچیز بک سراغی کرائے دیکھنے لگی تھی۔ پھر سخت لہجے میں بولی تھی۔

"یہ سب کیا ڈرامہ رچا رکھا ہے کیا ہو تم؟ تماشا بنا رکھا ہے۔ میں ان [illegible] سے بھی بچ کر چلنا چاہتی ہوں جن میں تم ملے ہو۔ پھر ہر بار کیوں بہانے ڈھونڈ لیتے ہو قریب آنے کے۔ کیا چل رہا ہے تمہارے دماغ میں؟ اللہ [illegible] حال بچانے میں تم کر [illegible] بھی [illegible] تبھی میں تمہیں معاف کرنے والی نہیں ہوں۔ تمہاری فضول باتوں میں اپنا وقت برباد نہیں کر سکتی۔ تمہارے فضول کے ڈراموں کا حصہ بننا نہیں چاہتی۔ تم مجھے میرے حال پر چھوڑ دیتے؟ ہر بار یک نئی چال بنا کر کیوں چلے آتے ہو؟" وہ سخت لہجے میں بولی مگر وہ اطمینان سے مسکرا [illegible]

[illegible] سچی ہو تو راستے خود بخود بن جاتے ہیں شاید میری لگن اتنی ہی سچی ہے کہ میرا ہر راستہ تم سے آن ملتا [illegible]

جڑنا لکھا ہی ہے تو روک پاؤ گی؟ کیا تم کسی کے ساتھ چلنے سے منع کر سکو گی؟" وہ پورے یقین سے کہہ رہا تھا۔ وہ حیرانی سے اسے تکنے لگی تھی۔ ڈمیاں سوری نے ہاتھ بڑھا کر اس کا ہاتھ، ہاتھ میں لے لیا تھا اور بغور تکتے ہوئے بہت اطمینان سے مسکرا دیا تھا۔

"اگر ان ہاتھوں کو تھام کر ساتھ چلنا پڑا تو کیا تم اس سے انکار کر سکو گی؟ اگر یہ سب طے ہو چکا ہے تو کیا ہے تمہارے انکار کا؟" مگر وہ سرعت میں ہاتھ ہٹا گئی تھی۔

"لفظوں سے کھیلنا بند کرو ڈمیاں سوری۔ خود کو تماشا بنانے کی کوشش مت کرو مجھے تمہاری کسی بات کا کوئی بھروسہ نہیں ہے۔ کوئی یقین دلانے کی کوشش مت کرو۔ میں تم پر قطعی اعتبار نہیں کر سکتی۔ تم اپنا اور میرا دونوں کا وقت برباد کر رہے ہو۔ اس سے دونوں کا نقصان ہو رہا ہے۔ میں نہیں چاہتی تم کل کوئی پچھتاوا محسوس کرو۔ ایسا چاہتے نہیں ہو کسی صورت یہ تم بھی جانتے ہو ضد ہوتی ہے بس تمہیں۔ مجھے ہرانے کی مجھ سے جیت جانے کی۔" وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی جیسے وہ اس سے آگے بات کرنا نہیں چاہتی تھی۔ مگر وہ اس کی پشت کو بہت اطمینان سے تکتا ہوا مسکرا دیا تھا۔

"تمہارے پیچھے کھڑا ہوں میں۔ پلٹ کر دیکھو یقین کرو میں آگے نکلنے کی ضد میں نہیں۔ تمہارے قدم سے قدم ملا کر چلنے کی کوششوں میں ہوں۔" وہ پورے سکون کے ساتھ مسکرا رہا تھا۔ اناہیتا پلٹ کر اس کی سمت تکنے لگی تھی۔ وہ اس کو لاجواب پا کر مسکرا دیا تھا۔

"دیکھو خالی ہاتھ ہوں۔" اس کے سامنے ہاتھ پھیلا دیے تھے۔ "خالی ہاتھ ہوں مگر مجھے یقین ہے اگر اس ہاتھ کو کوئی بھر سکتا ہے تو وہ صرف تمہارا ہاتھ ہے۔ صرف تمہارا ہاتھ ہے جو اس ہاتھ کو یقین دے سکتا ہے کہ یہ ہاتھ اب تنہا نہیں رہے۔ وہ تم ہو جو مکمل کر سکتی ہو۔ مگر تمہیں خود اس کا یقین نہیں ہے۔" وہ پورے اطمینان سے کہہ رہا تھا۔ اناہیتا کا دل چاہا تھا اس کا سارا سکون تہس نہس کر دے۔

"ڈمیاں سوری تم جانتے ہو تم جو کہہ رہے ہو اس کی حقیقت کچھ نہیں ہے۔ تم لفظوں کو اپنے طریقے سے اپنے مطلب و فائدے کے لیے استعمال کر رہے ہو کوئی عظیم فائدہ پہنچانے کی خواہش میں ہو اور میں تمہاری ہر خواہش کا گلا گھونٹ دوں گی۔ اگر یہ ضد ہے تو ضد ہی سہی۔ مگر اب میں ہر بات کا جواب دوں گی۔" وہ اسی لہجے میں بولی تھی وہ مسکرا رہا تھا انداز ہنوز اطمینان بھرا تھا۔

"چلو تمہیں احساس تو ہوا مقابل کھڑا ہوا تو آیا میں سمجھا تھا تم میں ہمت نہیں ہے۔" وہ اسے چیلنج دیتے ہوئے مسکرایا تھا۔

"میں تم سے فضول کی باتوں میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہتی۔ تم یہاں کیوں کھڑے ہو؟ منگنی ہے تمہاری۔ تیاریاں کیوں نہیں کرتے کس بات کا فرق ہے؟ اپنی منگیتر کے ساتھ وقت کیوں نہیں گزارتے۔"

"کیونکہ میں تمہارے ساتھ اپنا وقت گزارنا چاہتا ہوں۔" وہ بھرپور سکون سے کہہ کر مسکرایا تھا۔ اناہیتا غصے سے گھورتی پاؤں پٹختی ہوئی وہاں سے نکل گئی تھی۔

ڈمیاں سوری اس کی پشت کو تکتے ہوئے مسکرا دیا تھا۔

شدت عشق خیر ہو تیری
کیسے عالم میں لا کر چھوڑ دیا

نانیہ صاحب کو احساس ہو گیا تھا۔ معارج تغلق کے ساتھ یہاں آنے کا فیصلہ اس کی سب سے بڑی غلطی تھی۔



جب ان رشتے پکے … وہ کوئی دوستانہ رکھنے والا نہیں تھا۔ وہ ایشاع کے گھر تھی وہ اس شخص کے ساتھ وقت گزارنا نہیں چاہتی تھی۔ ہوٹل کے اس کمرے میں اس کے ساتھ رہنا، قیام کرنا ایک مشکل مرحلہ تھا۔ ایشاع کافی لے کر اس کے قریب آگئی تھی اسے کافی تھمائی تھی اور اس کے سامنے بیٹھ گئی تھی۔

"بھابھی کیا ہوا؟ آپ کچھ پریشان دکھائی دے رہی ہیں۔" ایشاع نے پوچھا تھا۔ تو اس نے سر نفی میں ہلا دیا تھا۔

"ایسا نہیں ہے مگر میں پہلی بار یہاں آئی ہوں اور میرے … کا ساتھ نہیں ہے … سب سمجھ پائے گی بھی نہیں مجھے کس کی فکر ہو رہی ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے بات بنائی تھی۔

"آپ کو اس سب کی فکر ہو رہی ہے۔ اس بات کی خوشی نہیں کہ آپ اپنے شوہر کے ساتھ ہیں اور وقت بیتا رہی ہیں۔ کسی سے زیادہ خوب صورت بات کیا ہوگی؟ لوگ تو اس بات کے بہانے ڈھونڈتے ہیں اور ایک آپ ہیں جو پریشان ہو رہی ہیں۔ بھائی تو جذبات سے دور ہیں ہی آپ بھی ان جیسی ہو گئی ہیں۔ ممی کہتی ہیں مرد بہت سی باتوں میں قطعی نابلد اور بے خبر ہوتا ہے اسے باخبر کرنا پڑتا ہے ایسا ایک عورت کرتی ہے مرد کو کتنی بھی عقل ہو مگر وہ عورت سے شادی … نہیں، مدد کر کے چلتا چھوڑتا ہے اور عورت بھی خوشی محسوس کرتی ہے جب مرد اس کی پروا کرے اور مانے۔ اس سب ہونے کا مان بہت زیادہ ہوتا ہے رشتوں کو بڑھانا پڑتا ہے۔ دور کو کھینچ کر نزدیکی پیدا کر کے دوسرے فریق کو قریب کیا جاتا ہے۔ آپ تو خود بہت سمجھدار ہیں مگر جانے کیوں آپ کے اور بھائی کے درمیان بھی کچھ بہت عجیب سا لگتا ہے جیسے کوئی رابطہ نہیں واسطہ نہیں اور" ایشاع ابھی کہہ ہی رہی تھی جب نانیہ کو اپنے شانوں پر کسی کے ہاتھ کے دباؤ کا احساس ہوا تھا۔ اس نے گردن موڑ کر دیکھا تھا اس کے پیچھے بہت قریب معارج تغلق کھڑا تھا اور اس کے دیکھنے پر ملائمت سے مسکرا دیا تھا۔

"اگر خاموشی ہو تو اس کا مطلب یہ نہیں ایشاع کہ اندر گہرائی میں کہیں کوئی سکوت ہے یہ سکون کی کیفیت بھی ہو سکتی ہے۔ یہ یقین کی حالت بھی ہو سکتی ہے نا؟" وہ ایشاع کی باتوں کو سن چکا تھا یقیناً تبھی کسی وضاحت دیتے ہوئے بولا تھا کہ ان کے درمیان سب ٹھیک ہے اور کہیں کچھ غلط نہیں ہے۔ وہ اس بات کی خبر کسی کو ہونے نہیں دینا چاہتا تھا کہ ان کے درمیان "سب ٹھیک" نہیں ہے۔ نانیہ اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی مگر وہ اس معاملے میں بہت محتاط دکھائی دیا تھا۔ ایشاع مسکرا دی تھی۔

"جانتی ہوں بھائی آپ دونوں بہت مصروف رہتے ہیں اور"

"بات مصروفیت کی نہیں ہے ایشاع شاید ہم بہت سے لفظوں کے مفہوم کہنے سے پہلے سمجھتے ہیں ہم جانتے ہیں ایک دوسرے کے دل میں کیا ہے جب یہ کیفیت ہو تو محبت کی گہرائی ناپنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اگر یقین نہ ہو تو ہمارے ساتھ کیا وہ تمہاری بھابی ہے؟ کسی ڈیمو کی ضرورت ہے؟" وہ مسکرایا تھا اور نانیہ … بار دکو … رہا تھا۔ وہ اس کی گرفت میں تھی۔ دل تیزی سے دھڑکنے لگا تھا۔ مگر اندر کہیں بہت سکون چھانے لگا تھا۔ … جو سمجھ رہی تھی وہ سچ تھا۔ ان میں کہیں کچھ نہیں تھا۔ ورنہ یہ بات سچ تھی اس کا دل کٹ کر رہ گیا تھا۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

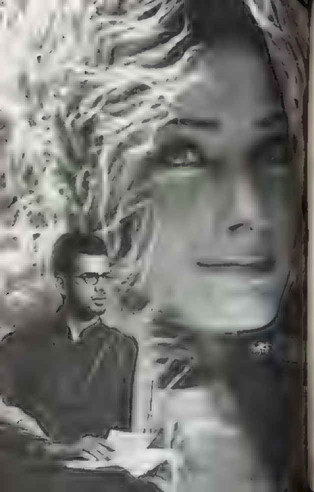

# چھپا رستم

مدیحہ عدنان

> اجنبی تھا مگر لفظ سچائیں تھیں بہت
> اس ایک شخص میں دلربائیں تھیں بہت
> وہ پاس تھا تو عجب بہاروں کا سماں تھا
> ذات میں اس کی بھی رعنائیاں تھیں بہت

اوائل بہار کے دن تھے پہاڑوں پر جمی برف پگھل چکی تھی۔ پھولوں اور ننھی کونپلوں کے کھلنے کا موسم تھا۔ ارما اور فاریہ اکیڈمی سے نکلی تھیں۔ سڑک کی چڑھائی کی وجہ سے دونوں کا سانس پھول چکا تھا۔ ارما لمبے لمبے سانس لیتے ہوئے سڑک کے کنارے پر نڈھال سی ہوکر بیٹھ گئی۔

"میرا سانس پھول گیا ہے۔ تھوڑی دیر بیٹھنے دو۔ پانچ دس منٹ کے بعد آگے چلتے ہیں۔" ارما حسب معمول سڑک کے کنارے بیٹھتے ہوئے بولی اور جیب سے مونگ پھلیاں نکال کر کھانے لگی۔

"جب اس طرح نڈھال ہوجاتی ہو تو مت آیا کرو میرے ساتھ۔ کتنا برا لگتا ہے جب تم یوں بوڑھی عورتوں کی طرح بیٹھ جاتی ہو۔ آتے جاتے لوگوں کی نظر پڑتی ہوگی تو کیا سوچتے ہوں گے۔ یہ سڑک ہے کوئی ہمارے گھر کا گارڈن نہیں ہے۔" فاریہ غصے سے بولی۔ اسے ارما کا اس طرح بیٹھ جانا بے حد برا لگتا تھا۔

"تھک گئی ہوں یار۔ ذرا سانس تو لینے دو۔ اتنی چڑھائی چڑھنے کی عادت جو نہیں ہے۔" ارما نے بے چارگی سے کہا۔

"تمہارا یہاں بیٹھ کر مونگ پھلیاں کھانا ضروری ہے کیا یہ شغل تم گھر جاکر بھی پورا کرسکتی ہو۔ دیکھو لوگ گھور گھور کر ہمیں دیکھ رہے ہیں۔ کتنا برا لگ رہا ہے۔ میں بہت آکورڈ فیل کررہی ہوں۔ اب اٹھو جلدی چلو۔" فاریہ نے ہاتھ پکڑ کر ارما کو زبردستی اٹھا دیا ورنہ ارما کے ارادے ٹھیک نہیں لگ رہے تھے۔

"حد ہوتی ہے سستی اور کاہلی کی بھی۔ کل سے میں تمہارے ساتھ نہیں آؤں گی۔" فاریہ اسے سڑک کنارے کھینچتے ہوئے بولی۔

"پتا نہیں مجھے ایسا کیوں لگتا ہے کہ مجھے کوئی دیکھ رہا ہے یا کوئی ہمارا پیچھا کرتا ہے۔" ارما نے پیچھے مڑ کر درختوں کے جھنڈ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"واہمہ ہے تمہارا اب وہ زمانہ نہیں رہا جب لوگ چھپ چھپ کر حسین لڑکیوں کا پیچھا کیا کرتے تھے۔ اب تو ڈنکے کی چوٹ پر سامنے آکر دل کی بات کی جاتی ہے موبائل فون، ایس ایم ایس اور انٹرنیٹ کے سہارے بے جاتے ہیں۔ لڑکا لڑکی کھلے عام ملتے ہیں اور کسی قسم کا قدم سماج مداخلت نہیں کرتا۔ اب لوگوں کے پاس محبت کی چھپن چھپائی کھیلنے کا وقت نہیں ہوتا۔" فاریہ دائیں بائیں دیکھتے ہوئے بولی۔ سہ پہر کا وقت تھا۔ آج رش بھی پہلے کی نسبت کم تھا۔ اسے ایسا کوئی سر پھرا نظر نہ آیا جو ان کا پیچھا کرنے کی مشقت اٹھاتا۔

"وہم حقیقت بھی ہو سکتا ہے۔ میری چھٹی حس بار بار الارم دے رہی ہے۔ مجھے محسوس ہوتا ہے کہ کوئی ہمیں فالو کر رہا ہے ورنہ تم تو جانتی ہو میرا وجدان کتنا تیز ہے۔" ارما ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے بولی۔ سورج کے سنہرے پن نے ہر شے کو چمکایا ہوا تھا۔ ہواؤں کے دامن سے خوشبوئیں لپٹی ہوئی تھیں۔

"ہاں مجھے علم ہے تمہارے وجدان کی تیزی کا۔" فاریہ ارما کا بازو تھامے چلتے ہوئے بولی۔ اس نے ارما کی بات کو چنداں اہمیت نہ دی تھی۔ دفعتاً کوئی بہت خاموشی سے ان کے پیچھے سے نکل کر جاگنگ کرتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ گہرے نیلے ٹریک سوٹ میں ملبوس وہ اونچا سا نہایت وجیہہ نوجوان تھا۔ وہ اکثر اسے جاگنگ کرتے ہوئے دیکھتی تھیں۔

"یار اس کی اور ہماری ٹائمنگ کتنی ملتی ہے۔ ہم سہ پہر کو باہر نکلیں یا مغرب کے وقت۔ اس شخص سے ہمیشہ ہی ٹاکرا ہوتا ہے لگتا ہے کہ یہ سارا دن ہی ان سڑکوں پر بھاگتا رہتا ہے۔" فاریہ نے اس شخص کی پشت کو دیکھتے ہوئے اظہار خیال کیا۔ دھیرے دھیرے وہ ان سے دور جاتا جا رہا تھا۔ بلاشبہ وہ ایسا شخص تھا جس پر ایک کے بعد دوسری نظر بلا اختیار ہی پڑ جاتی۔

"اسی لیے تو شاندار اور اسمارٹ ہے۔ لگتا ہے کہ یہ شخص اپنا بہت خیال رکھتا ہے اور کیا خبر یہی وہ شخص ہو جو ہمیں چھپ چھپ کر دیکھتا ہو۔" ارما آنکھیں سیکڑ کے بولی۔ اسے کثرت سے مسلسل دیکھے جانے کا احساس ہوتا تھا۔ اس کی چھٹی حس بہت تیز تھی۔ اس کے دل میں یہ خیال راسخ ہو چکا تھا کہ یہ محض اس کا وہم نہیں ہے۔

"شکل سے تو ایسا نہیں لگتا اور پھر اس نے کبھی کوئی مشکوک حرکت بھی نہیں کی۔ خاصا شریف اور معقول آدمی لگتا ہے اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو ہمارے پاس آ کر رکتا کوئی بات کرتا یا پاس سے گنگناتے ہوئے گزرتا یا سیٹی بجاتا تم نے تو اچھے بھلے شریف آدمی پر یونہی الزام لگا دیا ہے۔" فاریہ نے ارما سے اختلاف کیا۔

"تم ان لڑکوں کو نہیں جانتیں بڑے گھنے اور میسنے ہوتے ہیں۔ جیسے دکھائی دیتے ہیں ویسے ہوتے نہیں ہیں۔" ارما نے سنجیدگی سے کہا۔ وہ شخص سڑک مڑ کر غائب ہو چکا تھا۔

"اچھا! تمہیں بڑا تجربہ ہے لڑکوں کا۔" فاریہ ہنس کر بولی۔ اسے ارما کے خیالات سے قطعاً اتفاق نہیں تھا۔ اس کے خیال میں ارما وہم کی مریضہ تھی اور وہم کا علاج تو حکیم لقمان کے پاس بھی نہیں تھا۔

"تجربہ نہیں مشاہدہ ہے میرا۔" ارما نے فاریہ کے بازو پر ہلکا سا مکا مار کر کہا۔

"مشاہدہ کرنے کے لیے اور بہت سی چیزیں ہیں یہ چھوڑو دیکھو موسم کتنا اچھا ہو رہا ہے۔ سچ مجھے تو بہار کا موسم بہت پسند ہے۔ ہر طرف رنگ ہی رنگ دکھائی دیتے ہیں۔ دل چاہتا ہے ہم یونہی گھومتے پھرتے رہیں گھر جانے کا بالکل دل نہیں کرتا۔" فاریہ ارما کا بازو تھامے ڈھلوانی سڑک پر چل رہی تھی۔ سرسبز پہاڑوں نے مختلف رنگوں کے پھولوں کا پیرہن اوڑھ رکھا تھا۔

"لیکن میں تھک گئی ہوں۔ چل چل کے میرے پاؤں دکھ گئے ہیں اور تم ظالم لڑکی مجھے بیٹھنے بھی نہیں دیتی ہو۔" ارما نے بیزاری سے کہا۔

"توبہ ہے تم تو ابھی سے بوڑھی ہو گئی ہو۔ انسان کو ایکٹو ہونا چاہیے۔ وہ دیکھو اسٹرابیری کے پودے ... ٹھہرو۔" فاریہ پھرتی سے دائیں طرف چھوٹی سی پہاڑی پر چڑھ گئی اور گلابی رس بھری اسٹرابیری ... توڑنے لگی۔

"واہ واہ مزا آ گیا تمہیں تو پتا ہے کہ مجھے اسٹرابیری کتنی پسند ہیں اور ان پہاڑوں سے اسٹرابیری توڑنے کا مزا ہی الگ ہے۔" فاریہ نے مسکراتے ہوئے کہا اور ... اسٹرابیریاں اکٹھی منہ میں رکھ لیں۔

"ندیدہ پن تم پر ختم ہے کل سے ایک ٹوکری بھی ساتھ لے آنا۔" ارما نے غصے سے فاریہ کی سمت دیکھا جو اطمینان سے ... تھی۔ اس طرح مسلسل چپ چاپ دیکھے جانے کی قطعی عادت نہ تھی۔



"یہ بری بات نہیں ہے لیکن مسئلہ یہی ہے کہ سارا ٹوکری اٹھائے گا کون؟ اگر تم راضی ہو تو میں ٹوکری ضرور ساتھ لے لوں گی۔ محنت کے پیسے بھی۔" فاریہ نے مسکراتے ہوئے کہا اور اپنا عمل جاری رکھا۔

"میرا دماغ خراب نہیں ہوا کہ الٹی پلٹی حرکتیں شروع کر دوں۔ اور کیا آتے جاتے لوگ تمہیں دیکھ رہے ہیں کہ کس طرح ایک راہ چلتی لڑکی ندیدے پن کے ہاتھوں مجبور ہو کر پودوں سے اسٹرابیری توڑ توڑ کر کھا رہی ہے۔ ایسی حرکتیں مانگنے والیاں اور فقیرنیاں کرتی ہیں جنہیں اپنے گھر میں کھانے کو کچھ نہیں ملتا۔"

ارما ایک پتھر پر بیٹھتے ہوئے بولی۔ فاریہ ہنوز اپنے کام میں مصروف تھی۔ دفعتاً ارما نے پہاڑی کے پیچھے نیلے ٹریک سوٹ والے کی جھلک دیکھی۔ وہ بجلی کی طرح پلٹی۔ وہ یہاں کہاں سے آیا تو ان دونوں نے سڑک کا موڑ مڑتے دیکھا تھا۔ وہ چوکنی ہو گئی اور اٹھ کر پہاڑی کے چاروں طرف گھوم کر جائزہ لینے لگی۔ پہاڑی کے پیچھے بہت سی بلند و بالا پہاڑیاں تھیں جن میں کچھ چھوٹی اور کچھ بڑی تھیں۔ ارما کو بری طرح حیرت نے آ گھیرا۔ اس نے اپنی آنکھوں سے اس شخص کی جھلک دیکھی تھی اور اب وہ بے پناہ متفکر انداز سے سوچ رہی تھی۔

"تم کیوں چکر کاٹ رہی ہو اور ادھر اُدھر کیا ڈھونڈ رہی ہو؟" فاریہ نے حیرانی سے پوچھا اور ارما کی نظروں کا تعاقب کیا۔

"یار میں نے ابھی ابھی اس نیلے ٹریک سوٹ والے شخص کو پہاڑی کے پیچھے دیکھا ہے۔ اب پتا نہیں کہاں غائب ہو گیا ہے۔" ارما نے کہا۔ اسے حیرت تھی کہ یہ شخص کس طرح روپوش ہو سکتا ہے اور وہ بھلا اس پہاڑی کے پیچھے کیا کر رہا تھا۔ عین ممکن تھا کہ وہ کسی اور پہاڑی کے پیچھے چھپ گیا ہو کیونکہ یہاں تو ہر طرف چھوٹی بڑی پہاڑیاں تھیں لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسے اس طرح چھپنے کی کیا ضرورت ہے۔

"یار اس شخص کو بخش دو۔ نجانے کیوں وہ تمہارے حواسوں پر سوار ہو گیا ہے۔" فاریہ نے بے زاری سے کہا۔ اسے ارما کی بات پر بالکل اعتبار نہیں تھا۔

"مجھے معلوم ہے کہ تم میری بات پر یقین نہیں کرو گی لیکن میں جانتی ہوں کہ اس شخص کے ساتھ کوئی مسئلہ ضرور ہے کہیں نہ کہیں کچھ گڑبڑ ہے۔ وہ شخص ٹھیک نہیں ہے۔" ارما نے سنجیدگی سے کہا۔

"تمہارا خیال ہے وہ کوئی ایجنٹ ہے اور ہماری جاسوسی کر رہا ہے۔ یار ہم کوئی اشتہاری مجرماں ہیں اور نہ ہی ہمارا نام موسٹ وانٹڈ لوگوں کی لسٹ میں ہے۔" فاریہ ارما کے قریب آتے ہوئے بولی۔

"میرا خیال ہے اب ہمیں گھر جانا چاہیے۔ میں اس شخص کی طرف سے خاصی مشکوک ہوئی ہوں۔ نجانے وہ کون ہے اور اس کے کیا ارادے ہیں۔ میں وثوق سے کہہ سکتی ہوں کہ وہ ہمارے گھر کا ایڈریس بھی جانتا ہوگا۔" ارما نے فاریہ کا ہاتھ تھاما اور سڑک کے کنارے چلنے لگی۔

وہ دونوں یہاں فاریہ کے بڑے بھائی میجر عاصم کے گھر چھٹیاں گزارنے آئی تھیں۔ جن کی پوسٹنگ آزاد کشمیر کے چھوٹے سے شہر میں ہوئی تھی۔ سرسبز پہاڑوں اور پرکشش وادیوں میں گھرا یہ چھوٹا سا شہر بہت خوب صورت اور روح پرور تھا۔ ارما اور فاریہ دونوں تایا زاد بہنیں تھیں اور ہم عمر ہونے کی بدولت ان میں دوستی بھی کچھ زیادہ تھی۔

"لڑکیوں کی خوش فہمی کا کوئی علاج نہیں ہوتا۔ اب گھر میں بھائی سے اس بات کا ذکر مت کرنا ورنہ انہوں نے ہمارا باہر جانا بند کروا دینا ہے۔" فاریہ نے ارما کو ناپسندیدہ نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں پاگل نہیں ہوں۔ جانتی ہوں عاصم بھائی کتنے سخت مزاج ہیں لیکن میرا ذاتی خیال ہے کہ ہمیں خود احتیاط کرنی چاہیے دیکھو نا ہم یہاں مہمان ہیں خدانخواستہ کوئی ایسی ویسی بات ہو گئی تو کتنی شرمندگی ہوگی لوگوں کے ہاتھ تک ایک موضوع لگ جائے گا۔" فاریہ

سے سنجیدگی سے کہا۔ سڑک کے کنارے خودرو گھاس کی دوش سے ننھے منے رنگ برنگے پھول جھانک رہے تھے۔ جابجا درختوں کے جھنڈ تھے جو سنہری روشنی میں چمک رہے تھے۔ آسمان کے کنارے نارنجی رنگ میں ڈھل رہے تھے۔ ارماء نے گردن گھما کر چاروں طرف دیکھا کہیں کوئی نہیں تھا۔ سڑک پر اس وقت صرف وہ دونوں چل رہی تھیں۔

"شاید یہ واقعی میرا وہم ہو۔" اس نے اپنا سر جھٹکتے ہوئے دل میں سوچا۔

وہ دونوں گھر پہنچ چکی تھیں۔ ارماء کا تھکن سے برا حال تھا۔ اس نے لاؤنج میں داخل ہوتے ہی اپنے جاگرز اتارے اور صوفے پر ٹانگیں پسار کر بیٹھ گئی۔

"ایسے لگ رہا ہے جیسے ہل جوت کے آئی ہو۔" مہرین بھابی نے ارماء کو یوں نڈھال بیٹھے دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"اصل میں عادت نہیں ہے نا اس وجہ سے تھکن ہو گئی ہے۔ افضل سے کہیں دو ملک شیک ہی بنا دے۔" ارماء نے سر صوفے کی پشت سے ٹکا کر کہا۔

"تم دونوں بھی تو دو تین گھنٹے لگا کر واپس آئی ہو۔ ایک دو دن ریسٹ کرو۔" مہرین بھابی بھی ان کے ساتھ ہی بیٹھ گئیں اور ملازم کو آواز دے کر ملک شیک بنانے کا کہا۔

"نہیں بھابی ہم یہاں ریسٹ کرنے نہیں آئے۔ ہمیں تو ویسے بھی ایڈونچر کا شوق ہے۔ گھر میں بیٹھے بیٹھے تو بور ہو جاتے ہیں۔" فاریہ نے جلدی سے کہا۔ اسے خدشہ تھا کہ ارماء کی سستی اور کاہلی کی وجہ سے کہیں انہیں گھر میں بند ہو کر نہ بیٹھنا پڑ جائے۔ اتنی خوب صورت جگہ اور حسین موسم میں وہ یہ تھکن کفران نعمت ہی تو تھا۔ وہ یوں بھی گھر میں ٹک کر بیٹھنے والی نہیں تھی اسے شمالی علاقہ جات کے حسین نظارے اور قدرتی مناظر بہت پسند تھے۔ [illegible]

تھا اس لیے خوب نخرے کرتے آئی تھیں۔

ارماء اپنے ماں باپ کی اکلوتی اولاد تھی۔ لاڈلی بھی بہت تھی اور اسی لاڈ پیار نے سست اور آرام پسند بنا دیا تھا۔ فاریہ کو مجبوراً ساتھ دوستی کرنی پڑتی۔ ارماء کو گھومنے پھرنے کا کوئی خاص شوق نہیں تھا وہ گھر میں رہنے کو ترجیح دیتی تھی لیکن اسے فاریہ کے ساتھ مجبوراً باہر جانا پڑتا اور واپس آ کر تھکن سے نڈھال ہو کر ویسی ہی ہو جاتی تھی۔ وہ دونوں روز باہر جاتیں اور ہر روز انہیں وہ اجنبی شخص نظر آتا۔ کبھی سڑک کنارے جاگنگ کرتا ہوا کبھی کسی لڑکے کے ساتھ کھڑا بات چیت کرتا ہوا وہ کہیں نہ کہیں موجود ضرور ہوتا۔ یہ محض اتفاق تھا یا نہیں اس بارے میں فی الحال وہ دونوں کچھ نہ کہہ سکتی تھیں۔ ارماء کے خیال میں تو وہ جان بوجھ کر ان کے راستے میں آتا تھا اور وہ لاپرواہی ظاہر کرتا تھا۔

وہ اک خوب صورت نارنجی شام تھی۔ ارماء اور فاریہ کنارے والی سڑک پر واک کر رہی تھیں جب فاریہ کی نظر اونچے نیچے پہاڑوں کے حسن پر پڑی جن کے دامن میں بے حد حسین سفید گلابی اور کاسنی پھول کھلے ہوئے تھے۔ دوسری طرف پہاڑیوں کے درمیان صاف و شفاف پانی کا چشمہ بہہ رہا تھا۔ اس جھرنے کی آواز دور تک سنائی دے رہی تھی۔

"اف کتنی خوب صورت جگہ ہے یار میرا موبائل دو یہاں میری تصویر تو کھینچو۔" [illegible] ارماء کے ہاتھ میں موبائل دیا اور وہ پتھروں کے درمیان راستہ بناتی چشمے کے قریب پہنچ گئی۔

ارماء موبائل کا کیمرہ فاریہ پر فوکس کر رہی تھی جب یکدم [illegible] پتھر کے نیچے سے گہرے [illegible] رنگ کا سانپ نکل کر تیزی سے رینگنے لگا۔ [illegible]



گئی تھی۔ فاریہ بھی لپک کر اس کے قریب آ گئی۔ سبز رنگ کا سانپ بہت واضح دکھائی دے رہا تھا۔ [illegible] یہ صورت حال خاصی پریشان کن تھی۔ سانپ دیکھ کر وہ بھی خود پر قابو نہ رکھ سکی اور وہ بھی چیخنے لگی۔ یہ جگہ سڑک سے قدرے اونچائی پر تھی [illegible] لوگوں کی آمد و رفت نہ ہونے کے برابر تھی۔ اچانک کہیں سے وہی اجنبی شخص نکل کر سامنے آیا [illegible] پتھر کے ذریعے بہت آسانی سے سانپ کو کچل دیا۔ یہ سب اس قدر اچانک ہوا کہ ان دونوں کو کچھ سمجھنے کا موقع ہی نہ مل سکا۔ آج اس شخص نے سیاہ رنگ کا سوٹ پہنا ہوا تھا۔ اس نے اتنی جلدی اور اتنی مہارت سے سانپ کا قلع قمع کر دیا گویا معمولی کیڑا مکوڑا مار رہا ہو۔

ان دونوں کا رنگ تو لمحوں میں ہی زرد ہو گیا تھا۔ دل تھر تھر کانپ رہے تھے۔ دونوں نے ایک دوسرے کو مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا۔

"یہ زہریلا سانپ نہیں تھا لیکن بہرحال آپ دونوں کو احتیاط کرنی چاہیے۔" اجنبی ان سے کچھ فاصلے پر کھڑا ہو کر بولا۔ اس کی آواز بے حد گھمبیر اور لہجہ بہت شائستہ تھا۔ ان دونوں کے حواس ابھی تک قابو میں نہ آئے تھے۔

"سانپ مر چکا ہے۔ اب آپ لوگوں کو خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ جتنی جلدی ہو سکے اس جگہ سے جائیں۔ زیادہ تر ایسی ویران جگہوں سے دور رہنا چاہیے اس قسم کے ایڈونچر مہنگے پڑ سکتے ہیں۔" وہ واپسی کے راستے پر قدم رکھتا ہوا بولا۔ وہ دونوں بھی فوراً واپس پلٹیں۔ ارماء کو ہر قدم کے ساتھ لگتا تھا کہ ابھی کہیں سے کوئی دوسرا سانپ نکل آئے گا۔ اس نے فاریہ کا ہاتھ مضبوطی سے تھاما ہوا تھا۔ سڑک تک پہنچ کے اجنبی نے اپنا راستہ بدل لیا۔

"آپ کا بہت بہت شکریہ۔" ارماء نے دھیرے سے [illegible] جیسے اس شخص نے [illegible] آنکھیں [illegible] چمک

بھی ہوں۔ سیاہ رنگ کے ٹریک سوٹ میں اس شخص کا سفید رنگ بہت نمایاں ہو رہا تھا۔ اس کی سرمئی آنکھیں ایک مقناطیسی کشش رکھتی تھیں۔ بلاشبہ وہ نہایت ہینڈسم آدمی تھا۔

"موسٹ ویلکم۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور اپنی جیبوں میں ہاتھ ڈالے ڈھلوانی سڑک پر چل دیا۔

وہ دونوں گھر کی طرف روانہ ہو گئیں۔ ایک خوف کی کیفیت تھی جس نے انہیں ابھی تک اپنے حصار میں لے رکھا تھا۔

"کتنا عجیب شخص ہے اپنا تعارف بھی نہیں کروایا اور یونہی چل دیا۔" فاریہ نے کہا۔

"شاید وہ اپنا تعارف کروانا نہ چاہتا ہو لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ وہاں کیا کر رہا تھا اور پھر وہ ہمارے اتنے نزدیک تھا کہ ہماری چیخیں سن کر پلک جھپکتے ہی وہاں آن پہنچا۔ مجھے تو یہ شخص کچھ پراسرار سا لگتا ہے۔" ارماء سوچتے ہوئے بولی۔

"ہاں یار تم ٹھیک کہہ رہی ہو کوئی تو بات ضرور ہے لیکن کچھ بھی ہو بندہ بہت ہینڈسم ہے اور کچھ رحم دل بھی۔ کیا ہوتا اگر ہمیں گھر تک چھوڑ دیتا۔" فاریہ بولی۔ اسے اس اجنبی کا یوں فوراً ہی چلے جانا عجیب سا لگا تھا۔ بھلا ایسا بھی کبھی ہو سکتا ہے کہ کوئی مرد دو خوب صورت لڑکیوں کو یوں نظر انداز کر دے۔

"کیا پتا وہ ہمارے پیچھے پیچھے آ رہا ہو۔ مجھے پکا یقین ہے کہ وہ یہیں کہیں ہمارے آس پاس ہوگا۔ جانے اس شخص کا کیا مقصد ہے۔ سامنے آتا ہے تو کوئی بات نہیں کرتا اور چھپ چھپ کے ہماری نگرانی کرتا ہے۔" ارماء نے چاروں طرف نظریں گھما کر کہا۔

"شاید سامنے آنا اسے اچھا نہ لگتا ہو اور وہ چھپ کر ہماری نگرانی اس لیے کرتا ہو کہ کہیں ہم کسی مصیبت میں پھنس نہ جائیں۔" فاریہ دور کی کوڑی لائی۔

"لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ ہماری اتنی فکر کیوں کرتا ہے۔ سب سے بڑا [illegible] نہایت مشکل ہے کہ تمہارے

پیچھے آتا ہے یا میرے پیچھے۔" ارما نے سنجیدگی سے کہا۔

"میرا خیال ہے وہ تمہارے پیچھے آتا ہے کیونکہ تم زیادہ خوب صورت ہو اور وہ بہت زیرک آدمی ہے ضرور اس نے میرے دائیں ہاتھ کی تیسری انگلی میں پہنی ہوئی بھاری انگوٹھی دیکھ لی ہے جس سے اسے اندازہ ہوگیا ہے کہ میں منگنی شدہ ہوں۔" فاریہ ہنستے ہوئے بولی۔ پچھلے سال ہی اس کی منگنی اپنے خالہ زاد سے ہوئی تھی جو امریکہ میں مقیم تھا۔

"اس بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا بہرحال کچھ بھی ممکن ہے۔" ارما نے تردید کی نہ تائید۔

چند لمحوں بعد دونوں گھر پہنچ گئی تھیں گھر میں دونوں نے مہرین اور عاصم بھائی سے قصداً سائے والا ذکر نہیں کیا ورنہ وہ ان دونوں کا باہر جانا تقریباً بند کرا دیتے۔ ارما کے ذہن سے اس شخص کا خیال چپک گیا تھا۔ اس کی آنکھوں کی مخصوص چمک میں ایک اسرار پوشیدہ تھا۔ آخر وہ کون تھا؟ یہ سوال ہر وقت اس کے ذہن میں گردش کرتا رہتا۔

"میرا خیال ہے کہ ہمیں بھی اس کی جاسوسی کرلینی چاہیے۔ آخر پتا تو چلے کہ وہ کون ہے اور کیا چاہتا ہے۔" رات کو سوتے وقت ارما نے فاریہ سے کہا۔

"چلو اگلی بار کوشش کریں گے جیسے ہی وہ نظر آئے گا فوراً اس کے پیچھے پیچھے چل پڑیں گے بچ کے کہاں جائے گا۔" فاریہ نے تائید کی اور وہ دونوں مطمئن ہوگئیں لیکن یہ اطمینان عارضی ثابت ہوا کیونکہ وہ شخص نہ صرف زیرک تھا بلکہ نہایت ہوشیار اور خطرناک حد تک ذہین تھا۔ جیسے ہی وہ انہیں نظر آتا وہ فوراً اس کے پیچھے چل دیتیں اور کافی دیر انہیں بری طرح تھکا دینے کے بعد وہ اچانک کہیں غائب ہوجاتا وہ یہاں کے سب چور راستوں سے واقف تھا۔ وہ دونوں نڈھال ہوجاتیں اور اس وقت کو کوستیں جب انہوں نے اس کی جاسوسی کا فیصلہ کیا تھا۔

"یہ ہمارے بس کا کام نہیں ہے میرا خیال ہے ہمیں اسے اس کے حال پر چھوڑ دینا چاہیے، ہمارا اس کا کوئی مقصد ہوگا تو وہ جلد ہی منظر پر آجائے گا۔" فاریہ ہمت ہار بیٹھی۔

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ مگر عاصم بھائی کو پتا چلا کہ ہم کسی اجنبی مرد کا پیچھا کررہے ہیں اور [illegible] جاسوسی پر نکل پڑتے ہیں تو ہمارا حشر نشر [illegible]۔" فاریہ عاصم بھائی کے غصے سے واقف تھی اس لیے [illegible] اس ایڈونچر سے تائب ہوگئی۔

"یار ہم یہاں انجوائے کرنے آئے ہیں نہ کہ [illegible] میں پڑنے کے لیے نہیں۔ میرا خیال ہے کہ ہم [illegible] میں گزارتے ہیں ایسا نہ ہو کہ بیٹھے بٹھائے [illegible] پڑ جائیں۔" ارما پیپر دباتے ہوئے بولی۔

فاریہ نے ارما سے اختلاف نہیں کیا۔ چند دن بالکل باہر نہیں نکلیں۔ کبھی ٹی وی سے دل بہلایا جاتا، کبھی کیرم کی بازیاں لگتیں، کبھی ڈائجسٹ پڑھے جاتے تو کبھی لمبی تان کے سویا جاتا بہرحال دن اچھے گزر رہے تھے۔

❀ ☺ ❀

عاصم بھائی کی یونٹ کا کوئی فیملی فنکشن تھا۔ مہرین بھابی نے انہیں بھی تیار ہونے کے لیے کہا۔ [illegible] پر رہ کر گزار رہے تھے اس لیے باہر جانے کے لیے دونوں خاصی پرجوش تھیں۔ دونوں نے اپنے بہترین لباس پہنے اور اچھی طرح تیار ہوئیں۔ فنکشن [illegible] میں ارینج کیا گیا تھا۔ سارا لان برقی قمقموں سے سجایا گیا تھا اور لان کے ایک کونے میں باربی کیو کا انتظام کیا گیا تھا۔

"واؤ کتنی خوب صورت جگہ ہے۔" ارما کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

"موسم بھی تو اچھا ہے شکر ہے تم لوگ سردیوں میں نہیں آئیں ورنہ حشر نشر ہوجاتا۔" مہرین بھابی نے کہا۔

"ہم عقلمند لوگ ہیں بھئی ہر کام سوچ سمجھ کر کرتے ہیں۔" فاریہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ماحول اور موسم کی خوشگواریت نے سب کے مزاجوں پر بہت اچھا اثر ڈالا تھا۔

"اچھا [illegible] ہے یہ سب کے لیے۔" مہرین بھابی نے مصنوعی حیرانی سے کہا۔



کچھ خواتین مہرین بھابی کے پاس آکر بیٹھ گئیں۔ عاصم بھائی بھی اپنے دوستوں کے ساتھ مصروف تھے۔ ارما اور فاریہ کرسیوں سے اٹھ کر سرخ روش کے قریب آ گئیں۔ ہلکی ہلکی ہوا نے ماحول پر بے حد خوشگوار تاثر چھوڑا تھا۔ سبز پودوں سے لپٹی برقی قمقموں کی روشنیاں بہت خوب صورت لگ رہی تھیں۔ وہ دونوں موسم کو انجوائے کرتے ہوئے روش پر دھیرے دھیرے چل رہی تھیں۔

دور دور تک رات کی رانی کے درخت کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ درخت کے اردگرد بکھرے سفید پھول قمقموں کی روشنی میں عجیب بہار دکھلا رہے تھے۔

"چلو دوسری طرف چلتے ہیں۔ یہ جگہ یوں بھی سنسان سی ہے۔" فاریہ نے ارما کا ہاتھ تھاما اور دوسری طرف جانے لگیں کہ یکدم ہی فاریہ نے ارما کا ہاتھ تیزی سے دبایا اور بے اختیار رک کر مدھم آواز میں چلانے لگی۔

"وہ سامنے دیکھو۔ تیسری ٹیبل پر۔"

"کہاں؟ کیا ہوا؟ کیا دیکھ رہی ہے۔" ارما حیرانی سے بولی۔

"وہ دیکھو جہاں چار لڑکے بیٹھے ہیں۔ ان میں وہ اجنبی بھی بیٹھا ہے۔ دائیں طرف سے دوسری کرسی پر۔" فاریہ تیزی سے بولی۔

ارما نے حیرانی سے اس سمت دیکھا تو بری طرح چونک گئی۔

وہ واقعی وہی تھا۔ بلیک پینٹ اور سکائی بلو شرٹ میں ملبوس ٹائی باندھے وہ ہو بہو وہی تھا وہ نہ ان کی طرف متوجہ تھا نہ ہی ان دونوں کی طرف اس نے دیکھا تھا۔ بلکہ وہ اپنے ساتھ بیٹھے لڑکوں کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف تھا۔

"ہاں یار یہ تو وہی ہے۔ یہ یہاں کیا کررہا ہے۔ یقیناً یہ بھی آرمی آفیسر ہے۔ شاید عاصم بھائی اسے جانتے ہوں۔ چلو یہ تو معلوم ہوگیا کہ یہ فوجی ہے یہاں کا لوکل نہیں ہے۔ اب تو ہم اس کا پتا لگا ہی لیں گے۔" ارما اس شخص کو بغور دیکھتے ہوئے بولی۔

"مجھے تو پہلے ہی شک تھا کہ یہ کوئی فوجی آفیسر ہے۔ اس کا ہیئر کٹ بالکل فوجیوں جیسا ہے اور شکل و صورت سے یہاں کا باسی نہیں لگتا۔" فاریہ نے خیال ظاہر کیا۔

"دیکھو اس طرح پوز کررہا ہے جیسے ہمیں دیکھا ہی نہ ہو۔" ارما نے لاپروائی سے بیٹھے اپنے ساتھی سے باتیں کرتے ہوئے دیکھا اور اس بے توجہی کا شدت سے نوٹس لیا۔

"بعض لوگوں کو جتانے اور نظر انداز کرنے کی ایکٹنگ کرنے کا شوق ہوتا ہے۔" فاریہ نے رائے دی۔

"اپنی اہمیت جتانے اور دوسروں کو متوجہ کرنے کی ناکام کوشش۔" ارما نے سر جھٹکا۔ وہ دونوں سرخ روش سے اتر کر اپنی کرسیوں کی جانب بڑھ گئیں۔

مہرین بھابی ایک معمر خاتون سے خوش گپیوں میں مصروف تھیں ان دونوں کو آتا دیکھ کر فوراً سیدھی ہوکر بیٹھ گئیں اور ارما کو تعارف کروایا۔ وہ درمیانی عمر کی خاتون تھیں۔ گرے سوٹ میں ملبوس گرے شال اوڑھے وہ بہت باوقار لگ رہی تھیں۔

"یہ ہے ارما جس کا میں آپ سے ذکر کررہی تھی۔" وہ [illegible] ارما نے چونک کر مہرین کو دیکھا ارما ایسی شخصیت کب سے بن گئی تھی کہ لوگ محفلوں میں اس کا ذکر کرنے لگے۔ خاتون نے بہت اشتیاق سے ارما کو دیکھا اور مہرین نے خاتون کی ساتھ والی کرسی پر ارما کو بٹھایا۔

ارما اس اچانک اور حیران کن تعارف کی وجہ سے قدرے نروس ہوگئی۔

"بی اے میں فرسٹ ڈویژن لی ہے۔ کھانے پکانے اور سینے پرونے میں ماہر ہے۔ اپنے ماں باپ کی اکلوتی بیٹی ہے۔ سارے خاندان میں ارما کی قدردانی ہوتی ہے۔ ہر کوئی اس کی تعریف کرتا ہے اور اتنے رشتے آتے ہیں اس کے جس کی کوئی حد نہیں۔" مہرین بھابی بے حد

خوش خلقی سے ان خاتون سے مخاطب تھیں۔

ارما اپنی تعریفیں سن کر شرمندہ ہوتی جارہی تھی۔ جبکہ فاریہ کو بہت زور سے ہنسی آرہی تھی جسے اس نے بڑی مشکل سے قابو کیا ہوا تھا۔ ارما کیسا کھانا پکاتی تھی یہ تو سبھی جانتے تھے اس لیے اس کی بنائی ہوئی ڈش کھانے کا تکلف کوئی نہیں کرتا تھا۔ اچھی صورت ہونے کے باوجود ابھی تک خاندان بھر سے کسی نے اس کا رشتہ اس کی سستی اور کاہلی کی وجہ سے نہ مانگا تھا۔ جس کی وجہ سے ارما کی والدہ خاصی پریشان تھیں۔

"ضرور امی نے مہرین بھابی سے میرے رشتے کے متعلق کوئی بات کی ہے۔ اور یہ خاتون بھی اسی چکر کا حصہ ہیں۔" ارما نے دل میں سوچا۔ وہ خاتون بہت اشتیاق سے ارما کو دیکھ رہی تھیں۔ ارما نے چہرے پر زبردستی مسکراہٹ سجائی۔

وہ خاتون ارما سے چھوٹے موٹے سوالات پوچھتی رہیں۔ مہرین بھابی انہیں مسز دانیال کہہ کر مخاطب کر رہی تھیں پھر سارا وقت مسز دانیال نے ارما کو اپنے ساتھ بٹھائے رکھا۔ فاریہ سخت بور ہورہی تھی لیکن اس خیال سے چپ تھی کہ شاید ارما کی نیا پار لگ جائے۔ مہرین بھابی تو خاتون کے آگے بچھی جارہی تھیں۔ کھانا بھی ان سب نے ساتھ ہی کھایا۔ کھانے کے بعد فاریہ نے چور نظروں سے اس حسین شخص کو ڈھونڈنے کی کوشش کی لیکن وہ کہیں نظر نہ آیا۔

گھر آنے کے بعد بھی وہ دونوں اس شخص کو ڈسکس کرتی رہیں۔ فاریہ نے تو مہرین بھابی سے پوچھ بھی لیا۔

"بھابی وہ آفیسر کون تھا جس نے سکائی بلو شرٹ اور سیاہ پینٹ پہن رکھی تھی؟"

"کیوں خیریت ہے؟" مہرین بھابی چونک کر بولیں۔

"جی ہاں بس وہ شخص ہمیں بہت گھور گھور کے دیکھ رہا تھا اسی لیے پوچھ رہے ہیں۔" فاریہ گڑبڑا کر بولی۔

"بھئی مردوں کی تو عادت ہوتی ہے لڑکی کو گھور گھور کر دیکھنے کی۔ اور نیلی شرٹ اور سیاہ پینٹ تو بہت سے لوگوں نے پہنی ہوئی تھی۔" مہرین بھابی نے لاپروائی سے کہا۔

"چلو اچھی چھٹی ہوئی۔" ارما نے دل میں سوچا۔

"تم یہ بتاؤ کہ تمہیں مسز دانیال کیسی لگیں؟ اپنے اکلوتے بیٹے کے لیے رشتہ ڈھونڈ رہی ہیں۔ ہماری تو دلی خواہش ہے کہ تمہارا رشتہ وہیں طے ہوجائے۔ ان کا بیٹا بھی لاکھوں میں ایک ہے تعلیم یافتہ خوب صورت برسر روزگار۔ تمہاری امی کی خاص تاکید ہے کہ ہم تمہارے لیے اچھا سا رشتہ دیکھیں اگر یہاں بات بن گئی تو سمجھو تمہارے وارے نیارے ہوجائیں گے۔" مہرین بھابی نے ارما کو دیکھتے ہوئے کہا۔

ارما نے برا سا منہ بنایا۔ اسے اپنی شادی سے کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی۔ پھر کتنی ہی دیر مہرین بھابی مسز دانیال کے قصیدے پڑھتی رہیں اور ان کے بیٹے کی قابلیت کے گن گاتی رہیں۔

"ونہہ کون سا میری عمر نکلی جارہی ہے جو سب کو میری شادی کی فکر میں دبلا ہوا جارہا ہے۔" ارما نے بیزاری سے سوچا۔

مسز دانیال کی تعریفیں سن سن کر ان دونوں کے کان پک گئے تھے۔ شاید مہرین بھابی ارما کو ذہنی طور پر تیار کررہی تھیں۔ ارما کو نہ چاہتے ہوئے بھی مسز دانیال کی تعریفیں مجبوراً سننا پڑیں۔ مہرین بھابی کو بہت امید تھی کہ یہاں ارما کی بات بن جائے گی۔

❀ ☺ ❀

ارما اور فاریہ نے شاپنگ کا پروگرام بنایا۔ مہرین بھابی کو گھر میں کام تھا اسی لیے وہ دونوں چلی گئیں۔ یہ بازار عام بازاروں سے مختلف تھا یہاں بعض دکانیں اونچائی پر تھیں اور بعض ڈھلوانی طرف واقع تھیں۔ ذرا سا فاصلہ طے کرکے سڑک گول چکر کی مانند گھوم جاتی تھی۔ چھوٹی موٹی شاپنگ کے بعد وہ دونوں کتابوں کی قدرے بڑی اور کشادہ دکان میں چلی گئیں۔ ارما بڑے سے ریک پر ترتیب سے رکھی کتابیں دیکھنے لگی کہ دفعتاً اس کی نظر سامنے



لگے شیشے سے ٹکرائی۔

اس شخص کے عکس کو وہ ہزاروں میں پہچان سکتی تھی۔ بلیو جینز اور نیلی شرٹ پہنے وہ بلاشبہ وہی اجنبی تھا جو بہت انہماک سے کتابیں دیکھ رہا تھا۔ جیسے لگ رہا تھا جیسے اس سے بڑا کتب بینی کا شوقین کوئی ہے ہی نہیں۔

ارما نے بے ساختہ آگے بڑھ کر فاریہ کا کندھا دبایا اور اس کے کان میں سرگوشی کی۔ فاریہ نے بھی چونک کر دیکھا تو حیران ہی رہ گئی۔

"لگتا ہے یہ ہماری گاڑی کا پیچھا کررہا تھا۔" ارما نے خیال ظاہر کیا۔

"ممکن ہے یہ محض اتفاق ہو۔ میرا مطلب ہے کہ شاید یہ یہاں واقعی کتابیں خریدنے آیا ہو۔" فاریہ نے اس شخص کی پشت کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"بہرحال آج ہم اس کا پیچھا کریں گے۔" ارما نے وثوق سے کہا۔

"ٹھیک ہے دیکھتے ہیں کہ اس دفعہ کیسے بچتا ہے یہ۔" فاریہ کی [illegible] میدان میں اتر آئی۔

ارما نے چند کتابیں خریدیں اور پے منٹ کرکے وہ دونوں دکان سے باہر آگئیں۔

چند لمحوں بعد وہ اجنبی بھی ایک شاپر تھامے دکان سے باہر آگیا۔ اس نے وہی کتابیں خریدی تھیں جو ارما نے دیکھی تھیں۔

"کافی ادب دوست معلوم ہوتا ہے۔" فاریہ نے کہا۔

"یہ اتفاق نہیں ہوسکتا کہ وہ وہی کتابیں خریدے جو ہم نے پسند کیں۔ ضرور دال میں کچھ کالا ہے۔" ارما پرسوچ انداز میں بولی۔ وہ دونوں اس کے پیچھے چل دیں۔

وہ [illegible] سیدھا ہی چلا جارہا تھا۔

"ہوسکتا ہے وہ دیکھنا چاہتا ہو کہ ہم کس قسم کی کتابیں [illegible]" فاریہ نے نکتہ اٹھایا۔

"ہاں وہ یہ دیکھنا چاہتا ہوگا کہ میری پسند [illegible] دلچسپی ہے؟" [illegible]

اس شخص اور ان دونوں کے درمیان چند قدم کا فاصلہ تھا۔ وہ دونوں سرگوشیوں میں مصروف تھیں۔

"مجھے لگتا ہے کہ اسے تم سے عشق ہوگیا ہے۔ یہ ساری علامات عشق کی ہیں ورنہ کون کسی کے پیچھے یوں خوار ہوتا ہے۔" فاریہ دور کی کوڑی لائی۔

"مجھے ایسے عجیب و غریب عشق کی ضرورت نہیں ہے۔" ارما جھنجلائی۔

"کس قدر ان رومانٹک ہو تم۔ ہوسکتا ہے یہ فوجیوں کے عشق کا انداز ہو۔" فاریہ نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ فوجی عشق کے میدان میں بے حد اناڑی ہوتے ہیں۔" ارما نے کہا۔

"لیکن یہاں تو آثار اناڑی کے نہیں بلکہ کھلاڑی کے لگتے ہیں۔" فاریہ تیز قدموں سے چلتے ہوئے بولی۔

وہ بازار کے مختلف راستوں سے گزرتا جارہا تھا اور وہ دونوں بنا سوچے سمجھے اس کے پیچھے چلتی جارہی تھیں۔ جانے کتنے موڑ مڑے کتنی سڑکیں بدلیں ان دونوں کو کچھ خبر نہ ہوئی۔ وہ تو اس کے پیچھے سائے کی مانند چلتی جارہی تھیں۔ ارما کی ٹانگوں میں درد ہونے لگا۔ سانس پھولنے لگا لیکن وہ شخص تو کہیں رکنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ بس چلتا ہی جارہا تھا۔ یہاں تک کہ بازار ختم بھی ہوگیا۔ اب ہلکی ہلکی آبادی شروع ہوگئی تھی۔ ارما کو تشویش نے آگھیرا۔

"چل چل کر برا حال ہوگیا ہے لیکن یہ شخص کہیں رکنے کا نام ہی نہیں لے رہا۔" اچانک آسمان کو بادلوں نے ڈھانپ لیا تھا۔ یکدم ہی سورج بادلوں کے پیچھے چھپ گیا۔ موسم کے تیور خطرناک ہوتے گئے۔

"اسے معلوم ہے کہ ہم احمقوں کی طرح اس کا پیچھا کررہی ہیں اسی لیے وہ ہمیں [illegible]" ارما تھکن سے چور ہوکر بولی۔

"فکر نہ کرو [illegible] یہاں سے [illegible] کوئی نہ کوئی [illegible]" وہ بھی سب بیزار ہوگئی تھی۔

"لعنت بھیجو اس پر اب مجھ میں مزید چلنے کی ہمت نہیں ہے۔ موسم بھی دیکھو کتنا خطرناک ہو رہا ہے۔" ارما کمر پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔ فطری طور پر ان دونوں کی رفتار سست پڑ گئی تھی۔ دونوں کے پیر شل ہو چکے تھے۔

وہ دونوں اس کے پیچھے ایک گلی میں داخل ہوئیں لیکن یہ دیکھ کر حیرت کی انتہا نہ رہی کہ وہ گلی بالکل سنسان تھی اور وہاں سوائے ان دونوں کے کوئی اور ذی روح نہ تھا۔

"نہایت خبیث شخص ہے۔ بس آئندہ ہم میں سے کوئی اس کا نام بھی نہ لے گا۔" وہ شخص ہمیشہ کی طرح انہیں ڈاج دے کر غائب ہو گیا تھا۔ ارما جلے بھنے انداز میں بولی۔ اسے بے وقوف بن جانے پر بری طرح تاؤ آ رہا تھا۔ فاریہ تھوڑا آگے جا کر کوئی سواری ڈھونڈنے لگی لیکن دور دور تک کسی ٹیکسی کا نام و نشان تک نہ تھا۔ صرف لوکل گاڑیاں سڑک پر سے گزر رہی تھیں۔ دفعتاً تیز ہوا کا جھکڑ سا چلا اور دیکھتے ہی دیکھتے بوندا باندی ہونے لگی۔ سڑک سے ہٹ کر دور تک درخت قطار در قطار لگے ہوئے تھے۔ ان دونوں نے بھاگ کر ایک درخت کے پیچھے پناہ لی۔ پانی کے قطروں میں تیزی آنے لگی۔ نہ ان کے پاس کوئی چھتری تھی اور نہ ہی کسی سواری کا کوئی امکان نظر آ رہا تھا۔ آسمان کا رنگ بدلنے لگا اور بادل گرجنے لگے۔

"کیا کریں عاصم بھائی کو فون بھی نہیں کر سکتے۔ یہاں ٹھہرے رہنا بھی مناسب نہیں لگتا۔" فاریہ بری طرح گھبرا گئی۔

"میں تو کہتی ہوں عاصم بھائی کو فون کر لو۔ ہم کوئی نہ کوئی بہانہ بنا لیں گے کہ راستہ بھٹک گئے۔ سمت معلوم نہ ہو سکی وغیرہ وغیرہ۔" ارما فاریہ سے زیادہ گھبرائی ہوئی تھی۔

"پاگل ہوئی ہو۔ جانتی نہیں وہ غصے کے کتنے تیز ہیں۔ یہ جگہ بازار سے کافی دور ہے۔ یہ بہانے انہیں مطمئن نہیں کر سکتے۔" فاریہ عاصم بھائی کے غصے سے واقف تھی سو ڈر کر بولی۔

"تھوڑی دیر یہاں رکتے ہیں شاید بارش میں کمی آ جائے۔ یوں بھی یہاں کی بارشیں تھوڑی دیر کے لیے ہی ہوتی ہیں۔" فاریہ نے پرامید انداز میں کہا۔ تھوڑی دیر مزید رکیں تو اندھیرا پھیلنے لگا۔ ارما کے موبائل کی بیٹری آف ہو چکی تھی جبکہ فاریہ نے اپنا موبائل قصداً بند رکھا تھا۔ وہ دونوں جانتی تھیں کہ اب گھر پہنچنے کے بعد ان کی خیر نہیں ہے۔

"تم موبائل تو آن کرو۔ عاصم بھائی فون کر رہے ہوں گے۔ انہیں پریشانی ہو رہی ہوگی۔"

"کیا کہوں گی میں ان سے؟ مجھ میں اتنی ہمت نہیں ہے۔ کسی طرح گھر پہنچ جائیں باقی بعد میں دیکھیں گے۔" فاریہ جھلاتے ہوئے انداز میں بولی۔ اسی وقت سڑک کے کنارے ایک ٹیکسی رکی تو دونوں نے چونک کر دیکھا۔ ٹیکسی والے نے شاید ان دونوں کو دور سے دیکھ لیا تھا۔ دونوں لپک جھپک ٹیکسی کی سمت بھاگی چلی گئیں۔ ٹیکسی ڈرائیور ایک ادھیڑ عمر آدمی تھا۔ یہ دیکھ کر دونوں کو تسلی ہوئی۔ وہ کرائے کی رقم کی بات پوچھے بغیر ہی اندر بیٹھ گئیں اور بازار کا پتا بتا دیا۔

"شکر ہے بال بال بچ گئے۔ ایک طرح سے یہ غیبی مدد ہے بھئی۔" فاریہ نے سکھ کا سانس لیا۔

"ڈرائیور پر نظر رکھو ہمیں کہیں اور ہی نہ لے جائے۔" ارما نے خوفزدہ انداز میں کہا۔ یوں کہ یہ بات صرف فاریہ ہی سن سکی۔

"ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے ہمیں اپنے آپ کو بااعتماد ظاہر کرنا ہے۔" فاریہ سرگوشی میں بولی اور ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ دفعتاً اس نے پیچھے مڑ کر بھی دیکھا تو چونک گئی۔

ایک سیاہ گاڑی ٹیکسی سے قدرے فاصلے پر ان کے پیچھے آ رہی تھی۔ تیز بارش کے باعث وہ گاڑی کا نمبر نہ دیکھ سکی اور کچھ فاصلہ بھی زیادہ تھا۔

"مجھے لگتا ہے وہ شخص اب گاڑی میں ہمارا پیچھا کر رہا ہے۔ چلو پہلی بار اس کے پیچھا کرتے سے دل کو اطمینان ہوا ہے۔" فاریہ نے ارما کے کان میں کہا۔ ارما نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔



"ضروری تو نہیں کہ یہ گاڑی اسی کی ہو۔ کوئی اور بھی ہو سکتا ہے۔ اکیلی لڑکیوں کو دیکھ کر ہر کوئی ہیرو بننے کی کوشش کرتا ہے۔" ارما دھیرے سے بولی۔ فاریہ خاموش ہو گئی۔ دونوں نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے راستوں پر نظر رکھی ہوئی تھی۔ چند لمحوں بعد گھر نظر آنے کے آثار شروع ہوئے تو دونوں کو اطمینان ہوا۔

دونوں گھر سے دور ہی اتر گئی تھیں۔ ارما پرس سے پیسے نکالنے لگی تو ڈرائیور نے روک دیا۔

"آپ لوگوں کا کرایہ مجھے مل چکا ہے جی۔" ادھیڑ عمر ڈرائیور بھاری آواز میں بولا۔

"کیسے مل گیا؟ ہم نے تو تمہیں ایک روپیہ بھی نہیں دیا۔" فاریہ نے حیرت سے کہا۔

"صاحب نے ہمیں مین روڈ سے یہاں بھیجا تھا۔ کرایہ بھی انہوں نے دیا تھا۔" بوڑھے ڈرائیور نے انکشاف کیا۔

"کون صاحب؟ تمہیں کس نے بھیجا تھا؟" ارما چونکتے ہوئے بولی۔

"یہ تو ہم نہیں جانتا۔ ایک آدمی ہمیں مین روڈ پر ملا تھا اس نے بتایا تھا کہ ان لڑکیوں کو جہاں کہیں چھوڑ دو۔ ساتھ میں ہزار روپے بھی دیے۔ آپ لوگوں کو معلوم ہوگا کہ وہ کون صاحب تھا؟" بوڑھے ڈرائیور نے کہا۔ ارما اور فاریہ کو سمجھنے میں دیر نہ لگی۔ اس نے تیزی سے ... نکل آئیں۔

"اچھا اچھا ٹھیک ہے۔" فاریہ نے خود کو بااعتماد ظاہر ... دونوں کی نظر ٹیکسی سے کچھ دور کھڑی سیاہ گاڑی پر پڑی۔

"مجھے شک نہیں یقین ہے کہ اس گاڑی میں وہی شخص بیٹھا ہوا ہے۔" فاریہ نے ارما کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔

"چلو ارما جلدی سے گھر چلو۔" ارما نے ... دونوں تیز قدموں سے گھر کی سمت چلیں۔ گھر پہنچتے ساتھ ہی بارش خوب کھل کر برسنے لگی۔ بارش طوفان کی شکل اختیار کر چکی تھی۔ مسلسل موسلا دھار بارش سے

رنگا رنگ کہانیوں سے آراستہ ویب سائٹ
aanchal.com.pk
تازہ شمارہ شائع ہو گیا ہے
ماہنامہ نئے اُفق
مسلسل اشاعت کے 35 سال
پکار
بارھواں کھلاڑی
قارئین کی نئی نسلوں کو متاثر کرنے والا پاکستان کا واحد جریدہ
منفرد و بہترین جریدہ وقت کے ساتھ ساتھ نئے رنگ نئے روپ اور نئے انداز میں قدیم و جدید ادب کا امتزاج لیے ہر ماہ آپ کی دہلیز پر
ہر ماہ اُفق کے ساتھ 3 خوبصورت تحفے
بزم سخن شعروشاعری کا منفرد سلسلہ خوشبوئے سخن منتخب غزلیں
نظمیں ذوق آگہی اقتباسات اقوال زریں احادیث وغیرہ
رابطہ کے لیے 35620771/2

ساتھ دونوں کے تیز جھکڑ ان دیدہ رہے تھے۔ اس علاقے جات میں موسم کا تغیر عام بات تھی لیکن دونوں کیوں کا اس موسم میں تنہا باہر دیر تک رہنا کسی بھی تشویش ناک حادثے کا پیش خیمہ بن سکتا تھا۔

"اس قدر خراب موسم اور تیز بارش میں بھلا اتنی دیر بازار رکنے کی کیا تک تھی؟ میں نمبر ملا ملا کر تھک گیا لیکن دونوں کے موبائل مستقل بند تھے۔ ڈرائیور کو ساتھ لے کر کیوں نہیں گئیں۔ آخر اتنی دیر کیا کرتی رہیں تم دونوں؟ ایسی کونسی شاپنگ تھی جو ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔" عاصم بھائی بے حد غصے کے عالم میں بولے۔ بس کا بس نہیں چل رہا تھا دونوں کو ایک ایک تھپڑ لگا دیں۔

"چلیں چھوڑیں بھی بازار میں دیر سویر ہو ہی جاتی ہے۔ ہاں موبائل دونوں کو چارج کر لینے چاہیے تھے۔ یہ ان کی غلطی ہے۔ آئندہ احتیاط کریں گی۔" مہرین بھابی نے دونوں کے شرمندہ چہرے دیکھ کر گویا وکیل صفائی کا کردار ادا کیا۔ خود وہ بھی بازار جا کر واپس آنا بھول جاتی تھیں ان کے نزدیک بازار میں دیر ہو جانا کوئی قابل گرفت بات نہ تھی۔

"ہاں ہاں تم وکالت نہیں کرو گی تو اور کون کرے گا تم تو خود بازار جا کر واپس آنا بھول جاتی ہو۔ تمہیں بھی پچاس فون کرنے پڑتے ہیں اور بار بار یاد دلانا پڑتا ہے کہ آٹھ گھنٹے گزر چکے ہیں۔ لہٰذا اب واپس آنا ہی بہتر ہے۔" عاصم بھائی کی توپوں کا رخ بیگم کی جانب مڑ گیا۔ وہ دونوں اس قدر شرمندہ تھیں کہ نظر اٹھا کر دیکھ نہ پا رہی تھیں۔

"آئندہ سے تم دونوں کہیں باہر نہیں جاؤ گی تم دونوں کا باہر نکلنا بالکل بند ہے۔ تم دونوں کی بے پروائی اور حماقتوں کی وجہ سے میں کسی بھی قسم کے نقصان کا متحمل نہیں ہو سکتا۔" عاصم بھائی کی گرج چمک میں کمی نہ آئی۔ وہ قہر آلود نظروں سے دونوں کو گھورتے رہے۔

"بیٹھیں تو [illegible]" مہرین بھابی نے کچھ کہنا چاہا۔

"بس یہ میرا آرڈر ہے اینڈ اس ڈیل۔" وہ

ساتھ تھا۔ مہرین بھابی کو چھوڑ کر کمرے سے [illegible] وہ پہلے غصے میں کچھ بھی نہیں کہتے تھے مگر [illegible] کر [illegible] دونوں کسی خطرناک جرم کی مرتکب قیدی تھیں۔ اس کا باہر نکلنا ناممکن تھا لیکن عاصم [illegible] کے الفاظ پھر پر لکیر کی مانند ہوتے تھے۔

مہرین نے ملازمہ سے سینڈوچ اور چائے [illegible] اور خود ان دونوں کے پاس بیٹھ گئیں۔

رما کو چکر آ رہے تھے پاؤں لڑکھڑا رہے تھے۔ ایسے عاصم بھائی کا غصہ سب خوب جل رہا تھا۔ فاریہ کھسیانی بلی کی مانند کونے میں دبکی ہوئی تھی۔

"تم لوگ دل برا نہ کرو۔ تم لوگوں کو تو ان کا پتہ ہے غصے کے ذرا تیز ہیں اور خلاف مزاج بات تو بالکل برداشت نہیں کرتے اور یہ کیا تم لوگوں نے اتنی دیر میں بس یہی شاپنگ کی؟" مہرین بھابی تھیلوں کے ڈھیر دیکھتے ہوئے حیرت سے بولیں۔

"جی وہ بس ہم لوگ چیزیں دیکھتے رہے۔ سوچا تھا کہ ایک مرتبہ تسلی سے دیکھ لیں پھر بعد میں خرید کر لیں گے لیکن موسم نے مہلت ہی نہ دی۔" فاریہ گڑبڑا کر بولی۔

"تم لوگ بھی بہت سست ہو۔ اتنی دیر میں تو میں آدھا بازار خرید چکی ہوتی۔" رما جبراً مسکرائی۔ مہرین بھابی دونوں کو آرام کرنے کا کہہ کر کمرے میں چلی گئیں۔ فاریہ نے بے اختیار سر ہاتھوں میں تھام لیا۔ اور رما صوفے کی پشت گاہ سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی اور آنکھیں بند کر لیں۔ تھوڑی دیر بعد ملازمہ چائے اور سینڈوچ بھی لے آئی دونوں نے بے دلی سے کھانا شروع کیا۔

"آج کا دن میری زندگی کا تلخ ترین دن ہے۔" وہ کراہتے ہوئے بولی۔ اس کے چہرے پر کسی چھوٹے بچے کی طرح گھبراہٹ تھی۔

"مجھے خود حیرت ہے کہ ہم اتنی بڑی بات چھپانے میں کامیاب ہو گئے۔ اگر عاصم بھائی کو سچائی کا علم ہو جاتا تو پھر آج ہمارا قتل ہوا ہوتا۔" فاریہ نے جھرجھری لی۔



نہیں ہوئی ہیں۔

بس بہت ہو گیا ہے کہ ہم آج کے بعد سے نہ اس [illegible] کے اور نہ اس کے بارے میں سوچیں گی۔ [illegible] کریں گے۔ آج تو بچت ہو گئی [illegible] بھی بتا دیا لیکن آئندہ ہمیں خیال رکھنا ہو گا [illegible] نہیں ہیں کہ ہر بار صاف بچ جائیں۔ [illegible] سے وہ شخص جہنم میں جائے۔ بے ہودہ [illegible] بد بخت جو ہمیں یوں خوار اور بے عزت کروا رہے۔" [illegible] سنجیدگی سے کہا۔

"میرا خیال ہے ہمیں اب واپس چلے جانا چاہیے۔ [illegible] ہو گئے ہمیں یہاں آئے ہوئے اور خوب انجوائے کر لی۔ [illegible] کا شوق بھی پورا ہو گیا۔ اب بہتر یہی ہو گا ہم عزت سے واپس چلے جائیں ورنہ یہیں ہمیں [illegible] سے ٹاکرا ضرور ہو گا۔" فاریہ اپنے ناخنوں [illegible] نیل پالش کھرچتے ہوئے بولی۔

[illegible] اس کی تائید کی۔ وہ دونوں اس قدر تھک چکی تھیں کہ کھانے کے فوراً بعد ہی سو گئیں۔ انہوں نے [illegible] پہلے سے توبہ کر لی تھی۔

صبح چھٹی کا دن تھا۔ رما نے ناشتے کے بعد واپسی [illegible] کا اظہار کیا۔ عاصم بھائی اور مہرین بھابی نے اصرار کر کے روکنا چاہا لیکن رما اور فاریہ اپنی ضد پر قائم رہیں۔

[illegible] دونوں ناراض ہو کر جا رہی ہو تو یہ کوشش فضول [illegible] عاصم بھائی شرمندہ ہوتے ہوئے بولے ان کی [illegible] تنبیہہ اور بارعب تھی کہ اگلا بندہ خوامخواہ ہی رعب [illegible]

"نہیں نہیں عاصم بھائی ایسی کوئی بات نہیں [illegible] بہت عرصہ ہو گیا ہے [illegible] اور میں بھی گھر سے [illegible]" فاریہ جلدی سے بولی مبادا عاصم بھائی کا موڈ ہی [illegible]

[illegible] اور آپ بھی کیوں جا رہی ہیں؟" عاصم بھائی نے ماتھے پر بل ڈال کر پوچھا۔ ان کا انداز ایسا ہی ہوتا تھا جیسے کوئی تفتیشی کسی خطرناک قیدی سے بات [illegible]

"نہیں عاصم بھائی ہم تو کافی دنوں سے واپس جانے کا سوچ رہے تھے۔ ویسے بھی [illegible] کبھی گھر سے باہر نہیں رہتے۔" رما نے عاصم بھائی سے بات چیت کرنا بھی [illegible] مشکل ترین کاموں میں سے ایک تھا۔

"ٹھیک ہے کل تم لوگوں کو [illegible] گا۔" خلاف توقع وہ [illegible] سوال سے ٹل گئے شاید وہ ان دونوں کی حرکتوں سے کچھ مشکوک ہو گئے تھے۔ عافیت اسی میں سمجھی کہ اب ان کی واپسی ہو جانی چاہیے۔ ان دونوں نے تو شکر کیا اور حقیقت یہ بھی تھی کہ وہ دونوں اب واقعی گھر کے لیے اداس ہو گئی تھیں۔ انہوں نے فوراً ہی پیکنگ شروع کی مہرین بھابی کی [illegible] پیچھے کمرے میں چلی آئیں۔

"کچھ دن مزید رک جاتیں مسز دانیال چند دن میں ہمارے ہاں آنے والی ہیں۔" مہرین بھابی نے انہیں الماری سے کپڑے نکالتے ہوئے افسردگی سے دیکھا۔ ان دونوں کی وجہ سے کتنی رونق ہوئی تھی۔

"اونہہ بھابی مجھے مسز دانیال سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" ارما نے بے دلی سے کہا اور بیگ میں سامان رکھنے لگیں۔

"پاگل ہو تم کلو تا بیٹا ہے ان کا بڑی اچھی اور بہت نفیس ہے۔ عاصم بہت اچھی طرح ان لوگوں کو جانتے ہیں۔ ہماری دلی خواہش ہے کہ یہاں تمہاری بات بن جائے۔ جانتی تو ہو کہ تمہاری امی کتنی فکرمند رہتی ہیں تمہارے لیے۔ ایسے رشتے بار بار نہیں ملتے" مہرین بھابی پُر زور انداز میں بولیں۔ ارما کو سخت غصہ آ گیا۔ [illegible] مسز دانیال کے [illegible] کلوتے بیٹے سے قطعی کوئی دلچسپی نہیں [illegible] غصہ آ رہا تھا جو ہر ایک سے اس کی شادی کا ذکر [illegible] بیٹھ جاتی تھیں۔

"چلیں مگر انہیں واقعی ارما سے دلچسپی ہوئی تو ہمارے پیچھے لاہور تک آجائیں گی۔ فکر کی کیا بات ہے کیوں ارما؟" فاریہ نے اپنی طرف سے معاملے کو ٹالتے ہوئے کہا۔ ارما جبراً مسکرائی اور کھا جانے والی نظروں سے فاریہ کو دیکھا۔

مہرین بھابی خاموش ہوگئیں شاید انہیں مسز دیال سے آئندہ رابطے کی امید نہیں تھی۔

گھر پہنچ کے انہوں نے سکون کا سانس لیا۔ پر گھر کسی جنت سے کم نہیں ہوتا۔ فاریہ کو تو اکثر سرسبز وادیاں اونچے پہاڑ پر بہار حسین اور حسین شامیں یاد آتیں۔ ارما کو اب پر اسرار اجنبی کا خیال آتا تو سر جھٹک دیتی۔ اس کے متعلق سوچنے کا فائدہ بھی کیا تھا۔ گرمیاں شروع ہوچکی تھیں۔ ارما سارا دن کمرہ بند کیے اے سی آن کرکے سوئی رہتی۔ فاریہ کو اس کی سستی اور کاہلی ایک آنکھ نہ بھاتی۔ ارما کی امی ہمہ وقت اس کی طرف سے پریشان رہتیں۔

"کون سوتیوں کا مقابلہ ہوا تو تم نمبر ون پوزیشن حاصل کرو گی۔" فاریہ نے ارما پر سے چادر کھینچتے ہوئے کہا۔ کمرے میں اے سی کی ٹھنڈک تھی کونے میں رکھا چھوٹا سا لیمپ جل رہا تھا۔

"کیا ہے یار ریسٹ کرنے دو۔ تمہاری وجہ سے میں جس تھکن کا شکار ہوئی ہوں وہ اتنی جلدی اترنے والی نہیں ہے۔" ارما جمائی لیتے ہوئے بولی۔

"بہت ریسٹ کرلیا ہے تم نے اتنا تو کیا ہل چلاتی رہی تھیں یا پہاڑ کھود کر نہر نکالنے کا کام کرتی رہی تھیں۔" فاریہ جل کر بولی۔

"تمہارے سب ٹیڑھ پیچز میں نقصان تو میرا ہی ہوا نا۔" ارما تکیے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے۔

"کیا مطلب تمہارا کیا نقصان ہوا؟ کہیں تم میڈم حسن دل تو نہیں دے بیٹھیں؟" فاریہ چھیڑنے سے بولی اور ارما کے بال [illegible] جیسی تانی۔

"دماغ تو نہیں خراب ہوگیا تمہارا میرا یہ مطلب تھا کہ میری صحت بہت خراب ہوگئی ہے۔ تم نے یہاں مجھے چلا چلا کر کمزور کردیا ہے۔" ارما نے فاریہ کو الزام رسید کیا۔

"غلطی ہماری ہی تو ہیں کھا لیتے۔ خاصا [illegible]" فاریہ بے پروائی سے بولی۔

"مجھے تمہارے مشورے کی ضرورت نہیں ہے۔" ارما برا مان گئی اور دونوں ہاتھوں سے بال سمیٹنے لگی۔

"تمہارے بال کتنے خوبصورت ہیں۔ جبھی وہ اجنبی شخص بھی تم پر عاشق ہوا ہوگا۔" فاریہ نے ارما کے سیاہ گھنے بالوں کو ستائش بھری نظروں سے دیکھا۔

"کتنا یاد کرتی ہو تم اسے۔ بہتر ہوگا تم [illegible] بھائی کے بارے میں سوچا کرو۔" ارما نے [illegible] میں چھیڑا۔

"کبھی ڈیل ہوتا ہے تو تمہارے حوالے سے اس کا ذکر کرتی ہوں شاید وہ تمہیں ڈھونڈتا ہوا یہاں تک آجائے اور تمہاری بھی بات بن جائے چچی امی کی [illegible] ہوگی۔" فاریہ نے ارما پر کھلے تو [illegible] ارما بچتی بچاتی بیڈ پر سے اتر گئی اور کمرے کی لائٹیں جلا دیں۔

"تا بھی وہ کوئی مجنوں یا رانجھا نہیں تھا۔" ارما نے سلیپر پہن کر باتھ روم کا رخ کیا۔

"لیکن عاشق تو تھا۔" فاریہ نے قہقہہ دیا۔ ارما ان سنی کر گئی۔

فاریہ نے چادر تہہ کرکے رکھی۔ ارما [illegible] باہر آگئی۔ چچی امی میز پر کھانا لگا رہی تھیں [illegible] پوچھنے لگیں۔

"ارما اٹھ گئی ہے۔"

"جی چچی امی آپ نے اسے بہت ڈھیل دے دی ہے۔ اسی لیے تو وہ اتنا بگڑ گئی ہے۔ اسے اپنے ساتھ کاموں میں لگایا کریں تاکہ اسے عادت ہو۔" فاریہ نے حسب عادت ارما کی اصلاح کا کام شروع کیا۔ ارما کی امی نے بے ساختہ ایک ٹھنڈی سانس بھری۔

"قصور اس کا نہیں ہے۔ اکلوتی بیٹی [illegible] پیار اور ناز و نعم میں پالا ہے جب [illegible] عیب ہو جائے گی شادی سے پہلے لڑکیاں عموماً [illegible] ہوتی ہیں۔" وہ ٹیبل پر برتن رکھتے ہوئے فریج سے سویٹ ڈش نکالنے لگی۔

ارما کی امی کی فکر روز بروز بڑھتی جا رہی تھی۔ ارما خوبصورت ہونے کے باوجود ابھی تک کسی کی نظر میں نہیں [illegible] ارما کی امی کو احساس ہوتا تھا کہ انہوں نے بے جا پیار کرکے ارما کا بہت نقصان کیا ہے۔ اب [illegible] تائی کو [illegible] کام سے تھا۔ اس فکر کی وجہ سے ان کا چین اور رات کی نیند حرام ہوچکی تھی۔ [illegible] اصل [illegible] ہوتی ہے جو وقت پر نہ ڈالی [illegible] ہوجاتی ہے۔ ارما کو [illegible] اور [illegible] آنکھوں میں کانٹا [illegible] کھٹکتی تھیں [illegible] سب باتوں کی پروا نہیں تھی۔ وہ مست حال اپنے آپ میں مگن رہنے والی لڑکی تھی۔

❀ ❀

مہرین بھابی کے ایمرجنسی فون کے بعد گھر میں افراتفری مچ گئی۔ مہرین بھابی، عاصم بھائی بمعہ مسز [illegible] کل پہنچ رہے تھے۔ چچی امی اور تائی جان تو [illegible] تیاری اور میزبانی میں لگ گئیں۔ [illegible] سری نکالنے اور اسے صاف کرنے کا حکم [illegible] چچی امی تو اس قدر پرجوش تھیں کہ ان کے [illegible] پھولی نہیں سما رہی تھیں۔

[illegible] معلوم تھی کہ مہمان کس کی ماں ہیں۔

[illegible] پر چڑھ دوڑی۔ فاریہ نے [illegible] تھا [illegible] دلچسپی ہوئی تو وہ اس کے پیچھے لاہور [illegible] گئی ہیں۔

"[illegible] تمہارا تو فائدہ ہی ہوتا۔" [illegible] اس کے [illegible] نکالتے ہوئے [illegible] کا سوٹ اس نے [illegible] سے نکالا [illegible] ڈریسنگ ٹیبل کی طرف بڑھ گئی۔

"[illegible] تو بے حد خوش ہو رہی ہیں جیسے [illegible] ہوگئی ہو اور شادی کی تاریخ رکھی جانے والی ہو۔ ابھی تو وہ صرف ہم سے ملنے آرہی ہیں۔ ضروری تو نہیں کہ بات آگے بڑھے۔" ارما کوفت سے بولی اور اضطراری انداز میں اپنا چہرہ دھونے لگی۔ چچی امی اسی وقت کمرے میں داخل ہوئیں اور ارما کی بات بڑے خراب موڈ کے ساتھ سنی۔

"فضول نہ بولو! میں نے بتایا ہے کہ وہ خاتون تمہیں پسند کرچکی ہیں اور اب باقاعدہ رشتہ دینے آرہی ہیں۔ میں اور تمہارے بابا فیصلہ کرچکے ہیں۔" چچی امی نے بارعب لہجے میں کہا اور ارما کے بیڈ کی چادر درست کرنے لگیں۔

"مجھ سے پوچھے بغیر" ارما صدمے سے چلائی۔ آج تک کبھی ایسا نہ ہوا تھا کہ اس سے پوچھے بغیر گھر میں کسی قسم کا کام ہوتا۔ وہ اکلوتی تھی سو ہر چیز میں اسے خصوصی اہمیت دی جاتی۔

"اس میں پوچھنے والی کیا بات ہے۔ تمہارا فیصلہ [illegible] ہوتا؟ شکر کرو کہ کوئی ڈھنگ کا رشتہ آیا ہے ورنہ تمہاری فکر کی وجہ سے میری راتوں کی نیندیں اڑ چکی تھیں۔" چچی امی نے سنجیدگی سے کہا۔ انہیں ڈر تھا کہ انہیں نرم پڑتا دیکھ کر ارما مزید پھیل نہ جائے۔ ارما حیرت سے ان کی صورت دیکھتی رہی۔

"فاریہ چہرہ دور [illegible] کی ڈسٹنگ بھی کر دینا۔ ایک نظر ڈرائنگ روم میں بھی ڈال لینا۔ کہیں کوئی کمی نہ رہ جائے۔" چچی امی نے سرعت سے تکیوں کے غلاف بدلے۔ فاریہ نے بڑی محظوظ ہوتی نظر ارما کے بجھے ہوئے چہرے پر ڈالی۔

"آپ لوگ ٹھیک نہیں کر رہے۔" ارما مری مری آواز میں بولی۔

"بس خاموش رہو۔ تم سے کسی نے کوئی مشورہ نہیں مانگا۔ ہم تمہارے بڑے ہیں جو مناسب سمجھیں گے وہی کریں گے۔" چچی امی بیڈ ٹھیک کرنے کے بعد [illegible] ان سے بحث میں کسی قسم کی [illegible] نہیں تھی۔ [illegible] تکیوں سے [illegible] نکلے۔

"مجھے یہ [illegible] نہیں [illegible] اس طرح کی [illegible]

کیوں کر رہی ہو۔ سب گھر والے خوش ہیں۔ عاصم بھائی اور مہ جبین بھابی نے لڑکے کے متعلق پوری معلومات کروائی ہیں سب لوگ اس رشتے سے مطمئن ہیں تو تمہیں یہ تکلیف ہے۔" فاریہ ارما کے کپڑے استری کرتے ہوئے بولی۔

ارما کی آنکھوں میں سرخی بڑھ گئی۔

"بس تم سب کو اپنی خوشیوں کی پروا ہے۔ میری خوشی اور مرضی کے متعلق کسی نے سوچنے کی زحمت گوارا نہیں کی۔ کیا میں ایسا ناقابل برداشت بوجھ ہوں جس کے سرک جانے پر اس قدر خوشیاں منائی جارہی ہیں۔" وہ دبے لہجے میں چلائی۔ اس کی آواز پر سسکیاں غالب آگئیں۔

"پاگل ہوگئی ہو۔ یہ کیوں رو رہی ہو۔ کیا ہوگیا ہے تمہیں؟" فاریہ کے تو ہاتھ پاؤں پھول گئے۔

"ہاں پاگل ہوگئی ہوں میں۔ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔" ارما کے رونے میں شدت آگئی۔

فاریہ حق دق اسے دیکھتی رہی۔ اتنا شدید ردعمل اتنی ناپسندیدگی [illegible] وہ کچھ سوچنے پر مجبور ہوگئی۔ ارما جھٹکے سے اٹھ کر واش روم چلی گئی اور دروازہ زور دار آواز سے بند کردیا۔ فاریہ پرسوچ انداز میں کپڑے استری کرتی رہی۔ اس کے چہرے پر گہرے تفکر کے اثرات تھے۔

❀ ...... ☺ ...... ❀

مسز دانیال اور ان کی فیملی سے ملنے کے بعد ارما سخت شاک میں تھی اور شاک تو فاریہ کو بھی کم نہ لگا تھا۔ مسز دانیال کا بیٹا کیپٹن احمر دانیال وہی [illegible] اور فاریہ کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ مسز دانیال اپنی بہن اور بیٹے کے ہمراہ آئی تھیں اور گھر والوں سے [illegible] لیں۔ ارما کا اترا ہوا چہرہ اب کھل سا گیا تھا سوجی سوجی آنکھیں اب بار حیا سے جھک گئیں۔ فاریہ چپکے چپکے سے چٹکیاں کاٹ رہی تھی۔

"پہلے تو رو رو کر برا حال کرلیا اپنا حال برا کرلیا کہ یہ شادی نہیں کروں گی اور اب موصوف کو دیکھ کر کیسے گلاب کی طرح کھل گئی ہو۔ میں بھی کہوں [illegible] ہے۔ آگ تو دونوں طرف برابر لگی ہوئی تھی [illegible]" [illegible]

[illegible] شیشے کی میز پر خوبصورت ڈشوں میں [illegible] اور مٹھائی کے ٹوکروں سے بھری ہوئی تھیں۔

ہر طرف [illegible] تھیں قہقہے تھے خوشیاں تھیں۔

"مجھے تو خود خبر نہیں ہوئی کہ یہ سب کیسے ہوگیا۔" ارما نے معصوم سی شکل بنا کر کہا۔

ڈرائنگ روم میں مرد حضرات بیٹھے تھے [illegible] میں خواتین کا قبضہ تھا۔ ارما کی ساس [illegible] دیر تک پاس بیٹھی چھوٹی موٹی [illegible] کرتی رہیں۔

گھر والوں کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ سب [illegible] تھے کہ صد شکر ارما کی بات پار لگ گئی۔

چائے پینے کے بعد فاریہ ارما کو کمرے میں [illegible] اور اس کی خوب خبر لی۔

"یار میں سچ کہہ رہی ہوں میرے تو وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ یہ سب ہوجائے گا۔" ارما نے [illegible] مشکل فاریہ سے چھڑائے تھے۔

"تو تم دونوں کا کیا کسی ٹیلی پیتھی کے ذریعے [illegible] تھا۔ اسے کیسے خبر ہوگئی کہ تم نے رونا دھونا مچایا [illegible] تھی جیسی [illegible] کی آمد کا انتظار کررہی تھیں۔" فاریہ نے [illegible] سے بیڈ پر دھکا دیا۔

"کہتے ہیں کہ دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔" [illegible] اپنی چوڑیاں [illegible] ہوئے بولی۔ [illegible] دبی مسکراہٹ تھی۔

"مجھے تو پہلے ہی شک تھا۔ [illegible] خاموشی سے [illegible] کسی کو [illegible] سوچو وہ کس قدر گھنا شخص ہوگا [illegible] ہمت نے تھا۔ میرا مطلب ہے اب [illegible] میں نہیں ہے۔" [illegible] پاس [illegible] بیٹھ گئی۔

"ویسے تمہاری ساس بہت اچھی [illegible]



[illegible] بھی تمہارے [illegible] تمہارے سامنے [illegible] کو دیکھ کر [illegible] فاریہ نے [illegible] بھری۔

"[illegible] میں سے سوچ رہی ہوں کہ شادی سے [illegible] سیکھ لوں گی۔" ارما نے دھیرے سے کہا۔ [illegible] آنکھوں میں شرارت تھی۔ فاریہ تو بے ہوش [illegible] ہوتے بچی۔

"[illegible] انقلاب آگیا ہے۔" ارما صاحبہ خوشی خوشی [illegible] سیکھنے پر راضی ہیں۔ ہاں بھئی جب چپکے چپکے [illegible] جاتا ہے تو یہ انقلاب تو معمولی بات ہے۔"

"[illegible] کرتیں کہ مجھ میں اچھی اور مثبت تبدیلی آئی [illegible]" ارما نے گھورا۔

"ویسے یار پتا تو کرنا چاہیے کہ کیپٹن احمر صاحب کے [illegible] حالات میں مطلب کہ اس پراسرار سے رومانس کے [illegible] یہ کہانی ہے؟" کیا انہیں ہم سے خوف آتا تھا جو بھی [illegible] کرنے کی ہمت نہیں کی اور یوں چونک [illegible] تمہیں تجسس نہیں ہوتا کہ یہ سب کچھ کیسے [illegible] ہوگیا؟" فاریہ ارما کے قریب کھسک آئی۔

"ہاں یار تجسس تو بہت ہوتا ہے پتہ نہیں اس نے یہ [illegible] کیسے پلان کیا؟ وہ کیا جانتا ہے میرے بارے [illegible] کیا خیالات ہیں؟ لیکن کیا کر سکتے ہیں اب [illegible] جانے کے لیے انتظار کرنا پڑے گا۔"

"[illegible] ضرورت نہیں پڑے گی کیونکہ مہرین بھابی [illegible] موبائل نمبر لے دیا ہے جو ہوسکتا ہے [illegible] وہ تمہیں کال کرے۔" فاریہ نے دھماکہ کیا۔

"[illegible] تو اس سے بھلا کیا بات کروں گی۔" ارما [illegible] ہوگئی۔

"[illegible] زیادہ ہے اعتماد سے بات کرنا [illegible] نے انہیں کچھ کم [illegible] اور خود [illegible]" فاریہ نے جوش سے کہا اور ارما [illegible] جیسے بیٹھے بٹھائے [illegible] گی۔ [illegible] کا [illegible] تھا۔

alislampk.com

ملک کا مشہور دینی و اصلاحی رسالہ

الاسلام

تازہ شمارہ شائع ہوگیا ہے

ممتاز مفکر و دانشور مشتاق احمد قریشی کی زیر ادارت

قیمت: 20 روپے

دینی مسائل کا حل مولانا سعید احمد جلال پوری

روحانی مسائل: حافظ شبیر احمد

خوابوں کی تعبیر حافظ عبدالقیوم نعمانی

دنیائے اسلام کے تمام مسالک سے متعلق

علمائے کرام کی نگارشات و آرا پر مشتمل

[illegible]

[illegible] 7 [illegible]

[illegible] 36260772-35260771/2

alislamkhi@gmail.com

ارما کی نہ صرف بات پکی ہوگئی تھی بلکہ تاریخ بھی رکھ دی گئی تھی۔ احمد دانیال نے کسی کورس پہ جانا تھا اس لیے وہ لوگ شادی جلدی کرنا چاہ رہے تھے۔ فاریہ اور مہرین بھابی مشعال سے ذکر کرے اور دیگر تحائف نئی جگہ رکھے گئے۔ ارما کے تو مزے تھے۔ آرام سے کمرے میں بیٹھی تھی۔ فاریہ نے کئی بار چپکے سے ڈرائنگ روم کے دروازے کی جھری سے احمد دانیال کو دیکھا اور مہرین بھابی سے باتوں باتوں میں اس کے متعلق مزید معلومات بھی اکٹھی کریں۔ مہمانوں کو روکتی رات کے کھانے پر روکنا چاہا لیکن وہ معذرت کر کے مغرب کے بعد ہی چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد ہر کوئی ذرا دیر کو آرام کرنا چاہ رہا تھا کہ مہمانوں کے لیے کیے گئے انتظامات کی پریڈ نے ہر ایک کو تھکا دیا تھا۔ چچی جی اور چچا ابا بے حد خوش تھے۔

رات آہستہ آہستہ بڑھتی جا رہی تھی۔ ارما کا دل بے چین ہونے لگا۔ نظریں بار بار تکیے کے پاس دھرے موبائل پر جا پڑتیں۔

"میں کیا بات کروں گی...؟" وہ کنفیوز ہو کر سوچنے لگی۔

اس کی ہتھیلیاں نم ہوگئیں۔ کب سے وہ بہت یہ سوچ رہی تھی لیکن ایک عجیب سی بے چینی آڑے آ رہی تھی۔ دفعتاً موبائل پر گھنٹی سی بجی۔ ایک اجنبی نمبر اسکرین پر چمکنے لگا۔

ارما کے دل کی دھڑکن تیز ہوگئی۔ اس نے لرزتے ہاتھوں سے موبائل کا بٹن دبا کر کان سے لگایا۔ آواز جیسے حلق میں ہی پھنس گئی تھی۔

"السلام علیکم کیپٹن احمد عرض کر رہا ہوں۔" بھاری اور دلکش آواز موبائل میں سے ابھری۔ ارما کے ہونٹ کپکپانے لگے۔

"آپ کے پاس سلام کا جواب دینے کا وقت نہیں ہے کیا؟" آواز میں خوشی کی کھنک صاف محسوس کی جا سکتی تھی۔

"مجھے نہیں پتا تھا کہ آپ اتنے بے صبر ہیں؟ جس اعتماد سے بات کر رہا ہے تو مجھے بھی چاہیے رہنا

چاہیے۔" ارما نے خود کو مسرور کیا۔

"وعلیکم السلام۔" بمشکل کوشش سے حلق سے آواز نکلی۔

"کیسی ہیں آپ؟" بے حد فرینک سا پوچھا گیا۔

ارما کو اس کے عتماد اور جرأت پر حیرت بھی ہوئی۔ وہ خوش باش بندہ تھا پھر آرمی بیک گراؤنڈ سے تعلق بھی تو تھا۔

"ٹھیک ہوں آپ کیسے ہیں؟" اس کے حلق سے ہلکی سی آواز نکلی۔

ذہن میں سب باتیں گڈمڈ ہوگئیں۔

"الحمدللہ آپ کی دعاؤں سے بخیریت وعافیت ہوں۔" اس کی آواز میں مسکراہٹ کے عکس نمایاں تھے۔

"آپ سے کس نے کہا کہ میں آپ کے لیے دعائیں کرتی ہوں۔" ارما کو اس کی خوش فہمی پر حیرت ہوئی۔

"بس میرا اندازہ ہے اور میرے اندازے درست ہوتے ہیں۔ یونہی تو آپ میرا تعاقب نہیں کرتی تھیں؟"

"میں... میں تعاقب کرتی تھی آپ کا یا آپ میرے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئے تھے۔ کس قدر جھوٹے ہیں آپ۔" ارما صدمے سے چیخ پڑی تھی۔

یعنی الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے والی بات تھی اتنے سے کس نے سارا الزام اس پر رکھ دیا تھا۔ بہت ہی ڈھیٹ تھی بھلا۔

"کیوں آپ میرا تعاقب نہیں کرتی تھیں کیا؟ میں مہارت سے آپ کو چکما دے جاتا تھا ورنہ آپ شاید کسی دن میرے ٹھکانے پر ریڈ کر دیتیں۔" ارما نے یوں معصوم بن جانے پر سخت غصہ آیا۔

"دیکھیے بات کو مت اور گھما کے پیش نہ کیجیے۔ آپ بھی خوب جانتے ہیں کہ آپ تعاقب کرتے تھے۔ میں تو صرف یہ جاننا چاہتی تھی کہ آپ



چھپ چھپ کر ہمارا تعاقب کیوں کرتے ہیں۔ اب آپ خود کو اس قدر معصوم ظاہر نہیں کر سکتے۔ آپ کو نیت بتانا ہی ہوگی۔" ارما کے لہجے میں تیزی آ گئی۔

"آپ تو خاصی سخت مزاج واقع ہوئی ہیں۔ بہر حال میں شروع دن سے جانتا تھا کہ آپ سر عاصم کی بہنیں ہیں اور یہ تعاقب آپ کرنے آئی ہوئی ہیں لیکن مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ آپ بڑے والی غیر ارادی نظر میرے دل کی دنیا کو یکسر بدل دے گی۔ آپ کو ایک نظر دیکھنے کی خواہش مجھے میلوں دور جو دار سفر کرواتی تھی۔ بھی میں اسپیشل برانچ کا بندہ ہوں اس لیے اس طرح عشق کیا کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو سکی لیکن آپ کی ذہانت کی داد دیتا ہوں شاید میری نظروں کی تپش میں میرے دل کی شدت بھی شامل تھی۔" خوبصورت آواز میں جذبوں کی آنچ سلگ رہی تھی۔ ارما کی نظریں جھک گئیں۔ اس نے خود کو ہواؤں میں اڑتا محسوس کیا۔ تفاخر کا احساس اس کی رگ رگ میں سما گیا۔ چاہے جانا کس قدر خوبصورت ہوتا ہے اس بات کا اسے احساس ہو رہا تھا۔

"اور اگر ہماری طرف سے انکار ہو جاتا تو؟" اس نے اپنی ہنسی جھینپتے ہوئے اک ادا سے پوچھا۔

"کیسے ہو جاتا آپ کے گھر والے تو آپ کے لیے معقول رشتہ ڈھونڈ رہے تھے بلکہ کافی عرصے سے اس نیک کام میں سرگرم تھے جو کہ پایہ تکمیل تک پہنچنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ فکر نہ کریں میں نے پوری چھان بین کروائی ہے تو جی ہوا۔ یہ گوبیاں نہیں کھیلتے۔" ارما کا دل چاہا سر پیٹ لے۔

یہ کس غدار کی کارگزاری تھی یقیناً فاریہ کی سازش ہوگی۔ ساری جاسوسی اسی نے کی ہوگی۔

"اس قدر منہ پھٹ بندہ ہے تو بیوں کا دل بھی رکھنا نہیں آتا۔" اس نے دل میں سوچا۔

"کل رات ہوئی نے میں فون رکھتی ہوں۔" اس کا... سوچا تھا۔

یہ فاریہ خبیث کی کارستانی ہوئی تو صبح اس کی کلاس ہوگی۔ خدا جانے اس شخص کے اور کون کون سے درشتے ہیں۔ مجھے بہت محتاط ہو کر ہی بات کرنی چاہیے۔ اس نے دل ہی دل میں سوچا۔

"کیوں آپ سو گئی ہیں کیا؟" وہاں شاید فون بند کرنے کا ارادہ نہیں تھا۔

"جی میں جلدی سونے کی عادی ہوں۔ عید کی بہت تھکی ہوں۔" اس نے جلدی سے کہا۔

"وہ پھر تو بہت برا ہو جائے گی۔" لہجے میں افسوس سا تھا۔

"جی اچھا خدا حافظ۔" اس نے فوراً فون بند کر دیا۔ اس کا دل تیز تیز دھڑک رہا تھا۔ کانوں کی لوئیں سرخ پڑ گئیں۔

"مائی گاڈ یہ تو بہت ہی منہ پھٹ شخص ہے۔ دیکھنے میں کس قدر چپ چپ اور خاموش سا لگتا ہے۔" اس نے اپنا منہ تکیے میں گھسا لیا۔ اس کے چہرے پر الگ گنت رنگ اتر آئے تھے۔ اوائل عمری کی پہلی محبت کا احساس تھا۔

رفتہ رفتہ دل کو امید بندھ رہا ہے کہ اب تو مسرت سے اور مستقبل کا ہو حسین زندگی کے نئے اور انوکھے رنگوں سے آشنا کرنے والی کیفیت محبت اور چاہت سے سجی کیا یاد اب ارما کے دل کی دنیا خوابوں میں ہی بدل چکی تھی۔

"چھپا رستم" اس نے زیر لب کہا اور اک شرمیلی سی مسکان اس کے لبوں پر بکھر گئی۔

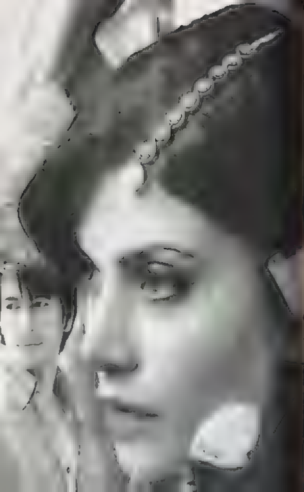

# ہم دل سے ہارے

عطیہ جاوید ملک

کاش میں اک چاند تُو اک تارا ہوتا
آسمان پر اک آشیاں ہمارا ہوتا
دور بہت سے تمہیں لوگ تکتے رہتے
تمہیں چاہنے کا حق صرف ہمارا ہوتا

تیری یاد میں پاگل پل پل روتا ہے
بس تیرے نہ جاگے یہ سوتا ہے
اکثر تنہائی میں تمہیں پکارے
نازو دل پہ چلے

ہارے ہارے ہارے
ہم تو دل سے ہارے

سی ڈی پلیئر کی آواز پورے کمرے میں گونج رہی تھی اور وہ بیڈ کی کراؤن سے ٹیک لگائے آنکھیں موندے پتھر کی مورت بنی بیٹھی تھی کہ جب آپی ورد نے ہاتھ بڑھا کر سی ڈی پلیئر آف کردیا تو اس نے پٹ سے آنکھیں کھول دیں۔

"آپی آپ" دعا سیدھی ہوئی۔

"آخر تمہارے ساتھ مسئلہ کیا ہے؟" انہوں نے آتے ہی برسنا شروع کردیا۔

"کیوں کیا ہوا آپی؟" دعا بھی۔

"تمہارے لئے اتنے رشتے آرہے ہیں لیکن میری سمجھ میں یہ نہیں آرہا کہ تم انکار کیوں کررہی ہو؟"

"کیونکہ میں ابھی شادی نہیں کرنا چاہتی۔" وہ نظریں چراتے ہوئے بولی۔

"یہی تو میں بھی جاننا چاہتی ہوں کیوں نہیں کرنا چاہتیں؟" جواباً وہ سب کاٹتی رہ گئی۔

"معلوم ہے کہ ماما پپا کتنے پریشان ہیں تمہاری وجہ سے۔ اگلے ماہ پورے ستائیس برس کی ہوجاؤ گی۔ خاندان میں تمہاری عمر کی لڑکیاں دو تین بچوں کی ماں بنی بیٹھی ہیں اور تم اور ماما پپا ٹینشن میں ہیں صرف اور صرف تمہاری وجہ سے۔"

"سوری آپی لیکن مجھے سوچنے کے لیے کچھ وقت دیں۔ ان شاء اللہ بہت جلد مثبت جواب دوں گی۔" وہ آنسو ضبط کرتے ہوئے بولی۔

"اچھا ٹھیک ہے۔" آپی کچھ نرم پڑگئیں۔ "اب اٹھو اور کچن میں میری مدد کرو۔"

"کیوں؟ ملازمہ چھٹی پر ہے کیا؟ جو آپ کچن کا کام کررہی ہیں؟"

"نہیں ماما کا آرڈر ہے کہ آج ڈنر اسپیشل ہونا چاہیے اس لیے تو وہ صبح سے اپنے گھٹنوں کے درد کی پروا کیے بغیر اپنے ہاتھوں سے بادام کا حلوہ بنارہی ہیں۔"

"وہ کیوں؟"

"خالہ رضیہ اپنی فیملی کے ساتھ عید ملنے آرہی ہیں۔"

"کیا؟" خوش گوار حیرت کا شدید جھٹکا تھا،

سنبھال کر بولی۔ "میرا مطلب ہے کہ کب آ رہے ہیں وہ لوگ؟"

"پاپا گئے ہیں ائرپورٹ لینے۔"

"کیا خالہ پوری فیملی کے ساتھ آ رہی ہیں؟" جانے وہ کیا پوچھنا چاہ رہی تھی۔

"ہاں! سب انشو اور میرب کی مدد کو آ گئیں۔" وہ کہہ کر اس کی طرف دیکھے بغیر بے حد خوش گوار حیرت کا نوٹس لیے بنا کمرے سے چلی گئیں اور وہ جلدی سے واش روم میں گھس گئی۔

خوب صورت تو وہ پہلے ہی سے تھی۔ سرخ و سفید رنگت، کھوری آنکھیں، نازک ہونٹ اور بھورے بالوں والی وہ کسی مومی گڑیا کا تصور معلوم ہوتی تھی۔

آج مدتوں بعد وہ دل لگا کر تیار ہوئی۔ ملتانی کڑھائی والے پنک سوٹ میں اس کی رنگت اور بھی کھل اٹھی۔ آئینے کے سامنے کھڑی سر سے پاؤں تک جائزہ لیتے ہوئے [illegible] گلابی لپ اسٹک کا ٹچ دے کر وہ مکمل تیار تھی۔

باہر کی آوازیں سن کر وہ پورچ کی جانب بھاگی۔

خالہ مما سے گلے مل رہی تھیں۔ پانچ سال بعد وہ دونوں بہنیں مل رہی تھیں۔ نوفل اور جگنو ساتھ کھڑے مسکرا رہے تھے۔ دعا نے متلاشی نگاہوں سے ادھر ادھر نظر دوڑائی لیکن وہ کہیں نظر نہ آیا۔ وہ دل مسوس کر رہ گئی۔ تبھی خالہ کی نظر دعا پر پڑی۔

"ارے دعا بیٹا! وہاں کیوں کھڑی ہو ہم سے نہیں ملو گی کیا؟" اور وہ مسکرا کر خالہ کے گلے لگ گئی۔

✿ ✿ ✿

"نوفل! آپ تو صورت سے زیادہ ہی بدل گئے ہیں۔" سب ڈرائنگ روم میں بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ جب دعا ایک کونے میں بیٹھی دل ہی دل میں اس سے مخاطب ہوئی۔

"مانا کہ آپ بہت بڑے آدمی بن گئے ہیں لیکن ایسا بھی کیا کہ اب یہاں آنا بھی گوارا نہیں آپ کو۔"

"دعا آپی! [illegible] آپ [illegible] بہت چپ چپ ہیں۔"

"نہیں! ایسی کوئی بات نہیں بلکہ میں تو تم لوگوں کی باتیں سن رہی تھی۔ تم بتاؤ کیا سوچ رکھا ہے اپنے مستقبل کے بارے میں؟"

"ویل ابھی تو ایم بی اے کے رزلٹ کا انتظار کر رہا ہوں اس کے بعد کسی اچھی کمپنی میں جاب کروں گا۔"

"اور جگنو تمہاری میڈیکل کی اسٹڈی کیسی چل رہی ہے؟"

"اے ون آپی اب تو میرا ایم بی بی ایس مکمل ہونے میں دو سال رہ گئے ہیں۔"

"گڈ۔"

"اور آپ کی [illegible] میں کیا چل رہا ہے آج کل؟" جگنو نے استفسار کیا وہ پل بھر کے لیے خاموش ہوئی۔

"کچھ خاص نہیں بس کچھ سوشل ایکٹیویٹیز میں حصہ لے رہی ہوں۔"

"او گریٹ! یہ تو بہت اچھی بات ہے اور آپ شادی کب [illegible]"

"چلو بچو! کھانا لگ گیا ہے۔" اس سے پہلے کہ دونوں اس کی شادی سے متعلق سوالات کرتے مدیحہ بیگم نے آ کر مداخلت کی۔ جس سے دعا نے [illegible] سکون کا سانس بحال کیا۔

"ویسے آپا نوفل بھی آ جاتا تو کتنا اچھا ہوتا۔" کھانے کی میز پر مدیحہ بیگم کے پوچھنے پر پلیٹ میں چمچ چلاتی دعا کا ہاتھ رکا۔

"میں بھی یہی چاہتی تھی مدیحہ کہ نوفل بھی [illegible] اپنے ملک کے لوگوں میں آ منائے لیکن [illegible] اپنے آپ کو مشین بنا رکھا ہے اس نے [illegible] کام [illegible] کھانے کا ہوش نہ سونے کا [illegible] کتنی بار کہہ چکی ہوں [illegible] لیکن وہ [illegible] دیتا ہے۔" خالہ [illegible] دکھی ہو رہی تھیں [illegible] بات کی۔

✿ ✿ ✿



گرمی سے نڈھال یونیفارم میں ملبوس وہ کالج سے گھر آئی تو سامنے ڈرائنگ روم میں خالہ رضیہ اور نوفل بھائی بیٹھے تھے۔ نوفل کی آنکھوں میں ایک خاص قسم کی چمک تھی جو اکثر دعا کو دیکھتے ہی آ جایا کرتی تھی۔ اس بار بھی جانے وہ چمک دیکھی اور منہ کا زاویہ خود بخود بگڑ گیا۔

"السلام علیکم!" انداز احسان کرنے والا تھا۔

"وعلیکم السلام!" خالہ اٹھیں اور دعا کا منہ چوم لیا۔

"کیسی ہے میری بیٹی؟"

"میں ٹھیک ہوں خالہ! اف کتنی گرمی ہے آج۔ میں اپنے کمرے میں جا رہی ہوں مما [illegible]" [illegible] دیتے ہوئے بولی اور اپنے کمرے میں چلی گئی اس کی حرکت پر مما اور آپی نادم ہو گئیں۔

"یہ کیا حرکت تھی؟" وہ آپی بھی اس کے پیچھے چلی آئیں۔

"اب میں نے کیا کہہ دیا؟" جھنجھلا کر بولی۔

"دعا! یہ تم کس لہجے میں بات کر رہی ہو تم یوں نہیں سمجھ رہیں کہ خالہ کس خاص مقصد سے آئی ہیں اور تم سے وہاں بیٹھنا بھی گوارا نہیں ہوا۔"

"اب مجھے کیا معلوم کہ وہ کس مقصد کے لیے آئی بیٹھی ہیں؟"

"بے وقوف ہو تم! کچھ نہیں سمجھتیں ارے میری پیاری بہنا تمہیں اپنی بہو بنانا چاہتی ہیں۔" آپی نے اس کے [illegible] کرتے ہوئے [illegible] جب کہ دعا مارے صدمے کے چیخ اٹھی۔

"کیا؟"

"ہاں اور ہم سب جانتے ہیں کہ نوفل تم سے کتنا پیار کرتا ہے اسی لیے خالہ اور ہم سب چاہتے ہیں کہ۔"

"آپ نے یہ سوچ بھی کیسے لیا کہ میں نوفل بھائی سے شادی [illegible]" انتہائی حقارت سے بولی۔

"[illegible] کیوں نہیں کرو گی شادی آخر نوفل میں کیا کمی ہے [illegible]

لونگ ہے اور سب سے بڑی بات کہ وہ تمہیں بے پناہ چاہتا ہے۔" وہ آپی نے دفاع کرنا چاہا۔

"میں مانتی ہوں لیکن ان خوبیوں کے ساتھ ساتھ اس پرسنالٹی میں بہت سی خامیاں بھی پائی جاتی ہیں جنہیں میں نظر انداز نہیں کر سکتی۔" وہ نک چڑھی اور آپی بھڑک اٹھیں۔

"کیا؟"

"خامیاں گنوانے پر آئی تو رات ہو جائے گی لیکن ختم نہیں ہوں گی یہاں میں ائیر کنڈیشنڈ روم میں [illegible] سوتی جاگتی ہوں اور وہاں دو کمروں کے مکان میں اے سی تو دور کی بات سیلنگ فین [illegible] گھورا کرتے ہیں۔" آپی منہ کھولے دعا کو تکے جا رہی تھیں جب کہ دروازے کی اوٹ میں کھڑا نوفل [illegible] رہ گیا۔

"یہ باتیں تو ایک طرف نوفل بھائی کی سیلری جانتی ہیں آپ پچیس ہزار روپے کماتے ہیں وہ جس سے پورا گھر چلتا ہے اتنی تو میری پاکٹ منی ہے اس کے علاوہ میری شاپنگ، پارلر کا خرچہ، جن آسائشوں کی مجھے عادت ہے وہ نوفل بھائی افورڈ نہیں کر سکتے اور میرا اس سب کے بغیر گزارہ ممکن نہیں۔" وہ کچھ دیر کے لیے رکی۔ "شاید آپ کو یہ سب عجیب لگے اگر میں شادی کر بھی لوں تو اپنے بچوں کو ہر چیز کے لیے ترستے ہوئے نہیں دیکھ سکتی جیسے وہ لوگ ترستے ہیں۔ میں بہت دور کی سوچ رکھنے والی لڑکی ہوں میرے بھی کچھ سپنے کچھ خواہشیں ہیں جن کی میں تکمیل چاہتی ہوں۔ رہی بات نوفل کی مجھ سے محبت کرنے کی۔" توقف کے بعد بولی۔ "تو [illegible] دامن [illegible] جھولی پھیلانا چاہتی ہے۔"

نوفل کو لگا کہ کسی نے اس کے منہ پر زور کا تھپڑ مارا ہو غم و غصہ ضبط کیے کھڑا رہنا مشکل ہو گیا تھا اس کے لیے۔

"اس سے میری نظر میں پیسے کی بہت اہمیت ہے پیسے سے تو آپ دنیا جہاں کی ہر خوشی خرید سکتے ہیں اور [illegible] خوب صورت [illegible] ہے اور [illegible] پیسہ [illegible]

زندگی بدنما، بدصورت اور بے رنگ سی ہوجاتی ہے۔ میرے خیال سے اب آپ لوگوں کے ذہن میں میری بات آ چکی ہوگی اور پلیز خدا کے واسطے اب محبت اس پر پیسوں سے متعلق کوئی بات مت کیجیے۔" [illegible] نظر آنے والی [illegible] جیب سے پیپر نکال کر [illegible] گئی۔

نوفل ایک [illegible] ہوئے [illegible]

[illegible]

پورچ میں کھڑی بائیک کو اسٹارٹ کیا تو چوکیدار نے دیکھتے ہی گیٹ کھول دیا جب کہ اس کے کانوں میں دعا کی باتیں ابھی تک گونج رہی تھیں۔

"میری نظر میں پیسے کی بہت اہمیت ہے [illegible] بات نوفل بھائی مجھ سے محبت کرتے ہیں تو نہیں دام دیکھ کر جھولی پھیلانی چاہیے تھی۔"

"یہ ہے میری محبت جو صرف پیسے کی پجاری ہے جس کی نظر میں پیسہ ہی سب کچھ ہے اور میری محبت کو بھی پیسے کے ترازو میں تول دیا۔" ضبط کے باوجود اس کی آنکھوں میں نمی آ گئی۔

ساری رات بے مقصد سڑکوں پر گھومنے کے بعد وہ دیر سے گھر لوٹا۔

"السلام علیکم!" کمرے میں پہنچ کر اس نے سلام کیا جب کہ رضیہ بیگم بیٹے کے [illegible] ابھی تک جاگ رہی تھیں۔

"وعلیکم السلام کہاں تھے تم؟ خیر تو تھی نا؟ تمہیں [illegible] ہو جائے تو میری جان پہ بن آتی ہے۔"

"بس دوست کی طرف چلا گیا تھا، باتوں ہی باتوں میں ٹائم کا پتہ ہی نہ چلا، معاف کر دیجیے، اب سو جائیں۔" جوتے اتارے بغیر لیٹتے ہی سو گیا۔

"نوفل!" ماں کی پکار پر سر اٹھا کر دیکھا۔ "بیٹا! کیا بات ہے کچھ پریشان لگ رہے ہو؟"

"ارے ماں کچھ نہیں۔" اس نے ماں کے [illegible] ہاتھ چوم لیا۔ "بس ذرا سا تھک گیا ہوں [illegible] آپ بھی نا ذرا سی بات کو لے کر پریشان ہو جاتی ہیں۔"

"کھانا [illegible]" [illegible] نفی میں سر ہلا دیا۔

[illegible]

❁ ❁ ❁

"میری تو [illegible] نہیں آتا کہ تمہاری خالہ کیا [illegible] تمہارا ہاتھ مانگنے آ گئیں؟" دعا سے اپنی فرینڈ [illegible] کر کے پرپوزل کے بارے میں بتایا تو [illegible] شدید حیرت ہوئی۔

"اوہو کم آن [illegible]" شادی کے موضوع سے بور ہوتے ہوئے بولا۔ "کوئی اور ٹاپک اسٹارٹ کرو، تنگ آ گیا ہوں میں اس موضوع سے۔"

"اگر تم اتنے ہی تنگ آ گئے ہو تو چلے جاؤ، یہاں کیوں بیٹھے ہو؟" دعا غصے سے بولی تو وہ گھبرا گیا۔

"آئی ایم سوری" "لیکن وہ بیگ اٹھا کر چل پڑی۔"

"دعا [illegible] دعا" وہ پیچھے پکارا۔ "سوری یار [illegible] اپنے کان پکڑ لیتا ہوں۔"

"تم ہمیشہ ایسے ہی کرتے ہو۔"

"اوکے بابا کہا نا سوری!"

"ٹھیک ہے لیکن تمہیں اس کی سزا ملے گی اور سزا یہ ہے کہ تم مجھے شاپنگ کرواؤ گے وہ بھی اپنے جیب خرچ سے۔"

"مجھے منظور ہے۔" وہ مسکرا کر بولا۔

❁ ❁ ❁



"یہ مٹھائی کہاں سے آئی؟" گلاب جامن منہ میں [illegible] ہوئے بولی۔

"آپا رضیہ کے ہاں سے۔"

"کیوں [illegible]؟" دعا محو حیرت ہوئی۔ گلاب جامن گلے میں ہی اٹک گیا۔ "کوئی خاص بات؟"

"ہاں وہ نوفل کی بات پکی ہوگئی ہے [illegible] سعید کی بیٹی سے۔"

"کیا؟" حیرت کا شدید جھٹکا لگا۔ "اس پاگل سے..."

"ہاں!" انہوں نے گہری سانس فضا میں خارج کی۔ "خالہ کو کیا ہوگیا جو نوفل بھائی کے لیے ایک ابنارمل لڑکی چن لی ہے۔"

"آپا کہاں مان رہی تھیں یہ تو نوفل کی مرضی سے سارے معاملات طے ہوئے ہیں۔"

"تو اس میں نوفل بھائی کی مرضی بھی شامل ہے" وہ ابھی بھی بے یقینی کی حالت میں تھی

"ہاں کہتا ہے کہ باپ کے مرنے کے بعد چچا نے بہت ساتھ دیا ورنہ آج کے دور میں کون کسی کو پوچھتا ہے اگر میں نے ان کی بیٹی کا ہاتھ نہ تھاما تو پھر کون تھامے گا"

کروٹ پر کروٹ بدلتی وہ بہت بے چین تھی بار بار نظروں کے سامنے ماہا کا دلکش سراپا آ جاتا مکمل حسن رکھنے کے باوجود وہ تیس سال کے بچے جیسی تھی۔ اس کی باتیں بات کرنے کا انداز بالکل بچوں جیسا تھا۔

"یہ نوفل بھائی کو کیا ہو گیا ہے کہاں مجھ سے پیار کے دعوے کرتے تھے اور کہاں شادی کا [illegible] ہے۔" ایک طنزیہ مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر آ گئی۔

خیر مجھے کیا میں کیوں یہ سب سوچ رہی ہوں مجھے تو خوش ہونا چاہیے کم از کم میری جان تو چھوٹی۔ وہ پرسکون ہو گئی۔

❁ ❁ ❁

رضیہ اور مدیحہ بیگم دونوں سگی بہنیں تھیں۔ رضیہ کی شادی اختر صاحب سے ہوئی جو ایک سرکاری محکمہ میں معمولی سے کلرک تھے۔ ان کے تین بچے تھے نوفل پھر اس سے پانچ سال چھوٹا نعمان اور پھر اس سے دو سال چھوٹی چھٹکی سی اریبہ۔ نوفل جب آٹھویں جماعت کا طالب علم تھا تو اختر صاحب کی ایک حادثے میں موت ہوگئی تب سے کم سن نوفل کے کندھے پر گھر کا بوجھ آ پڑا۔

صبح کالج جاتا اور شام کو کسی گیراج میں گاڑیاں ٹھیک کرتا۔ اس حالت میں چچا اصغر نے کافی سہارا دیا مدیحہ بیگم بھی بہن کی مدد کرتی رہتی تھیں۔ ان کی شادی خوش حال گھرانے میں ہوئی تھی۔ ندیم صاحب [illegible] کا کاروبار کرتے تھے۔ ان کی دو ہی بیٹیاں تھیں وردہ اور دعا۔ وردہ جو کافی سلجھی ہوئی سمجھدار قسم کی لڑکی تھی لیکن اس کے برعکس دعا فضول خرچ، مغرور اور نک چڑی تھی۔ جب نوفل انجینئرنگ کے پہلے سال میں تھا تو اسے اپنی نک چڑی کزن سے محبت ہوگئی۔ تب دعا میٹرک میں زیر تعلیم تھی۔ اس طرح عمر کے ساتھ ساتھ نوفل کی محبت بھی پروان چڑھتی گئی۔ دعا کو اس کی محبت کا علم تب ہوا جب نوفل کے انجینئرنگ مکمل کرنے پر ماما کے ساتھ مبارک باد دینے خالہ کے گھر گئی تو وہاں اس کے ہاتھ نوفل کی پرسنل ڈائری لگی جسے پڑھنے کے بعد نوفل کی محبت اس پر عیاں ہوئی۔ بظاہر تو کبھی نوفل نے اظہار نہیں کیا تھا لیکن اس کی آنکھیں بہت کچھ کہتی تھیں۔ جسے دعا ہمیشہ نظر انداز کر جاتی تب سے ہی ڈائری پڑھنے کے بعد اسے [illegible] لگی اور پھر آہستہ آہستہ اس کا رویہ نوفل اور اس کی فیملی کے ساتھ خود بخود روڈ ہوتا چلا گیا۔ اس کی نظر میں غریب لڑکے کی محبت ہی اس کے لیے توہین کا باعث تھی۔

❁ ❁ ❁

"ویسے دعا مجھے بے حد افسوس رہے گا کہ تم نے ہماری بات نہیں مانی وہ جو کہتے ہیں [illegible]

[illegible]

ہیں۔" وہ تنک کر بولی۔

"نہیں میں تو صرف تمہیں یہ باور کرانا چاہتی ہوں کہ تم ..."

"پلیز آپی..... میں اس وقت جلدی میں ہوں پھر کبھی آپ کا یہ لیکچر سن لوں گی' بائے ....." کہہ کر نجات پا کر چلی گئی جب کہ آپی اتنا اچھا لڑکا کھونے کا غم منا رہی تھیں۔

✿ ✿ ✿

شاہ رخ کا تعلق ملک کے بزنس مینوں میں ہوتا تھا۔ جس کا پسندیدہ مشغلہ نئے دن گاڑیوں کی طرح لڑکیاں تبدیل کرنا تھا اور آج کل اس کی گرل فرینڈ ہونے کا اعزاز دعا کو حاصل تھا۔ دعا سے اس کی ملاقات ایک برتھ ڈے پارٹی پر ہوئی جو اس کے بھائی کے دوست کے طور پر شریک تھا۔

شاہ رخ دو ہفتے کے بزنس ٹور پر تھا اور صبح ہی واپس لوٹا تھا۔ دعا اسے سرپرائز دینے اس کے بنگلے میں چلی آئی۔ ملازم کی معرفت وہ اپنے کمرے میں تھا' دعا دبے پاؤں اس کے روم کی جانب چل پڑی۔ دروازہ کھلا تھا' دعا اندر قدم رکھنے ہی والی تھی کہ اپنا نام سن کر رک گئی۔

"یہ لڑکیاں ہوتی ہی ایسی ہیں' اب میں تمہیں اپنی نئی گرل فرینڈ دعا کی بات بتاتا ہوں جس کی نظر میں محبت وحبت کوئی معنی نہیں رکھتی' پیسا ہی سب کچھ ہے۔" وہ ٹہلتے ہوئے فون پر کسی سے مخاطب تھا۔

"اور میری نظر میں ایسی لڑکیوں کی کوئی اہمیت نہیں' دعا ان لڑکیوں میں سے ہے جو محض پیسے کی خاطر اپنی عزت گنوانے سے بھی گریز نہیں کرتیں اور میں بہت جلد اس سے اپنا مطلب نکال کر کوئی نئی تتلی کی تلاش کروں گا۔" وہ نجانے اور بھی کیا کہہ رہا تھا وہ دھواں دھواں چہرہ لیے اپنی جگہ کھڑی رہی۔ اسے اپنا آپ زمین میں دھنستا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ دعا کا دل چاہا کہ زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔

وہ پورا ہفتہ بخار میں دہکتی رہی' وہ ہمیشہ پیسے کو ضرورت ہی نہ بنا پائے اہمیت دیا کرتی تھی۔ اب وہ بھی سمجھ گئی تھی کہ محض پیسے کے پیچھے اپنی عزت داؤ پر لگا دی اور کس قدر سے پورا ہفتہ ڈسٹرب کرتی رہی۔

✿ ✿ ✿

بخار تو اس کا پہلے اتر چکا تھا لیکن وہ بجھی بجھی سی رہنے لگی تھی۔ میں بعد میں [illegible] شاہ رخ سے قطع تعلق کر چکی تھی سب سے علاوہ جیسا مسکرانا بھی چھوڑ دیا تھا۔ اس نے گھر میں کسی کو کچھ نہیں بتایا۔

"دعا" وہ لان میں گم صم بیٹھی تھی جب مما کی آواز پر چونکی۔

"جی مما!" مدیحہ بیگم نے اپنی بیٹی کو بغور دیکھا وہ مرجھایا ہوا سرسوں کا پھول لگ رہی تھی۔

"اب تمہاری طبیعت کیسی ہے؟" مما نے اس کے بال سہلاتے ہوئے دریافت کیا۔

"میں ٹھیک ہوں مما۔" وہ بمشکل مسکرا پائی۔

"میں کچھ دنوں سے نوٹ کر رہی ہوں تم کچھ اپ سیٹ ہو۔" انہوں نے کھوجتی نگاہوں سے دعا کو دیکھا تو وہ گھبرا گئی۔

"نہیں مما! ایسی تو کوئی بات نہیں۔ آپ کہیں جا رہی ہیں؟"

"ہاں میں آپا کی طرف جا رہی ہوں۔" جواب سن کر دعا کے چہرے پر ایک سایہ سا آ کر گزرا پھر سنبھل کر بولی۔

"کیوں خیریت مما؟"

"نہیں آپا کو بہت تیز بخار ہے صبح فون آیا تو سوچا پہلے چل کر دیکھ آؤں پھر تمہارے پاپا کے ساتھ گاؤں جانا ہے۔ ان کے ماموں کا انتقال ہو گیا ہے تعزیت کے لیے جانا ہے۔"

"کیا زیادہ طبیعت خراب ہے؟" دعا خالہ کا سن کر فکر مندی سے بولی۔

"ہاں' ہوئی کافی پریشان تھیں ڈاکٹر بھی کہہ رہے ہیں۔ وہ میری طرف سے شدید ..."



"میں بھی چلوں آپ کے ساتھ۔" زبان سے دعا کے کیسے پھسل گیا۔ جس سے مدیحہ بیگم پل بھر کے لیے حیران ہوئیں پھر اثبات میں سر ہلا دیا۔

✿ ✿ ✿

چار دن ہو گئے تھے اسے وہاں رہتے ہوئے جب دعا مما کے ساتھ آئی تھی تو خالہ کی طبیعت کافی ناساز تھی۔ جس کو دیکھتے ہوئے دعا رک گئی ویسے بھی مما اور پپا کو آؤٹ آف سٹی جانا تھا اکیلے گھر پر کیا کرتی کالج بھی آف تھا۔

اب وہ چھوٹے لیکن صاف ستھرے کچن میں کھڑی خالہ کے لیے دلیہ بنا رہی تھی۔

"بچے خالہ! میں دلیہ بنا لائی' بس پتا نہیں کیسا بنا ہے' کیونکہ مجھے تو کچھ بھی نہیں آتا۔"

"اچھا ہی بنا ہو گا کیونکہ میری بیٹی نے خود اپنے ہاتھوں سے جو بنایا ہے۔" اس کے ہاتھ سے باؤل لیتے ہوئے بولیں۔ "وہ دونوں کالج گئے کیا؟"

"جی۔"

"تم بھی کیا سوچتی ہو گی کہ گھر میں کام نہیں کیا یہاں خالہ کے گھر کتنے کام کرنا پڑ رہے ہیں۔"

"ارے نہیں خالہ جان' میں ایسا نہیں سوچتی۔" وہ پل بھر میں شرمندہ ہو گئی۔

قدیم طرز کے بنے اس چھوٹے سے مکان کے صحن میں بستر لگائے سب میٹھی نیند سو رہے تھے لیکن اس کی آنکھوں سے نیند کوسوں دور تھی' آسمان پر تارے ٹمٹما رہے تھے اس نے ایک نظر ساتھ سوئی ہوئی چٹنی پر ڈالی جو پرسکون میٹھی نیند کے مزے لے رہی تھی۔

"لوگ کتنے خوش ہیں یہاں' اس زندگی میں بے فکر زندگی کی مہنگائی کے باوجود بھی صبر شکر کرتے ہیں اور میں" سرد آہ بھرتے ہوئے نظر آسمان کی جانب اٹھی۔ "اس گھر کو کتنی حقارت سے دیکھتی تھی لیکن اب مجھے اس گھر میں کوئی بھی [illegible] نظر نہیں آ رہی یہ وہی گھر ہے جس سے مجھے ہمیشہ چڑ رہتی تھی۔ کیا میں بدل رہی ہوں؟" اس نے چونک کر شدت سے خود کا جائزہ لیا۔ "ہاں میں بدلنے لگی ہوں لیکن"

میں گیٹ کی بیل ہوئی تو وہ چونک گئی اور ادھر ادھر نظر دوڑائی تو سب مزے سے سو رہے تھے آہستگی سے اٹھی اور دروازہ کھول دیا۔

"السلام علیکم نوفل بھائی!" وہ جو اس کے سامنے سے بھی دور بھاگ جانا چاہتا تھا' اسے دیکھ کر حیرت کا زبردست جھٹکا لگا۔

"وعلیکم السلام!" اسے دیکھتے ہوئے اس نے اندر قدم رکھا پھر نظر صحن میں سوتے ہوئے بہن بھائیوں پر پڑی تو سستی سے چلتا ہوا ان کے قریب آیا جھک کر پہلے چٹنی پھر نومی کی پیشانی پر بوسہ دیا' کبھی اتنے دنوں کے لیے دور جو نہیں گیا تھا پھر قدم ماں کے بستر کی طرف بڑھائے۔ یہی عمل وہاں بھی کیا اور پھر ایک نظر پاس کھڑی دعا کو دیکھا اور قدم اپنے کمرے کی جانب بڑھا دیے' دعا بھی اس کے پیچھے چلی۔

"کھانا کھائیں گے؟" جس سے مزید حیران ہوا اور نفی میں سر ہلا دیا۔

"نہیں' مجھے بھوک نہیں شکریہ! آپ جا کر سو جائیے۔"

حیرت پر قابو پاتے وہ سرد لہجے میں بولا تو دعا حیران رہ گئی وہ تو ابھی یہی سوچ رہی تھی کہ وہ کتنا بدل چکی ہے لیکن یہاں تو وہ بھی بدل چکا تھا' جس کی آنکھوں میں اسے ہمیشہ جگنو نظر آتے تھے آج ان ہی آنکھوں میں ناگواریت کے تاثرات نظر آ رہے تھے وہ سر ہلاتی اپنے بستر میں آ گئی۔

ابھی سب کی آنکھ لگی ہی تھی کہ کچن سے آتی آوازوں سے اس کی نیند ٹوٹ گئی اور اٹھ کر کچن کی جانب چل پڑی تو سامنے نوفل توا چولہے پر رکھے روٹی بیل رہا تھا جسے دیکھ کر دعا کا منہ کھلا رہ گیا۔

"ارے واہ نوفل بھائی! آپ روٹی بنانا جانتے ہیں۔ سب کچھ آپ نے" بیلن پر تیزی سے چلتے ہاتھ

دیکھتے ہوئے وہ بولی
"تم پہلے سے جب بھی بیمار پڑ جاتی تھیں تو میں اس کو منع کیا کرتا تھا۔"
"وہ آپ کو کوکنگ بھی آتی ہے۔" حیرت سے آنکھیں مزید پھیل گئیں۔
"ہاں ... مختصر سا جواب دے کر وہ نائٹ سوٹ میں ملبوس کمرے کی جانب چل دیا جبکہ دعا حیرت زدہ کھڑی تھی۔
"آپ بیٹھیں میں ابھی آتی ہوں۔" وہ پلیٹیں لے کر تیزی سے سائیڈ پر ہوگئی اور وہ باہر نکل گیا۔ اس کے جاتے ہی جانے چائے کے لیے چولہے پر برتن رکھا دس منٹ بعد وہ چائے کا کپ لے کر اس کے کمرے میں گئی۔
"یہ چائے ..." نوفل کھانا کھا چکا تھا اور شرٹ اتار کر سونے ہی لگا کہ وہ کمرے میں چلی آئی جس سے اس کا موڈ بگڑ گیا۔
"سوتے وقت کون چائے پیتا ہے؟" وہ شرٹ دوبارہ پہن کر تنہائی کا احساس نہ ہونے دیتے ہوئے وہ سٹپٹائی۔
"میں نے سوچا کہ آپ تھکے ہوئے ہیں تو چائے ..."
"آپ کو میری فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے باب میں تھکا ہوا ضرور ہوں لیکن مجھے چائے کی نہیں نیند کی ضرورت ہے سمجھیں آپ۔" اور وہ اسے سوچتا ہوا کمرے سے باہر نکل گئی۔ کچن میں چائے رکھ کر بستر پر لیٹ کر پھر آپ ... وہ دیر تک یونہی آنکھیں بھگوتی رہی پھر جانے کس پہر اس کی آنکھ لگ گئی۔
دعا کا دل ٹوٹنے میں صرف ایک پل لگا اور وہ کانچ کی طرح بکھر گئی تھی جب کہ وہ سنبھل رہی تھی تو ایک طوفان اور اس کی راہ تک رہا تھا۔ جو اس کی زندگی بدلنے والا تھا۔

✿ ❁ ✿

وہ حقیقت اب بھی وہاں رہی نوفل کا رویہ سرد ہی رہا۔
... وہ سب سے بے مروت ہو جاتی۔ نوفل کا
نظر نہ کرتا۔ وہ بہت پریشان رہا کرتی تو وہ مزید بدحال ہو گئی۔ پہلے کی حالت سے منتشر ہو چکی تھی وہ ہر جگہ ہی تنہا رہ کر بھی دوستوں سے رابطہ کر لیتی تھی۔ مگر وہ بھی ... چاہ رہی تھی کہ اس کے ساتھ یہ سب کیوں ہوا؟ نوفل کا یہ رویہ اسے کھائے جا رہا تھا۔ جیسے جیسے وہ سوچتی اسے وہ دن یاد آتا جیسے وہ چاند ہیں لیکن پھر بھی اس کا احساس ہونے نام ہو سکی۔
دل تیزی سے گزرتے جا رہے تھے اور ان دنوں میں نوفل کی شادی کا دن طے ہو گیا کیونکہ بچی تعلق اور امی ابو بھی ... کی سعادت حاصل کرنا چاہتے تھے لیکن اس سے پہلے وہ بیٹی کے فرض سے سبکدوش ہونا چاہتے تھے نوفل کی شادی کا سن کر دعا سر سے پیر تک بے چین ہوئی۔ پھر بھی سمجھنے سے قاصر رہی کہ اس کے ساتھ ہو کیا رہا ہے؟
نوفل کی مہندی کی رات کو گھر کو دلہن کی طرح سجا دیا گیا۔ گھر میں ہی چھوٹا سا فنکشن رکھا گیا۔ سفید کرتا شلوار اور ہلکی بڑھی ہوئی شیو میں نوفل کی شخصیت مزید جاذب نظر آ رہی تھی۔ دعا ایک کونے میں خاموشی سے تکے جا رہی تھی۔ مہندی کی رسم شروع ہوئی تو دعا کو شدید گھبراہٹ کا احساس ہوا اور وہ وہاں سے اٹھ گئی اور بے دھیانی میں چلتی ہوئی نوفل کے کمرے میں قدم رکھ دیا۔ پہلے تو وہ پریشان ہوئی کہ وہ یہاں کیسے؟ لیکن جب غور سے اطراف میں دیکھا تو حیران رہ گئی کمرہ مہنگے فرنیچر، پردوں اور معیاری ... کی ڈیکوریشن اشیاء سے بھرا پڑا تھا۔ ہمیشہ کی طرح ہی بھی دیوار کے وسط میں فٹ کیا گیا تھا۔ ... نظر کے سامنے قد آور ڈریسنگ ٹیبل میں پڑی تو حیران رہ گئی۔ وہ رو رہی تھی آنسو بند توڑ کر آنکھوں سے بہتے چلے جا رہے تھے اور اسے خبر تک نہ ہوئی
"یہ کیا ...؟ میں رو رہی ہوں لیکن میں کیوں رو رہی ہوں؟" وہ الجھی۔
"کیونکہ تمہیں نوفل سے محبت ہوگئی ہے۔" اس کے دل نے ... دی تو وہ اپنی جگہ ساکت رہ گئی کسی لمحے تو اس


## دعا کاظمی

السلام علیکم! میری پیاری بہنو اور دوستو! کیا حال ہیں جناب! ہم تو اب ... فرسٹ کلاس ہیں۔ میرا نام ... دعا کاظمی ہے۔ ہم چھ بہن بھائی ہیں تین بہن اور تین بھائی میرا نمبر ... ہے۔ اس ... میں سیکنڈ ایئر کی طالبہ ہوں اور آنچل آٹھویں کلاس سے پڑھنا شروع کیا۔ میرا خواب وکیل بننے کا ہے ایک دوست نے کہا تھا دعا تم وکیل بننا۔ تو میں اس کا خواب ... میری بھی (بہنوں اور دوستوں دعا کرنا میں دوست کا خواب پورا کرسکوں) کھانوں میں مجھے پالک گوشت، پکوڑے اور حلوہ ... بہت پسند ہیں ... کوکنگ کرنا آتی ہے مگر کوئی کرنے نہیں دیتا کہ ابھی تم چھوٹی ہو۔ شہروں میں کاغان، مری، سوات اور ... پسند آیا۔ رنگوں میں سرخ اور سفید بہت پسند ہے۔ موسم بہار اور بارش میں کھیلنا بہت اچھا لگتا ہے۔ دوستوں میں یوں تو بہت ساری ہیں مگر دل کی ایک ہی دوست ہے نام اس کا لکھ نہیں رہی سب کو پتا چل جائے گا۔ اب میں اپنی خامیوں کے بارے میں بتا دوں غصہ کم کرتی ہوں اور جب آ جائے تو ... سمجھ جائیں۔ ... اعتبار بہت جلد کر لیتی ہوں جس سے نقصان بہت ہوتا ہے۔ بے پروائی میں سب سے آگے ہوں۔ اچھا ... اللہ حافظ۔ قارئین سے گزارش ہے کہ مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

... یانی۔
"کیا میں واقعی نوفل سے ... او میرے خدایا! یہ مجھے کیا ہو گیا۔ اتنے دنوں سے میں جس کیفیت کو سمجھ نہیں پا رہی تھی آج مجھ پر انکشاف ہو رہا ہے کہ میں نوفل سے محبت کرنے لگی ہوں۔" وہ وہیں کارپٹ پر ڈھیر ہوگئی۔ دعا کو لگا کہ کمرے کی ہر چیز اس پر ہنس رہی ہو اس کا مذاق اڑا رہی ہو۔
اگلے روز کمرے میں بند اپنی کوتاہیوں پر ماتم کرتی رہی اور وہ کسی اور کا شوہر ہو گیا۔ اب سوائے پچھتاوے کے کچھ باقی نہ رہا۔

✿ ❁ ✿

ماہا نوفل کی دلہن بن کر آ گئی اور نوفل شادی کے چند روز بعد ہی امریکہ چلا گیا۔ اس نے کافی عرصے سے ایک معروف کمپنی میں جاب کے لیے اپلائی کر رکھا تھا۔

✿ ❁ ✿

وہ یونیورسٹی سے لوٹی تو خالہ ماں کے ساتھ محو گفتگو تھیں۔
"السلام علیکم" مسکرا کر سلام کرتی وہ خالہ کے گلے لگ گئی۔
"کیسی ہیں آپ؟"
"شکر ہے اس اللہ کا میری بچی ٹھیک ہے۔"
"جی! آپ کی دعاؤں سے۔" کہتے ہی وہ صوفے پر ٹک گئی۔
"مدیحہ! ہماری دعا تو کافی بدل گئی ہے پہلے کی نسبت" سلیقے سے سر پر بندھے ہوئے اسکارف تک آستین دیکھ کر بولیں۔
"ہاں آپا۔"
"خالہ گھر میں سب ٹھیک ہیں نوفی، چھٹکی وغیرہ۔" اس نے خود پر سے توجہ ہٹائی ان لوگوں کی۔
"ہاں اللہ کا بڑا کرم ہے۔"
"آپا! بابا کی سنائیں وہ ٹھیک نہیں تھی پچھلے دنوں۔"
"ہاں اب تو خیر ہے امید ہے بہتر ہو جائے گی طرح اس کے پیچھے بھاگنا پڑتا ہے اس حالت میں ذرا سی بھی بے پروائی ٹھیک نہیں۔" خالہ اپنی ہی دھن میں بول رہی تھیں اور دعا کو وہاں بیٹھنا محال ہوگیا۔
"میں فریش ہو کر آتی ہوں۔" کہتے ہی وہ کمرے میں چلی گئی۔
"تو کیا اب تم باپ بنے جا رہے ہو۔" تصور میں اس سے مخاطب ہوئی۔ "مبارک ہو نوفل!" اس نے ... سے کہا۔

دعا اپنے میکے میں تھی وہ بھائی کے بیٹے کے ساتھ ادھر اُدھر بھاگ دوڑ رہی تھی۔ سب کی روک ٹوک کے باوجود بھی نہ رکی اور پھر اچانک بھاگتے ہوئے گر پڑی۔ فوراً ہسپتال لے جایا گیا لیکن وہ جانبر نہ ہوسکی اور موت کی آغوش میں چلی گئی۔

تب نوفل بیوی کی وفات پر پورے چھ ماہ بعد پاکستان آیا اور چھ ماہ بعد واپس لوٹ گیا۔ تقریباً سال گزرا تو اپنی فیملی کو بھی اپنے پاس بلا لیا۔ وہاں ہوٹل کے کام محنت اور لگن کو سراہتے ہوئے مزید ترقی ملتی چلی گئی۔ اب نوفل کا اپنا بڑا گھر اور گاڑی تھی۔ دولت کی ریل پیل تھی۔ بہن بھائی کو بھی اعلیٰ تعلیم دلوائی آج وہ ایک کامیاب انسان تھا۔

رمضان شروع ہونے میں صرف تین دن باقی تھے سب رمضان کی تیاریوں کے ساتھ ساتھ عید کی شاپنگ میں بھی مصروف تھے۔ چھٹکی دعا کو ہر روز شاپنگ مال لے جاتی نہ چاہتے ہوئے بھی دعا کو ان کے ساتھ جانا پڑتا۔ جب دل کی نگری ہی ویران ہو تو اس دنیا کی رونق بھی بے معنی سی ہو کر رہ جاتی ہے کوئی لطف کوئی سرور باقی نہیں رہتا۔

"دعا پہلے سے بہت خاموش طبیعت کی ہوگئی ہے۔" وہ سب بہنیں لان میں بیٹھی چائے پی رہی تھیں جب آپا نے پوچھا۔

"ایسی کوئی بات نہیں آپا بس سوشل ورک میں مصروف رہنے کی وجہ سے ایسی ہوگئی ہے۔"

"یہ تو اچھی بات ہے کہ دعا دکھی انسانیت کی خدمت کرتی ہے اور کرنی چاہیے۔" پھر کچھ توقف کے بعد بولیں۔ "خدیجہ پہلے بھی میری خواہش تھی کہ دعا میرے گھر کی بہو بنے لیکن قسمت میں یہی تھا اب میں اپنی اس خواہش کی تکمیل چاہتی ہوں۔ مجھے دعا دے دو خدیجہ۔" بڑی آپا نے بہن کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر بولیں۔

"ارے آپا کیسی باتیں کررہی ہیں دعا آپ ہی کی بیٹی ہے۔" خدیجہ بیگم خوش ہو کر بولیں۔ "لیکن مجھے کچھ وقت دیں میں ندیم اور دونوں بڑی بیٹیوں سے پوچھ لوں ان شاءاللہ جلد ہی مثبت جواب دوں گی۔"

"ہاں کیوں نہیں بس جواب ہاں میں ہونا چاہیے میں نے کہہ دیا بس" آخر میں وہ مان سے بولیں۔

ابھی اِدھر اُدھر کی باتوں کے درمیان بیٹھے تھے آپا کے سینے میں درد اٹھا انہیں فوراً ہسپتال لے جایا گیا۔ جہاں ڈاکٹر نے مکمل معائنے کے بعد آئی سی یو میں شفٹ کردیا۔ ان کو اچانک ہارٹ اٹیک ہوا تھا۔ چھٹکی اور نومی کا رو رو کر برا حال تھا۔ ممّا وردہ اور دعا ان دونوں کو سمجھانے کی کوشش کررہے تھے۔

چھٹکی نے بھائی کو فون پر ماں کی حالت کے بارے میں بتادیا تھا۔ نوفل تمام کام چھوڑ چھاڑ کر پاکستان دوڑ آیا۔

خالہ ابھی بھی آئی سی یو میں تھیں۔ دعا نے ممّا کی طبیعت ناساز ہونے کی وجہ سے انہیں گھر بھجوا دیا۔ وردہ آپی بھی بخار کی وجہ سے تھوڑی دیر کے لیے گھر چلی گئیں۔ ندیم صاحب ڈاکٹر سے ملنے گئے تو نومی بھی ساتھ ہولیا۔ چھٹکی دعا کے کندھے سے لگی بے آواز آنسو بہا رہی تھی اور وہ اسے دلاسا دیتے ہوئے اس کا سر تھپتھپاتی رہی کہ جب اچانک چھٹکی اسے چھوڑ کر کوریڈور کی جانب بھاگ پڑی۔ دعا نے مڑ کر دیکھا تو دل دھڑکنا بھول گیا آنکھوں پر رے بین چشمہ لگائے چہرے پر حد درجہ سنجیدگی کے ساتھ فکر و پریشانی کے ملے جلے تاثرات لیے وہ شخص اس کے سامنے کھڑا تھا جس کو دیکھنے کے لیے اس کی آنکھیں پچھلے سات سال سے ترس رہی تھیں۔

چھٹکی بھائی کے گلے لگی بچوں کی طرح رو رہی تھی اور وہ اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے چپ کروا رہا تھا۔ تب ہی ندیم صاحب اور نومی بھی ڈاکٹر سے مل کر وہاں آگئے۔ نومی کا بھی بھائی کو دیکھ کر ضبط کا پیمانہ چھلک گیا اور وہ بھی بھائی کے کندھے پر سر رکھ کر سسک پڑا

بہن بھائی کی یہ محبت مثالی تھی مگر نوفل سے اشک محنت کرکے اب بہن بھائی کو باپ بن کر پالا اپنی تعلیم دھوائی تھی تو وہ دونوں بھی اسے باپ جیسا درجہ دیتے ہوئے اس کی عزت کرتے اور ساں چھڑتے تھے۔ نوفل دونوں کو چپ کروا رہا تھا جب ڈاکٹر آ کر بولا۔

"پریشانی کی کوئی بات نہیں اب آپ کی والدہ خطرے سے باہر ہیں اور آپ لوگ ایک ایک کرکے ان سے مل سکتے ہیں۔" ڈاکٹر کے کہتے ہی تینوں کی جان میں جان آئی دعا نے بھی اللہ کا شکر ادا کرتے کمرے میں چلی گئی اور وہ باری باری ماں کو دیکھنے لگے۔

✿ ❁ ✿

رمضان المبارک کا آج چھٹا روزہ تھا۔ خالہ تین دن پہلے مکمل صحت یاب ہو کر گھر آ چکی تھیں۔ نوفل جو ماں کی طبیعت کا سن کر دوڑا چلا آیا تھا۔ اب واپسی کی تیاری کر رہا تھا وہ جانتا تھا کہ یہ لوگ ابھی نہیں جانا چاہتے اور وہ یہاں رک نہیں سکتا لیکن رضیہ ایسا نہیں چاہتی تھیں وہ بیٹے کی دلہن کو ساتھ لے جانا چاہ رہی تھیں اس لیے انہوں نے بیٹے سے بات کرنے کی ٹھان لی اور نوفل کو اپنے کمرے میں طلب کرلیا۔

"جی امی!" وہ پاس رکھے صوفے پر بیٹھ گیا۔

"یہاں میرے پاس بیٹھو۔" وہ بیڈ پر جگہ بنا کر بولیں۔

"یہیں بیٹھ گیا۔" وہ مسکرا کر بولا۔

"دیکھو نوفل! تمہاری سرگرمیوں سے میں بے خبر نہیں ہوں اور یہاں میری زندگی کا کچھ بھروسا نہیں۔"

"یہ آپ کس طرح کی باتیں کررہی ہیں امی۔" نوفل ماں کی بات کاٹتے ہوئے بولا۔

"میری بات تو سن لے پھر تیری بھی سن لوں گی۔" جس سے وہ خاموش ہوگیا۔ دعا خالہ کے لیے سوپ لائی تو اندر نوفل کو بیٹھے دیکھ کر دروازے پر ہی رک گئی۔

"زندگی کا کچھ پتا نہیں آج ہے کل نہیں۔ اس لیے میں چاہتی ہوں کہ جلد از جلد تم تینوں کے فرض سے سبکدوش ہوجاؤں تم تینوں کی خوشیاں دیکھ سکوں۔ اس لیے میں چاہتی ہوں پہلے تمہاری شادی کروں اور اس مہینے میں، میں نے تمہارے لیے دعا کو پسند کیا ہے۔" وہ جو سوچ رہی تھی کہ اندر جائے یا نہیں، نوفل کو پہلے کی نسبت زیادہ سنجیدہ ہوگیا تھا اور چہرہ پر چٹان جیسی سختی۔ دعا ہمت نہ کرپائی اس سے بات کرنے کی۔ اب بھی وہ اسی کشمکش میں تھی کہ خالہ کی بات سن کر اس کا دل زور سے دھڑکا۔

"کیا؟" ماں کی بات پر سے سوواٹ کا کرنٹ لگا۔ "امی! آپ مجھ سے پوچھے بغیر کیسے فیصلے کرسکتی ہیں۔"

"کیونکہ میں جانتی ہوں کہ تم نے میرے کسی بھی فیصلے کی مخالفت نہیں کی لیکن"

"مجھے آپ کے اس فیصلے پر اعتراض ہے۔" نظریں چراتے ہوئے بولا۔

"کیوں؟ آخر کیا کمی ہے دعا میں۔" انہوں نے خشمگیں نظروں سے بیٹے کو گھورا۔

"اس میں کوئی کمی نہیں ہے البتہ آپ جس سے کہیں گی جہاں کہیں گی میں وہیں شادی کروں گا لیکن دعا سے نہیں۔" دوٹوک لہجے میں بولا اور دعا اپنی جگہ ساکت رہ گئی۔

"یہی تو میں بھی جاننا چاہتی ہوں اگر کوئی کمی نہیں ہے تو کیوں انکار کررہے ہو؟ کیا میں یہ بات نہیں جانتی کہ تم دعا سے محبت کرتے ہو۔ بولو نوفل کیا نہیں کرتے تم؟" اس سوال کا جواب تو دعا بھی جاننا چاہتی تھی کہ وہ جو تبدیل ہوگیا ہے کیا اس کی محبت بھی بدل گئی ہے؟

"ہاں امی!" توقف کے بعد وہ بولا۔ "میں اس سے بے غرض محبت کرتا ہوں کل بھی کرتا تھا اور آج بھی کرتا ہوں۔" خلاء میں گھورتے ہوئے کہا۔ "لیکن میں اس سے شادی نہیں کروں گا۔"

"یہ کیا بات ہوئی محبت بھی کرتے ہو اور شادی بھی نہیں کروگے۔" ماں کو بیٹے کی بات پر تعجب ہوا۔



نوشہ رحمان

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ کیوں کیسا محسوس ہو لگ رہا ہے تاکہ میں نیٹ بہت ہی چھپی نئی ہوں مجھے بھی ابھی ایسا ہی لگتا ہے لیکن جلد ہی سب پہ چھا جاؤں گی [illegible] میرا نام [illegible] میرا ستارہ Tarras ہے [illegible] زندگی سے تنگ [illegible] [illegible] میری دوستوں میں سمعیہ [illegible] [illegible] پڑھنے میں بہت پسند ہے [illegible] ہر وقت سستی رہتی ہوں پریشان رہنا [illegible] کبھی کبھی غصہ آتا ہے [illegible] زندگی میں صرف دو لوگوں کی باتوں کا برا نہیں [illegible] آنچل میں ہے کوئی ڈائجسٹ آنچل کا مقابلہ نہیں کرسکتا [illegible] آپ سب کی پیغام ہے اپنی زندگی سے جھوٹ ختم [illegible] حسرت دونوں [illegible]

آپ کو پتا ہے امی ایک بار آپ میرے لیے دعا کا ہاتھ مانگنے گئی تھیں لیکن آنٹی نے یہ کہہ کر اس رشتے سے معذرت کی تھی کہ دعا ابھی پڑھنا چاہتی ہے جب کہ امی ایسا کچھ نہ تھا، دعا کو ہمارے غریب ہونے پر میری چھوٹی سی نوکری پر اعتراض تھا۔ دروازے کی اوٹ میں کھڑی دعا ٹھٹک گئی۔ "آج بھی اس کے الفاظ مجھے اچھی طرح یاد ہیں اس نے کہا تھا۔ "دامن دیکھ کر پھیلانا چاہیے" اور آج میرا دامن اتنا کشادہ ہے کہ میں دعا جیسی سینکڑوں لڑکیوں کو افورڈ کرسکتا ہوں۔ اب میں پچیس ہزار کمانے والا نوفل نہیں رہا، ہاں البتہ پچیس لاکھ ضرور کمانے والا نوفل ہوں۔"

"لیکن اب وہ بہت بدل گئی ہے بیٹا" خالہ نے بیٹے کو قائل کرنا چاہا۔

"انسان جتنا چاہے مرضی بدل جائے مگر اپنی فطرت نہیں بدلتی۔" وہ دوٹوک بولا۔ "اس کے علاوہ آپ جس سے کہیں گی اسی سے شادی کرلوں گا۔ میں جانتا ہوں وہ آپ کی بھانجی ہے اور آپ کو بہت عزیز ہے لیکن میں آپ کی یہ خواہش پوری نہیں کرسکتا۔" کچھ دیر کی خاموشی کے بعد وہ پھر بولا۔ "میں اب تھکنے لگا ہوں امی اب مجھے بھی سکون چاہیے آپ میرے لیے کوئی لڑکی ڈھونڈیں جو میری محبت کو سمجھے جو میری محبت کے بدلے مجھے محبت دے نا کہ ایسی لڑکی جس کے بدلے میں محض پیسہ کمانے والی مشین بن جاؤں جسے مجھ سے نہیں صرف پیسے سے محبت ہو۔"

دعا کو لگا کہ کسی نے آسمان سے ٹھوکر دے کر زمین پر پھینک دیا ہو۔ سوپ ٹھنڈا ہوچکا تھا۔ باؤل ٹیبل پر رکھ کر اپنے روم میں چلی گئی اور تکیے میں منہ چھپا کر شدت سے رو پڑی۔

"تو کیا اب آپ مجھ سے بدلہ لیں گے نوفل؟ تین سال پہلے میں نے آپ کو ٹھکرا دیا تھا اور آج جب کہ مجھے آپ سے شدید محبت ہوگئی ہے تو آپ نے مجھے اپنانے سے انکار کردیا ہے۔" کئی گھنٹے وہ کمرے میں روتی رہی۔

✿ ❁ ✿

سب لوگ بڑے اپنے کمروں میں بیٹھی نیند کے مزے لے رہے تھے اور وہ سب سے چھپ کر آسمان پر چمکتے چاند کو تکے جا رہی تھی۔ جب دعا ڈھونڈتے ہوئے چھت پر آئی کئی گھنٹے رونے کے بعد دل ہلکا محسوس ہو تو نوفل [illegible] جس کے لیے ملازم [illegible] کمرے سے چلی آئی۔

نوفل بنور چاند کو دیکھنے میں مصروف تھا کہ اسے دعا کے آنے کی خبر تک نہ ہوئی۔

"آپ سمجھتے کیا ہیں خود کو" وہ جو اپنی دھن میں تھا اس کی آواز پر چونکا۔ رونے کی وجہ سے آنکھیں سوج گئی تھیں۔ آنسو ابھی بھی گالوں سے روانی سے بہہ رہے تھے۔

"بہت امیر ہو گئے ہیں آپ جو دعا جیسی سیکڑوں لڑکیوں کو افورڈ کر سکتے ہیں لیکن یہ دعا جو آپ کے سامنے کھڑی ہے نا' بے مول نہیں ہے۔ کیونکہ یہ دعا اگر پیسوں کی پجاری ہوتی تو آج کئی بے سہارا لڑکیوں کی شادیاں نہ بے سہارا بچوں اور بوڑھوں کے لیے ادارہ بنا کر ان کی ضروریات پوری نہ کر رہی ہوتی۔" وہ بولتی جا رہی تھی اور وہ ہونقوں کی طرح بس تکے جا رہا تھا۔

"آپ کے ذہن میں جو میرا تصور ہے نا' اسے ختم کردیں کیونکہ اب میں پہلی والی دعا نہیں ہوں جو کبھی پیسوں کو اہمیت دیا کرتی تھی۔ سب ٹھیک کہتے ہیں کہ میں بدل گئی ہوں اور مجھے بدلنے والے بھی آپ ہیں' سنا آپ نے" آخر میں وہ چیخی۔

"جو مجھے بدل کر خود بھی بدل گیا' آپ میرے وہ نوفل نہیں ہیں جس سے مجھے محبت ہوئی تھی' جس پہ دل سے میں ہار گئی تھی۔" دعا نے نفی میں سر ہلایا جب کہ وہ حیرتوں کے سمندر میں غوطہ زن ہوتا چلا گیا۔

"میرا نوفل کہیں کھو گیا ہے اور اس وقت جو نوفل کھڑا ہے وہ میرا نوفل نہیں ہے۔" کہتے ہی وہ وہاں سے بھاگ گئی اور وہ اپنی جگہ گم صم کھڑا رہا۔

❁ ❁ ❁

اس رات کے بعد دونوں کا آمنا سامنا نہ ہوا اب دعا بھی محتاط رہنے لگی تھی۔ اس رات اسے نوفل کی باتوں نے کافی ہرٹ کیا تھا۔ پہلے سے زیادہ مصروف رہنے لگی تھی۔

انتیسواں روزہ تھا۔ ٹی وی لاؤنج میں سبھی اس بات پر غور کر رہے تھے کہ عید کل ہوگی یا پرسوں۔ سب کی نظریں ٹی وی پہ تھیں پھر طویل انتظار کے بعد نیوز کاسٹر نے بریکنگ نیوز دی۔

"شوال کا چاند نظر آگیا ہے لہٰذا کل پورے پاکستان میں عید ہوگی۔"

عید کا سنتے ہی ہر کسی کا چہرہ کھل اٹھا۔

"چاند رات مبارک ہو سب کو۔" توبی خوشی سے چہکی تو چھٹکی آپی کو بھی مہندی کی فکر ستانے لگی۔

"چلیں وردہ آپی مہندی لگوانے پارلر چلتے ہیں۔"

"ہاں چلو۔" آپی نے ننھے صارم کو ماما کے حوالے کیا اور دعا سے بولی۔

"چلو دعا تم بھی ہمارے ساتھ چلو۔"

"نہیں آپی! مجھے نہیں لگوانی مہندی وہندی' آپ لوگ جائیں۔ میں عشاء کی نماز کے بعد سونا چاہتی ہوں آپ لوگ انجوائے کریں۔" مسکرا کر کہا اور اپنے روم کی جانب چل پڑی تھی۔ ندیم صاحب کے ساتھ بیٹھے نوفل کی نظروں نے دور تک اس کا تعاقب کیا۔

❁ ❁ ❁

دعا ابھی نماز پڑھ کر فارغ ہی ہوئی تھی کہ نوفل دستک دے کر اندر آگیا۔ جس سے وہ تھوڑا گھبرا گئی۔

"آپ... کچھ چاہیے آپ کو؟" نوفل نے غور سے اس کا چہرہ دیکھا جو رونے سے سرخ ہو رہا تھا۔

"ہاں! تم مہندی لگوانے کیوں نہیں گئیں؟" دعا اس کے سوال پر حیران ہوئی۔

"میری مرضی۔"

"کیوں؟ تمہاری کیوں مرضی؟" وہ اس کی جانب پیش قدمی کرتے ہوئے بولا۔ جس سے دعا دو قدم پیچھے ہٹی۔

"آپ کون ہوتے ہیں مجھ سے یہ سوال کرنے والے؟" دعا مزید پیچھے ہٹی دیوار سے جا لگی۔ نوفل اس کے اتنے قریب آ کھڑا ہوا کہ اس کی سانسوں کی تپش دعا کو اپنے چہرے پر محسوس ہو رہی تھی۔



"میں کون ہوتا ہوں تمہارا؟ یہی کہا نا تم نے؟" وہ بھی پورے زور سے بولا۔ "میں وہ ہوں دعا جس کا سکون برباد کیا ہے تم نے وہ جس کو تم نے بہت ستایا ہے۔ میں وہ ہوں جو محبت کرتے کرتے پتھر کا ہو گیا اور اپنا آپ کھو بیٹھا' یہ دکھ دیئے ہیں تم نے مجھے۔"

"میں نے دکھ دیئے ہیں آپ کو؟" نوفل کو پیچھے دھکیلتے ہوئے بولی۔ "کتنی آسانی سے سارے الزامات مجھ پر تھوپ دیئے آپ نے۔" طنزیہ مسکراہٹ لبوں پر آگئی۔ "بڑے دعوے کرتے تھے مجھ سے محبت کے تو پھر شادی کیوں کی تھی آپ نے نوفل میں نے نہیں آپ نے کی۔ مجھے پتا ہے آپ کو جب میں خالی ہاتھ آپ کے ہاں رہی تھی کتنا ہرٹ کیا تھا آپ نے جتنے دن بھی وہاں رہی میرا رہنا مشکل کر دیا تھا آپ نے۔" آنسو ابھی بھی روانی میں بہتے چلے جا رہے تھے۔

"محبت کے دعوے دار مجھ سے تھے اور شادی کا ہاتھ آپ نے... مانتی ہوں کہ مجھے آپ سے محبت نہیں تھی لیکن پھر جب مجھ پر یہ انکشاف ہوا کہ میں بھی آپ کی محبت میں گرفتار ہو چکی ہوں۔ تب بہت دیر ہو چکی تھی آپ کی شادی ہو رہی تھی اور میں چاہ کر بھی کچھ نہ کر پائی اور آپ کسی اور کے ہو گئے۔" وہ ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر رو دی۔ دعا کے کہے جانے والے انکشافات نے اسے حیرتوں میں مبتلا کر دیا۔

"کتنا عرصہ میں اپنی محبت کو کھو دینے پر ماتم کرتی رہی۔" وہ بہتے آنسو بے دردی سے پونچھتے ہوئے بولی۔ "لیکن اب پرسوں آپ واپس جا رہے ہیں جائیے مگر دعا ہمیشہ آپ کے ساتھ ہیں۔ آپ اس سے بھی زیادہ ترقی کریں۔ جہاں بھی رہیں خوش رہیں اور آپ کسی اچھی لڑکی سے شادی کیجیے گا جو آپ کی محبت کے بدلے ڈھیر ساری محبت دے۔" کہتے ہی وہ رکی نہیں اور چلی گئی۔

"ٹھیک کہا تم نے......" اس کی آواز پر دعا رک گئی لیکن پلٹی نہیں تھی جب نوفل سست روی سے چلتا ہوا اس کے نزدیک آیا اور دعا کا چہرہ غور سے دیکھا۔ جہاں آنسو ابھی بھی روانی سے بہہ رہے تھے۔ کچھ دیر بغور دیکھنے کے بعد ہاتھ بڑھا کر اس کے آنسوؤں کو قیمتی موتیوں کی طرح انگلی کی پوروں سے چن لیا۔ دعا نے حیران ہو کر نوفل کو دیکھا۔ جس کے چہرے پر مسکراہٹ اور آنکھوں میں وہی چمک تھی جو کبھی دعا کو دیکھتے ہی آجاتی تھی۔

"بالکل ٹھیک کہا تم نے' میں کسی اچھی لڑکی سے شادی کروں گا' جو میری محبت کے بدلے ڈھیر ساری محبت دے گی۔" وہ دعا کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھام کر بولا۔

"یو ودعا... دو گی نا' مجھے ڈھیر ساری محبت۔" جواباً وہ اس کے کندھے پر سر رکھ کر رو پڑی کچھ دیر اسی طرح روتی رہی پھر جب قربت کا احساس ہوا تو بجلی کی تیزی کی طرح پیچھے ہٹی اور آنکھیں شرم سے جھک گئیں۔

اس کی اس ادا پر نوفل نثار ہو گیا' دونوں ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے کر بولا۔

"تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔"

"یو ودعا..." ہاتھ پر دباؤ ڈالتے ہوئے بولا۔

"ہاں..." وہ اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے آزاد کرتے ہی باہر بھاگ گئی۔ دعا کو ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ کسی نے اسے تپتی دھوپ میں گھنا سایہ فراہم کر دیا ہو اور نوفل یہ سوچ رہا تھا کہ اب اس کی مسافتیں ختم ہوئی ہیں' آگے کی زندگی بے حد خوب صورت اور ڈھیر ساری خوشیاں دینے والی ہے۔

❁

# یہی تو عید ہے

سویرا فلک

طوفان میں کشتی کو کنارے بھی ملتے ہیں
جہاں میں لوگوں کو سہارے بھی ملتے ہیں
دنیا میں سب سے پیاری ہے زندگی
کچھ لوگ زندگی سے بھی پیارے ملتے ہیں

"امی جلدی آئیں، شنو خالہ کا فون ہے اسلام آباد سے۔" مریم ریسیور ہاتھ میں تھامے چلا رہی تھی۔

"آرہی ہوں بھئی! تم ذرا کچن میں جا کر دیکھ لو چاول بیٹھ نہ جائیں اور کباب تلنے رکھے ہیں وہ بھی اتار لو۔" امی نے ہدایتیں دیتے ہوئے مریم سے ریسیور لیا تو وہ کچن کی جانب چل دی۔

"میں تو ٹھیک ہوں آپا جان! آپ کہیے آج کیسے چھوٹی بہن کو یاد کرلیا۔ آپ تو لگتا ہے شادی کرکے بیرون شہر نہیں بیرون ملک چلی گئی ہیں۔ بس میں ہی فون کروں تو کروں۔ واہ تو بڑی زبردست خبر سنائی آپ نے۔ ہم تو بچوں کو یاد بھی نہ ہوں گے، چھوٹے سے تو تھے آخری بار جب … تھے اب تو ماشاء اللہ جوان ہوگئے ہوں گے۔" مریم جو پلاؤ کو دم لگا کر آچکی تھی۔ دلچسپی سے ماں کی گفتگو سننے لگی گو کہ اسے دوسری جانب کی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی تاہم ماں کے لہجے کا جوش و خروش اور انداز گفتگو اس نوک جھونک کا لطف لینے کے لیے کافی تھا۔

"ہائے آپا! کیسی غیروں والی باتیں کر رہی ہو۔



یہ بھی نہیں ہیں کیا؟ اور ہاں میں کہہ دیتی ہوں، منصور بھائی اپنے کام نمٹاتے چاہے جب رہو۔ بچوں کو تو ابھی بھیجتے روانہ کردو۔ … تم بس میں خود ہی منصور بھائی سے بات کرلوں … سب سیٹ کنفرم کرکے مجھے فون کردینا۔ ٹھیک ہے میں رکھتی ہوں، منصور بھائی کو سلام، اللہ حافظ۔" امی کے فون رکھتے ہی مریم نے سوالوں کی بوچھاڑ کردی۔

"امی، کنول اور فرحان بھائی آرہے ہیں کیا؟ … ساتھ منائیں گے نا، کب تک پہنچ رہے ہیں؟"

"ارے لڑکی، باؤلی ہوگئی ہے کیا؟ ذرا دم تو لے۔" امی نے مریم کو گھرکا تو وہ منہ بنا کر بیٹھ گئی۔ امی نے اسے نظر انداز کرکے تفصیل بتانا شروع کردی۔

"ہاں، آرہے ہیں میرا بھانجا بھانجی! آپا اور بھائی بھی ہمارے ساتھ عید کریں گے مگر جاب کی مصروفیات کے باعث ذرا دیر سے پہنچیں گے۔ بچوں کی بجائے اس بار رمضان میں چھٹیاں ہوگئیں تو اس لیے کراچی آرہے ہیں۔ اب تم جلدی سے صفائی ستھرائی اور ضروری کاموں سے فارغ ہوجاؤ اور … مستی میں لگ کر سارے کام ادھورے چھوڑ دے … سمجھیں … جان اور موئی … کے سر پر۔" اتنی اچھی خبر سن کر مریم کا دل بھی خوشی اور جوش سے … اس نے فوراً ناراضگی بھلا کر امی کے گلے میں بانہیں ڈال دیں۔

"میری پیاری امی! آپ بالکل فکر نہ کریں۔ … ہوں نا آپ کی ہنی کم اسسٹنٹ، میرے ہوتے ہوئے آپ کوئی ٹینشن نہ لیں۔ بس آپ حکم دیں جائیں اور بندی اس کی تعمیل میں لگ جائے گی۔" امی نے مسکرا کر دیکھا اور ماتھا چوم لیا۔

"خوش رہو میری بچی۔"

❁ ❁ ❁

شنو خالہ امی کی ایک ہی بہن تھیں جو شادی کے بعد اسلام آباد شفٹ ہوگئیں۔ امی جوڑوں کے درد کے باعث لمبے سفر سے قاصر ہوگئیں تو شنو خالہ اپنی جاب اور بچوں کی تعلیمی مصروفیات کے سبب طویل عرصے سے بہن سے ملنے نہ آپائیں۔ قسمت سے اس سال تعلیمی اداروں میں رمضان مبارک کے ماہ میں چھٹیاں ہوئیں تو شنو خالہ نے اس چانس کو مس نہ کرتے ہوئے عید بہن کے ساتھ کراچی میں منانے کا فیصلہ کیا۔ بچے بھی چھوٹے پن میں کراچی آئے تھے تو اس بار یہ سفر ان کے لیے دلچسپی کا باعث تھا۔

❁ ❁ ❁

"سرمد بیٹا! اب بند کردو یہ کمپیوٹر، آپا نے تین بجے کا ٹائم بتایا تھا اور اب سوا دو ہو رہے ہیں۔ بچے پہنچ گئے تو انجان شہر میں پریشان ہوجائیں گے۔" امی نے کوئی چوتھی بار اسے ٹوکا تو اس نے مجبوراً کمپیوٹر آف کیا۔

"ارے امی! پاکستان میں کوئی کام وقت پر ہوا ہے کیا، دیکھیے گا فلائٹ لیٹ ہوجائے گی اور مجھے کون سا میچنگ، میک اپ اور جیولری سے لدنا ہے بس شاور لے کر ڈریس اپ ہونا ہے۔" سرمد نے مریم پر چوٹ کی جو آدھے گھنٹے سے اپنے بالوں کو ہیئر ڈرائر سے سیٹ کرنے میں لگی ہوئی تھی۔

"اچھا جناب! اور یہ شہر کے جو بے ہنگم ٹریفک جام وہاں سے کیا تم طلسمی ٹوپی پہن کر نکل جاؤ گے؟" مریم کہاں ہار ماننے والی تھی۔

"تم چپ رہو دو کانوں والی بلی! مجھے خوب پتا ہے کہ تم نے شاپنگ کی پوری لسٹ بنا رکھی ہوگی اور

اپنے ساتھ اس بے چاری کنول کی بھی درگت بناؤ گی اس بار۔" سرمد نے اسے گھورا۔

"ہاں تو میں اسے بھرپور انجوائے کرواؤں گی اور تمہارے جیسے نخرے باز بھائی کی منتیں بھی نہیں کرنی پڑیں گی اور نہ دوستوں کے سامنے سننے پڑیں گے۔ اب میری کزن میرے ساتھ ہوگی اور ہاں وہ جو تم کیا فرحان بھائی کے ساتھ گھر میں بیٹھو گے۔ شو مارنے کے لیے تم بھی تو انہیں گاڑی میں لے کر گھومتے رہو گے بلکہ تم بائیک پر جانا میں اور کنول گاڑی میں جائیں گے کیونکہ کنول کو تو ڈرائیونگ بھی آتی ہے۔"

"ارے اب بس بھی کرو میں کب سے کہہ رہی ہوں کہ دیر ہو رہی ہے مگر میری اولاد کی تو لن ترانیاں ہی ختم نہیں ہو رہیں۔" امی کی جارحانہ غصہ بھری آواز ابھری تو دونوں ہی بھیگی بلی بن کر بغلیں جھانکنے لگے۔

❁ ❁ ❁

"بچو! اب سو جاؤ، صبح سحری میں اٹھنا ہے کہ نہیں؟" امی نے لاؤنج میں بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف چاروں کو کچن سے ہی آواز لگائی۔

"اوکے امی! ہم لوگ سونے جا رہے ہیں، شب بخیر۔" مریم نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر فرحان، سرمد کے کمرے میں اور کنول مریم کے کمرے میں آگئے۔

"ویسے تو کل امی اٹھا دیں گی مگر میں پھر بھی احتیاطاً سحری کے وقت کا الارم لگا دیتی ہوں۔ کل پہلا روزہ ہے رکھنا ضروری ہے نا۔" مریم نے موبائل میں الارم سیٹ کرتے ہوئے کہا۔

"پہلا ہی کیوں؟ رمضان المبارک کے تو سب ہی روزے رکھنے ہم پر فرض ہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ شب قدر اور جمعتہ الوداع کے روزوں کو خاص فضیلت حاصل ہے۔" کنول نے متانت سے کہا تو نہ جانے کیوں مریم گھبرا گئی۔

"ہاں ہاں بھی بحیثیت مسلمان یہ معلومات مجھے بھی ہیں مگر کیا تم نہیں جانتی کہ میں پڑھائی کر رہی ہوں۔ کالج میں پڑھائی کے ساتھ ساتھ پریکٹیکل کا بھی بوجھ ہوتا ہے اور پھر پڑھتے ہوئے روزہ [illegible] میں چھٹی والے دن تو ہم روزہ ضرور رکھتی ہوں۔"

"مریم یہی تو اصل امتحان ہے کہ ہم سب معمولات زندگی جاری رکھتے ہوئے کس طرح اپنے رب کی خاطر بھوک پیاس کی صعوبتیں برداشت کرتے ہیں اور پھر زبان سے اف بھی نہیں کرتے۔ روزے تو سارے ہی اہم ہیں مگر فضیلت والے روزوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ ہمیں زیادہ سے زیادہ ثواب حاصل کرنے اور نیکی رحمتیں اور برکتیں سمیٹنے کا موقع دیتا ہے۔ تمہیں کہیں میری باتیں بری تو نہیں لگ رہیں؟" کنول نے مریم کو مسلسل خاموش پا کر پوچھا تو وہ چونک کر بولی۔

"ارے نہیں! بھلا اس میں برا ماننے والی کیا بات ہے میرے خیال میں اب ہمیں سو جانا چاہیے ورنہ صبح وقت پر اٹھ نہیں پائیں گے۔"

"اوکے شب بخیر!" کنول سمجھ گئی کہ مریم اس موضوع پر مزید بات کرنے کا موڈ نہیں رکھتی۔ سو وہ بھی اس کے برابر میں لیٹ گئی۔

❁ ❁ ❁

"اور سناؤ مریم! کیا ہو رہا ہے آج کل؟ سنا ہے تمہاری کوئی کزن محترمہ آئی ہوئی ہیں اسلام آباد سے۔ خوب مزے ہو رہے ہوں گے؟" سارہ نے ڈائی گرام پر شیڈنگ کرتے ہوئے پوچھا۔

"ارے یار! کیا خاک مزے ہیں! مجھے تو لگتا ہے



### سیما محمد عارف

سب سے پہلے آنچل کے تمام اسٹاف، رائٹرز اور قارئین کو محبتوں بھرا سلام! امید ہے آپ سب ٹھیک ٹھاک ہوں گی اور اپنی زندگی کو بھرپور طریقے سے انجوائے کر رہی ہوں گی۔ اب آتے ہیں اپنے تعارف کی طرف تو جناب میرا نام سیما محمد عارف ہے۔ "دینہ" سے میرا تعلق ہے جو کہ ایک خوب صورت چھوٹا سا صاف ستھرا شہر (کینٹ ایریا) ہے۔ تاریخ پیدائش 5 مئی 1993ء ہے۔ اسٹار ثور ہے لیکن اسٹارز پر بالکل یقین نہیں ہے۔ ایجوکیشن FSC تک ہے۔ FSC کے پیپرز کے فوراً بعد 9 ستمبر 2011ء کو شادی ہوگئی۔ شوہر کا نام محمد عارف ہے۔ جو انجینئر ہیں اور اسلام آباد میں جاب کرتے ہیں۔ ہم تین بہنیں اور تین بھائی ہیں گھر میں میرا نمبر چوتھا ہے۔ ابو کی ڈیتھ ہو چکی ہے۔ میرے ابو میرے آئیڈیل شخصیت ہیں۔ ابو کی وفات کے بعد قدم قدم پر اپنے ابو کی کمی محسوس ہوتی ہے۔ خصوصاً اپنی شادی کے موقع پر ابو کی بہت کمی محسوس ہوئی۔ میری امی گھریلو خاتون ہیں۔ ان کی زندگی کی سب سے بڑی خواہش ہے کہ ان کی اولاد اس کی زندگی میں کامیاب ہو جائے۔ اللہ میری امی کو سلامت رکھے اور ان کا سایہ ہمارے سروں پر تادیر قائم رکھے۔ [illegible] جب اب آتے ہیں پسند ناپسند کی طرف سب سے پہلے رنگوں کی بات ہو جائے تو مجھے بلیک اور میرون کلر پسند ہیں۔ لباس میں لانگ شرٹ اور ٹراؤزر پسند ہے۔ گرمیوں کا موسم بے حد پسند ہے۔ مجھے کھانے میں آلو گوشت اور بریانی پسند ہے۔ تنہائی پسند ہوں۔ صاف گو لوگ بے حد پسند ہیں۔ دھوکہ دینے والے اور منافق لوگوں سے شدید نفرت ہے۔ مجھے وہ بندہ سخت ناپسند ہے جو میری نجی زندگی میں دخل دے۔ میری سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ میں ہر ایک پر بے حد اعتبار کر لیتی ہوں۔ پاکستانی ڈرامے پسند ہیں۔ فلمیں اور گانے سننے کا بالکل شوق نہیں۔ پڑھنے کا بے حد شوق ہے ہر وقت کوئی نہ کوئی کتاب میرے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ شاپنگ کرنے کا بے حد شوق ہے اور وہ بھی کپڑوں کی۔ جیولری میں انگوٹھیاں پسند ہیں۔ گھریلو کام بالکل پسند نہیں لیکن کرنے تو پڑتے ہیں۔ آخر میں تمام بہنوں سے ایک درخواست ہے کہ انسان کا کردار سب کچھ ہوتا ہے۔ اپنے کردار کو ہمیشہ پاکیزہ رکھیں اور کبھی جذبات میں کوئی فیصلہ نہ کریں بلکہ یاد رکھیں کہ عورت ایک نازک شیشہ ہوتا ہے اور ایک سفید سے دوپٹے میں ذرا سا داغ لگ جائے تو وہ داغ دھونے سے اتر جاتا ہے مگر اپنا نشان چھوڑ جاتا ہے۔ دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔ اللہ حافظ۔

کہ کوئی مذہبی روح رہتی ہے جو کہ اندر ہر وقت اسلامی حکایات و فلسفہ بیان کرتی رہتی ہے۔ اب کوئی نماز پڑھے روزے رکھے تو ہی مسلمان ہوتا ہے کیا؟ وہ مجھے ایسے ٹریٹ کرتی ہے جیسے کہ میں اسلام کے بارے میں کچھ جانتی ہی نہیں یا میں مسلمان نہیں ہوں۔" مریم سخت چڑی ہوئی تھی۔

"ویسے تم تو بڑا چینج ہو گئی ہو جب ہی میں کہوں تم اس سال اتنی پابندی سے روزے کیسے رکھ رہی ہو۔" سارہ نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"کیا کریں یار! خاندان کا معاملہ ہے اب کچھ دکھاوے کے لیے بھی تو کرنا پڑتا ہے ورنہ کل کو پورے خاندان میں میرے بارے میں جانے کیا کیا کہتی پھرے گی۔"

"ہاں یہ تو ہے۔" سارہ کو مریم کی بے چارگی پر واقعی ترس آرہا تھا۔ سچ تو ہے وہ ہم مزاج لوگوں میں ہی دوستی ہوتی ہے۔

❁ ❁ ❁

"سرمد! تم نہیں چل رہے تراویح پڑھنے؟" فرحان وضو کر کے آیا تو اسے کمپیوٹر پر کام کرتا دیکھ کر اس کے پاس چلا آیا۔

"یار! آج ذرا مجھے کچھ ضروری کام ہے آفس کا رپورٹ تیار کرنی ہے کل میٹنگ ہے اسی لیے آج

میں نہیں جاسکوں گا۔ آئی ہوپ تم مائنڈ نہیں کرو گے؟" سرمد نے مصروفیت ظاہر کرنے کے لیے مستقل کی بورڈ کا استعمال جاری رکھا یا شاید اسے جھوٹ بولنے کی وجہ سے نظریں چرانا پڑ رہی تھیں۔

"ارے نہیں بھائی! اس میں مائنڈ کرنے نہ کرنے کی کیا بات ہے۔ بات تو ثواب کی ہے مجھے تو بس اتنا افسوس ہے کہ آج تم ثواب سے محروم رہ جاؤ گے۔ اگر تم تھوڑا سا وقت تراویح کے لیے نکال لو تو یہ بہت اچھا ہوگا۔ کیا ہم اپنے اللہ کے لیے تھوڑی سی قربانی نہیں دے سکتے اور اللہ سبحانہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق روزہ صرف اسی کے لیے ہے اور وہی اس کا اجر دے گا۔ تو اگر صرف ایک اس ماہ میں ذرا سا صبر اور سختی برداشت کرنے کے بدلے ہمیں ڈھیر سارا اجر و ثواب سمیٹنے کا موقع مل رہا ہے تو ہم اسے ضائع کیوں کریں؟" فرحان کی اس بات پر سرمد کچھ نہ بول پایا بس زبردستی مسکرا دیا۔

"اب میں چلتا ہوں بعد میں بات کریں گے دیر ہو رہی ہے۔" فرحان نے جواباً مسکراتے ہوئے سر پر ٹوپی پہنی اور اٹھ کر کمرے سے باہر نکل گیا اسی اثناء میں فون کی گھنٹی بجی۔

"ہیلو سرمد! از ہیئر!" سرمد نے ریسیور اٹھا کر کہا۔

"اوہو بادشاہو! آپ ہیں ادھر۔ میں تو سمجھا آپ بڑے آدمی ہوگئے ہیں یار سچ بتانا تیرے اسلام آباد والے کزن نے کیا جادو کر دیا ہے تم پر نا ایس ایم ایس آ رہے ہیں نا Yahoo پر اسٹیٹس آن ہے اور فیس بک پر بھی کسی میسج کا جواب نہیں دے رہا۔ یار تو تو پرانے دوستوں کو بھول گیا ہے قسم سے۔" حماد حسب عادت نان اسٹاپ شروع ہوگیا تو سرمد کو اسے ٹوکنا پڑا۔

"تیری بک بک ختم ہوگئی ہو تو میں بولوں پھر"

"ہاں شہزادے ارشاد تے حکم۔" حماد کی ترنگ میں تھا جب کہ سرمد کا موڈ بگڑا ہوا تھا۔

"مت پوچھو یار! میں کس عذاب میں مبتلا ہوں۔ میرا وہ کزن فرحان! پورا مولوی ہے خیر داڑھی والا مولوی نا! ٹی وی نہ دیکھو چیٹنگ نہ کرو ایس ایم ایس میں وقت برباد نہ کرو۔ موصوف کو تبلیغ کے علاوہ کوئی دوسرا کام ہی نہیں۔ آج بڑی مشکل سے آفس کے کام کا بہانہ کر کے جان چھڑائی ہے۔ یہ تو مارکیٹنگ کی جاب کے ساتھ روزے پھر مروت کے مارے پوری بیس رکعات تراویح بھی پڑھنی پڑتی ہے۔"

"تو یار آج آ رہا ہے ناں تو آ جا میرے گھر شطرنج کی بازی کھیلیں گے۔ فریش ہو جائے گا۔ ایاز اور ناصر بھی یہیں ہیں۔ وہ بھی یہی شکوہ کر رہے ہیں کہ تو بالکل بھول گیا ہے ہمیں۔"

"ارے نہیں یار! دوستوں کو بھول سکتا ہوں بس پندرہ منٹ میں پہنچتا ہوں۔" سرمد نے فون بند کر کے واش روم کا رخ کیا اور عقبی دروازے کے پیچھے کھڑی کنول سوچنے لگی۔

"انسان انسان کو نہیں بھولتا اپنے رب کو بھول جاتا ہے۔"

❁ ❁ ❁

"فرحان یار! کل اتوار ہے اسی لیے میں یہ سی ڈیز لے آیا ہوں یہ تو ایکشن مووی ہے مریم اور کنول کو پسند نہیں آئے گی رات میں لگائیں گے یہ بہت فیملی مووی ہے۔" سرمد نے سی ڈی پلیئر آن کرتے ہوئے کہا۔

"سرمد! تم یہ سی ڈیز کیوں لائے ہو؟" فرحان نے پوچھا۔



**ریشم**

قارئین السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ جی فرمائیے کیسے ہیں آپ سب لوگ؟ [illegible] خوش نظر آ رہے ہیں۔ اچھا جی میں آپ کو اپنا تعارف کرواتی ہوں۔ میرا نام [illegible] میری تاریخ پیدائش 5 اگست 1991ء ہے میری تعلیم انٹر ہے۔ ہم چار بہن بھائی ہیں [illegible] سب سے چھوٹا بھائی 7th کلاس کا اسٹوڈنٹ ہے لیکن بہت شرارتی ہے۔ ہماری کاسٹ [illegible] ہے۔ [illegible] شہر [illegible] عباس میں رہائش پذیر ہیں۔ خدا اور رسول کی ذات پر بھروسہ [illegible] مانگتی ہوں۔ جو پوری حسن کائنات کا مالک ہے۔ [illegible] اپنے والدین اور بھائی بہنوں سے بہت محبت کرتی ہوں۔ میری پسندیدہ ڈش [illegible] قورمہ [illegible] گوشت اور بریانی ہے۔ میٹھے میں شیر خورمہ اور گاجر کا حلوہ بہت پسند ہے۔ پھلوں میں کینو، انگور اور انار بہت پسند ہیں اور پسندیدہ کلر [illegible] وائٹ ہے۔ ڈریس میں [illegible] چوڑی دار پاجامہ [illegible] پسند ہے [illegible] میں صرف شلوار قمیص اور لمبا دوپٹہ [illegible] کے ساتھ [illegible] ہوں۔ کبھی کبھی [illegible] کے ساتھ ہی میں بہت خوش مزاج اور حساس ہوں۔ [illegible] اپنی تعریف [illegible] (اپنے منہ میاں مٹھو) [illegible] آپ کو [illegible] اندازہ ہو جائے گا کہ میں کیسی ہوں۔ مجھے غصہ بالکل بھی نہیں آتا ہے تھوڑے سے وقت کے لیے۔ غصے میں کوئی بات ہو تو مجھے ہنسی آ جاتی ہے [illegible] میری دوست بھی بہت ساری ہیں سب کے ساتھ خوب ہنسی مذاق اور خوب [illegible] فوزیہ عرشیہ خزینہ معافی، تسنیم، فرزانہ اس کے علاوہ اور بھی بہت ساری دوست ہیں جن کے نام نہیں لکھے۔ سب کے ساتھ یکساں رویہ رکھتی ہوں۔ بہنوں کے ساتھ بھی بہت [illegible] ہوں۔ دوستوں کی طرح [illegible] شیئر کرتی ہیں۔ [illegible] کے ساتھ ساتھ تنہائی پسند بھی ہوں۔ 26 نومبر 2010ء میری شادی صوبہ سندھ کے شہر حیدرآباد میں ہوئی ایک نئی زندگی کا آغاز ہوا۔ آنچل تو میں شادی سے پہلے بھی [illegible] لیکن اتنا حوصلہ نہیں بڑھا کہ میں بھی آنچل کی ایک [illegible] لیکن اب [illegible] قدم اور قلم دونوں کو [illegible] آنچل کی رائٹرز کے بارے میں خطوط [illegible] میرا نام بھی آنچل کے خوب صورت اور پیارے [illegible] اب آتی ہوں آنچل رائٹرز کی تعریف کی طرف کہ آنچل کا ہر صفحہ بہت خوب صورت الفاظ کے ساتھ [illegible] تمام قارئین اور تمام رائٹرز کی تعریف کرنا چاہوں گی جو [illegible] لکھتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہمت اور طاقت دے [illegible] اچھے الفاظ کے ساتھ آنچل کو سجاتی رہیں۔ میں آپ کے لئے دعا گو رہوں گی کہ اللہ ہمیں اپنے حفظ و امان میں رکھے آمین۔

"دیکھنے کے لیے یار! کل چھٹی ہے ویسے تو [illegible] دن میں روزہ سو کر گزارتا ہوں مگر تم ہو تو سوچا فلم انجوائے کریں تم جلدی پڑھ [illegible] ہو جائے گا۔"

"سوری سرمد! میں اور تم موویز نہیں دیکھیں گے [illegible] میں چاہتا ہوں کہ تم لوگ بھی اس خرافات سے دور رہو۔ روزہ کا وقت عبادت کر کے گزارو، ویسے بھی عام دنوں میں تمہیں تلاوت کا وقت نہیں ملتا تو چھٹی کا صحیح فائدہ اٹھاؤ دوست۔" فرحان ناصحانہ انداز میں کہہ کر چلا گیا اور سرمد کا موڈ ایک بار پھر بحث آف ہو گیا۔

❁ ❁ ❁

"کنول! مجھے شاپنگ کرنی ہے چلو گی؟" مریم نے سپارہ پڑھتی کنول سے پوچھا تو اس نے ہاتھ کے...

اشارے سے چند ثانیے خاموش رہنے کے لیے کہا پھر بیت ختم کر کے اس کی جانب متوجہ ہوگئی۔

"ہاں ضرور ویسے کون سے شاپنگ سینٹر جا رہی ہو؟ میں نے تو کراچی کے بازاروں کے نام بہت سن رکھے ہیں' طارق روڈ' زمزمہ' پارک ٹاور' کلفٹن' جوبلی مارکیٹ' جامع کلاتھ اور جانے کون سے مینا اور مینا بازار۔"

"واہ بھئی بڑی معلومات کر رکھی ہیں' بے فکر رہو میں تمہیں سارے بازار دکھاؤں گی کیونکہ میں خود رمضان میں سارے شاپنگ سینٹر گھومتی ہوں۔ نیک فیشن اور ورائٹی کا پتا چلتا ہے' دوسرے عید سیزن میں ونڈو شاپنگ اور بازار کی رونق دیکھنے کا اپنا ہی الگ مزہ ہے۔" مریم بہت خوش تھی' آج اس نے کنول میں پہلی بار لڑکیوں والی کوئی بات محسوس کی تھی ورنہ اسے لگتا تھا کہ وہ کوئی تلاوت و قرأت سکھانے والی استانی ہے جو سپارہ پڑھانے کے ساتھ ساتھ بچوں کو دینی تعلیم بھی دیتی ہے۔

"ہاں یہ تو ہے' میں مگر اصل تیاری عید سے قبل شعبان میں کر چکی ہوں ورنہ ٹیلرز اور دکان داروں کے نخروں سے نمٹنے کے لیے بہت انرجی ویسٹ کرنا پڑتی ہے۔ اچھا ہم لوگ شام میں چلیں گے تاکہ ذرا تمہارے شہر کے فوڈ اسٹریٹس کے ذائقے بھی تو چکھ سکیں۔" کنول کی دلچسپی اور شوق دیکھ کر مریم کا موڈ بھی خوش گوار ہوگیا تھا۔

"آف کورس' ڈیئر کزن! میں نے دھوپ اور حبس میں اپنی کمپلیکشن خراب نہیں کرنا۔"

"ہاں... ہاں بالکل' پارلر سے اتنے مہنگے فیشل کرانے کا کیا فائدہ پھر عید والے دن جلے ہوئے چہرے کے ساتھ گھومنا پڑے گا۔" کنول نے کہا تو مریم خوش دلی سے مسکرا دی۔

"اچھا سنو! عصر کا وقت ہونے والا ہے پھر افطاری کی تیاری میں لگ جائیں گے تو سپارہ ادھورا رہ جائے گا۔ نصف پارہ رہ گیا ہے' اجازت ہو تو جلدی سے ختم کروں پھر افطاری کے بعد دو عید و فیشن میگزین بھی لے کر بیٹھیں گے۔" کنول نے وال کلاک پر نظر ڈالتے ہوئے کہا تو مریم خجل سی ہوگئی۔

"کیسی باتیں کر رہی ہو کنول' قرآن پاک کے سلسلے میں مجھ سے اجازت لے کر مجھے شرمندہ مت کرو پلیز۔" اس کی شرمندگی پر کنول نے اس کی خجالت مٹاتے ہوئے وضاحت کی۔

"ڈیئر' میرا یہ کوئی مقصد نہیں تھا' بس ویسے ہی برائے بات کہہ دی تھی۔ ہم بہنیں باتوں میں مگن ہوگئی تھیں تو مجھے خیال آیا کہ کہیں ہم لیٹ نہ ہو جائیں اور خالہ بے چاری کو افطاری نہ بنانا پڑ جائے۔ آج تو ویسے بھی تمہارا اور سرمد بھائی کا روزہ ہوگا۔"

"نہیں جناب! چھٹی نہیں بھی ہوتی تو بھی روزہ ہوتا کیونکہ مجھے اپنی پیاری کزن کی ناراضی سے ڈر لگنے لگا ہے۔" مریم آج کنول سے خوب گھل مل گئی تھی تو چھیڑ چھاڑ کر گئی مگر کنول اس کی بات سن کر یک دم سنجیدہ ہوگئی۔ اس نے توبہ کرتے کانوں کو ہاتھ لگایا۔

"معاذ اللہ مریم! تم میرے لیے روزہ رکھتی ہو۔ میں تمہیں کیا دوں گی؟ تم مجھ سے ڈر رہی ہو مجھ سے تم کیا پاؤ گی؟ میری ناراضی یا رضا مندی تمہیں کیا دے گی؟ ڈیئر سسٹر! جب تم ایک اچھا کام کر رہی ہو تو اپنی نیت کو بھی تو خالص رکھو' روزہ اس کے لیے رکھو جو تمہیں اس کا اجر دے گا۔ ڈرو اس سے' جس سے ہمیں ڈرنا چاہیے تاکہ ہم ہر دنیاوی خوف سے آزاد ہو جائیں۔ پروا کرو تو اس کی ناراضی کی جس کی



رب ہے کائنات کا محو لمحہ ہے اگر میں کسی کو لغزش سے بچا سکتی ہوں تو کیا مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ تم تو خود بچپن سے پیارے دل کی مالک ہو' تم کسی انسان کو دکھ پہنچانے کی کوشش نہیں کرو گی اگر تم تیر کی جاتی ہو۔ یقین جانو میں تمہیں خود سے کم تر یا کم علم نہیں جانتی' میں بھی بس محبت اور فرض نبھا رہی تھی۔ اگر تمہیں میری کسی بات سے دکھ یا تکلیف پہنچی ہو تو میں اس کے لیے معذرت خواہ ہوں۔" کنول اس کے جھکے ہوئے چہرے کو دیکھ کر پریشان ہو رہی تھی اور مریم جو اس کے بارے میں ذرا دیر پہلے یہ سوچ رہی تھی کہ "لو پھر شروع ہوگیا ان کا وعظ" کنول کے آخری جملوں پر چونک اٹھی۔

"نہیں کنول! مجھے اور شرمندہ مت کرو۔ اللہ نے مجھے گمراہی سے بچانے کے لیے تمہیں ایک فرشتہ بنا کر بھیجا اور میں نادان تمہاری پُرخلوص کاوش اور دوستی کو پہچان نہ سکی۔ میرا وعدہ ہے کہ میں آج سے پوری کوشش کروں گی کہ میرا ہر عمل قرآن و سنت کی روشنی اور احکامات کے مطابق ہو' تم بھی یہی دعا کرنا کہ اللہ مجھے ثابت قدم رکھے۔"

کنول نے مریم کے ہاتھ تھام لیے۔ یہی سوچ کر کہ شاید اب وقت آیا ہے' آج مریم نے اس کی باتوں کو سنجیدگی سے سنا تھا۔

❀ ❀ ❀

"ارے فرحان! یہ تم اتنی ساری سی ڈیز کہاں سے لے کر آئے ہو؟" سرمد صوفے پر بیٹھا کوئی میگزین پڑھ رہا تھا' دروازہ کھلنے کی آواز پر اس کی جانب نگاہ کی تو فرحان کے ہاتھ میں چار پانچ سی ڈیز دیکھ کر حیران سا رہ گیا۔

"بازار سے لے کر آیا ہوں' اب تم جلدی سے ذرا ڈی وی ڈی سیٹ کرو پھر دونوں مل کر دیکھیں گے۔ اب کچھ دن کا تو ساتھ ہے پھر میں چلا جاؤں گا۔ سوچا تمہارے ساتھ وقت گزارنے کا اس سے اچھا طریقہ کوئی نہیں ہے۔"

فرحان بات مکمل کر کے ٹی وی لاؤنج کی جانب بڑھ گیا تو سرمد بھی اس کے پیچھے چلا آیا۔ اس کی حیرانی عروج پر تھی جب کہ فرحان اتنا ہی بے نیاز اور نارمل تھا۔

"کہیں میں کوئی خواب تو نہیں دیکھ رہا۔ میرے

معروف و ہر دلعزیز مصنفہ
راحت وفا
کا نیا ناول
ایک تھی فیناں
نرم و نازک جذبات و احساس پر مبنی تحریر
خوب صورت طباعت و جلد سازی کے ساتھ شائع ہوگیا ہے
علم و عرفان پبلشرز لاہور

حیال میں جناب خود بھی اپنی ایکٹنگ سے تنگ آ گئے ہیں۔ رعب جھاڑنے کے لیے بھرم دکھا رہے تھے۔ ڈھونگ رچا رہے تھے مووی بنے کا۔ میں بھی تو جھانسے میں نہیں آیا۔ آخر لے ہی آئے قلمیں۔" سرمد مسلسل سوچے جا رہا تھا۔ فرحان نے نئی وی اسکرین آن دیکھی تو کیس میں سے سی ڈی نکال کر پلیئر میں لگا دی۔

"چلو Play کرو۔"

"نام تو بتا دو بھئی! بھائی سے کیسا سسپنس!" سرمد نے آنکھ دباتے ہوئے صوفے سے ٹیک لگا دی۔

"تم خود ہی دیکھ لو۔" فرحان نے بھی فلور کشن سنبھال لیا۔

"سی ڈی آن ہوئی اور اسپیکر کے ذریعے آواز کمرے میں پھیلنے لگی۔

"ہم اپنے سفر کا آغاز وہیں سے کریں گے جہاں سے اس زمین کے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام نے شروعات کی۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں آدم علیہ السلام کو اتارا گیا۔" سی ڈی آگے بڑھ رہی تھی۔ "یہ وہ مقام ہے جہاں حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی نے قیام کیا تھا یہ کوہ طور ہے جہاں موسیٰ علیہ السلام اپنے رب سے ہم کلام ہوتے تھے۔" سی ڈی چل رہی تھی اور ساتھ ساتھ سرمد کے دل و دماغ میں بھی کچھ چل رہا تھا۔ کیا؟ یہ سوال خود سے پوچھنے کی اسے فرصت نہیں تھی، وہ بالکل محو ہو چکا تھا۔

سی ڈی ختم ہوئی تو اس نے خود ہی Rewind کا بٹن دبا دیا۔ آخرکار فرحان نے ہی اس جمود کو توڑا۔

"کیسی لگی سی ڈی؟"

"یہ تمہیں کہاں سے ملی؟ مجھے تو آج تک ایسی کوئی چیز نہیں ملی۔" سرمد نے خالی خالی نظروں سے سوال کیا۔

"وہیں سے جہاں سے تم سی ڈیز خریدتے ہو مگر شاید وہاں بنے ہوئے اسلامی سی ڈیز کے شیلف کی جانب تم گئے ہی نہیں کیونکہ تمہیں اس کی تلاش ہی نہیں تھی۔ منزل پر پہنچنے کے لیے راستے پر تو چلنا پڑتا ہے اور راہوں میں پتھروں کے ساتھ ساتھ سرسبز گھاس بھی بچھی ہوتی ہے۔"

فرحان نے متانت سے کہا تو سرمد اٹھ کر اس کے گلے لگ گیا، اس کی آنکھوں کے گوشے نم ہو گئے اور وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"تم میرے خیر خواہ بنے' روشنی اور جگنوؤں کو ہمراہ لیے میرے اردگرد رہے مگر میں آنکھیں ہوتے ہوئے بھی اندھا بن گیا مگر شاید جو شے تم مجھے دکھانا چاہتے تھے اس کے لیے آنکھوں کی روشنی نہیں روحانیت کی بصیرت کی ضرورت ہوتی ہے۔"

"بس میرے بھائی! صبح کا بھولا اگر شام کو گھر لوٹ آئے تو اسے بھولا نہیں کہتے۔" فرحان کے ہاتھوں نے مضبوطی سے سرمد کی پشت کو تھام لیا، سرمد کے دل میں ٹھنڈک اتر گئی۔

❁ ❁ ❁

"کنول بیٹی! ادھر آؤ۔" کنول نماز پڑھ کر اٹھی تو امی نے اسے کمرے میں بلا لیا۔

"جی خالہ! کہیے کوئی کام ہے؟"

"نہیں بیٹا! بس تمہیں پاس بٹھا کر باتیں کرنے کو دل کر رہا تھا۔" امی نے کنول کے ماتھے پر پیار کیا تو وہ مسکرا دی۔ اسی اثنا میں شاپنگ پر جانے کے لیے تیار فرحان' سرمد اور مریم بھی ادھر ہی چلے آئے جو کنول کا انتظار کر رہے تھے۔

"دونوں خالہ بھانجی چھپ چھپ کر کیا راز و نیاز



**عائشہ مریم**

اکتوبر کے ابتدائی ایام تھے تپا دینے والی گرمیاں سے اختتام پر تھیں میں یعنی عائشہ جعفرت نے ... اکتوبر 1992ء کو ضلع ... میں پیدا ہوئی۔ ... کا مزاج تھوڑا سا گرم ضرور ہے لیکن ہے بہت پیارا۔ ہم ... بہن بھائی ہیں میں چھٹے نمبر پر ہوں۔ میری برائیوں اور اچھائیوں کو آپ رہنے ہی دیں اب اپنے منہ سے کیا بولوں بہرحال میں غصے کی بہت تیز ہوں۔ میری بہترین دوست ... ماموں زاد ... ہیں۔ جو عمر میں مجھ سے کافی چھوٹی ہیں ... دوستی عمر دیکھ کر تو نہیں کی جاتی۔ میرے نزدیک خوب صورت رشتہ ... والدین کا ... میرا فیورٹ کلر وائٹ پنک بلیو گرین اور باقی سب کلر فیورٹ ہیں۔ خوشبو ... کھانے میں سب پسند ہیں ... سبزیاں اور دہی کے بغیر کھانے کا مزہ ہی نہیں آتا۔ چاکلیٹ تو ٹی وی پر دیکھ کر ہی منہ میں پانی آ جاتا ہے فروٹ بھی سب پسند ہیں۔ میٹھے اور چائے کے بغیر گزارہ ہی نہیں ہوتا۔ میری آئیڈیل خاتون حضرت بی بی عائشہ ہیں۔ رائٹرز میں عمیرہ احمد، نمرہ احمد، ام مریم ... رحمت اور عفت سحر پسند ہیں ... کا ناول ... پسند ہے۔ گانے سننا اچھا نہیں لگتا۔ ڈراموں میں ہم سفر پیارا ... کہانی اور آج کل ... شوق سے دیکھتی ہوں ... فواد خان اور ہیروئنز میں ماہرہ خان ... علی ... اداکارہ ایشوریہ ... اور آج کل دپیکا ... لگتی ہیں۔ مجھے کوکنگ اور ... بہت پسند ہیں۔ فیورٹ ... مس عائشہ، مس ساجدہ ... مس جمیلہ اور مس بشریٰ ہیں۔ آخر میں تمام ... اور لڑکیوں سے درخواست ہے پلیز ضرور ... گھر سے باہر نکلیں تو حجاب لے کر پردے کے ساتھ نکلا کریں کیونکہ ہمارے مذہب نے حیا کی خاص تاکید کی ہے حدیث مبارکہ ہے کہ "تم حیا نہ کرو تو جو چاہے کرو۔" اس لیے پلیز مغرب کے پیچھے دوڑنا چھوڑ دیں کیونکہ ہمارا اسلام ہی سب سے مکمل خالص اور بہترین دین ہے اور صبر اور شکر کا ساتھ ہرگز نہ چھوڑیں اسی کے ساتھ میں اجازت چاہوں گی خدا حافظ۔

کر رہی ہیں۔ ہمیں بھی تو پتا چلے۔" مریم بھی ان کے پاس جا بیٹھی۔

"اچھا ہوا تم لوگ بھی آ گئے! کل چاند رات ہے، آپا اور بھائی بھی صبح پہنچ جائیں گے۔ کنول اور فرحان میرے بچو! تم دونوں نے اس خاص مہینے کو میرے گھر اور اس کے مکینوں کے لیے خاص الخاص بنا دیا۔ میں چاہتی ہوں تم دونوں کو اپنے گھر کا بھی خاص فرد بنا لوں۔ تم لوگوں کو کوئی اعتراض تو نہیں۔ میں نے مریم اور سرمد سے تو پوچھ لیا ہے اگر تم دونوں کی رضا مندی ہو تو بڑوں میں بات بڑھائی جائے۔" امی نے دونوں کو محبت بھری نظروں سے دیکھا تو ان کی توقع کے عین مطابق دونوں نے احترام اور ثبات میں سر جھکا دیے اور امی نے دونوں کے دمکتے چہروں کو دیکھ کر دعا کی۔

"یا اللہ! اس نور سے میرے گھر میں ہمیشہ اجالا رکھنا۔"

"آمین!" چاروں نے مسکرا کر با آواز بلند کہا۔

❁

**تصحیح**

ناول "بانٹنے چلو پیار" شمارہ ستمبر میں شائع ہوا تھا۔ اس پر غلطی سے طلعت آغاز کا نام لکھا گیا تھا جبکہ اس ناول کی مصنفہ طلعت نظامی ہیں۔ ادارہ اس سہو کے لیے مس طلعت نظامی سے معذرت خواہ ہے۔

# لاوا

عائشہ خان

کھلتے لبوں کو بے اختیار دیکھتے ہیں
حسرت سے رونقِ بازار دیکھتے ہیں
مثالِ بھوک و پیاس سے بلکتے انسان
مہنگائی کا خنجر دل کے آر پار دیکھتے ہیں

"یا اللہ خیر" بادلوں کی زوردار گڑگڑاہٹ پر بے اختیار انیسہ کے منہ سے نکلا تھا۔ اپنے بدرنگ دوپٹے کے ساتھ ہاتھوں کو پونچھتی وہ تیزی سے بیگم صاحبہ کی جانب بڑھی تھی۔

"لی بی جی میں جاؤں۔" اس کے لہجے میں بے تابی تھی۔

بیگم درانی نے اپنی سلکی ساڑھی کا ہوا میں سرکتا پلو بڑی نزاکت سے کندھے پر اٹھاتے ہوئے تیکھی چتون اور نخوت بھری نگاہوں سے دیکھا تو انیسہ لب چباتی ہوئی ہاتھ مسلنے لگی تھی۔ لیکن جونہی بیگم درانی کچھ کہے بغیر اندر کی طرف جانے لگیں اس کے بدن میں جیسے بجلی سی بھر گئی۔ تھکے ہوئے جسم میں ہمت و حوصلہ عود کر آیا تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے اس نے بے تابی سے انہیں پکارا۔

"بیگم صاحبہ جی میرا چھوٹا بیٹا اکیلا گھر میں ہے باقی بچے محلے کے گھر گئے ہیں بارش کی وجہ سے آ نہیں سکے۔ مجھے اب چھٹی دے دیں جی بادل گرج رہے ہیں میرا بچہ ڈر رہا ہوگا۔" اس نے بے حد لجاجت سے کہا تھا۔

اس سے پہلے کہ بیگم صاحبہ کچھ کہتیں اندر سے ان



چھوٹی بی بی چیختی ہوئی برآمد ہوئی تھی۔ اس کے ہاتھ میں قوس قزح کے رنگوں سے سجا اپنا دوپٹہ تھا اور قہر آلود نگاہیں انیسہ پر۔

"ممی اس سے پوچھیں یہ کیا کیا ہے اس منحوس نے" دوپٹہ کھول کر ان کے سامنے لہراتے ہوئے وہ بے حد چلا رہی تھی اور انیسہ کا دل جیسے دھک سے رہ گیا۔ دوپٹے کے عین وسط میں سالن کے بڑے بڑے دھبے اس کا منہ چڑا رہے تھے۔

"چھوٹی بی بی میں نے تو دوپٹہ بالکل ٹھیک استری کیا تھا جی پتا نہیں یہ سب" کانپتے ہوئے اس نے اپنی صفائی دینے کی کوشش کی مگر اس کی کون سن رہا تھا۔

بیٹی اس وقت مارکیٹ سے نیا سوٹ لینے کے لیے شور مچا رہی تھی اور ماں انیسہ کو بے نقط سنا رہی تھی۔ انیسہ نے بے بسی و بے چارگی کے گہرے احساس کے ساتھ آسمان کی جانب دیکھا۔ گہرے سیاہ بادل گھر گھر کر آ رہے تھے اور بارش بس کسی پل برسنے کو تھی۔

اس کا دل چاہ رہا تھا کہ اڑ کر گھر پہنچ جائے لیکن غربت نے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دی تھیں فاقوں کے خوف نے زبان کو قفل لگا دیا تھا۔ جانتی تھی کہ ذرا سی چوں چراں کی تو وہ فوراً فارغ کرکے گھر بھیج دی جائے گی۔

ایسی ہی بد دماغ تھیں وہ..... اسی لیے تو کوئی نوکر یہاں ایک یا زیادہ سے زیادہ چند ماہ ان کے پاس ٹکتا نہیں تھا۔ یہ تو انیسہ کی مجبوریاں تھیں جو ہر روز بے عزتی برداشت کر کے بھی ذلت سہہ کر بھی دوسرے دن پھر موجود ہوتی تھی۔

شوہر کی ناگہانی موت کے بعد چار بچوں کا پیٹ پالنے کے لیے اسے دن رات کولہو کے بیل کی طرح جتے رہنا پڑتا تھا۔ مشقت کے ساتھ ساتھ ذرا ذرا سی بات پر ڈانٹ ڈپٹ اور گالی گلوچ کی ذلت بھی برداشت کرنا پڑتی تھی لیکن تنخواہ وقت پر اور ٹھیک ملتی

تھی پھر گھر گھر چکر لگانے اور مختلف لوگوں کی چاکری کرنے کے بجائے ایک ہی جگہ ٹکے رہنا اسے زیادہ مناسب لگتا تھا۔

اس وقت اس کی ہمت جواب دینے لگی تھی جب بہت خوب صورت اور بے حد عظیم نظر آنے والی بیگم درانی انتہائی بدزبانی پر اتر آتی تھیں ایسے میں ان کی ساری خوب صورتی اور تمام تر شان دھری رہ جاتی تھی۔ اپنے کانوں سے سننے اور دیکھنے والا بھی حیران سا دیکھتا رہ جاتا تھا۔ اسے فوراً یقین نہیں آتا تھا کہ یہ آواز بیگم درانی ہی کے خوب صورت لبوں سے نکل رہی ہے۔

"ممی..... دفع کریں اس روتی شکل کو..... آپ مجھے بتائیں میں اب کیا پہنوں" انیسہ نے بے تاثر آنکھوں سے بے حد دلکش سراپے کی مالک چھوٹی بی بی کو دیکھا تھا۔ سچ کہا ہے کسی نے کہ جیسی ماں ویسی بیٹی ہوتی ہے..... وہ بھی تو آخر بیگم درانی کی بیٹی تھی۔

"وہ اسکائی بلیو"

"اوہ نو ممی ہرگز نہیں پنکی وردینا کے ڈریس دیکھے ہیں آپ نے بس ممی مجھے بھی ڈریس پہننا ہے۔" اس نے ان کی بات کاٹتے ہوئے کہا تھا۔

"یہی ڈریس تو ٹھیک ہے اسے دوسرا فٹ ہو کر پہن کر دے تی" انہوں نے حل پیش کیا تھا۔

"اوہو ممی آپ بھی کمال کرتی ہیں" گل خان کو بلائیں میں یہ ابھی نیا سوٹ لوں گی بوتیک سے۔"

انیسہ نے چھوٹی بی بی کے پگل پن پر حیران ہوتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ بیگم درانی کو بھی بیٹی کی بات پسند نہیں آئی تھی۔ چلو اس کے دو دھوپ کی وجہ سے وہ پیسے ہی سوٹ پر خرچ کر کے رہے تیار نہیں تھیں۔ جب سے انیسہ کو دوپٹہ دھونے کا آرڈر دیا تھا بیٹی کو ساتھ لے کے

ہوئے بجھ سے گئی تھیں۔

انیسہ صبح سے چاق و چوبند اپنے کاموں میں جتی ہوئی تھی۔ جلد از جلد فارغ ہونے کی جوش سے اس کے کمزور جسم میں جیسے بجلی سی بھر دی تھی۔ خالی پیٹ ہونے کے باوجود کچن سے اٹھتی انواع و اقسام کے کھانوں کی خوشبوئیں بھی اس کا دھیان اپنی طرف لگانے میں ناکام رہی تھیں۔ اس پر تو بس ایک ہی دھن سوار تھی۔

جلدی سے فارغ ہوکر اپنے بچے کے پاس پہنچنے کی دھن۔

مگر اپنا سارا کام ختم کرنے کے بعد اپنے چھوٹے بچے کے گھر کیا، ہونے کی دہائی دینے کے بعد بھی جب سے چھٹی ملنے کے کوئی آثار دکھائی نہ دیے تو وہ بری طرح پریشان ہوگئی تھی۔ چونکہ بیگم صاحبہ نے بچوں کو ساتھ لانے سے سختی سے منع کر رکھا تھا اس لیے وہ بیٹے کو گھر چھوڑ کر آتی تھی مگر جیسے جیسے ٹائم گزر رہا تھا عجیب عجیب وہم اور خدشے اس کا دل دہلائے دے رہے تھے۔

ایک کے بعد نکلتے دوسرے کام پر اس کا دل چاہتا تھا سب کاموں پر لعنت بھیج کر اپنی نوکری پر لات مارے اور گھر چلی جائے مگر اس کی طرح اس کے دل کی بھی کیا اوقات تھی۔

پریشانی، بے بسی اور بے چارگی کے احساس سے مغلوب اس کا دل بھر بھر آرہا تھا۔ شدید تھکن سے جسم بالکل نڈھال ہو رہا تھا۔ خالی پیٹ سے عجیب گڑگڑ کی آوازیں آرہی تھیں۔ بمشکل اپنے بے جان ہوتے وجود کو گھسیٹتے ہوئے وہ اپنا پرس ہاتھ میں تھامے وائش روم کی جانب بڑھی تھی۔ پھر یکدم کوئی خیال آنے پر واپس مڑی تھی۔

میلے سے بدرنگ کپڑے میں بندھا ہوا سالن اور نان اٹھائے تھے اور کسی متاع حیات کی طرح سینے سے چمٹائے تیز تیز قدم اٹھاتی وائش روم کی جانب چلی گئی تھی۔

کھانا ایک طرف رکھتے ہوئے بیٹے کی بھوک اور بیٹے کے احساس نے اس کا دل مٹھی میں لے لیا اور آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ گرنے لگے تھے۔

گل خان جو سے دو تین مرتبہ چھٹی سے بیگم صاحبہ کی منت سماجت کرتے دیکھ چکا تھا اس کے پیچھے آیا تھا اور اب بے بسی اور دکھ سے دیکھ رہا تھا۔

''بہن، ہمت کرو تم کہو تو ہم تمہارے بیٹے کو لے آئے۔'' انیسہ نے چونک کر سر اٹھایا اور نفی میں سر ہلاتے ہوئے پھر جھکا لیا تھا۔

وہ بے چارہ تو بھی چند دن پہلے یہاں ڈرائیور لگا تھا وہ بھی مہینوں نوکری کی تلاش میں مارا مارا پھرنے کے بعد۔ وہ بھلا کیوں اسے مشکل میں ڈالتی۔

''بہن لگتا ہے صبح سے تم نے کچھ نہیں کھایا پہلے کھانا کھالو پھر کام کرنا۔'' اس نے ہمدردی سے اسے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

''میرا بچہ گھر میں بھوکا ہے خان بھائی میں کیسے کھانا کھالوں۔'' اس کے سسکتے ہوئے بین، بے چارگی نے گل خان کو تڑپا کر رکھ دیا تھا مگر وہ بھی انیسہ کی طرح مجبور تھا۔ کچھ بھی تو نہیں کرسکتا تھا اور بے بسی و بے چارگی کا یہ احساس اسے غربت سے نفرت پر اکسا رہا تھا۔

ابھی بادل زور سے گرجے تھے اور انیسہ کا دل دہل اٹھا تھا۔ سینے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے اس نے ڈری سہمی نگاہوں سے آسمان کی جانب دیکھا تھا جو یوں برس رہا تھا جیسے دوبارہ کبھی نہیں برسے گا۔

اس کے اندر بھی ایک بے چینی و بے کلی سی خوف کا روپ دھار رہا تھا۔ چھوٹی بی بی کے ساتھ اپنے دل کو تسلی دینے کی کوشش کرتے ہوئے اسے لگا تھا جیسے اس کے ہاتھوں میں جان نہیں تھی۔



وہ جانے گا وہ کس قدر سست اور کام چور ہو گئی تھی۔ ''تم سے ایک دوپٹہ نہیں ...'' استری کے کانپتے لبوں اور بھیگی آنکھوں کو دیکھتے ہوئے حسن تو گیا تھا یا کوئی اور بات تھی کہ وہ مزید ملامت کا خیال ترک کرتی سر جھٹک کر اندر چلی گئی تھی۔

چہرہ خراب تھا وہ پریشان ہوگئی۔

''اب کیا کروں...'' اس نے پریشانی سے سوچا تھا۔

بادل پھر گرجے تھے دوپٹہ اس کے ہاتھوں سے چھوٹ کر جا گرا تھا۔ پورا وجود بری طرح کانپ گیا تھا۔ جیسے کسی گہرے پاتال میں ڈوب رہا تھا۔ دوپٹہ وہیں زمین پہ چھوڑ کر وہ بمشکل بے لرزتے کانپتے وجود کو سنبھالتے کھانے کی پوٹلی سینے سے لگائے باہر کی جانب بڑھی تھی۔

ڈرائنگ روم سے آتی تیز میوزک ہنسی اور قہقہوں کی آوازوں نے اس کے ڈوبتے دل پر یوں ضرب لگائی تھی کہ ایک لمحے کو اسے دیوار کا سہارا لینا پڑا تھا۔

وسیع و عریض پورچ سے گیٹ تک قطار میں کھڑی گاڑیوں کے درمیان سے گزرتی وہ گیٹ پر پہنچی تھی جب پیچھے سے گل خان نے اسے پکارا تھا۔

''بس منٹ رکو بہن... ہم تم کو چھوڑ دے گا۔'' خوفزدہ نگاہوں سے اندر کی جانب دیکھا تھا۔ ''ادھر چھوٹی بی بی کا ایک فرینڈ کو لینے اس طرف جانا ہے، تم ایک منٹ رکو گاڑی لاتا ہے۔'' گل خان نے کہا تھا اور جلد از جلد اپنے بچے کے پاس پہنچنے کی خواہش نے انیسہ کو ہراساں و خوف سے بھر دیا تھا۔

''عجیب ہوتا ہے یہ امیر لوگ بھی... آدھا گھنٹہ سب بعد اس طوفانی بارش میں یہ کہاں پکنک منانے جا رہا...'' انیسہ کے منع کرنے کے باوجود گاڑی اس کی جانب موڑتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ مگر انیسہ اس کی بات کہاں سن رہی تھی۔ اس کی پھٹی پھٹی نگاہیں تو اپنے گھر کے دروازے پر جمع لوگوں پر تھیں۔

اس پر نگاہ پڑتے ہی لوگ لپک کر اس جانب بڑھے تھے۔ وہ بمشکل اپنے لڑکھڑاتے وجود کو سنبھالے گاڑی سے اتری تھی۔

کھانے کی پوٹلی جو اس نے بیٹے کے لیے کہ سالن خراب تو نہیں ہوگیا ابھی کھولی تھی اور پھر سے مضبوطی سے پکڑ رکھی تھی۔

''انیسہ... انیسہ... تیرا بچہ...'' ایک عورت روتے ہوئے اس کے گلے آلگی تھی۔

''ک... کک... کیا ہوا میرے بچے کو...'' اپنی تمام تر توانائی صرف کرتے ہوئے بمشکل لڑکھڑاتی آواز میں یہ لفظ انیسہ کے منہ سے نکلے تھے۔

''تو... توبہ... کیسی بے حس اور ظالم ماں ہے اکیلے بچے کو اندر بند کر گئی۔''

''بیچارہ بھوک سے بلک بلک کے دانے... ڈھونڈنے کی کوشش میں خود بھی...''

''نن... نہیں...'' ایک دلدوز چیخ انیسہ کے لبوں سے نکلی تھی اور وہ چکرا کر زمین پر جا پڑی تھی۔

پلاسٹک کے پرانے برتن سے سالن ایک طرف جا گرا تھا اور روٹیاں دوسری طرف... خالی جھولی کا ایک سا دہ انیسہ کی مٹھی میں دبا ہوا تھا۔ گل خان کی آنکھیں اس روح فرسا منظر کو دیکھتے ہوئے لہو رنگ ہوتی تھیں۔ اس کے کانوں میں بیگم صاحبہ سے چھٹی مانگتی انیسہ کی التجی آواز گونج رہی تھی اور جلتی آنکھیں دور پانی پر تیرتے نان اور سالن والے خالی برتن پر تھیں۔

# وہ ہم سفر تھا

سیدہ ماریہ شاہ

وہ ہم سفر تھا مگر اس سے ہمنوائی نہ تھی
وہ دھوپ چھاؤں کا عالم رہا جدائی نہ تھی
عداوتیں تھیں، تغافل تھا، رنجشیں تھیں مگر
بچھڑنے والے میں سب کچھ تھا بے وفائی نہ تھی

وہ سیڑھیوں پر گھٹنوں میں سر دیے بیٹھی تھی۔ جب کھٹکے کی آواز پر سر اٹھا کر دیکھا تو وہ سامنے کھڑا تھا۔

"تم ابھی تک جاگ رہی ہو۔" دل کو خوش فہمی سی ہوئی تھی لیکن اگلے ہی لمحے!

"اس وقت تک جاگ کر کس بات کا سوگ منا رہی ہو۔" انتہائی تنفر سے کہہ کر وہ اندر کی طرف چل دیا اور وہ تنا بھی نہ کہہ سکی "اس وقت تک جاگ کر" صرف اسی کا انتظار کر رہی ہے۔

کھانا گرم کر کے وہ ٹرے میں رکھ کر جب کمرے میں آئی تو وہ سو چکا تھا کتنے ہی لمحے وہ ہاتھ میں کھانے کی ٹرے پکڑے کھڑی اسے دیکھتی رہی کہ اس کے دل نے کتنی شدت سے اسے ایسے ہی دیکھتے رہنے کی خواہش کی تھی۔ وہ کھانے کی ٹرے کچن میں رکھ کر دوبارہ کمرے میں آگئی تھی۔ وہاں بیٹھ رہتے ہی لمحے وہ اپنے حنائی ہاتھوں کو دیکھتی رہی کہ جب آنسو آنکھوں سے پھسل کر اس کے ہاتھوں پر گرنے لگے تھے

"احسن رضا" کے ساتھ اس کی شادی کو بھی صرف ایک ماہ ہی ہوا تھا اور اس ایک ماہ میں اس کے پاس کوئی ایک بھی لمحہ ایسا نہیں تھا جو اس کے لیے کوئی خوشگوار تاثر رکھتا۔

نہ جانے رات کا کون سا پہر تھا جب وہ کمرے میں آئی بستر پر لیٹ کر مختلف سوچوں میں گم جانے کب نیند کی دیوی



... مہربان ہوئی تھی

❤ ✤ ❤

صبح اس کی آنکھ احسن رضا کی چنگھاڑ پر کھلی تھی۔ مشکل تمام اس نے اپنی آنکھیں کھولی تھیں۔ سر تھا کہ درد سے پھٹا جا رہا تھا وہ شاید اپنی شرٹ ڈھونڈ رہا تھا۔ بہت مشکل سے شرٹ ڈھونڈ کر اسے دی تھی اور کچن میں ناشتا بنانے چلی گئی تھی۔

ناشتا کروانے کے بعد برتن سمیٹ کر وہ کچن میں ہی تھی کہ گاڑی کا ہارن سنائی دیا اور ابھی وہ آرام کرنے کا سوچ ہی رہی تھی کہ بیرونی گیٹ کی گھنٹی بجی تھی۔ گیٹ کھولا تو ماں جان تھیں۔ انہیں دیکھ کر تو اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ بہت گرم جوشی سے ان سے لپٹ گئی۔ لاؤنج میں بٹھایا اور چند باتوں کے بعد وہ ان کے لیے چائے بنانے چلی گئی تھی۔ چائے پینے کے بعد انہیں آرام کرنے کا کہہ کر وہ لنچ کی تیاری میں جت گئی۔ اسے پتا ہی نہ چلا کہ کب ماں جان آ کر اس کے پاس کھڑی ہوئیں۔

"ارے ماں جان آپ کب آئیں مجھے پتا ہی نہ چلا۔" چونک کر ماں جان پر نظر پڑتے ہی اس نے کہا۔

"دیکھ رہی ہوں بہت کمزور ہوگئی ہو تم خوش تو ہو نا۔" چونک کر ماں جان نے پوچھا۔

"ارے میں بہت خوش ہوں آپ یونہی پریشان ہو رہی ہیں اور ویسے بھی اب میں نے ڈائٹ شروع کردی ہے نا اسی لیے آپ کو کمزور لگ رہی ہوں۔" انہیں مطمئن کرنے کے لیے اس نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں اور کام بھی تو سارا خود کرتی ہو نا کیوں نہیں احسن سے کہہ کر کوئی کام کرنے والی رکھ لو۔"

"ارے نہیں تو انہوں نے بھی کہا تھا لیکن میں نے ہی منع کیا ہے ویسے بھی سارا دن گھر میں اکیلی ہوتی ہوں۔ گھر کا کام کر کے تو وقت کا پتا ہی نہیں چلتا۔" سلاد کاٹتے ہوئے اس نے ہلکے پھلکے لہجے میں کہا۔

"اچھا کھانا تیار ہو گیا ہے آپ بیٹھیں میں کھانا لگاتی ہوں۔" اور پھر کھانے کے دوران ہی اس نے سب حویلی



والوں کے بارے میں پوچھا تھا۔

"سب ٹھیک ہیں تجھے یاد کرتے ہیں۔ تو بھی تو یہاں آ کر سب کو جیسے بھول ہی گئی۔ شادی کے بعد ایک بار بھی ادھر کا چکر نہیں لگایا۔" انہوں نے ناراضگی سے کہا۔

"آؤں گی حویلی میرا بھی بہت دل کر رہا ہے ان سب سے ملنے کے لیے۔"

"ہاں کیوں نہیں! سوچ رہی ہوں تجھے ساتھ ہی لے جاؤں۔" ماں جان نے نوالہ لیتے ہوئے کہا تھا۔

"ہاں میں بھی یہی چاہ رہی ہوں احسن آ جائیں تو ان سے پوچھ لوں گی۔" اس نے کہا اور سوچ رہی تھی کہ وہ احسن سے کیسے بات کرے گی۔

❤ ✤ ❤

"وہ میں، وہ میں آپ سے... وہ میں آپ سے کوئی بات کرنا چاہتی تھی۔" ہاتھوں کی انگلیاں مروڑتے ہوئے اس نے کہا تھا۔

"ہوں کیا کہنا ہے جلدی سے کہو۔" اس نے مصروف سے انداز میں فائل پر جھکے ہوئے کہا۔

"وہ اماں جان آئی ہیں تو میں نے سوچا حویلی کا چکر لگا آؤں۔" جیسے تیسے کر کے اس نے بات مکمل کی تھی اور اب اس کے جواب کا انتظار کر رہی تھی۔

"ہاں تو چلی جاؤ نا اچھا ہے میں بھی کچھ دن آرام سے گزار لوں گا۔" نا گواری اس کے لہجے سے صاف جھلک رہی تھی

مارے ہتک کے اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔

"اب یہاں آنسو کیوں بہا رہی ہو نکلو یہاں سے" نہایت کڑے لہجے میں اس نے کہا تھا اور وہ دوپٹہ منہ پر رکھے بھاگتی ہوئی کمرے سے نکل گئی۔

"جاہل عورت۔" نہایت تنفر سے کہہ کر اس نے سر جھٹکا اور پھر اپنے کام میں مصروف ہو گیا تھا۔

❤ ✤ ❤

اگلے دن وہ ماں جان کے ساتھ حویلی جا رہی تھی۔ وہ

بہت خوش تھی۔ آج کتنے دنوں کے بعد حویلی جا رہی تھی۔ حویلی میں آ کر سب اپنوں سے مل کر اسے بہت خوشی محسوس ہوئی تھی۔ اس کی سہیلیاں اس وقت اس کے کمرے میں بیٹھی اس سے چھیڑ چھاڑ کر رہی تھیں۔ جب ماں سب کے لیے فروٹ کاٹ کر لے آئیں۔

"ارے میری بیٹی کو تو تم سب تنگ کر رہی ہو۔" ماں جان نے مسکرا کر کہا۔

"ارے خالہ دیکھو نا تمثال تو ہم سے کوئی بات ہی نہیں کر رہی۔ شادی کے بعد تو اسے جیسے چپ ہی لگ گئی ہے۔" شبو نے جلدی سے کہا۔

"اور نہیں تو کیا شادی سے پہلے تو اس نے پورے گاؤں کو سر پر اٹھا رکھا تھا اور اب دیکھو محترمہ سیدھے منہ بات تک کرنا پسند نہیں کرتیں۔" مینا نے بھی تائید کی۔

"ارے نہیں شادی کے بعد ہر لڑکی ایسے ہی سنجیدہ ہو جاتی ہے۔" اماں جان نے بیٹی کی طرف دیکھ کر کہا تھا۔

"ارے اب اسکی بھی کیا سنجیدگی" شبو نے منہ بنا کر کہا۔

"اچھا بھی نہیں ہوتی میں سنجیدہ چلو اٹھو آج پورا گاؤں گھومتے ہیں۔" وہ ان کے ہنسی مذاق میں شامل ہوگئی۔ پورے گاؤں کی سیر کرنے کے بعد اور ہنسی مذاق میں کب شام ہوئی پتا ہی نہ چلا۔

گھر واپس آ کر مغرب کی نماز پڑھی اور سب ماں کے کمرے میں چلی آئی تھی۔ اماں بھی جائے نماز پر بیٹھی کچھ ورد کر رہی تھیں۔ وہ وہیں بیٹھ کر ان کا انتظار کرنے لگی۔ جائے نماز تہہ کر کے وہ اس کے پاس آ کر بیٹھ گئیں تو وہ ہوتے ہوئے اس کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔

"سدا ہی خوش رہا کرو۔" انہوں نے بیٹی کی کھلی کھلی صورت دیکھ کر کہا تھا جسے وہ ہولے سے مسکرا دی۔

"ماں بابا کب تک آتے ہیں۔" اچانک کچھ یاد آنے پر اس نے پوچھا تھا۔

"ہاں آتے ہی ہوں گے آج کچھ زیادہ ہی دیر کر دی۔" ماں نے بھی فکر مندی سے کہا۔

تب ہی ماجان کمرے میں آ گئے۔ سب سے پہلے ان کی نظر اس پر پڑی تھی۔ وہ دیکھتے ہوئے جان سے لپٹ گئی۔

"ارے میرا بچہ آیا ہے کیسی ہے تو۔" ماجان نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا تھا۔

"بالکل ٹھیک آپ سنائیں آپ کیسے ہیں۔" اس نے بھی پوچھا تھا۔

"اب میری جان آ گئی ہے نا تو میں بھی بالکل ٹھیک ہو جاؤں گا۔" ماجان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اچھا اچھا ہو گیا اب یہ ملنا ملانا چلو کھانا لگ گیا ہے کھانا کھاتے ہیں۔" اماں جان نے کہا۔

"ہاں ہاں چلو اب تو بھوک بھی لگ رہی ہے اور اب انتظار نہیں ہو رہا۔" بابا نے کہا۔

کھانا کھانے کے بعد کچھ دیر ماں سے باتیں کرنے کے بعد وہ کمرے میں آ گئی بستر پر لیٹتے ہی حسن رضا کا خیال ذہن میں در آیا۔

"جانے اس وقت کیا کر رہے ہوں گے۔ شاید سو گئے ہوں یا ہو سکتا ہے کام کر رہے ہوں آفس کا۔" دانستہ یا نادانستہ وہ اسے یاد کر رہی تھی۔ بہت سی یادیں تھیں جو کسی طرح اس کی آنکھوں میں چلی آئی تھیں۔

♥ ✤ ♥

"اماں دیکھیں نا وہ شبو بھی تنگ کرنے آ گئی۔" یہاں وہاں چکر کاٹتے ہوئے وہ پریشانی سے بولی۔

"ارے آ جائے گی وہ بیٹھ جا اب تو بھی کیوں خوامخواہ چکر بنی ہوئی ہے۔" ماں نے اسے کس طرح پریشان سے ٹہلتے ہوئے دیکھ کر کہا۔

"اب آپ ہی بتائیں پتا نہیں کہ جوڑا کس شاپ میں ہے۔ اس طرح تو (شبو کی بڑی بہن) نے کہا بھی تھا کہ کپڑے مجھے وقت پر مل جانے چاہئیں۔" اس نے منہ بنا کر کہا۔

"ارے بیٹی تمثال تیرے کپڑے سل گئے۔" چونکہ شہر اور ہوٹل میں بے حد مصروف سی ہیں...



بیچ وہ سب مختلف رنگوں کے کپڑے دیکھ رہی تھی۔

"اب بس بھی کرو بھی ہمیشہ ہی چلتی رہیں تو ہو جائے گی دیر۔" ماں نے کہا۔ "اچھا ایسا کرو تو شبو کے ساتھ جانا ہے چلتی ہوں۔" ماں یہ کہہ کر باہر کی طرف چلی گئی تھیں۔

"آپ چلیں اماں ہم بس آتے ہیں۔" شبو بولی۔

کچھ ہی دیر بعد وہ تیار ہو کر باہر آ گئی۔ فیروزی کلر کی لانگ شرٹ اور وائٹ کلر کے ٹراؤزر اور دوپٹے میں وہ معصوم سا حسن نظر لگ جانے کی حد تک خوبصورت لگ رہی تھی۔

"شبو تو رک میں ذرا کچن سے پانی پی کر آتی ہوں۔ پھر دونوں ساتھ ہی چلتے ہیں۔" اپنے بڑے سے دوپٹے کو سنبھالتے وہ کچن میں آ گئی تھی کہ کسی سے بری طرح ٹکرا کر پوری لرز کر رہ گئی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ گرتی بازو میں ہوئی کسی نے فوراً اسے اپنی بانہوں میں تھام لیا تھا۔ بند آنکھیں اس نے آہستہ سے کھولیں تھیں۔ سامنے ان بانہوں میں گیا تھا کہ حسن رضا کو دیکھ کر اس کا دل بری طرح سے دھڑکا تھا۔ پہلے تو کبھی اسے دیکھ کر ایسا احساس نہیں ہوا تھا۔ پھر اب کیا ہوا تھا جو وہ نظریں ہٹانا بھول گئی تھی اور جو جنبش تھی تو صرف یہ کاش یہ لمحے امر ہو جائیں اور وہ یونہی اسے دیکھتی رہتی مگر اس لمحے اس نے جھٹکے کے ساتھ اسے چھوڑ دیا تھا کہ وہ دوبارہ گرتے گرتے بچی تھی۔

"دیکھ کر نہیں چل سکتیں تم؟ ابھی ہٹ کر جاتیں۔" بہت روکھے پن سے اس نے کہا تھا۔ لیکن اسے کچھ سنائی کہاں دے رہا تھا وہ تو بس اس کے ہلتے ہوئے ہونٹوں کو غور سے دیکھ رہی تھی۔

"تمثال تجھے چلنا بھی ہے کہ نہیں؟" دروازے تک کھڑی شبو ذرا بگڑی تھی اور اسے بازو سے پکڑ کر تقریباً گھسیٹتے ہوئے اپنے ساتھ لے گئی۔

شادی میں بھی اس کا سارا دھیان احسن رضا کی طرف لگا رہا۔

"ارے تمثال کہاں کھوئی۔ میں کیا کہہ رہی ہوں۔ دیکھیں یہ مہندی تو دیکھیں۔" دوسری لڑکیوں کو مہندی لگاتے لگاتے شبو کا بس بھی چلا تھا۔

وہ ان کے ساتھ چل دی اور مہندی لگوا کر فارغ ہوئی ہی تھی کہ ماں اسے کہیں سے ڈھونڈتے ہوئے آ گئیں۔

"چل تمثال گھر چل کافی دیر ہو گئی ہے۔" اماں نے فکر مندی سے کہا۔

"ہاں چلیں ماں مجھے بھی اب نیند آ رہی ہے۔" بوجھل ہوتی پلکوں کو مشکل سے وہ کھولے ہوئے تھی۔

"اچھا شبو میں چلتی ہوں۔" شبو سے مل کر وہ اماں کے ساتھ چلی آئی۔

بستر پر لیٹ کر جو آنکھیں کھلنے سے انکاری تھیں۔ اب نیند ان سے کوسوں دور تھی۔ بس ایک ہی چہرہ تھا جو بار بار آنکھوں کے سامنے آ رہا تھا۔ اس بات سے بے خبر کہ یہ محبت ہی ہے جو اسے ہو گئی ہے۔

♥ ✤ ♥

رضا اور سکندر حسن دونوں بھائی تھے۔ دونوں ایک دوسرے پر جان تک نچھاور کر دینے کو تیار رہتے تھے۔ شادی بھی دونوں کی ایک ہی دن ہوئی۔ شادی کے ایک سال بعد ہی رضا حسن کی گود میں احسن رضا آ گیا۔ سب کی آنکھوں کا تارا تھا وہ۔ ان کی حویلی خوشیوں سے بھر پور تھی جانے کس کی نظر لگ گئی کہ ایک دن رضا حسن اور ان کی بیگم کا ایکسیڈنٹ میں انتقال ہو گیا۔ سکندر حسن تو جیسے ٹوٹ کر رہ گئے۔ لیکن جب ننھی سی گڑیا سی پری، تمثال سکندر ان کی گود میں آئی تو سارے غم بھلا بیٹھے اب ان کی توجہ اور پیار کا مرکز وہ ہی تھی۔

وقت گزرتا گیا اور کب ان دونوں نے جوانی میں قدم رکھا، پتا ہی نہ چلا۔

تمثال سکندر انتہائی کھلنڈری طبیعت کی مالک جبکہ اس کے برعکس احسن رضا انتہائی کم گو اور بہت غصے والا تھا۔ چونکہ تمثال کے دل پر کب اس نے قبضہ جما لیا اس کا احساس تو اسے خود بھی نہ ہوا۔ ہر گزرتے دن کے ساتھ احسن رضا کا سحر اس پر مزید بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ کسی خطرے سے بے خوف ہو کر۔

♥ ✤ ♥

"انشال کے ابا میں کہہ رہی ہوں کہ اب ہمیں انشال کی شادی کردینی چاہیے کوئی اچھا لڑکا گر ہو تو آپ کی نظر میں تو بتائیں نا مجھے۔" ماں نے فکرمندی سے کہا۔

"ہاں کہہ تو تم ٹھیک رہی ہو اور جہاں تک لڑکے کی بات ہے تو وہ اپنے گھر میں موجود ہے۔ بس ذرا دونوں کی مرضی پوچھ لیتے ہیں۔" ماجیاں کا اشارہ احسن رضا کی طرف تھا۔

"ارے ہاں میرا دھیان تو اس طرف گیا ہی نہیں اور اس میں مرضی کی کیا ضرورت ہے۔ ماں باپ اولاد کے دشمن تھوڑی ہوتے ہیں اور ویسے بھی میرے دونوں بچے بہت ہی فرمانبردار ہیں۔ ہم جو بھی فیصلہ کریں گے وہ بنا چوں و چرا مان جائیں گے۔" ان کے لہجے میں بہت فخر تھا۔

"ارے نہیں بیگم اب وہ زمانہ نہیں رہا۔ آج کے دور میں بچوں کی مرضی جاننا بہت ضروری ہے۔" انہوں نے متانت سے سمجھایا تھا۔

انشال کی تو جیسے مراد بر آئی تھی۔ ماں کے پوچھنے پر اس نے شرماتے لجاتے ہاں کردی تھی اور پھر احسن رضا کے ہاں کرنے کی دیر تھی۔ پھر تو جیسے چٹ منگنی پٹ بیاہ والا معاملہ ہوگیا تھا۔ شادی کے بعد بیاہ کر احسن رضا انشال کو شہر میں لے آیا۔ اس وقت وہ گلابوں سے سجائے گئے کمرے میں بیٹھی اس کا انتظار کررہی تھی۔ گھڑی رات کے دو بجا رہی تھی اور وہ اس وقت تک کمرے میں نہیں آیا تھا۔ رات گئے وہ کمرے میں آیا تھا اس نے فوراً سے گھونگھٹ گرا لیا تھا۔ لیکن وہ تو اسے مکمل طور پر نظرانداز کیے واش روم میں گھس گیا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ شاور لے کر واش روم سے نکلا تھا۔

"دلہن بننے کا شوق پورا کرلیا ہو تو محترمہ اب مجھے بھی آرام کرنے دیں اور خود بھی آرام کریں۔" اس نے نہایت نخوت سے کہا تھا اور انشال سکندر وہ تو سکتے کے عالم میں اسے دیکھ رہی تھی۔ سارے خواب ایک ایک کرکے چکنا چور ہوئے تھے اور آنکھوں میں تو جیسے کسی نے مرچیں بھردی تھیں۔ آنسو تھے کہ رکنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے

اس نے کچھ دیر اس کا انتظار کیا اور پھر بازو سے پکڑ کر اسے بیڈ سے اتارا تھا

"آپ نے گھر میں سب کے ساتھ بھی سلوک کرنا تھا تو شادی کرتے انکار کردیتے ایک پل بھی زندگی برباد نہ ہوتی میری بھی۔" اس نے چیخ کر کہا۔

"تڑاخ!" تھپڑ تھا یا دور تک اس کے چودہ طبق روشن ہوگئے تھے وہ بے یقینی کے عالم میں منہ پر ہاتھ رکھے اس کے ساتھ سے دیکھ رہی تھی۔

"بکواس بند کرو اپنی اور جتنا کہا ہے اتنا ہی کرو۔" انتہائی اشتعال میں کہہ کر وہ بیڈ پر سر تک کمبل اوڑھ کر لیٹ گیا۔

اور اس کی وہ رات روتے ہوئے گزری تھی اور پھر تو گزرتے دن کے ساتھ اسے احساس ہوگیا تھا کہ وہ تکلیف اس کی زندگی میں رچ بس گئی ہے۔ جو بھی تھا اس نے اس کے ساتھ سمجھوتا کرلیا تھا جیسے بھی تھی زندگی تو اب ایسے ہی گزرنی تھی۔ ہاں اس ایک ماہ میں یہ تبدیلی ہوئی کہ انشال سکندر بہت بدل گئی تھی۔ سرتاپا اس نے خود کو احسن کی پسند کے مطابق ڈھال لیا تھا۔ بہت کم گو اور خود میں گم کھوئی سی وہ پہلے والی انشال سکندر تو ہرگز نہ تھی جو سب سے ہمیشہ اپنی بات منوانا جانتی تھی۔ اب خود بخود ہی چپ تھی۔ شاید اس لیے کہ وہ جان گئی تھی اس کے بے بس زندگی سے نکلنا اتنا بھی مشکل امر نہیں تھا جو کہ تھا لیکن پھر بھی اس میں وہ اسی طرح موجود تھا یا اور بات تھی کہ اس نے حساب کرنا چھوڑ دیا تھا۔ قسمت اس کے لیے کیا فیصلہ لیے ہوئے تھی یہ تو وہ خود بھی نہیں جانتی تھی۔

♥ ❖ ♥

"ارے انشال اٹھ جا باہر احسن تجھے بیٹا آواز دے رہا ہے تیرا انتظار کررہا ہے" اماں نے اسے کہا تھا اور وہ کچھ دیر آرام کرنے کا سوچ رہی تھی۔ اسپرنگ کی طرح بیڈ سے اچھلی تھی۔ آج اسے یہاں آئے ہوئے پانچواں دن تھا۔

"کیا کہا آپ نے ماں! احسن آئے ہیں اور وہ بھی مجھے لینے۔" وہ بے یقینی سے ماں کو دیکھ رہی تھی۔

"بیٹا اس میں تعجب کی کیا بات ہے تجھے لینے وہ نہیں آسکتا۔" ماں نے جب اس سے پوچھا

"ارے نہیں نہیں میں تو کہہ رہی تھی کہ ابھی میرے تو



رہنے کا ارادہ تھا اس لیے" وہ نا چاہتے ہوئے بھی اٹھ گئی۔ ماں کو کہیں کوئی شک نہ ہوجائے۔

"اچھا چل جلدی کر تیار ہوجا۔ میں ناشتا تیار کرتی ہوں۔ ہوسکے تو ناشتا کرکے جانا۔" اور وہ اچھا کہہ کر بیڈ سے اتر گئی تھی۔

تیار ہوکر وہ ٹیبل پر آگئی جہاں سب لوگ پہلے ہی ناشتا کررہے تھے۔ خاموشی کے ساتھ ناشتہ کیا گیا۔ ناشتا کرنے کے بعد وہ ماں اور ابا سے مل کر اس کے ساتھ گھر واپس آگئی تھی۔ سارا راستہ دونوں نے خاموشی سے کاٹا تھا۔ وہ اسے گھر چھوڑ کر خود آفس چلا گیا تھا۔

گھر میں داخل ہوتے ہی اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئی تھیں۔ گھر کا جو حال تھا اللہ کی پناہ۔ گھر اور کچن کی صفائی ستھرائی میں ہی کافی ٹائم لگ گیا اور اس وقت پیٹ میں چوہے مارے جو دوڑ رہے تھے۔ جیسے تیسے کرکے کھانا تیار کیا اور کھانا کھاتے ہی وہ گھوڑے بیچ کر سوئی تھی۔ آنکھ شور سے کھلی۔

"کب سے جگا رہا ہوں اٹھ کیوں نہیں رہی تھی۔ اٹھو جلدی سے اور کھانا تیار کرو میرے کچھ دوست آرہے ہیں اور ان کو کوئی گڑبڑ نہیں ہونی چاہیے۔" آرڈر دے کر وہ وہاں سے باہر نکل گیا اور اس نے جلدی سے واش روم میں گھس کر تین چھپاکے منہ پر مارے اور کھانا تیار کرنے لگی۔ تین گھنٹوں میں اس نے سارا کھانا تیار کرلیا تھا۔ ڈرائنگ روم سے باتیں کرنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ شاید اس کے فرینڈز آچکے تھے۔ جلدی سے کمرے میں آکر الماری سے اچھا سا سوٹ نکال کر پہنا اور پھر ٹیبل پر سارا کھانا لگا کر وہ اس کے دوستوں کو بلانے ڈرائنگ روم میں چلی آئی۔

"السلام علیکم!" ڈرائنگ روم میں داخل ہوکر اس نے سب کو مشترکہ سلام کیا۔

"وعلیکم السلام اگر میں غلط نہیں ہوں تو میرے خیال سے آپ انشال بھابی ہیں۔" اس کے دوستوں میں سے ایک بولا۔

"جی۔" اس نے مسکرا کر مختصر سا جواب دیا۔

"ویسے احسن نے تو مجھے امید ہے کہ آپ سے ہمارا تعارف نہیں کروانا میں خود ہی کروا لیتا ہوں۔ میرا نام فہد ہے اور ہم ایک ہی آفس میں کام کرتے ہیں۔" اس نے اپنا تعارف کروا کر فرداً فرداً سب کا تعارف کروا دیا تھا۔

"آپ کیا کرتی ہیں انشال جی۔" فہد نے انشال سے پوچھا تھا۔

"کچھ خاص نہیں بس گھر کے کام۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"اب کھانا کھا لیں کہ باتوں سے ہی پیٹ بھرنے کا ارادہ ہے۔" احسن رضا نے کہا۔

"ہاں بھئی چلو بہت بھوک لگ رہی ہے۔" فہد نے بھی اس کی تائید کی۔

کھانے کے بعد چائے کا دور چلا تھا۔ وہ چائے سرو کررہی تھی کہ نہ جانے کب اس کے ہاتھ سے کپ گر گیا تھا کچھ چائے احسن رضا کے ہاتھ پر بھی چھلک گئی۔

"جاہل عورت یہ کیا کردیا اجڈ گنوار" درد کی شدت سے اس نے کراہ کر کہا۔

"میں... میں ٹیوب لگاتی ہوں... آپ بیٹھیں نا۔" اس کے تو مانو ہاتھ پیر ہی پھول گئے تھے۔

"دفع ہوجاؤ یہاں سے ورنہ میرے سامنے آنے کی کوشش بھی مت کرنا کبھی تم ورنہ نتائج کی ذمہ دار تم خود ہوگی۔" اسے بازو سے پکڑ کر اس نے زور سے دھکا دیا تھا اور وہ گرتے گرتے بچی تھی۔

اس کے دوستوں کے سامنے اتنی عزت افزائی پر تو وہ زمین میں ہی گڑ گئی تھی۔ جی تو یہی چاہا تھا زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔ کمرے میں آکر وہ دیر تک روتی رہی تھی۔ وہ سب کچھ اس کی ہر چیز کا دھیان رکھتی تھی مگر یہ تھا کہ وہ منظر سے ہٹ گئی تھی۔ کبھی بھولے سے بھی وہ اس کے سامنے نہیں آئی تھی۔ رات کو وہ اس کے سونے کے بعد ہی کمرے میں جاتی تھی۔ اب بھی وہ سارا کچن صاف کرکے کمرے میں آئی تھی۔ دبے پاؤں چلتے ہوئے وہ بیڈ تک آئی تھی اور آرام سے بیٹھ گئی تھی۔ لیکن جانے کیسے

میں مخل نہ ہو۔

رات کا جانے کون سا پہر تھا جب کسی انجانے احساس سے اس کی آنکھ کھل گئی۔

احسن رضا کا ہاتھ اس کے بازو پر تھا جو کہ بہت تپ رہا تھا۔

اس نے پیشانی کو چھوا تو وہ بھی تپ رہی تھی۔ وہ جلدی سے اٹھی تھی اور ٹھنڈے پانی میں پٹیاں بھگو بھگو کر اس کی پیشانی پر رکھنے لگی۔ کچھ ہی دیر بعد بخار کچھ ہلکا ہوا تھا اور اب وہ سکون سے سو رہا تھا۔ ساری رات اس نے جاگتے ہی گزار دی تھی۔ صبح ہوتے ہی اس نے اس کے لیے ناشتا تیار کیا۔ ناشتا کروا کر اور گھر کا کام ختم کرنے کے بعد اس کے لیے یخنی تیار کر رہی تھی تاکہ یخنی دے کر وہ اسے دوا دے سکے۔ یخنی پلانے کے بعد وہ اسے دوا دے کر کمرے سے نکلنے لگی تھی جب اس نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس نے مڑ کر اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا تھا۔

"بیٹھو مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔" اس نے کہا۔

"جی.....!" اس نے بیٹھتے ہوئے آہستگی سے کہا۔

"دیکھو افشاں ہم دونوں نے سمجھوتہ کرنے کی بھرپور کوشش کی لیکن اب کوئی فیصلہ کر لینا چاہیے۔ یہ ہمارے والدین کا غلط فیصلہ تھا اور اب ہم دونوں کو ہی اسے سدھارنا ہے۔" جانے وہ کیا کہنا چاہتا تھا۔ وہ الجھی ہوئی نظروں سے اسے دیکھے گئی۔

"میں چاہتا ہوں کہ تم حویلی واپس چلی جاؤ اور چچا اور چچی کو سمجھاؤ۔ میرا یقین ہے کہ وہ تمہاری بات مان لیں گے۔" وہ بے تاثر چہرے کے ساتھ بیٹھی رہی۔

"آپ خود نہیں یہ بات کیوں نہیں سمجھ سکتے۔ آپ کی بھی تو ہر بات مان لیتے ہیں نا وہ۔" وہ جس کے الفاظ ہی اسے دیکھ کر دم توڑ جاتے تھے اب انتہائی خود اعتمادی سے بولی۔

"تم سمجھانے کی کوشش تو کرو تمہاری بات اور ہے اگر میں کہوں تو شاید بات اور بھی بگڑ جائے۔" اس نے تحمل سے سمجھانے کی کوشش کی۔

"ٹھیک ہے آپ مجھے چھوڑ آئیں حویلی۔" اور اس نے فیصلہ سنا دیا تھا۔

"کل آفس جاتے ہوئے تمہیں حویلی چھوڑ دوں گا اور طلاق کے پیپرز بھی تمہیں جلد ہی مل جائیں گے۔" اس نے نارمل سے انداز میں کہا تھا۔ جیسے یقین ہو کہ وہ مان جائے گی۔

اور اگلے دن وہ اسے حویلی چھوڑ آیا تھا۔ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔

♥ ✿ ♥

کیفے ٹیریا کے خنک ماحول میں وہ دونوں آمنے سامنے بیٹھے تھے۔

"احسن صاحب تو افشاں بھی حویلی چلی گئی۔ اب تو کسی فیصلے پر پہنچو۔ ممی مجھے کب سے فورس کر رہی ہیں کہ میں جلد از جلد شادی کر لوں۔" امبرینہ نے کافی کا سپ لیتے ہوئے کہا تھا۔

"ہاں کرتا ہوں کچھ۔ امبرینہ جہاں اتنا انتظار کر لیا ہے وہاں تھوڑا اور سہی۔ مجھے کچھ دن دو سوچنے کے لیے پلیز۔" اس نے مست بھرے انداز میں کہا۔

"اور کتنا سوچو گے احسن مجھے آج صاف صاف جواب دو ہاں یا نا۔" اس نے فیصلہ کن انداز میں پوچھا۔

"افشاں پلیز مجھے سمجھنے کی کوشش..." اس نے ابھی فقرہ ہی کیا تھا جب اس نے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا۔

"بس مجھے جو سننا تھا وہ سن لیا۔ اب میرے نام کے بجائے تمہاری زبان پر اسی کا نام ہے۔" اس نے استہزائیہ کہا۔

"اگر تمہیں اس سے محبت ہو بھی گئی تھی تو تم مجھے تو اتنے عرصہ دھوکے میں نہ رکھتے۔" اسے شاید افسوس ہوا۔

"تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں صرف تم سے محبت کرتا تھا اور کرتا ہوں۔" اس نے بے بسی سے دلیل دی تھی۔

"بس آج سے تمہارا راستہ الگ اور میرا الگ



خدا مجھ سے کسی بھی قسم کا رابطہ کرنے کی کوشش مت کرنا۔" وہ وہاں سے نکل گئی اور احسن رضا نے اپنا سر کرسی کی پشت گاہ پر ٹکا دیا تھا۔

گھر آ کر بھی وہ کتنی ہی دیر سوچتا رہا تھا۔ چائے کی شدید طلب پر اس نے افشاں کو آواز دی تھی مگر کچھ ہی دیر بعد سب کچھ یاد آنے پر اس نے سختی سے لب بھینچ لیے تھے۔ اب اکثر ہی ایسا ہوتا تھا کہ وہ جانے انجانے میں ہی سہی مگر اپنی ہر ضرورت کے لیے اس کو ہی آواز دیتا تھا۔

ہر جگہ وہی اسے نظر آتی تھی۔ کبھی اس کے لیے چائے بنا کر لاتی ہوئی تو کبھی کھانا۔ اسے اپنی ضرورت کی ہر چیز اپنی جگہ سے مل جاتی تھی مگر اب وہ نہیں تھی تو اب جیسے ہر چیز سے اوب گیا تھا۔ زندگی میں پہلی بار اسے اپنے کسی فیصلے پر سخت پچھتاوا ہوا تھا۔

♥ ✿ ♥

وہ ہم سفر تھا مگر اس سے ہمنوائی نہ تھی
وہ دھوپ چھاؤں کا عالم رہا جدائی نہ تھی
عداوتیں تھیں تغافل تھا رنجشیں تھیں مگر
بچھڑنے والے میں سب کچھ تھا بے وفائی نہ تھی

آج اسے حویلی میں آئے ہوئے ڈیڑھ مہینہ ہو گیا تھا۔ مگر وہ اب تک ماں کو کچھ بتانے کا حوصلہ نہ جتا پائی تھی۔ آج آخری روزہ تھا۔ احسان رضا کو تو وہ بڑے حوصلے سے کہہ آئی تھی کہ وہ اسے طلاق کے پیپرز بھجوا دے لیکن یہاں آ کر جیسے وہ اپنا چین و قرار وہیں احسن رضا کے پاس چھوڑ آئی تھی۔ کوئی ہلکے سے دستک دے کر کمرے میں داخل ہوا تھا۔ مقابل کو دیکھ کر تو وہ اس کے چہرے سے نظریں تک ہٹانا بھول گئی تھی۔

"السلام علیکم!" احسن رضا کی آواز پر وہ چونکی تھی۔

"وعلیکم السلام!" اس نے مختصر سا جواب دیا۔

"کیسی ہو؟" اسے اس حال تک پہنچانے والا بھی وہ خود تھا اور اب اس کی طبیعت پوچھ رہا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں اور آپ؟" کہنا کچھ اور چاہتی تھی اور کہہ کچھ اور گئی تھی۔

"تمہارے سامنے ہوں دیکھ لو۔" مسکرا کر کہتے ہوئے وہ اس کے ساتھ ہی صوفے پر بیٹھ گیا تھا اور ہلکے سے اس کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔

"افشاں پلیز مجھے معاف کر دو میں نے تمہارے ساتھ بہت غلط کیا ہے۔ تمہارے آنے کے بعد احساس ہوا کہ میں تمہارے بغیر بالکل ادھورا ہوں۔" وہ جذب کے عالم میں کہہ رہا تھا۔

"اچھا جی تو وہ جو آپ پیپرز بھجوانے والے تھے اس کا کیا ہوا۔"

اس کے منہ سے اظہار محبت سن کر تو وہ بالکل ہلکی ہو گئی تھی مگر اب اسے تنگ کر رہی تھی۔

"اب اس بارے میں کوئی بات نہیں کرنا وہ میری ایک بھول تھی جسے میں سدھارنا چاہتا ہوں۔" اس نے بہت بے قراری سے کہا۔

"اچھا عید کی شاپنگ کی یا نہیں۔" کچھ یاد آنے پر احسن نے پوچھا۔

"نہیں ابھی نہیں۔" اس نے کہا تھا۔

"اچھا تم جلدی سے تیار ہو جاؤ میں تمہیں ساتھ لے کر چلتا ہوں شاپنگ کروانے۔" وہ واش روم میں جانے لگی تھی جب اس نے اس کا بازو پکڑ لیا۔

"اب کیا ہے؟"

"افشاں! تمہارا بہت بہت شکریہ تم نے مجھے جینا سکھا دیا۔" جذباتی جذبے کے عالم میں کہہ کر اس نے اس کی پیشانی پر مہر محبت ثبت کی۔

اور اس نے سرشاری کے عالم میں اپنا سر اس کے کندھے پر ٹکا دیا تھا۔ یہ عید افشاں کے لیے اپنے سنگ بہت سی خوشیاں لے کر آئی تھی۔ اب آگے کی زندگی بہت سہل اور حسین تھی۔

# بھروسہ

عنبرین ولی

میں نے چاہا کوئی تحفہ دوں تجھ کو
میرے پاس تو وفاؤں کے سوا کچھ بھی نہیں
زندگی بھر نہ پڑے غم کا سایہ تجھ پر
میرے پاس تو دعاؤں کے سوا کچھ بھی نہیں

وہ چپ چاپ اپنے کمرے کی کھڑکی میں کھڑی تھی۔ کھلی کھڑکی سے تیز ہوا اور بارش کے بپھرے قطرے کمرے میں آ رہے تھے سخت سردیوں کا موسم تھا سردیوں کی بارش تو ویسے بھی خطرناک ہوتی ہے مگر عائلہ کو اس سے تو کیا کسی چیز سے فرق نہیں پڑ رہا تھا۔ یخ شوریدہ ہوا اس کے وجود کے آر پار ہو رہی تھی اور بارش کے برف سے ٹھنڈے قطرے اس کے وجود کو بھگونے کی کوشش کر رہے تھے۔ مگر اس قدر ٹھنڈا موسم بھی اسے کھڑکی سے ہٹنے پر مجبور نہ کر پا رہا تھا۔ اس سردی میں کھڑے ہو کر شاید وہ اپنے اندر کی گھٹن کو کم کرنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔

❁ ☆ ❁

عائلہ اپنے کمرے میں جب کہ حسان سکندر ٹی وی لاؤنج میں دنیا و مافیہا سے بے خبر اپنی سوچ میں گم تھے ذہن اس وقت ایک ہی نکتے پر سوچ رہا تھا مگر مختلف انداز سے۔ حسان کی نگاہ بے اختیار ہی شیشے کی دیوار سے ٹکرائی تو انہیں جیسے ہوش آیا۔ انہیں اب سمجھ آیا کہ اچانک سردی کی شدت میں اضافہ کیوں ہو گیا تھا۔ رات کے دس بج رہے تھے اور شام چھ بجے سے وہ لاؤنج میں اسی طرح بیٹھے تھے۔ لاؤنج کی تمام لائٹس آف کر کے انہوں نے اپنے کمرے کی جانب قدم بڑھا دیے۔ پریشانی میں وہ عائلہ کو ہی فراموش کر بیٹھے تھے حالانکہ اس تمام



پریشانی کی وجہ اس سے منسلک تھی۔ عائلہ کے بارے میں سوچتے ہوئے وہ کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئے۔ اندر کا منظر انہیں پریشان کرنے کے لیے کافی تھا عائلہ اب تک کھڑکی میں کھڑی تھی۔

"عائلہ! یہ کیا پاگل پن ہے؟" وہ گھبرا کر اس کے پاس آئے تھے مگر اس کے وجود میں کوئی حرکت نہ ہوئی تھی۔

"عائلہ پلیز! اس طرح تو تم بیمار پڑ جاؤ گی۔" وہ اسے کندھوں سے تھام کر صوفے پر بٹھا گئے تھے۔ کھڑکی بند کر کے وہ اس کی طرف پلٹے۔ "تم کپڑے تبدیل کرو تب تک میں آتا ہوں۔" حسان سکندر نے الماری سے اس کے کپڑے نکال کر اسے تھمائے اور اسے زبردستی واش روم میں دھکیلا۔ اس کے جانے کے بعد وہ نیچے آئے فریج سے کھانا نکال کر گرم کیا اور ٹرے سجا کر کمرے میں آ گئے۔ کمرے میں چھوٹی سی گول میز اور دو کرسیاں موجود تھیں۔ میز پر کھانا رکھ کر وہ عائلہ کا انتظار کرنے لگے۔ دس منٹ کے بعد عائلہ باتھ روم سے برآمد ہوئی۔

"کب سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں میں جلدی سے آؤ ورنہ کھانا ٹھنڈا ہو جائے گا۔" حسان خوش دلی سے بولے۔ مقصد صرف تناؤ کو کم کرنا تھا۔ وہ دھیرے دھیرے قدم اٹھاتی ہوئی اس کے قریب آئی اور اس کے کندھے پر سر رکھ کر رونے لگی حسان نے بھی اسے رونے دیا وہ چاہتے تھے سارا غبار آنسوؤں کی صورت بہہ جائے کافی دیر رونے کے بعد اس نے سر اٹھایا۔

"تم نے اپنا شغل پورا کر لیا؟ اب کھانا کھاؤ مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے۔" حسان نے پھر مسکرا کر کہا حالانکہ ان کا دل جانتا تھا کہ وہ کتنی دقت سے مسکرا رہے ہیں۔

"مجھے بالکل بھی بھوک نہیں ہے۔" عائلہ بھاری آواز میں بولی۔

"تمہیں نہیں ہوگی بھوک مگر مجھے تو بہت ہے اور تم جانتی ہو کہ مجھے کیسے کھانا کھانے کی عادت نہیں۔" حسان نے خفگی سے کہا اور نوالہ بنا کر زبردستی اس کے منہ میں ڈالا۔ دو تین نوالے کھانے کے بعد اس نے ہاتھ ختم کر دیا اور جا کر بیڈ پر لیٹ گئی۔ حسان نے سارے برتن اٹھائے اور کچن میں رکھنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ برتن رکھ کر اس نے دودھ گرم کیا اور لے آیا۔

"عائلہ! تم نے کھانا بھی نہیں کھایا اب پلیز میری خوشی کی خاطر تو دودھ پی لو۔" حسان اس کے قریب بیٹھتے ہوئے بولے عائلہ نے ان کی خاطر دودھ پی لیا۔ "عائلہ! تم بالکل بھی پریشان مت ہونا۔ خدا سب بہتر کرے گا اور کوئی نہ کوئی وسیلہ ضرور پیدا کرے گا۔ بس اللہ پر بھروسہ رکھو۔" وہ اسے دھیرے دھیرے سمجھا رہے تھے یا شاید اسے سمجھانے سے زیادہ وہ خود کو تسلی دے رہے تھے۔

❁ ☆ ❁

عائلہ اور حسان کی شادی بہت دھوم دھام سے انجام پائی تھی۔ عائلہ کا تعلق مڈل کلاس گھرانے سے تھا جب کہ حسان اپر مڈل کلاس سے تعلق رکھتے تھے۔ دونوں ایک ہی یونیورسٹی میں زیر تعلیم تھے۔ حسان کے دل میں عائلہ کی محبت کب پیدا ہوئی انہیں پتا ہی نہ چلا۔ عائلہ یونیورسٹی کے آزاد ماحول سے بہت خائف رہتی تھی یہی وجہ تھی کہ اس نے کسی بھی لڑکی سے دوستی نہیں کی تھی۔ عائلہ کو یہ سب پسند نہ تھا۔ اسے ان لڑکے لڑکیوں پر بھی تعجب ہوتا تھا جو محبت کے نام پر ایک دوسرے کو بے وقوف بنا رہے تھے۔ حسان کو عائلہ کے کردار نے بے حد متاثر کیا تھا اور وہ اسے پسند کرنے لگے تھے۔ یہ پسند کب محبت میں تبدیل ہوئی وہ حیران ہی تو رہ گئے تھے مگر وہ عائلہ کو جائز طریقے سے اپنانا چاہتے تھے۔ سو دیر کرنے کے بجائے انہوں نے اپنی والدہ سمیرا بیگم سے بات کی۔ ابتدائی معلومات کے حصول کے بعد وہ رشتہ لے جانے پر راضی ہو گئیں اور چند ماہ میں ہی عائلہ ان کے گھر میں دلہن بن کر آ گئی۔ عائلہ کے وجود نے اس گھر کو جنت بنا دیا تھا۔ اس کا سلیقہ، اس کی وفاشعاری اور تابعداری نے سمیرا بیگم کا دل بھی کچھ ہی دنوں میں جیت لیا تھا۔ عائلہ فطرتاً مذہب کے بہت قریب تھی جب کہ حسان اور سمیرا بیگم کو اس نے جمعے کی نماز کے علاوہ کوئی نماز ادا کرتے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اسے بہت دکھ ہوا تھا۔ عائلہ

ے دھیرے دھیرے نہایت احتیاط سے انہیں نماز کی اہمیت کے بارے میں احساس دلایا تھا کہ کہیں انہیں بُرا نہ لگ جائے اور غیر محسوس طریقے سے انہیں نماز پڑھنے کی طرف راغب کرتی رہتی تھی بالآخر دھیرے دھیرے ہی سہی عائلہ نے ان کی زندگیوں میں مذہب کی اہمیت کو اجاگر کردیا تھا۔ اس سال رمضان المبارک کے مہینے میں عائلہ کے ساتھ ساتھ حسان اور سمیرا بیگم نے بھی سارے روزے رکھے تھے اور عائلہ ان کی اس کامیابی پر بے حد خوش تھی اور خدا کا شکر ادا کرتے نہ تھکتی تھی۔ سمیرا بیگم جو سارا سارا دن گھر سے باہر گزارتی تھیں اب زیادہ وقت گھر میں ہی رہتیں اور عائلہ سے قرآن پاک مع تفسیر پڑھنے لگی تھیں۔

❀ ☆ ❀

آج ان کی شادی کی تیسری سالگرہ تھی۔ گزشتہ دونوں سال میں حسان کی خواہش پر کافی اہتمام کیا گیا تھا مگر اس بار عائلہ نے سختی سے منع کردیا تھا کہ وہ اس بار صرف اپنوں کے ہمراہ ہی سالگرہ منائے گی اور حسان فوراً مان گئے۔ آئس کیک اور کچھ لوازمات کی موجودگی میں سادگی سے ان کی شادی کی تیسری سالگرہ انجام پائی تھی۔ اس تقریب میں صرف عائلہ کا میکہ ہی مدعو تھا' انہوں کی موجودگی میں دونوں نے مل کر کیک کاٹا تھا' تقریب میں خوب ہی انجوائے کیا گیا' کھانا کھانے کے بعد عائلہ کی بھابی ثوبیہ اور اس کی بڑی بہن اس کے ہمراہ کچن میں آگئیں۔ عائلہ نے چائے کی تیاری شروع کردی۔

"عائلہ تم نے حسان کو کیا گفٹ دیا ہے؟" ثوبیہ بھابی نے مسکرا کر پوچھا۔ اس سے پہلے کہ عائلہ جواب دیتی نازنین بول پڑی۔

"عائلہ! اب تم انہیں وہ تحفہ دے ہی دو جو سب سے انمول اور سب سے قیمتی ہوتا ہے۔" نازنین کی بات پر عائلہ اور ثوبیہ دونوں نے ہی حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

"کیا مطلب... کون سا تحفہ؟"

"بھئی اولاد کا تحفہ۔ تم دونوں کی شادی کو آج تین سال مکمل ہوچکے ہیں ان تین سال میں تم دونوں نے زندگی کو بھرپور طریقے سے انجوائے بھی کرلیا اور ایک دوسرے کے مزاج سے بہت اچھی طرح آشنا بھی ہوگئے ہو۔ تم دونوں کے درمیان بہت محبت ہے اور اس محبت میں اضافے کے لیے تمہیں اس اَن ٹوٹ زنجیر کی ضرورت ہے جسے اولاد کہتے ہیں۔ اب وقت آگیا ہے کہ تم دونوں اس بارے میں سوچنا شروع کردو اتنی دیر اچھی نہیں۔" نازنین نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"آپی! یہ دیر ہماری طرف سے نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے ہے۔" عائلہ سر جھکا کر مری ہوئی آواز میں بولی۔

"عائلہ! تم یہ بات اب بتا رہی ہو؟ میں تو کیا پورا گھر یہی سمجھتا ہے حتیٰ کہ سمیرا آنٹی بھی کہ یہ سب تم دونوں کی باہمی رضامندی کی وجہ سے ہے جب کہ تم کہہ رہی ہو کہ..." نازنین نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"حسان نے بھی کبھی تم سے اس حوالے سے کوئی ذکر نہیں کیا؟" ثوبیہ نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔ "تم آج ہی اس بارے میں حسان سے بات کرو۔" بھابی نے ذرا غصے سے کہا تو اس نے جلدی سے سر ہلا دیا۔

حسان کمرے میں آئے تو عائلہ کو سوچوں میں غرق پایا۔ وہ مسکراتے ہوئے اس کے قریب آگئے۔

"آج آپ سوچوں کے سمندر میں اس طرح پھنسی ہیں کہ کپڑے تبدیل کرنا بھی بھول گئیں؟" حسان کی آواز سے ہوش کی دنیا میں آئی تھی' اس نے مسکرا کر انہیں دیکھا اور سمٹ کر ان کے لیے جگہ بنائی۔ پارٹی کے متعلق گفتگو کرنے کے ساتھ ساتھ وہ چوڑیاں اور زیورات اتارنے لگی پھر کلینزر سے چہرہ صاف کرکے اس نے کپڑے تبدیل کیے اور بیڈ پر دراز ہوگئی۔

"حسان! آپ کو بچے کیسے لگتے ہیں؟" عائلہ نے قدرے جھجک کر پوچھا۔ حسان حیرت سے اسے دیکھنے لگے۔

"کیا ہوا... میں نے کچھ غلط پوچھ لیا؟" حسان کی حیران شکل دیکھ کر عائلہ نے کہا۔ ان تین سالوں میں حسان نے پہلی دفعہ اس کے منہ سے بچوں کا ذکر سنا تھا۔ سو حیران ہونا فطری تھا۔



"مجھے حیرت اس بات پر ہو رہی ہے کہ آپ کو اچانک بچے کیسے یاد آگئے؟" جواباً عائلہ نے اپنی اور ان کی گفتگو حسان کے گوش گزار دی۔

"انہوں نے بالکل درست کہا ہے میں بھی اب تک اسی لیے چپ رہا کہ مجھے لگتا تھا کہ آپ ابھی بچے کی ذمہ داری نہیں اٹھانا چاہتی ہیں' اس لیے کہ آپ نے کبھی مجھ سے اس حوالے سے کوئی بات ہی نہیں کی تھی حالانکہ میں نے سنا تھا کہ آپ کو بچے بہت پسند ہیں۔ میں تو اسی انتظار میں تھا کہ کب آپ اس بارے میں سوچیں گی اور کب ہمارے گھر ننھا مہمان آئے گا۔" وہ مسکرا کر بولے تو وہ شرمندہ ہوگئی۔

یہ حقیقت تھی کہ اسے بچوں سے بے حد لگاؤ تھا' شادی سے پہلے وہ اپنے بھتیجے بھتیجیوں کو بے حد پیار کرتی تھی۔ سارا سارا دن ان کے ساتھ رہتی۔ شادی کے بعد وہ حسان کی ذات میں اس قدر گم ہوئی کہ اسے کچھ یاد ہی نہ رہا اور نہ کمی محسوس ہوئی۔ آج جب احساس ہوا تو وہ بے چین ہوئی تھی۔ اسے اپنی گود بے حد سونی سونی سی محسوس ہو رہی تھی۔

"آپ پریشان مت ہوں' ہم کل ہی ڈاکٹر کے پاس جائیں گے۔" حسان نے کہا تو اس نے بھی آنکھیں موند لیں۔

❀ ☆ ❀

دونوں کی رپورٹس بالکل ٹھیک آئی تھیں' ہر طرح سے اطمینان تھا' دیر تھی تو فقط اوپر والے کی طرف سے۔ عائلہ کے ہونٹوں پر اب ہر دم ایک ہی دعا مچلتی تھی۔ چھ ماہ مزید گزر چکے تھے مگر اس کی گود ہنوز سونی تھی۔ اسے سمجھ میں نہیں آرہا تھا وہ کیا کرے۔ تبھی دنوں سمیرا بیگم کی طبیعت خراب رہنے لگی تھی۔ عائلہ ان کا دھیان رکھنے میں مگن ہوئی تو اس کی توجہ اس معاملے سے کافی حد تک کم ہوگئی تھی۔ ہر طرح خیال رکھنے کے باوجود ان کی طبیعت بگڑتی چلی جارہی تھی۔ حسان نے انہیں ہسپتال میں داخل کروا دیا تھا تاکہ ان کی اور اچھی طرح کیئر ہوسکے مگر ان کی حالت میں کوئی فرق نہیں آرہا تھا' ہر طرح کے ٹیسٹ کروا کے دیکھ لیے مگر کوئی بیماری سامنے آتی ہی نہ تھی۔ وہ روز بروز کمزور ہوتی جارہی تھیں اور اسی طرح ایک رات ان کی روح [illegible] سے پرواز کرگئی۔ حسان ماں کی موت کے بعد بالکل بکھر کر رہ گئے تھے۔ عائلہ ہر دم ان کی دلجوئی کرتی رہتی۔ حسان کے والد کا چھ سال پہلے انتقال ہوا تھا جب کہ اب سمیرا بیگم بھی چل دی تھیں۔ حسان بہت افسردہ رہنے لگے تھے۔

کسی کے جانے سے زندگی کچھ وقت کے لیے تھم ضرور جاتی ہے مگر ختم نہیں ہوتی۔ معمولات لوٹ آئے تھے مگر ان کی کمی آج بھی بہت شدت سے محسوس ہوتی تھی۔ حسان تو صبح آفس چلے جاتے تھے جب کہ عائلہ سارا سارا دن بولائی بولائی پھرتی۔ خالی گھر میں اسے تنہائی سے وحشت ہونے لگی تھی۔ گھر کے ہر کونے میں اسے سمیرا بیگم کی یاد آتی تھی۔ دن میں زیادہ تر دونوں مل کر کھانا پکاتی تھیں۔ کچن میں جاتے ہوئے اسے وہ یاد آتیں۔ پسندیدہ ڈراما دیکھتے ہوئے اچانک ہی ان کی تصویر اس کی نگاہوں میں گھوم جاتی پھر دل ہر چیز سے بیزار ہوجاتا۔ آج کل اس کا دل ہر چیز سے اچاٹ ہوگیا تھا' طبیعت گری گری رہنے لگی تھی' کام کرتے وقت اکثر چکر بھی آتے تھے۔ اسے یہی لگا کہ یہ سب شاید کمزوری کی وجہ سے ہے۔ حسان اسے ڈاکٹر کے پاس لے گئے تھے اور جو خبر انہیں ڈاکٹر نے سنائی تھی وہ ان کے لیے اتنی غیر متوقع اور اچانک تھی کہ وہ ڈھنگ سے خوش ہونا بھی بھول گئے تھے۔ عائلہ ماں بننے والی تھی۔ یہ خبر انہوں نے تقریباً پورے خاندان کو فون کرکے سنا ڈالی تھی۔ سمیرا بیگم کے انتقال کے بعد تو گھر جیسے ویران ہوگیا تھا خدا نے اس سے ایک رشتہ چھین کر ایک نیا رشتہ عطا کرنے کی ٹھان لی تھی۔ حسان تو خوشی سے پاگل ہونے کو تھے اور عائلہ... عائلہ تو اب تک حیران تھی' اسے تو یقین ہی نہیں آرہا تھا کہ خدا اسے اتنی بڑی نعمت عطا کرنے والا ہے۔ اس کا ایمان جیسے ڈگمگا گیا تھا' سو وہ بے حد شرمندہ ہوئی تھی۔ خدا کے حضور معافی مانگ کر اس کا شکر ادا کیا تھا کہ اس نے اس کی آزمائش اور انتظار ختم کیا مگر وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ اصل آزمائش تو اب شروع ہوئی ہے اور اس آزمائش میں اسے سرخرو ہونا ہے۔

❀ ☆ ❀

"عائلہ بیگم آپ کے بیٹا ہوا ہے اور خوش خبری ہے"

حسان ابھی ابھی آفس سے لوٹے تھے۔ عائلہ ان کے لیے چائے بنا کر لائی تو انہوں نے کہا۔
"وہ کیا.....؟" وہ چائے کا کپ پکڑاتے ہوئے بولی۔
"وہ یہ کہ تم مجھے اتنا بڑا گفٹ دو گی تو میں نے سوچا کہ مجھے بھی تمہارے لیے کچھ کرنا چاہیے۔ سو آفس سے میں نے بیس دن کی چھٹیاں لی ہیں اور ہم ان بیس دنوں میں شمالی علاقہ جات کی سیر کو جائیں گے۔" حسان بہت خوشی خوشی بتا رہے تھے انہیں معلوم تھا کہ عائلہ کو شمالی علاقہ جات بہت پسند ہیں وہ چاہتے تھے کہ کچھ دن وہاں گزارے جائیں تاکہ عائلہ کی صحت پر اچھا اثر پڑے۔ سمیرا بیگم کی موت کے بعد تنہائی نے اسے کافی کمزور کر ڈالا تھا۔
"سچ....!" وہ خوشی اور بے یقینی سے چلائی تو حسان نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔
"آپ کو میں نے کبھی نہیں بتایا لیکن مجھے ہمارا پہلا ہنی مون پیرس میں جا کر منانے کا آئیڈیا پسند نہیں آیا تھا۔ میں چاہتی تھی کہ آپ کو منع کر دوں مگر آپ کی خوشی دیکھ کر خاموش ہو گئی۔ آج میں بہت خوش ہوں کہ ہم اپنا دوسرا ہنی مون اپنے پاکستان میں منائیں گے۔" وہ بہت خوش تھی اور حسان اسے ہمیشہ ہی خوش دیکھنا چاہتے تھے۔ وہ ان کے کندھے سے سر ٹکا کر بیٹھ گئی۔
اور یہ بیس دن پلک جھپکتے میں ہی گزر گئے۔ عائلہ وہاں بہت خوش رہتی تھی مگر کمزوری ہنوز تھی۔ اس قدر خوش گوار ماحول نے بھی اس پر کوئی خاص اثر نہ چھوڑا تھا۔ حسان اس کی یہ حالت دیکھ کر پریشان سے ہو گئے تھے۔ عائلہ اپنی غذا کا بھی بھرپور خیال رکھتی تھی۔ صبح سویرے چہل قدمی کو جاتی۔ اچھا سوچتی، اچھا کرتی، دوائیں وقت پر لیتی پھر بھی اس کی حالت ٹھیک نہیں رہتی تھی۔ حسان نے ڈاکٹر سے بات کی تو انہوں نے مشورہ دیا کہ کچھ مہینے کسی صحت افزا ماحول میں بھیج دیا جائے جہاں کی آب و ہوا اس پر اثر ضرور چھوڑے گی۔ حسان نے اپنا ٹرانسفر اسلام آباد کروا لیا تاکہ عائلہ کی صحت اچھی ہو جائے۔ عائلہ ٹرانسفر کی بات سن کر اداس ہو گئی تھی وہ یہ شہر چھوڑ کر نہیں جانا چاہتی تھی جہاں اس کا بچپن گزرا تھا، جوانی اس نے بیتی گزاری تھی۔ یہ اس کا آبائی شہر تھا مگر مجبوری تھی۔
"تم پریشان مت ہوا کرو۔ ہم جلد ہی کراچی واپس آئیں گے۔" حسان اس کا اترا چہرہ دیکھ کر بولے۔
اسلام آباد کا موسم بے حد خوش گوار تھا۔ عائلہ کی طبیعت پر بھی اس خوش گواریت کا اثر پڑا تھا مگر صحت میں کوئی فرق نہ آیا تھا۔ حسان بہت پریشان تھے پریشان تو عائلہ بھی تھی مگر وہ ظاہر نہیں کرنا چاہ رہی تھی۔ عائلہ کو حسان ڈاکٹر کے پاس لے گئے تھے اور ساری پرابلمز ان کے سامنے رکھ دی تھیں۔ ڈاکٹر زینب نے کچھ ٹیسٹ کروانے کو کہا تھا، رپورٹ دو دن بعد ملنی تھی۔ حسان رپورٹس لے کر آفس سے واپسی پر ہسپتال چلے گئے تھے۔ رپورٹس کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد ڈاکٹر زینب نے بولنا شروع کیا۔
"دیکھیے حسان صاحب، میں آپ سے اس وقت جو کہنے جا رہی ہوں ہو سکتا ہے آپ کو مجھ پر بہت غصہ آئے مگر فیصلہ آپ کو کرنا ہوگا۔ مجھے پتا ہے کہ خدا نے آپ کو بہت عرصے بعد یہ خوش خبری سنائی ہے مگر اس رپورٹ کے مطابق عائلہ کے بطن میں پلنے والا بچہ ابنارمل ہے اور صرف یہی نہیں، وہ اپنی عمر کے حساب سے کافی بڑی جسامت کا ہے۔ میرا مشورہ ہے کہ عائلہ ابارشن کروا لیں کیونکہ نو ماہ مکمل ہونے کے بعد ڈیلیوری ہوئی تو اس میں عائلہ کی جان کو بہت خطرہ ہے۔" ڈاکٹر زینب نے حتی الامکان کوشش کی تھی کہ الفاظ زیادہ سنگین نہ ہوں مگر حسان کا ہونق ہونق چہرہ دیکھ کر وہ بالکل خاموش ہو گئیں۔ گھر آ کر بھی وہ خاموش ہی تھے اور سوچتے ہوئے ایک نتیجے پر پہنچ ہی گئے۔

❀ ☆ ❀

"حسان، مجھے آپ سے یہ امید ہرگز نہیں تھی۔ آپ کو تو میں بہت بلند خیال رکھنے والا انسان سمجھتی تھی مگر آپ نے تو میرا مان ہی توڑ دیا۔ کیا ہوا جو میرا بچہ معذور پیدا ہوگا؟ دنیا میں ہزاروں بچے معذور پیدا ہوتے ہیں تو کیا ان کے گھر والے انہیں قتل کر دیتے ہیں؟ بولیے؟" عائلہ نے غصے اور دکھ سے کہا تھا۔ "ہو سکتا ہے ڈاکٹر زینب نے بالکل درست



کہا ہو مگر مجھے اس ڈاکٹر کی بات سے زیادہ اپنے رب کی ذات پر بھروسا ہے۔ ہو سکتا ہے ڈاکٹر زینب کو غلط فہمی ہوئی ہو یہ کچھ بھی نہ ہو جیسا وہ سوچ رہی ہیں۔" عائلہ اب حسان کو قائل کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔
"عائلہ مجھے صرف اور صرف تمہاری زندگی عزیز ہے اور میں تمہیں کھو نہیں سکتا۔" حسان جذباتی ہو گئے تھے۔
"آپ کیا چاہتے ہیں میں ابارشن کروا کر ایک معصوم کی قاتل بن جاؤں، جس کا محض اتنا قصور ہے کہ وہ عام بچوں سے مختلف ہوگا؟ بولیے! آپ چاہتے ہیں کہ میں قاتل بن جاؤں؟" عائلہ نے ان کا گریبان پکڑ کر کہا تھا وہ نگاہ چرا گئے۔

❀ ☆ ❀

حسان اب عائلہ سے اس بارے میں کوئی بات نہیں کرتے تھے۔ عائلہ کو انہوں نے ہر طرح سے سمجھا کر دیکھ لیا تھا مگر اس کی ایک ہی رٹ تھی کہ میں اپنی زندگی کی خاطر بچے کی جان نہیں لے سکتی۔ حسان کا ہر لمحہ مضطرب گزرتا تھا جب کہ عائلہ بے حد مطمئن تھی۔ عائلہ کا تمام وقت عبادت میں صرف ہوتا تھا۔ ڈیلیوری کے دن قریب آتے جا رہے تھے۔ حسان کی پریشانی میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ انہیں ہمہ وقت عائلہ کی فکر رہتی تھی۔
"میں نے آنٹی کو فون کر دیا ہے وہ آج شام تک پہنچ جائیں گی اور میں نے اس بارے میں آنٹی کو کچھ نہیں بتایا۔" حسان نے عائلہ کی ممی کو بلا لیا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ اس وقت کسی بڑے کی بہت ضرورت ہے۔ شام تک عائلہ کی ممی پہنچ گئی تھیں۔ عائلہ انہیں دیکھ کر آبدیدہ ہو گئی تھی۔ اس کا ویران چہرہ دیکھ کر انہیں کچھ ہوا تھا۔
"اے اللہ! اے میرے مالک! میں جانتی ہوں کہ تو میرا امتحان لے رہا ہے۔ تو نے مجھے اس قابل سمجھا حالانکہ میں اس قابل نہیں۔ مجھے ساری زندگی تو نے خوشیاں عطا کیں، کوئی کمی نہ چھوڑی مگر میری سب سے بڑی خواہش کو میرے امتحان کے واسطے چنا۔ اے خدا! تو بہت رحیم ہے۔ تیری ذات بہت کریم ہے، مجھے معاف فرما! مجھ پر اور میرے گھر والوں پر رحمت فرما۔" عائلہ بلک بلک کر روتے ہوئے دعا مانگ رہی تھی جب اسے زور سے درد اٹھا۔ ڈیلیوری کی تاریخ میں پندرہ دن باقی تھے مگر اللہ کی مرضی! حسان اور عائلہ کی ممی اسے اسپتال لے گئے۔

❀ ☆ ❀

پچھلے ایک گھنٹے سے عائلہ لیبر روم میں تھی۔ ڈاکٹر نے فوراً آپریشن کا کہا تھا، کچھ دیر پہلے حسان نے عائلہ کی امی کو ساری حقیقت سے آشنا کر دیا تھا اور وہ روئے جا رہی تھیں۔ حسان کا رواں رواں عائلہ کے لیے دعا گو تھا۔ حسان یہاں سے وہاں ٹہل کر اپنی بے چینی کم کرنے کی ناکام کوششیں کر رہے تھے۔ تقریباً دو گھنٹے بعد لیبر روم کے دروازے سے ایک نرس اور ڈاکٹر برآمد ہوئے۔ حسان بے چینی سے ان کی طرف بڑھا۔
"آپ عائلہ حسان کے شوہر ہیں؟" ڈاکٹر نے پوچھا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ "حسان صاحب! بے بی بہت صحت مند تھا اس لیے ہمیں آپریشن کرنا پڑا۔ بے بی بالکل ٹھیک اور تندرست ہے جب کہ....." ڈاکٹر کہتے کہتے رکی اور اس وقفے نے تو جیسے حسان کی جان کھینچ لی تھی۔
"جب کہ آپ کی مسز کی حالت بھی اب خطرے سے باہر ہے۔ آپ کو بہت بہت مبارک ہو خدا نے آپ کو بیٹا دیا ہے۔" اس خبر نے جیسے ان کے اندر زندگی بھر دی تھی اور ساتھ ساتھ شرمندگی بھی۔
"مجھے معاف کر دو عائلہ! میں نے تمہیں گناہ کی طرف راغب کرنے کی کوشش کی مگر تمہارا خدا پر یقین اور ایمان جیت گیا۔ تم اس امتحان میں سرخرو ہو گئیں اور میں... میں پیچھے رہ گیا۔"
حسان بے حد دکھے دل سے سوچ رہے تھے۔ خدا نے انہیں عائلہ کی زندگی اور ایک ننھی سی جان لوٹا دی تھی، وہ اس کا شکر ادا کرنے مسجد کی طرف چل دیے۔

# روحانی مسائل کا حل

حافظ شبیر احمد

سمیر اصغر ۔۔۔ چھوٹا گھسیٹ پورہ

جواب ۔ اللہ آپ کی والدہ مرحومہ کی مغفرت فرمائے انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ سورۃ شمس 41 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ پانی پر دم کر کے والد کو پلایا کریں۔ روزانہ کسی بھی وقت۔ نیت جو مقصد ہے۔

سلمی بتول ۔۔۔ راولپنڈی

جواب ۔ مسئلہ ا ۔ سورۃ قریش 111 مرتبہ بعد نماز عشاء۔ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ دعا بھی کریں۔

مسئلہ ۲ ۔ سورۃ بسمہ (پارہ 30) ۔ صبح و شام 7,7 مرتبہ پانی پر پڑھ کر پئیں۔ دم بھی کریں۔ اول و آخر 3,3 مرتبہ درود شریف۔ "یا سلام" کا ورد رکھیں۔

مسئلہ ۳ ۔ فجر اور عصر کی نماز کے بعد ایک تسبیح استغفار' ایک تسبیح درود شریف۔ توبہ کریں اللہ سے رجوع کریں۔

"یا مصور" عشاء کی نماز کے بعد 101 مرتبہ اول و آخر 3,3 مرتبہ درود شریف روزانہ۔ روزہ کھولتے وقت 21 مرتبہ پڑھ کر دم کر دیں۔ ان شاء اللہ آپ کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ دعا بھی کریں۔

K.A ۔۔۔ [illegible]

جواب ۔ سورۃ والضحی' فجر اور عشاء کی نماز کے بعد 21,21 مرتبہ پڑھ کر دعا کریں۔ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ (پہلے استخارہ کر لیں)

[illegible]

جواب ۔ "یا فتاح" ہر نماز کے بعد 11 مرتبہ دعا کریں [illegible]

نکہت شاہین ۔۔۔ ضلع ساہیوال

جواب ۔ رشتے تو اللہ بناتا ہے۔ سورۃ اخلاص پڑھیں۔ ہر نماز کے بعد 11 مرتبہ دعا کریں۔

خرم شبیر ۔ جس کمپنی سے ویزا لگوا رہے ہیں وہ غلط بیانی کر رہی ہے۔ کسی دوسرے سے رابطہ کریں ویزے کے لیے۔

ج ۔۔۔ گوجرانوالہ

جواب ۔ "یا لطیف" 313 مرتبہ بعد نماز عشاء اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ تصور ماموں کا رکھیں اور مقصد ذہن میں ہو۔

مسئلہ ۲: ۔ روزگار کے لیے۔ بعد نماز عشاء سورۃ قریش 111 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔

روبینہ یاسمین ۔۔۔ کراچی

جواب ۔ فجر والا وظیفہ جاری رکھیں۔ کبھی دیر ہوتی ہے لیکن مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔

فجر کی نماز کے بعد سورۃ یسین ایک مرتبہ اور ایک مرتبہ سورۃ مزمل پڑھا کریں۔ دعا بھی کیا کریں۔ کوئی مسئلہ نکلے گا نہیں۔

مغرب اور عشاء کی نماز کے بعد سورۃ الفلق سورۃ الناس 19,19 مرتبہ پڑھ کر اپنے اوپر دم کریں۔ سورۃ عبس پڑھنا بند کر دیں۔ بچوں کے لیے بھی دعا کیا کریں۔

عبدالرحمن ۔۔۔ میانوالی

جواب ۔ بعد نماز عشاء سورۃ عبس 3 مرتبہ پانی پر دم کر کے گھر کے تمام افراد کو پلائیں۔

افشاں ۔۔۔ [illegible]

جواب ۔ آپ کے رشتے کے لیے یہ دونوں [illegible] ٹھیک ہیں۔

بعد نماز فجر سورۃ الفرقان آیت نمبر 74' 70 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔



ہر نماز کے بعد سورۃ فلق' سورۃ الناس 9,9 مرتبہ۔ بندش ختم ہو جائے گی دعا بھی کریں۔

[illegible] پروین ۔۔۔ اسلام آباد

جواب ۔ مسئلہ ۱ ۔ ہر نماز کے بعد 11 مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھ کر دعا کریں۔

مسئلہ نمبر ۲ ۔ ہر نماز کے بعد سورۃ قریش 2 ۔ مرتبہ درود شریف 3 مرتبہ اول و آخر بھائی خود پڑھیں۔

سمعیہ ۔۔۔ سیالکوٹ

جواب ۔ مسئلہ نمبر ۱ ۔ حکیمی علاج کروائیں۔

مسئلہ نمبر ۲ ۔ فحشحشحش عن حدید (سورۃ ق آیت 22) ۔ 101 مرتبہ اول و آخر 3,3 مرتبہ درود شریف۔ عشاء کی نماز کے بعد ایک گلاس پانی پر دم کریں۔ صبح آنکھیں دھوئیں پانی مٹی میں جائے روزانہ۔

توبیہ امید ۔۔۔ فیصل آباد

جواب ۔ مسئلہ ۔ بعد نماز فجر سورۃ یسین 3 مرتبہ۔

بعد نماز عشاء "یا معز" 101 مرتبہ اول و آخر 3,3 مرتبہ درود شریف۔ معنی ذہن میں رکھ کر پڑھیں کہ اللہ اس کو اس کے مقصد میں ذلیل و خوار کر رہا ہے۔ دعا بھی کریں۔

[illegible] ۔۔۔ میانوالی

جواب ۔ بعد نماز عصر روزانہ ایک تسبیح استغفار ایک تسبیح درود شریف پڑھ کر دعا کریں۔

[illegible] ۔۔۔ میانوالی

جواب ۔ مسئلہ ۔ روزانہ 41 مرتبہ سورۃ شمس پانی پر پڑھیں۔ بھائی کو پانی پلائیں۔ اول و آخر 111 مرتبہ درود شریف۔ نیت ہو کہ فرمانبردار بن جائے۔ ذمہ داری کا احساس ہو۔

مسئلہ ۲ ۔ [illegible] 3 مرتبہ سورۃ عبس پڑھ کر دم کریں۔ [illegible] مسئلہ حل ہو [illegible]

فرزانہ ۔۔۔ سکھر

جواب ۔ ۱ ۔ میڈیکل رپورٹ کیا کہتی ہے؟

۲ ۔ سورۃ قریش 21 مرتبہ ہر نماز کے بعد اول و آخر 7,7 مرتبہ درود شریف۔

۳ ۔ سورۃ آل عمران آیت نمبر 38 روزانہ 40 مرتبہ پڑھیں۔ بعد نماز عشاء اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ اگر جسمانی مسئلہ ہے تو علاج کروائیں۔

۴ ۔ جب گھر میں چینی آئے آپ پر 3 مرتبہ سورۃ عبس پڑھ کر دم کر دیں۔ چینی گھر کے تمام افراد کے استعمال میں آئے اول و آخر 3,3 مرتبہ درود شریف۔

بنت سلیم ۔۔۔ نواب شاہ

جواب ۔ رشتوں کے لیے بعد نماز فجر سورۃ الفرقان آیت نمبر 74' 70 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔

مغرب اور عشاء کی نماز کے بعد سورۃ الفلق سورۃ الناس 19,19 مرتبہ۔ نیت بندش کے توڑ کی ہے۔

ناہید یوسف ۔۔۔ لاہور

جواب ۔ صدقہ دیں اور یہ وظائف جو دے رہا ہوں ہمیشہ جاری رکھیں۔ روزگار بھی ہوگا اور صحت بھی اچھی رہے گی۔ ہر ماہ صدقہ دیتی رہا کریں۔ پچھلے وظائف بند کر دیں۔ یہ وظائف آپ دونوں کرتے رہیں۔

فجر اور مغرب کی نماز کے بعد سورۃ الفلق' سورۃ الناس 21,21 مرتبہ پڑھ کر اپنے اوپر دم کریں اور پانی پر دم کریں کارخانہ میں چھڑکیں اثرات کے لیے۔ بعد نماز عشاء سورۃ قریش 111 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ روزگار کے لیے دعا بھی کریں۔

محمد ثاقب ۔۔۔ میرپور خاص

جواب ۔ استخارہ کا طریقہ عالم سے پوچھ لیں۔ "یا فتاح" امتحان میں کامیابی کے لیے [illegible] بعد 1 [illegible] مرتبہ۔

"آپ قوی" فرض نماز کے بعد سر پر ہاتھ رکھ کر پڑھیں 11 مرتبہ۔

**شمع ۔ کراچی**

جواب ۔ رشتے کے لیے بعد نماز فجر **سورۃ الفرقان** آیت نمبر 74'70 مرتبہ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف ۔ دعا بھی کریں۔

مغرب و عشاء کی نماز کے بعد **سورۃ الضحیٰ سورۃ الشمس** 19 19 مرتبہ۔

نیت رکاوٹ دور ہو۔

**سائرہ ۔ کراچی**

جواب ۔ 1 ۔ والدہ سورۃ فاتحہ پڑھنا جاری رکھیں مغرب و عشاء کے بعد **سورۃ اخلاص سورۃ الفلق سورۃ الناس** 9 9 مرتبہ پڑھ کر پھونک دم کیا کریں۔

2 ۔ نماز کی پابندی کریں ۔ رشتوں کے لیے **سورۃ الفرقان** آیت نمبر 74'70 مرتبہ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف پڑھ کر اپنے رشتوں کے لیے دعا کریں جلد اور اچھے

ہفتے میں ایک مرتبہ **سورۃ بقرہ** پڑھ کر سب افراد اس کا پانی پئیں اور گھر میں بھی چھڑکیں (حمام کے علاوہ)۔

والدہ کو عصابی کمزوری ہے علاج کروائیں اور نماز کے بعد "یا قوی" 11 مرتبہ سر پر ہاتھ رکھ کر پڑھیے۔

بھائی کے لیے (جو بیرون ملک ہیں) عشاء کی نماز کے بعد **سورۃ الضحیٰ** 41 مرتبہ اول و آخر 11 11 درود شریف ۔ پڑھتے وقت مقصد ذہن میں ہو۔

جواب ۔ آپ زیادہ سوچنا چھوڑ دیں اور حقیقت سے سمجھوتا کریں۔

بعد نماز فجر **سورۃ الفرقان** آیت نمبر 74'70 مرتبہ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں۔

نوکری کے لیے ۔ **سورۃ قریش** 111 مرتبہ بعد نماز عشاء ۔ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔

روزانہ ایک تسبیح استغفار ایک تسبیح درود شریف پڑھا کریں ۔ دعا کریں اپنے لیے اور گھر والوں کے لیے

**م ۔ آزاد کشمیر**

جواب ۔ آنکھوں کے لیے بعد نماز عشاء 101 مرتبہ **سورۃ ق** آیت 22 اول و آخر 11 11 مرتبہ درود شریف۔

**فکسمادمش ۔ منڈی**

رشتے کے لیے ۔ بعد نماز فجر **سورۃ الفرقان** آیت نمبر 74'70 مرتبہ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ رشتے کے لیے دعا کریں آیت پڑھ کر ایک گلاس پانی پر دم کر دیں اس سے آنکھوں کو اس پانی سے دھوئیں ٹھیک ہو جائے۔

سہیل اور حکیمی علاج کروائیں ۔ ہر ہفتہ **سورۃ بقرہ** ایک مرتبہ پڑھ کر پانی پر دم کریں خود بھی پئیں اور نائلہ کو پلائیں۔

شمشاد پر آسیب ہے دعا کریں ان کے لیے۔

زینب ہر نماز کے بعد **سورۃ المعارج** پڑھے مرتبہ باہر جانے کے لیے۔ آپ کی والدہ بھی ہر ہفتے **سورۃ بقرہ** والا عمل کریں پانی گھر کے سب افراد پئیں اور گھر میں چھڑکیں ۔ (حمام کے علاوہ)۔

**ڈاکٹر خطاب ۔ سیالکوٹ**

جواب ۔ (1) بعد نماز فجر **سورۃ الفرقان** آیت نمبر 74'70 مرتبہ (اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف ، اچھے رشتے کے لیے۔

(2) بستر پر لیٹنے کے بعد سینے پر ہاتھ رکھ کر 101 مرتبہ پڑھیں ۔ "یا مقیت" اول و آخر 7 7 مرتبہ درود شریف۔

اللہ آپ کو اپنا قرب نصیب فرمائے آمین ۔ گھر والوں کے لیے بھی دعا کریں۔

**فرح مظہر ۔ فاروق آباد**

جواب ۔ کوئی جادو نہیں۔



فجر کی نماز کے بعد ایک مرتبہ **سورۃ یٰسین** ایک مرتبہ سورۃ مزمل پڑھ کر اپنے مسئلوں کے لیے دعا کریں۔ حل نکلیں۔

**سعدیہ ۔ شور کوٹ**

جواب ۔ **سورۃ آل عمران** آیت نمبر 38 بعد نماز عشاء 313 مرتبہ روزانہ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف ، عاجزی و انکساری کے ساتھ دعا مانگیں۔

**م ۔ م ۔ راولپنڈی**

جواب (1) آیت شفاء تیل پر دم کر کے مالش کریں کھنچاؤ کی۔

(2) بلڈ پریشر کے لیے کالا نمک استعمال کریں ۔ آنکھوں کے لیے "یا نور" روزانہ 101 مرتبہ پڑھ کر پانی پر دم کریں ۔ روزانہ آنکھیں دھوئیں اول و آخر 11 مرتبہ درود شریف۔

**م شمیم ۔ راولپنڈی**

جواب ۔ (1) جب گھر میں چھپکلی آئے تو اس پر 3 مرتبہ **سورۃ مرسلٰت** (اول و آخر 3،3 مرتبہ درود شریف) پڑھ کر دم کر دیں ۔ چھپکلی گھر سے تمام افراد کے استعمال میں ہے ۔ بھائیوں کے روزگار کے لیے **سورۃ المزمل** کا ورد رکھیں۔

(2) آپ اپنے ماضی اور حال کو مدنظر رکھ کر مستقبل کا فیصلہ کریں ۔ استخارہ کریں ۔ عشاء کی نماز کے بعد 313 مرتبہ آیت کریمہ پڑھیں ۔ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف ۔ اللہ سے مانگیں جو آپ کے حق میں بہتر فیصلہ ہے۔

**نرگس صدیق ۔ سیالکوٹ**

جواب ۔ شوہر کے لیے "یا معطیٰ یا ودود" 3،3 مرتبہ (اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف)۔ پڑھتے وقت تصور رکھیں کہ دل نرم ہو رہا ہے اور دماغ ٹھنڈا اور آپ کی طرف راغب ہو رہے ہیں۔

بچوں کے لیے "**سورۃ العصر**" 21 مرتبہ (اول و آخر 3،3 مرتبہ درود شریف) ۔ رات جب سو جائیں سرہانے کھڑے ہو کر ہلکی آواز میں نیت ہو کہ فرمانبردار بن جائیں۔

**شاہدہ بانو ۔ رحیم یار خان**

جواب ۔ عشاء کی نماز کے بعد "یا عدل" 1100 مرتبہ اول و آخر 11 11 مرتبہ درود شریف ۔ اللہ سے اپنے حق کے لیے دعا کریں ۔ اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو۔

**نوٹ**

جن مسائل کے جوابات دیے گئے ہیں وہ صرف انہی لوگوں کے لیے ہیں جنہوں نے سوالات کیے ہیں۔ عام انسان بغیر اجازت اس پر عمل نہ کریں۔ عمل کرنے کی صورت میں ادارہ کسی صورت ذمہ دار نہیں ہوگا۔
ای میل صرف بیرون ملک مقیم افراد کے لیے ہے۔
rohanimasail@gmail com

**روحانی مسائل کا حل کوپن** اکتوبر ۲۰۱۲ء

نام ۔ والدہ کا نام ۔ گھر کا مکمل پتا

کوپن سے نیچے مت ۔ جواب پر پتہ لکھیں

# آپ کی صحت

ہومیو ڈاکٹر ہاشم مرزا

فرزانہ ٹوبہ ٹیک سنگھ سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتائیں بڑی امید کے ساتھ خط لکھ رہی ہوں۔

محترمہ مجھے افسوس ہے کہ آپ کے مسئلہ کا کوئی حل نہیں ہے پیدائشی نشان ختم نہیں ہوتے۔

تنزیلہ ٹوبہ ٹیک سنگھ سے لکھتی ہیں کہ میری تھوڑی پر گول کالا نشان پڑ گیا ہے جس پر دانے بھی نکلتے ہیں۔ میرے بھائی کی عمر 18 سال ہے قد بڑھنے کے لیے کوئی مناسب دوا بتائیں۔

محترمہ آپ GRAPHITES-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پئیں۔ بھائی کو CALCIUM PHOS 6X کی چار گولی تین وقت روزانہ دیں اور BARIUM CARB 200 کے پانچ قطرے آٹھویں دن ایک بار دیں۔ تین ماہ مکمل کرلیں۔

شازیہ چنیوٹ سے لکھتی ہیں کہ میں GRAPHITES استعمال کر رہی ہوں۔ مگر زیادہ فائدہ نہیں ہے۔ میرے چہرے پر ہلکے روئیں جیسے بال نکل کر دوا استعمال نہیں کرنا چاہتی ایسی دوا بتائیں کہ بال نکالے بغیر ختم ہو جائیں۔

محترمہ آپ BERBARIS AQUIF-3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔ APHRODITE بالوں کی جڑوں کو ختم کرتا ہے لیکن پہلے بال نکال کر جڑوں پر لگانا پڑتا ہے جڑیں ختم ہوں گی تو بال نکلنا بند ہوں گے۔

کوثر نور چونیاں سے لکھتی ہیں کہ میرا ماہانہ نظام انتہائی خراب ہے میں بہت پریشان ہوں۔

محترمہ آپ PULSATILLA کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

بنت حارث مظفر گڑھ سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتائیں میں بہت پریشان ہوں۔

محترمہ آپ OLIUMJAC 3X کی ایک گولی تین وقت کھائیں اور APHRODITE کا استعمال جاری رکھیں۔ ان شاء اللہ آپ کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔

کائنات عابد فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔

محترمہ آپ SENECIO - 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پئیں اور 600 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر روانہ کردیں۔ آپ کو HAIR GROWER گھر پہنچ جائے گا۔

نادیہ طاہر گوجرہ سے لکھتی ہیں کہ مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔

محترمہ آپ LECETHIN 3X کا استعمال جاری رکھیں۔

حرا اصغر شورکوٹ سے لکھتی ہیں کہ ماہانہ نظام میں بے قاعدگی ہے پہلے ٹھیک تھے۔

محترمہ آپ THLASPI 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں یہ کسی بھی ہومیو پیتھک میڈیکل اسٹور سے مل جائے گی۔

ربیعہ احمد منڈی بہاؤالدین سے لکھتی ہیں کہ میں نے JODUM-IM استعمال کی کوئی خاص فرق نہیں پڑا۔

محترمہ آپ SARSAPARILLA 30 کے پانچ قطرے تین وقت روزانہ پئیں۔

شائستہ شیر مریدکے سے لکھتی ہیں کہ مسئلہ شائع کیے بغیر دوا تجویز کردیں۔

محترمہ آپ CHIMAPHILA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پئیں اور CALCIUM CARB 200 کے پانچ قطرے ہر آٹھویں دن ایک بار پئیں۔

صائمہ خالد کبیر والا سے لکھتی ہیں کہ میرے بال بہت گرتے ہیں اور بالکل بھی نہیں بڑھتے چہرے اور رو کھے ہیں۔ میری ناک اور گال پر چھائیاں ہیں دوسرے مٹاپا بڑھتا جا رہا ہے۔

محترمہ آپ بھائیوں کے لیے BERBARIS AQUIF کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں اور مٹاپے کے لیے PHYTOLACCA BERRY Q کے پانچ قطرے تین وقت میں۔ یہ دونوں دوائیں آپ کے شہر میں کسی بھی ہومیو پیتھک میڈیکل اسٹور سے مل جائیں گی۔ HAIR GROWER کے لیے 600 روپے میرے کلینک کے نام پتے پر منی آرڈر کریں وہ آپ کے گھر پہنچ جائے گی۔ اس کے استعمال سے بالوں کے مسائل حل ہو جائیں گے۔

نوریہ یونس راولپنڈی سے لکھتی ہیں کہ میرا وزن بہت زیادہ بڑھ گیا ہے 120 کلو وزن ہوگیا ہے۔ اس کی وجہ سے چلنا پھرنا دشوار ہوگیا ہے ٹانگوں میں درد ہوتا ہے۔

محترمہ آپ PHYTOLACCA Q اور FUCUSVES Q کے دس دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ [illegible] وزن کم ہوگا تو دوسرے مسائل خود ختم ہو جائیں گے ان شاء اللہ

[illegible] نورس نگر سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 22 سال ہے میرے بال سفید ہو رہے ہیں اور جھڑتے ہیں میں بہت پریشان ہوں کوئی مناسب علاج بتائیں۔

محترمہ آپ JOBORANDI Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور 600 روپے کا منی آرڈر ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک کے نام پتے پر ارسال [illegible] آرڈر فارم [illegible] نام پتا صاف [illegible] مطلوبہ [illegible] [illegible] آپ کے گھر پہنچ جائے گی [illegible] بالوں کا مسئلہ [illegible] ہو جائے گا

[illegible] سے لکھتی ہیں کہ میرا پیٹ ڈھلا [illegible] پانچ ماہ [illegible] پیٹ موٹا ہوتا ہے۔ [illegible] بہت زیادہ درد [illegible] [illegible] دوسرے بالوں کا علاج بھی [illegible]

محترمہ آپ CALCIUM FLUOR 6X [illegible] گولی تین وقت روزانہ [illegible] CALCIUM CARB [illegible] کے پانچ قطرے آٹھویں دن ایک بار۔

USENIABARB ہیں۔ بہن کے موٹاپے کے لیے 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین مرتبہ روزانہ لیں۔ دو منہ والے بالوں کو ختم کرنے کے لیے ACID FLUOR 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں اور میرے کلینک سے HAIR GROWER منگالیں بالوں کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔

سائرہ خوانہ ڈیرہ اسماعیل خان سے لکھتی ہیں کہ میرے بال بہت زیادہ پتلے روکھے چھوٹے اور خراب ہیں۔ کوئی ٹوٹکا بھی کر لی ہوں اثر نہیں ہوتا۔ میری چھوٹی بہن کی عمر 18 سال ہے حسن سوا نشو و نما سے بے بہرہ ہے۔

محترمہ آپ 600 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر کردیں منی آرڈر فارم کے آخری کوپن پر اپنا مکمل پتا صاف صاف لکھیں مطلوبہ دوا کا نام HAIR GROWER ضرور لکھیں وہ آپ کے گھر پہنچ جائے گی۔ بالوں کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ بہن کو SABAL SERULATUM-Q کے دس دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیں اور کاسمیٹک کے لیے BREAST BEAUTY میرے کلینک سے منگائیں 550 روپے کا منی آرڈر کردیں آپ کے گھر پہنچ جائے گی۔

مریم مرتضیٰ پسرور سے لکھتی ہیں کہ گزشتہ دو تین سال سے میرے منہ پر بال نکل آئے ہیں۔ [illegible] APHRODITE منگوانا چاہتی ہوں تو اس کا کوئی نقصان تو نہیں ہوگا اور یہ دوا میں کیسے منگوا سکتی ہوں

محترمہ یہ بیرونی [illegible] PCSIR اور حکومت پاکستان سے ٹیسٹ شدہ ہے اس کے جلد پر کوئی مضر اثرات نہیں ہیں آپ 900 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر روانہ کریں۔ آپ کو دوا گھر پہنچ جائے گی منی آرڈر فارم کے آخری کوپن پر اپنا پتا صاف [illegible] مطلوبہ دوا کا نام [illegible] ضرور لکھیں۔

سلمیٰ راولپنڈی سے لکھتی ہیں کہ [illegible] کی وجہ سے میرے جسم کے حساس حصوں پر بال آگئے ہیں ان کا حل بتائیں [illegible] کوئی منفی اثرات تو [illegible]

نہیں ہوتے۔

محترمہ آپ 900 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں۔ آپ کو APHRODITE گھر پہنچ جائے گی اس کے استعمال سے بال بالکل ختم ہوجاتے ہیں اس کے کوئی ذیلی اثرات نہیں ہیں۔

مسرت شہزادی چناب نگر سے لکھتی ہیں کہ بیٹے میں حس نہیں ہے اور دماغ کمزور ہے۔

محترمہ آپ LESNEA 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت پلائیں اور NATRUM PHOS 6X کی چار چار گولی دو پہر دیں۔

عنبرین یونس کراچی سے لکھتی ہیں کہ میرے بال بہت زیادہ گرتے ہیں بال روکھے ہیں میری نس کے باپ کے بڑھنے سے زیادہ سفید ہوگئے ہیں کوئی ایسی دوا بتائیں کہ جس سے بال سب کے مضبوط اور کالے ہوجائیں۔ اس کے علاوہ چہرے پر دانے اور جلد پر مردی بال ہیں۔ اس کے بارے میں بھی کوئی دوا بتائیں۔

محترمہ آپ مبلغ 1500 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں منی آرڈر فارم کے آخری کالم پر اپنا مکمل پتا صاف لکھیں۔ مطلوبہ دوا کا نام HAIR GROWER اور APHRODITE لکھیں دونوں دوا آپ کے گھر پہنچ جائیں گی۔ ان کے استعمال سے دونوں مسئلے حل ہوجائیں گے۔

کرن عباس شاہ کوٹ سے لکھتی ہیں کہ میرے مسئلے شائع کیے بغیر دوا تجویز کردیں۔

محترمہ آپ STAPHISAGARIA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور GRAPHITES 200 کے پانچ قطرے ہر آٹھویں دن ایک بار پئیں۔

علینہ اقبال جھنگ سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر چھائیاں ہیں اور اس کی وجہ سے میں بہت پریشان ہوں۔

محترمہ آپ BERBARIS AQUIF Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔ چھائیاں ختم ہوجائیں گی۔

رابعہ سرور سیالکوٹ سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ جواب شائع کردیں میں بہت پریشان ہوں۔

محترمہ آپ HYDROCOTYL 6 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

فرح جہلم سے لکھتی ہیں کہ مجھے بہت پسینہ آتا ہے آپ نے JABORANDI 30 لکھی تھی اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوا کوئی اور مناسب دوا تجویز کریں۔

محترمہ آپ JABORANDI 200 کے پانچ قطرے آٹھویں دن ایک بار پیا کریں۔

راحیلہ بی بی کوٹ شاکر سے لکھتی ہیں کہ میرے بال اب چھوٹے ہو رہے ہیں اس کے علاوہ وزن کم کرنے کے لیے IODIUM-IM اور IODIUM IM میں کون سی بہتر ہے۔

محترمہ آپ BERBARIS AQUIF Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور یہ دونوں نام ایک ہی دوا کے ہیں جو کسی بھی ہومیو پیتھک اسٹور سے مل جائے گی۔ وہ ہمیشہ جرمنی کی سیل بند خریدیں۔

آمنہ چکوال سے لکھتی ہیں کہ مسئلہ شائع کیے بغیر کوئی علاج تجویز کردیں۔

محترمہ آپ CANTHRES 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پئیں اور PULSATILLA 200 کے پانچ قطرے ہر آٹھویں دن پئیں۔ والدہ کو مقامی ہومیو پیتھ کو دکھائیں۔ بالوں کے لیے میرے کلینک سے HAIR GROWER منگوالیں۔

ساجد سلیم شیخوپورہ سے لکھتے ہیں کہ مسئلہ شائع کیے بغیر مناسب علاج تجویز کردیں۔

محترم آپ STAPHISAGARIA کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پئیں۔

حاجرہ الطاف فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ یہ ہے کہ پروڈکٹ APHRODITE کے بارے میں پڑھا ہے یہ بڑی جدید دوا ہے اور اس کے استعمال کا طریقہ بھی لکھیں۔

محترمہ کوئی دوا وی پی نہیں کی جاتی آپ مبلغ 900 روپے میرے کلینک کے نام پتے پر منی آرڈر کردیں دوا آپ کے گھر پہنچ جائے گی۔

حمیدہ جاوید لاہور سے لکھتی ہیں کہ میرے بیٹے کو کوئی مناسب دوا تجویز کردیں۔ میں بہت پریشان ہوں۔

محترمہ آپ SEPIA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

ریحانہ کی پور سے لکھتی ہیں کہ ایفروڈائیٹ ایک مرتبہ منگوائی ہے یا بار بار منگوانی پڑے گی۔ دوسرے میرے چہرے پر دانے بہت نکلتے ہیں ان کا کوئی علاج بتائیں۔

محترمہ APHRODITE کا ایک کورس چھوٹے بالوں کو ختم کرنے کے لیے کافی ہوتا ہے۔ بڑے بال لمبے موٹے گھنے ہیں تو دو کورس لگتے ہیں دانے ختم کرنے کے لیے GRAPHITES 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پئیں۔

ریحانہ کوثر نور پور سیٹھاں سے لکھتی ہیں کہ APHRODITE کا ایک کورس استعمال کرچکی ہوں مگر ابھی کچھ بال باقی ہیں۔ اس کے ساتھ کوئی دوا بھی تجویز کردیں۔

محترمہ آپ OLEUM JAC 3X کی ایک گولی تین وقت روزانہ کھائیں اور ایفروڈائیٹ کا استعمال جاری رکھیں۔ جب تک بال مکمل طور پر ختم نہ ہوجائیں۔

صائمہ ہارون وال سے لکھتی ہیں کہ میرا پہلا بیٹا ہوا ہے۔ میں دو سال تک دودھ پلانا چاہتی ہوں اور یہ چاہتی ہوں کہ ابھی کوئی بچہ نہ ہو۔ اس کی دوا بتائیں دوسرے بچپن میں چوٹ لگی تھی گھٹنے پر گوشت کی تھیلی سی بن گئی ہے۔

محترمہ آپ ARNICA MONT 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔ منصوبہ بندی کے لیے NATRUM MUR 200 کے پانچ قطرے غسل کے بعد تیس دن برابر میں کچھ چھوڑ دیں۔ ہر ماہ غسل سے قبل اس کو پیئیں یا جیسا بھی ہو، امید کم ہوگی۔

بجہ منظور پاکپتن سے لکھتی ہیں کہ میرے سر کے بال بہت گرتے ہیں۔ بہت ہلکے ہوگئے ہیں اور سفید ہو رہے ہیں۔ میں HAIR GROWER استعمال کرنا چاہتی ہوں۔ کیا یہ دوا میرے بہن بھائی بھی استعمال کرسکتے ہیں ان کے بال بھی گرتے ہیں۔

محترمہ یہ ہر عمر کے افراد استعمال کرسکتے ہیں جسے بالوں کا کوئی مسئلہ ہے۔

مسز احمد چوہدری شہید سے لکھتی ہیں کہ میں شادی شدہ ہوں شوہر ملک سے باہر ہیں جب وہ یہاں ہوتے ہیں تو مجھے خاص رغبت نہیں ہوتی اور کبھی درد بھی ہوتا تھا اب وہ آنے والے ہیں میں چاہتی ہوں کہ ان کو مجھ سے کوئی شکایت نہ ہو۔

محترمہ آپ ARGENT NIT 30 کے پانچ قطرے تین وقت روزانہ پئیں اور PULSATILLA 200 کے پانچ قطرے ہر آٹھویں دن پئیں۔

ناصرہ سیف اللہ گجرات سے لکھتی ہیں کہ ایفروڈائیٹ ایک ہی کورس کافی ہے یا دوبارہ منگوانا پڑے گا۔ دوسرے میرے پیٹ میں درد رہتا ہے۔

محترمہ اگر ہلکے بال ہیں تو ایک کورس میں ختم ہوجاتے ہیں گھنے اور لمبے موٹے بال ہیں تو دو کورس لگتے ہیں۔ پیٹ کے لیے میرے کلینک سے HAIR GROWER منگوائیں۔ 600 روپے منی آرڈر کردیں گھر پہنچ جائے گا۔

ملاقات اور باقاعدہ علاج کے لیے تشریف لائیں۔ صبح 10 تا 1 بجے۔ شام 6 تا 9 بجے۔ فون نمبر 021 36997059 ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک دکان C-5 KDA فلیٹس فیز 4 شادمان ٹاؤن نارتھ کراچی۔

خط لکھنے کا پتا۔ آپ کی صحت ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس 75 کراچی۔

# ڈش مقابلہ

طلعت آغاز

## کھویا پڈنگ

اجزاء۔

| | |
|---|---|
| دودھ | ایک لیٹر |
| انڈے | 4 عدد |
| چینی | ایک پیالی |
| کھویا | ایک پیالی |
| ونیلا ایسنس | چائے کا ایک چمچ |
| پستے بادام | حسب ضرورت |
| کریم | تین چوتھائی پیالی |

ترکیب۔
پتیلی میں دودھ پکا کر آدھا کریں۔ انڈے اور چینی کو اچھی طرح پھینٹ لیں کہ کریم کی طرح ہو جائے۔ اس میں کھویا ڈال کر مزید پھینٹیں پھر دودھ بھی شامل کریں۔ تھوڑی دیر بعد ونیلا ایسنس بھی شامل کریں۔ سانچے میں تیل لگا کر چاروں طرف اچھی طرح پھیلائیں۔ تیار آمیزہ ڈال کر 45 منٹ تک اوون میں بیک کریں۔ تیار ہو جائے تو اوون سے نکال کر دو گھنٹے فریج میں رکھیں۔ پھر پلیٹ میں نکال کر پستہ بادام کریم سجا کر سرو کریں۔

طیبہ مدیر شادیوال گجرات

## قیمے کے کباب

اجزاء۔

| | |
|---|---|
| قیمہ | ایک پاؤ |
| انڈہ | ایک عدد |
| پیاز | ایک عدد |
| گھی | حسب ضرورت |
| نمک مرچ | حسب ضرورت |
| گرم مسالہ | ایک چائے کا چمچ |
| ہری مرچ | 3 عدد |
| ہرا دھنیا | حسب ضرورت (باریک کاٹ لیں) |

ترکیب۔
انڈے کو خوب اچھی طرح پھینٹ لیں۔ قیمہ دریک پیس کر اس میں انڈہ اور سارے مسالے ڈال کر مکس کریں۔ سب چیزیں جب یک جان ہو جائیں تو ان کے کباب بنا کر گھی میں تل لیں۔ قیمے کے مزیدار کباب تیار ہیں۔

پروین افضل شاہین بہاولنگر

## پیزا پراٹھا

اجزاء۔

| | |
|---|---|
| انڈے | 2 عدد |
| پیاز | ایک عدد (چوپ کر لیں) |
| ہری مرچیں | 3 عدد (باریک کاٹ لیں) |
| ہرا دھنیا | حسب ضرورت (کاٹ لیں) |
| زیرہ پاؤڈر | 1/2 چائے کا چمچ |
| آٹا | پراٹھا بنانے کے لیے |
| گھی | پراٹھا تلنے کے لیے |

ترکیب۔
انڈے توڑ کر تمام چیزیں اس میں مکس کریں۔ پراٹھا بنا کر توے پر ڈالیں اور اوپر کے حصے پر انڈے والا مکسچر ڈال دیں۔ گھی ڈال کر الٹ دیں۔ دوسری سائیڈ پر گھی کا کر تل لیں گرم گرم نوش کریں۔

رانو سمبڑیال

## ڈبل روٹی کے شامی کباب

اجزاء۔

| | |
|---|---|
| ڈبل روٹی | ایک پیکٹ |
| انار دانے (پسے ہوئے) | 3 چائے کے چمچ |
| ادرک | 2 انچ کا ٹکڑا |
| انڈے | 2 عدد |
| ہری مرچ | 4 عدد |
| سوکھا دھنیا | ایک چائے کا چمچ |
| نمک | حسب ذائقہ |
| لال مرچ | ایک چائے کا چمچ |
| گرم مسالا | حسب ضرورت |
| جوائن | تھوڑی سی |

ترکیب۔
ڈبل روٹی میں تھوڑا سا پانی ڈال کر مسل لیں خیال رہے کہ زیادہ نرم آمیزہ نہ ہو جائے۔ اس میں انار دانہ اور ادرک اچھی طرح پیس کر ڈال لیں۔ اب اس میں ہری مرچ باریک کاٹ کر ثابت دھنیا، گرم مسالا، لال مرچ اور جوائن ڈال کر گوندھ لیں۔ انڈے پھینٹ کر رکھ دیں۔ ڈبل روٹی کے آمیزے کی ٹکیہ شامی کباب کی طرح بنا کر انہیں انڈہ لگا کر گرم گھی یا تیل میں براؤن تل لیں۔ ٹماٹر اور سبز دھنیے کے ساتھ گرم گرم پیش کریں۔

ثانیہ ناز حاجی والہ

## مونگ کی دال کا حلوہ

اجزاء۔

| | |
|---|---|
| مونگ کی دال | ایک کلو (دو گھنٹے بھیگی ہوئی) |
| بناسپتی گھی | آدھا کلو |
| کھویا | ایک پاؤ |
| بادام پستہ | ایک چھٹانک |
| الائچی | 5 عدد |
| شکر | آدھا کلو |
| پانی | آدھا کلو |

ترکیب۔
مونگ کی دال دودھ میں ابال لیں کہ بکھری بکھری رہے، زیادہ نہ گل جائے۔ پھر سل پر پیس لیں۔ ایک کڑاہی میں گھی میں الائچی کے دانے ڈال کر کڑکڑائیں، الائچیوں کے منہ ذرا سے کھول لیں پھر دال ڈال کر پکائیں۔ برابر چمچ ہلاتی رہیں تاکہ دال کڑاہی میں نہ چپکے۔ جب اس کا رنگ سنہری مائل ہو جائے تو اس میں کھویا شامل کر کے چولہے سے اتار لیں۔ تھوڑی دیر بعد دوبارہ چولہے پر رکھ کر شکر شامل کریں۔ چمچ مستقل ہلاتی رہیں۔ آخر میں بادام پستے شامل کریں اور چولہے سے اتار لیں۔ مونگ کی دال کا مزیدار حلوہ تیار ہے۔

شمع مسکان جام پور

## کابلی کباب

اجزاء۔

| | |
|---|---|
| گوشت | ایک کلو |
| بیسن | 6 چائے کے چمچ |
| گرم مسالا | 2 چائے کے چمچ |
| سرخ مرچ | 2 چمچ |
| کھوپرا | ایک چمچ |
| ہرا مسالا | حسب ضرورت |
| گھی | حسب ضرورت |

ترکیب۔
گوشت دھو کر نمک، ہرا مسالا، پیاز، گرم مسالا اور پانی ڈال کر گلنے کے لیے رکھ دیں۔ جب گوشت گل جائے اور پانی خشک ہو جائے تو اسے پیس لیں۔ بیسن میں نمک، لال مرچ اور پانی ڈال کر پیسٹ بنائیں۔ گوشت کو گول گول کباب کی شکل دے کر گرم گھی میں تل لیں تیار ہونے پر سلاد کے ساتھ لطف اٹھائیں۔

فرخندہ نیقی کنگ چمن

## مغلائی چکن

اجزاء۔

| | |
|---|---|
| چکن | ایک کلو |
| تیل | ایک کپ |
| پیاز | چار عدد درمیانی سائز |
| لال مرچ پاؤڈر | 2 کھانے کے چمچ |
| دھنیا پاؤڈر | 2 کھانے کے چمچ |
| دہی | 200 گرام |
| فریش کریم | 100 گرام |
| نمک | حسب ذائقہ |
| گرم مسالا پاؤڈر | ایک چائے کا چمچ |
| بادام | 25 گرام |
| ناریل پسا ہوا | 50 گرام |
| کاجو | 25 گرام |

ادرک لہسن پسا ہوا — 2 کھانے کے چمچ
ٹماٹو پیوری — 3 کھانے کے چمچ

ترکیب۔
دیگچی میں تیل ڈال کر گرم کریں۔ باریک کٹی ہوئی پیاز ڈال کر گلابی کریں۔ ادرک لہسن ڈال کو بھونیں۔ دہی میں لال مرچ پاؤڈر دھنیا ملائیں۔ اب دہی کو دیگچی میں ڈال کر پکائیں۔ جب تیل اوپر آ جائے تو چکن ڈال دیں۔ مسالہ میں چکن کو ڈال کر بھونتی رہیں۔ اس کے بعد مرغی گلنے کے لیے تھوڑا سا پانی شامل کریں اور آنچ ہلکی کر دیں۔ چکن گل جائے تو اس میں بادام کاجو اور ناریل ڈال کر اچھی طرح بھونیں۔ پھر اس میں کریم ڈال دیں۔ ڈش میں ڈال کر کٹے ہوئے بادام سے گارنش کریں تندوری نان سے سرو کریں۔

حفصہ بتول — بہاولپور

## ناریل کیک

اجزاء۔
باسمتی چاول — 275 گرام
کوکونٹ ملک — ڈیڑھ لیٹر
نمک — حسب ذائقہ

ڈریسنگ کے لیے۔
چیکو — 2 عدد (کیوبز کاٹ لیں)
سیب — ایک عدد (بیج نکال کر چوپ کر لیں)

ترکیب۔
چاول دھو کر اضافی پانی نکال دیں۔ سوس پین میں 250 ملی لیٹر پانی، کوکونٹ ملک اور نمک ڈال کر ہلکی آنچ پر پکائیں چمچ چلاتی رہیں۔ ابال آ جائے تو اس میں چاول ڈال کر چمچ چلائیں اور ڈھک کر ہلکی آنچ پر بیس منٹ تک پکائیں۔ جب چاول میں پانی جذب ہو جائے تو چولہے سے اتار لیں اور چمچ چلائیں۔ ڈھک کر کسی گرم جگہ پر تقریباً بیس منٹ تک کے لیے رکھ دیں۔ سرونگ ٹرے میں نکال کر چیکو سیب اور کیوبز اس کے اوپر ڈال کر گارنش کر کے [illegible] سے پیش کریں۔ شکریہ

مس گل بو — ملتان

## ڈیٹ شیک

اجزاء۔
کھجوریں — 7 عدد (بغیر گٹھلیوں کے)
دودھ — ایک گلاس
الائچی پاؤڈر — ایک چٹکی
پسا ناریل — ایک چائے کا چمچ
برف — حسب ضرورت

ترکیب۔
کھجوریں، دودھ، الائچی پاؤڈر، ناریل بلینڈ کر لیں اور برف ڈال کر پیش کریں۔

ساجدہ ناہید — وزیرووالہ چیمہ

## کدو بھرے پکوڑے

اجزاء۔
بیسن — ایک پاؤ
پیاز باریک کٹے ہوئے — درمیانے سائز کے 2 عدد
ہری مرچیں — 3 سے 4 عدد (باریک کٹی ہوئی)
کدو، کدوکش کیا ہوا — ایک پیالی
نمک — حسب ذائقہ
سرخ مرچ — ہاف ٹی اسپون
تازہ دہی — ایک پیالی
آلو کٹے ہوئے — 4 عدد
املی کا پانی — 2 ٹی اسپون
زیرہ کالی مرچ کٹی ہوئی — ہاف ٹی اسپون
گھی — حسب ضرورت

ترکیب۔۔
ایک باؤل میں دہی ڈال کر کٹے ہوئے پیاز اور کدو مکس کر لیں اور بعد میں کٹے ہوئے آلو سبز مرچیں، نمک مرچ، زیرہ کالی مرچ پاؤڈر وغیرہ سب ڈال کر اچھی طرح مکس کر لیں اور بعد میں پانی میں بیسن گھول کر اس باؤل میں ڈال دیں، مگر یاد رہے بیسن زیادہ ڈھیلا نہ ہونے پائے اور بعد میں املی کا پانی ڈال کر مکس کریں اور درمیانے سائز کے پکوڑے تلنے شروع کریں اور پکوڑے تیار ہو جانے پر ٹماٹو کیچپ کے ساتھ پیش کریں اور ساتھ میں پودینے کی چٹنی بھی۔

ریحانہ نورین — بہتال

## بیف اسٹیکس

اجزاء۔
انڈرکٹ پسندے — دو کلو
نمک — حسب ذائقہ
کالی مرچ — دو کھانے کے چمچ
لیموں کا رس — ایک کھانے کا چمچ
مسٹرڈ پیسٹ — دو کھانے کے چمچ
برائے گارنش — گارنش کے لیے
مکھن — تلنے کے لیے

ترکیب۔
سب سے پہلے گوشت پر نمک، کالی مرچ، لیموں کا رس اور مسٹرڈ پیسٹ لگا کر رکھ دیں۔ اب گرل پین کو مکھن سے گریس کر لیں، اور گوشت کے ٹکڑوں کو اس پین میں رکھ دیں اور ہلکی آنچ پر پکنے دیں۔ جب ایک طرف سے تیار ہو جائے تو پلٹ کر دوسری طرف سے سینک لیں۔ تیار ہونے پر چولہے پر سے اتار لیں اور کیچپ کے ساتھ پیش کریں۔

(فرخندہ۔ پیروالہ)

## اٹالین مٹن کیسرول

اشیاء
بکرے کا گوشت — 1/2 کلو (بغیر ہڈی کا)
پاستا (ہاف بوائل) — دو سو گرام
ٹماٹر — دو عدد چھیل کر، بیج نکال کر باریک کاٹ لیں
پیاز — 1 عدد
رائی پاؤڈر — 1/2 چائے کا چمچ
ورسٹر شائر سوس — 2 کھانے کے چمچ
انڈے — 2 عدد
[illegible] — 2 چائے کے چمچ
دھنیا پاؤڈر — 1 چائے کا چمچ
سیاہ مرچ پاؤڈر — 1/2 چائے کا چمچ
کارن فلور — 1 کھانے کا چمچ
نمک — حسب ذائقہ
تیل، گھی — 2 کھانے کے چمچ

ترکیب۔
پاستا پانی اور نمک کے ساتھ گلا لیں اور پھر چھان لیں۔ ایک برتن میں تیل، گھی گرم کریں اور پیاز ساتھ فرائی کریں براؤن نہیں کرنا۔ جب نرم ہو جائے تو اس میں گوشت شامل کریں۔ ساتھ ہی نمک ٹماٹر، سرخ مرچ پاؤڈر، سیاہ مرچ پاؤڈر، رائی پاؤڈر، دھنیا پاؤڈر اور ورسٹر شائر سوس شامل کر دیں پھر ہلکا سا فرائی کریں۔ ایک کپ پانی میں کارن فلور گھولیں اور اسے تیار شدہ گوشت میں شامل کر دیں۔ جب ایک بار ابال آ جائے تو چولہا بند کر دیں۔ ایک کیسرول ڈش میں اس میں پہلے ابال گیا پاستا ڈال دیں پھر اوپر تیار شدہ گوشت ڈال دیں، مٹن کیسرول تیار ہے۔ گرم گرم روٹیوں کے ساتھ سرو کریں۔

پروین افضل شاہین — بہاولنگر

## چکنی چرغہ

اجزاء۔
چکن — تین یا چار پونڈ
گرم پاؤڈر مسالہ — ایک کپ

ترکیب۔
چکن کو اچھی طرح صاف کر کے ایک گہری دیگچی میں لگا دیں۔ اس میں ایک کپ پانی اور گرم پاؤڈر مسالہ ڈال دیں اور اچھی طرح ڈھک کر اوون میں 375 ڈگری پر ایک گھنٹہ پکائیں پھر درجہ حرارت کم یعنی 365 کر کے ایک گھنٹہ مزید پکائیں۔ مرغی کو بار بار الٹتے پلٹتے رہیں۔ پلیٹ میں نکال کر پیش کریں۔

رانی، صائمہ — گوجرانوالہ

# بیوٹی گائیڈ

روبینہ احمد

## خوب صورتی کے لیے

### تیل کا استعمال

اپنے آپ کو جاذب نظر بنانے کے لیے تیل کا استعمال ناگزیر ہے۔ سرد موسم میں جب جلد پھٹی محسوس ہو چہرے پر کیسٹر آئل لگائیں' دس منٹ کے بعد چہرے کو دھوئیں' آپ کی جلد نرم و ملائم ہوجائے گی۔ کھوپرے کا تیل بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ خشک جلد پر یہ تیل لگانے سے چہرے پر ملائمت آجائے گی' یہ بہترین موئسچرائزر ہوتا ہے اپنے چہرے اور گردن پر کھوپرے کے تیل کا مساج کریں' رات کو سوتے وقت روزانہ کا یہ مساج آپ کی جلد کو تر و تازہ رکھے گا۔ ہاتھوں اور پیروں پر بھی اس کا مساج کریں اگر آپ کی ایڑیاں پھٹی ہوئی اور سخت ہوگئی ہوں تو جھانوے سے پہلے ایڑی کو رگڑیں پھر پانی سے دھونے کے بعد اچھی طرح کیسٹر آئل سے مساج کریں۔

### دہی اور کیلے کا ماسک

کیلوں کو کچل کر اس میں دو چائے کے چمچ دہی اچھی طرح ملالیں پھر چہرے پر تقریباً 14 منٹ کے لیے لگائیں یہ آپ کے چہرے کی صفائی کرے گا اور تازگی بخشے گا اچھی جلد سے انسان فریش نظر آتا ہے جو خوب صورتی میں اضافے کا باعث ہوتی ہے چہرے کی رنگت اور جلد کے نکھار پر توجہ آپ کو نہ صرف جوان رکھے گی بلکہ آپ اپنی عمر سے بھی کم نظر آئیں گی' اپنے وارڈروب پر توجہ دیں' اپنے لیے اچھا نظر آنے کے لیے جاذب نظر بننے میں اپنی پوری دلچسپی کا اظہار و توجہ آپ کی بیوٹی میں اضافہ کرتی ہے۔ اچھی بیوٹیشن خوبیاں اور اپنے اوپر اتنی توجہ دیں کہ آپ کی شخصیت میں نکھار و خوب صورتی میں اضافہ ہو۔

### کھیرا ٹانک

کھیرے کا جوس نکالیں' ایک چوتھائی لیموں کا رس اور گلاب کا عرق اس میں ملا کر چہرے پر لگائیں' رنگت کے نکھار کے لیے مجرب ہے۔

### انڈے

جسم میں وٹامن اور معدنیات کی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے اولین ذریعہ انڈوں کا استعمال چہرے کے مساموں کے لیے مفید ہوتا ہے یہ چہرے کی جلد کو ڈھیلا ہونے سے بچاتا ہے چکنی جلد کے لیے انڈے کا ماسک بیوٹی میں اضافہ کرتا ہے۔ انڈے کی سفیدی کو چہرے پر ملیں' آنکھوں کے حصے کو چھوڑ دیں' خشک ہونے پر ایک تہہ انڈے کی زردی کی لگائیں' 15 منٹ کے بعد چہرہ دھوئیں' آپ کو سکون محسوس ہوگا اور جلد کی چمک میں اضافہ بھی ہوگا۔

### ٹماٹر ٹانک

صبح ٹماٹر کا جوس پئیں۔ چار چائے کے چمچ بٹر ملک میں دو چمچ ٹماٹر کا جوس ملائیں اور چہرے پر لگائیں' آدھے گھنٹے کے بعد منہ دھوئیں' برش کے دھبے دور کرنے کا یہ بہترین نسخہ ہے۔

### آلو ٹانک

آلو کو کچل کر اس کا رس نکال کر چہرے اور گردن پر لگا کر پوری رات کے لیے چھوڑ دیں' صبح ٹھنڈے پانی سے دھولیں' یہ بلیچ کا کام کرتا ہے اور جلد نرم کرتا ہے۔

### چکنی جلد کے لیے لیموں اور پپیتے کا ماسک

دو چمچ لیموں کا رس' تین چمچ پپیتے کا گودا مکس



کریں' اس میں آدھا چمچ ہلدی ملا کر اچھی طرح پیسٹ بنائیں' آنکھوں کے اطراف کے حصے کو چھوڑ کر پورے چہرے پر اس کا لیپ کریں' 20 منٹ کے بعد منہ دھوئیں' فرق آپ کو واضح نظر آئے گا۔ ہلدی کو جب نشاستہ اور لیموں کے ساتھ مکس کر کے چہرے پر لگایا جائے تو یہ بہترین کلینزر کا کام کرتا ہے اسکن کو خشکی سے بچاتا ہے۔

### پپیتا کریم

ہماری ڈائٹ میں پپیتے کا بہت اہم رول ہے' پپیتے کے گودے کو اپنے چہرے پر لگائیں اور 20 منٹ کے بعد ہٹادیں' کیل مہاسوں کو ختم کرتا ہے۔

### چکنی جلد

جس جلد پر چکناہٹ نظر آئے' چھونے سے ہاتھ میں چکنائی لگ جائے اور بلیک ہیڈز اور مہاسے نکلتے ہوں اسے چکنی جلد کہتے ہیں۔ یہ بہت ضروری ہے کہ چکنی جلد کو صاف رکھا جائے اور جلد سے نکلنے والی اضافی چکنائی کو کنٹرول کیا جائے' اس کا ایک مثبت پہلو یہ ہے کہ دوسری اقسام کی جلد کے مقابلے میں چکنی جلد پر نسبتاً زیادہ طویل عرصے میں جھریاں پڑتی ہیں کیونکہ اس کا قدرتی تیل اسے باریک لکیروں اور جھریوں سے محفوظ رکھتا ہے' لیکن باقاعدگی کے ساتھ جلد کی دیکھ بھال کا پروگرام اور اس کے ساتھ متوازن صحت مند خوراک چکنی جلد کو کنٹرول میں رکھتی ہے اور مہاسوں کے نکلنے کے امکانات کم کردیتی ہے۔

چہرے پر دن میں دو مرتبہ کلینزنگ کریم لگانا ضروری ہے' ایک مرتبہ دن میں اور دوسری مرتبہ رات کو سوتے وقت' ہمیشہ ہلکا کلینزر استعمال کریں اس سے جلد کے مسامات بند نہیں ہوتے۔

مہاسوں کے لیے نیم کی پتیاں اکسیر ہیں' نیم کی پتیاں دھو کر پیس لیں اور ان کا پیسٹ بنائیں' اسے متاثرہ حصہ پر لگائیں' ایک گھنٹہ لگا رہنے دیں اور پھر دھوئیں' نیم مہاسوں کو زیادہ جلد خشک کردیتا ہے۔

### خشک جلد کے لیے

چائے کا ایک چمچ شہد میں نصف چائے کا چمچ عرق گلاب ملا کر چہرے پر ملیں۔ 15 سے 20 منٹ لگا رہنے دیں اور پھر ٹھنڈے پانی سے دھوئیں۔ شہد کا موئسچرائزر جلد کو سکون بخشتا ہے اسے روزانہ استعمال کیا جاسکتا ہے۔ روغن بادام' روغن زیتون سے باقاعدگی سے مساج کرنے سے چہرے کی خشکی حیرت انگیز طور پر دور ہوجاتی ہے۔ سیب چھیل کر 15 منٹ مساج کریں اور ٹھنڈے پانی سے دھوئیں۔

### نارمل جلد

نارمل جلد عموماً مسائل سے پاک ہوتی ہے اور اسے صحت مند اور روشن رکھنے میں بہت کم محنت صرف کرنا پڑتی ہے۔ نارمل جلد بیشتر لوشن اور کریموں کو برداشت کرسکتی ہے' باقاعدگی سے دیکھ بھال کرنے' متوازن اور صحت بخش غذا کھانے سے نارمل جلد پرکشش اور ملائم رہتی ہے۔ نارمل جلد کی دیکھ بھال کے لیے ہمیشہ پوری طرح متوازن غذا کھایا کریں۔ غذا میں پھل اور ہرے پتوں والی سبزی ضرور شامل ہو۔ اپنے ریفریجریٹر میں ہر وقت عرق گلاب کی ایک چھوٹی سی بوتل رکھا کریں۔ صاف روئی کی پھریری لے کر ٹھنڈے عرق گلاب میں ڈبوئیں اور چہرے پر اچھی طرح ملیں' آپ کو فوراً تازگی کا احساس ہوگا' جس سے آپ لطف اندوز ہوں گی۔

طیبہ نذیر ۔۔۔ شادیوال گجرات

## غزل

رُخ سے اُترا نقاب پتھر کا
میں نے دیکھا گلاب پتھر کا
جھیل سی آنکھ ہی قیامت تھی
اس پہ ٹپکا وہ آب پتھر کا
مجھ کو شعور بخشنے کے لیے
اس نے بھیجا نصاب پتھر کا
پھول سی روح پر میری لوگو
کیسا اترا عذاب پتھر کا
چوٹ کھا کے بھی بے آواز رہا
حوصلہ ہے جناب پتھر کا
میں نے خوشبو سا اک سوال کیا
اس نے بھیجا جواب پتھر کا
چاند الفت کا جس کو سمجھا تھا
تھا وہ اک ماہتاب پتھر کا
مجھ کو معلوم تھا میں روؤں گی
میں نے دیکھا تھا خواب پتھر کا
ظلم اب اور بڑھ نہ پائے گا
آ گیا انقلاب پتھر کا
میرا ہی حوصلہ تھا میں نے کیا
چھوڑ گل انتخاب پتھر کا
لوگ روئیں گے نازی کھو کے تجھے
اب کرو ختم باب پتھر کا

(نازیہ کنول نازی)

## دھرتی کے فرشتے

سجے سرحدوں پر جیسے جواں
نبھاتے ہیں جو فرض کے امتحاں
نہیں دھوپ میں چھاؤں کے طلب گار
لگتے ہے جنت کے ہی شہسوار
ہتھیلی پہ رکھے ہوئے اپنی جاں
شہید وطن عظمتوں کے نشاں
ہے نعرہ تکبیر سے سینہ شاد
ہے ماں سے بھی پہلے خدا ان کو یاد
ہوئی عرشِ بریں پر فرشتوں کی عید
وہ آیا وہ آیا وہ آیا شہید

صدف آرزو۔ ننکانہ صاحب

## غزل

عید آ رہی ہے خوش ہوئے جا رہے ہو
کسک جو دل میں ہے خوب چھپا رہے ہو
عید کی خوشی میں نمایاں نظر آ رہے ہو
مر چکا ہے دل زندہ دکھا رہے ہو
وفا کو کہتے ہیں تیر و نشتر چلا رہے ہو
چھلک نہ پڑیں آنسو بے وجہ مسکرا رہے ہو
عید آ رہی ہے خوش ہوئے جا رہے ہو
کسک جو دل میں ہے خوب چھپا رہے ہو
آہ! کوئی نہ جان پائے گا تم کو افتخار
وفائیں لٹا رہے ہو یا چکر چلا رہے ہو

(افتخار احمد قریشی)

## آنچل

پیارا آنچل ہمارا آنچل
سب کے دلوں کا سہارا آنچل
سب کے گھر کو سجائے آنچل
غم زدہ چہروں کو ہنسائے آنچل
زندگی کا ہر ڈھنگ سکھائے آنچل
اداس رتوں کو پُر بہار بنائے آنچل
خوشیوں کا سائبان ہے آنچل
خواہشوں کی زبان ہے آنچل
پیارا آنچل ہمارا آنچل
سب کے دلوں کا سہارا آنچل

ساجدہ ملک پرویز ۔ حافظ آباد

## غزل

دل کی بربادی کا قصہ مختصر کہنا اسے
ایک دیوانی پھر سے ہے دربدر کہنا اسے
سے صبا پہلے ٹہل کر پوچھنا اس کا مزاج
پھر جو گزری ہے ہماری جاں پر کہنا اسے
پوچھتی ہیں جب کبھی تنہائیاں اس کا پتا
سوچتے رہ جاتے ہیں دیوانہ ور کہنا اسے
یوں فری کچھ لوگ کہہ جاتے ہیں اپنے دل کی بات
اشک سے کرتی ہوں دامن تر بتر کہنا اسے

فریدہ فری یوسف زئی ۔ لاہور

## کس کے انتظار میں ہیں اے مسلماں تو؟

ملت پر آج کڑا وقت پڑا ہے
انسانیت ہے چھوٹی ہر شخص بڑا ہے
بھوک و افلاس اور قتل و غارت میں
اپنے ہی لوگوں کی خونی تجارت میں
حرص و ہوس کے مارے بے حس حکمراں
اپنے ہی گھر کو لوٹتے ہیں بے ایماں
مجھے آج شکایت ہے ہر ایک مسلماں سے
کفر و باطل کو جو چیر دیتے تھے اُن طوفاں سے
کہاں گیا وہ جذبہ ایمانی آج تمہارا
جو تھا ہر ملک و ملت کے مظلوم کا سہارا
قاسم، موسیٰ، طارق، صلاح الدین سلطان
تم ہی تو تھے اسلام کی مضبوط چٹاں
اٹھو کہ زندگی آج بھی منتظر ہے تمہاری
وطن سے دور کر دو یہ مایوسی کی بیماری
صدف اتار پھینکو تم آج یہ طوق غلامی
وطن عزیز کا ہر شخص دے گا پھر تمہیں سلامی

(حنا نفیس صدف)

## غزل

نہ ہو جس میں کوئی دکھ درد دل وہ دل نہیں ہوتا
ل بے درد شہر عشق میں داخل نہیں ہوتا
رکھے زخموں پہ لفظوں کے ہمیشہ نرمی سے پھاہے
کوئی شاعر کسی صورت کبھی قاتل نہیں ہوتا
لگیں سو کفر کے فتوے مگر سچ سچ ہی رہتا ہے
تو پھر حق حق ہی رہتا ہے کبھی باطل نہیں ہوتا
سوا اس کے عمر ساری جس کی حسرت لے کے جینے میں
مقدر چھین لیتا ہے کبھی حاصل نہیں ہوتا
کسی کے بے بس جذبوں کا مجرم جو رکھ نہیں سکتا
یقین کر لیں یقیں سے کہ وہ کبھی قابل نہیں ہوتا
جسے سمجھے تھے ہم نزدیک تر ہے اور ہمارے ہے
ہمارے ہی دکھوں میں وہ کبھی شامل نہیں ہوتا
مجھے اپنی دعاؤں میں ہمیشہ یاد رکھتا ہے
میرا بابا مجھ سے اک گھڑی غافل نہیں ہوتا
نہیں خانم کو کوئی غم خدا سے لو لگائی ہے
کوئی بھی درد مجھ پر اس لیے نازل نہیں ہوتا

فریدہ خانم ۔ لاہور

## غزل

ہاتھوں میں کشکول وضع داری بھی
لہجے میں تھی انکساری بھی
رات ہے کہ ڈھلتی ہی نہیں
ہم نے زلف تیری سنواری بھی
آنکھ کشکول ہے دیدار بھیک
اب تو تھک گیا بھکاری بھی
کوئی قدر کرے تو اچھی ہے
ورنہ خاک ہے خاکساری بھی
کوئی سنتا نہیں تو قبر میں
بے سود ہے آہ و زاری بھی
ہر شخص ہے ناراض مجھ سے
یک عذاب ہے خود داری بھی
دل دکھانے کا داغ ندیم
دھو نہ سکی شرمساری بھی

شفیق احمد ندیم ۔ کراچی

## آج کل

نہ فکرِ فردا نہ یادِ ماضی
نہ چین دل کو نہ بے قراری
نہ وصل کی لرزشیں نظر میں
نہ بے بسی ہجر کے سمے کی
نہ حد سے گزرا ہو جنوں وہ
بس اک اداسی ہے دھیمی دھیمی
بس اک خموشی ہے بے کراں سی
بس اک بے نام سی جلن ہے
بس ایک درد کی تھکن ہے
جو زندگی کے ادھورے پن کو
حدوں سے آگے بڑھا رہی ہے

طیبہ نذیر ۔۔۔ شادیوال گجرات

## غزل

کوئی راز ہے میرے سینے میں
دن کم ہیں میرے جینے میں
مجھے دھیرے سے میرے کہنے دو
مجھے اپنے دل میں اب رہنے دو
میری بوجھل پلکیں کہتی ہیں
تیری آنکھوں کو تکتی رہتی ہیں
میں سب کچھ کھونا چاہتی ہوں
بس تیرا ہونا چاہتی ہوں
عجیب خواہش ہے میری
مجھ پر یہ احساں تو کر دے
اک دن میرے نام تو کر دے
پھر نہ لوٹ کے آؤں گی
نہ تجھے کبھی ستاؤں گی
اب کہہ دو جو بھی ارادہ ہے
کوئی راز ہے میرے سینے میں
دن کم ہیں میرے جینے میں

ثمرہ کمس ۔۔۔ شورکوٹ

## نظم

جب اداس یادوں کے دیپ جلتے ہوں
اور شام کے سائے ڈھلتے ہوں
جب پیار کسی کا یاد آئے
درد کر کسی کے چلتے ہوں
آنکھوں میں آنسو بھر آئیں
اور اشک نہ تم سے رکتے ہوں
تب ان لوگوں کو یاد کرو
جو پیار تمہی سے کرتے ہوں
جو تم بن جی تو سکتے ہوں
پر دل سے تم پر مرتے ہوں

صدف سلیمان ۔۔۔ شورکوٹ شہر

## بے تعبیر سپنے

میری ہم زاد سنو!
اپنی ان روشن آنکھوں میں
یہ بے مہر اور بے تعبیر سپنے مت سجانا
کیونکہ
جب ان سپنوں کی تعبیریں نہیں ملتیں تو
ان آنکھوں کے جلتے دیپ بجھ جاتے ہیں
سپنوں کی یہ کرچیاں ان آنکھوں کو
بہت تکلیف دیتی ہیں
اس لیے اگر ہو سکے تو
خود کو بچا لو ان سپنوں سے
سنو
میری ہم زاد
ابھی سے لوٹ آؤ
ان سپنوں کے حصار سے نکل آؤ
نہیں تو پھر
اپنے دل کے لٹنے کا انتظار کرو

شگفتہ خان ۔۔۔ بھلوال

## مجھے اس بات کا دکھ نہیں کہ

تُو نے رتِ بہار میں میری چاہتوں کا گلشن اجاڑا
مجھے اڑنا سکھا کر میرے پروں کو جلایا
مجھے درد دیا
میری ہنسی چھین کر خون کے آنسو رلایا
میری وفا کو سب بے وفائی کا نام دیا
میرے اعتبار میرے مان میری ہستی کو توڑا
مجھے تنہا چھوڑا
مجھے ساحل پر لا کر ڈبویا
مجھے پل پل جینے مرنے کی اذیت دی
مجھے اس بات کا دکھ نہیں
تُو نے میرے پیار کا سودا کیا
دکھ تو اس بات کا ہے
کہ تُو نے میری وفائیں بیچ کر
کسی کی محبت نہیں، نفرت خریدی
عطا نہیں سزا پائی
مجھے اس بات کا دکھ نہیں کہ
تُو نے مجھے احساسِ تنہائی دیا
دکھ تو صرف اس بات کا ہے
خود کیوں اداس سے ہو؟
ہنسی سے خفا سے ہو
کیوں تنہا سے ہو
ہو گیا !
خود کیوں ادھورے سے ہو؟

ریڈ این پاکیزہ سحر ۔۔۔ تلہ گنگ

## اسے کیا خبر

اسے کیا خبر
دل توڑنا منہ موڑنا
کسی بے نوا کی آنکھ سے
خواب سارے نوچنا نہ سوچنا
اسے کیا خبر
صفِ مژگاں پہ سجے ستاروں کے
پرخلوص جذبوں کو
بے موت کرنا رب سے نہ ڈرنا
اسے کیا خبر
بے منزل سفر کا
درد کیا ہے مدعا کیا ہے
بے تاب دل کی
دوا کیا ہے شفا کیا ہے
اسے کیا خبر
محبتوں میں عروج کیا ہے
زوال کیا ہے
اسے کیا خبر
اس کے بنا میرا حال کیا ہے
محبتوں کے نصاب میں
جواب کیا ہے سوال کیا ہے
اسے کیا خبر
وہ بے خبر
کیونکہ
محبتوں کی کتاب اس نے پڑھی ہی کب ہے؟

سیدہ آرائین جیا ۔۔۔ تلہ گنگ

## آس

سنو!
ابھی جذبوں میں محبت کی رمق باقی ہے
ابھی عمرِ رواں کا سورج ڈھلا نہیں
ابھی دل ہمارا محبت کے نام سے آشنا ہے
ابھی اتنا وقت نہیں گزرا کہ چہرے
یادیں بن کر دھندلے ہو جائیں
محبت کے حسین منظر اس دھند میں کھو جائیں
سو آ جاؤ لوٹ کر
کہ تمہارے لوٹ آنے کی آس دل میں لیے
میں آج بھی محبت کے دیے دل میں جلا رہی ہوں

نوشین اقبال نوشی ۔۔۔ گاؤں بدر مرجان

# بیاض دل

میمونہ تاج

(پہلا انعام) اوعا ہاشمی ... فیصل آباد

سب وہ منظر نہ وہ چہرے ہی نظر آتے ہیں
مجھ کو معلوم نہ تھا خواب بھی مر جاتے ہیں
جانے کس حال میں ہم ہیں کہ ہمیں دیکھ کے سب
ایک پل کے لیے رکتے ہیں گزر جاتے ہیں

(دوسرا انعام) اصدف آرزو ... صاحب

اس کے جدا ہوئے کی کہانی کس سے کہیں
اب بھی اے دل سے چاہو تو تمہاری مرضی

نازیہ کنول نازی ... ہارون آباد

آہ کو چاہیے اک عمر اثر ہونے تک
کون جیتا ہے تیری زلف کے سر ہونے تک
ہم نے مانا کہ تغافل نہ کرو گے لیکن
خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک

صائمہ قریشی ... سکسفورڈ

کیا کہا تو نے ذرا پھر سے تو کہنا قاصد
اس کی آنکھوں میں میرے ذکر سے آنسو آئے

بشریٰ انیس ... بہاولچانی

نہ خط کوئی ہوگا نہ پیغام ہوں گے
مگر دل کے سجدے تیرے نام ہوں گے

لبنیٰ ساجد ... صفدرآباد

جب جب اسے سوچا ہے دل تھام لیا میں نے
نسان کے ہاتھوں سے انسان کیا کریں

سیدہ حیا عباس کاظمی ... تلہ گنگ

تو نے دیکھا ہے کبھی ایک نظر شام کے بعد
کتنے چپ چاپ سے لگتے ہیں شجر شام کے بعد
اتنے چپ چاپ کہ رستے بھی رہیں گے لاعلم
چھوڑ جائیں گے کسی روز نگر شام کے بعد

حسنت بیازل ... شاہ پور

تیرے بارے میں دن رات سوچتی رہتی ہوں لیکن
تیرے بارے میں سب سے پوچھنا اچھا نہیں لگتا
میں اب چاہت کی اس منزل پہ پہنچی ہوں
تیرا جانا کسی کا دیکھنا اچھا نہیں لگتا

عابدہ نسیم ... چیچہ وطنی

نہ چاہت کے جذبات تک
نہ خوشیوں کے لمحات تک
ہے ساری بات تقدیروں کی
تیرے ہاتھ الگ میرے ہاتھ الگ

سر شاہ یاسمین ... حیدرآباد سندھ

ہم وہ ہیں جو غم کو افسانہ بنا دیتے ہیں
ہم برباد دلوں کو دل میں جگہ دیتے ہیں
اب تو عادت سی ہو گئی ہے غم سہنے کی
مقدر رونے کا ہو تو پھر بھی مسکرا دیتے ہیں

ثمن رحمان ... کراچی

میری تنہائی میں یہ خوش بو حنا کس کی تھی
وہ تو میرے ہی وجود کا حصہ تھا پھر یہ صدا کس کی تھی
اپنے ہی آنسوؤں سے بھر گیا آج دامن میرا
ہاتھ تو میرے اٹھے تھے پھر یہ دعا کس کی تھی

صوفیہ بشیر احمد ... عثمان والا

جب میں باتوں سے ٹوٹ جاتا ہوں
کوئی ہونٹوں سے جوڑتا ہے مجھے

صبا وارثی ... سانگھڑ

دل تو چاہا پر شکست دل نے مہلت ہی نہ دی
کچھ گلے شکوے بھی کر لیتے مناجاتوں کے بعد
ان سے جو کہنے گئے تھے فیض جاں صدقہ کیے
ان کہی ہی رہ گئی وہ بات سب باتوں کے بعد

ارسلا شہزادہ ... خیر پور

وہ اک بات بہت تلخ کہی تھی اس نے
بات تو یاد نہیں یاد ہے لہجہ اس کا

نورینہ سلطانی جونی ... ٹوبہ شریف

کچھ دن کٹے ہیں غم میں کچھ دن خوشی کے ساتھ
کتنا ہوا مذاق میری زندگی کے ساتھ
چہرے بدل بدل کر مجھے مل رہے ہیں لوگ
اتنا برا سلوک میری سادگی کے ساتھ

جمیعہ غضنفر ... کوٹلہ رب علی خان

کل رات ہوئیں بہت تمہیں یاد ٹوٹ کے برسا تھا
گلی کوچے جل تھل تھے اور سوچ کا صحرا پیاسا تھا
بند کر کے کواڑوں کو بوندوں نے جب دستک دی
گویا کہ تم آئے ہو منظر تمہارے جیسا تھا

بشریٰ شیخ ... فورٹ



یہ حد بھی نہ توڑ دینا میرے دامن میں رہنا
مجھے پہ دن میں رضا میرے حافظے میں رہنا
میرے ہاتھ کی تیرہ میں تیرا نام جس کے چھپے
میری خواہشوں کی خوشبو میرے دوپٹے میں رہنا

بشریٰ کنول ... کلورکوٹ

مجھے اکثر ستاروں سے یہی آواز آتی ہے
کسی کے ہجر میں نیندیں گنوا کر کچھ نہیں ملتا
جگر ہو جائے گا چھلنی یہ آنکھیں خون روئیں گی
وصی بے فیض لوگوں سے نبھا کر کچھ نہیں ملتا

فریحہ شبیر ... شاہ سدر

تیری باتوں میں ذکر اس کا میری باتوں میں ذکر تیرا
مجھ سے عشق ہے تمہارا نہ تو میر نہ میں تیرا

منصورہ ... ختیات

کبھی ہوا کہ ہوا لے گئی اڑا کے مجھے
تجھے تو کچھ نہ ملا خاک میں ملا کے مجھے
میں اپنی موج میں ڈوبا ہوا جزیرہ ہوں
اتر گیا ہے سمندر بلند پا کے مجھے

شاہ رخ ... چنڈی

آج اداس ہوا تو پتا چلا ہے مجھے بھی
زندگی کہتے کسے ہیں اور کیا ہے زندگی

ناہیدہ شفاق ... KGM

وہ خفا ہے اور بات بھی نہیں ہوتی
سینے میں ہونٹ کوئی بات بھی نہیں ہوتی
وہ میری ذات کا حصہ بھی بن نہیں سکتے
مگر جدا اس سے میری ذات بھی نہیں ہوتی

نامہ خیال ... ملتان

دل جنوں کی حد سے گزر جائے تو
وہ سمیٹے آئے گا ہمیں بکھر جائے تو
ابھی دسترس میں ہوں تو احساس نہیں ہے آپ کو
رو رو کے پکارے گا ہمیں دور مر جائے تو

تاخیر سے موصول ہونے والے خط۔

مہک گل کراچی۔ حنا نوں ... توفیق نمکی ... علیمہ مدیر ... شاہدہ بیگم جہلم۔ سعدیہ نور ریحہ ... صائمہ سکندر سومرو ... کنول مجید یاد ... مسکان ملک ... رمیسہ ... صدف سیماں شورکوٹ شیخ ... ساریہ ... جہلم۔ ایم احسن ... جام پور۔ سیما ... نائلہ ... کراچی۔ ساجد صدیقی ... صدیقی کراچی۔ زاہدہ علوی راولپنڈی۔ ... اسحاق ساہیوال۔ تاشہ ... حافظ کمیسر ... شاہ ... سیالکوٹ ساہیوال۔ ... شہباز ... شاہین ... سیدہ شاہ کاظمی پنڈی۔ سمیعہ ناز ... کلاں۔ بشریٰ باجوہ اوکاڑہ ... حیدرآباد سندھ۔ حذیفہ ... جہلم۔ حنا نورین ... توشیبہ اقبال ... گاؤں مدرسہ ... حسینہ ... چکوال۔ ... ساجدہ رحمت ... سیدہ شعیبہ ... سیالکوٹ۔


کوپن بیاض دل برائے ماہ اکتوبر ۲۰۱۲ء

بہنیں اپنا مکمل نام و پتا بھی لکھا کریں تاکہ بہ وقت ضرورت رابطہ میں آسانی رہے۔ جو بہنیں کوپن کے ساتھ اپنا انتخاب ارسال کریں گی وہ شامل اشاعت کیا جائے گا اور بہترین انتخاب پر ایک ماہ کا رسالہ ارسال کیا جائے گا۔ بغیر کوپن کے کوئی بھی انتخاب قابل قبول نہیں ہوگا۔ تمام تر اختیارات ادارے کے پاس محفوظ ہیں۔ انچارج

مکمل نام

شہر کا نام

اشعار

# یادگار لمحے

جویریہ طاہر

**حمد**

اے اللہ کس طرح کروں میں تیرا شکر
تیری ذات ہی نہیں مثل کوئی مشکل
تو رحیم ہے تو کریم ہے تو عظیم ہے مولا
تیرے کُن کا تجھ جیسا نہ کوئی اور ہے مولا
ماں کی ممتا بھی تیرے مقابل ہے ذرّے کی مانند
تیری محبت ہم سے بے شمار ہے مولا
تا عمر اک میں کام کروں
تیرے احسانات مولا شمار کروں
وقت آ جائے گا اجل کا مولا
پھر بھی تیرے احسانات نہ شمار کر سکوں گا
آنکھوں میں آ جاتی ہے نمی سی مولا
جب تیری محبت دیکھ کر اپنے اعمال کا محاسبہ کروں

(اجالا بخاری)

**نعت**

محمدؐ نے ہم سے ہٹایا
تو اس لفظ میں حمد پایا
حمد کا مطلب ہے تعریف کے مقابل صرف آپ کو پایا
کیوں نہ ہوں آپ دنیا میں اعلیٰ
کہ آپ ہی نے جاہلوں کو معتبر بنایا
کہاں تھے عرب کے وحشی
اور کہاں روم و ایران کا بادشاہ بنایا
آپ کے آنے سے جہاں میں اجالا ہوا کیسا
کہ ہر ذرّہ آپ کے اجالے سے دمکتا پایا
حمد و ثنا کے لفظوں کی جہاں ہوتی ہے انتہا
ایسا بلند اخلاق ایسا معتبر صرف آپ کو پایا

(اجالا بخاری)

**نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش مزاجی**

ہمارے پیارے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نرم دل، ہنس مکھ اور خوش مزاج تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی لوگوں سے ہنسی مذاق کر لیتے تھے لیکن ہنسی مذاق بھی بہت پاکیزہ اور پیارا ہوتا تھا۔

ایک بار ایک نابینا شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا "اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں جنت میں داخل ہو سکوں گا۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نہیں بھائی! کوئی اندھا جنت میں نہ جائے گا۔" وہ نابینا رونے لگا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیے اور فرمایا "بھائی کوئی اندھا اندھا ہونے کی حالت میں جنت میں داخل نہ ہوگا بلکہ سب کی آنکھیں روشن ہوں گی۔" یہ سن کر وہ خوش ہو گیا۔

ایک مرتبہ ایک بوڑھی صحابیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ میرے لیے جنت کی دعا کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کوئی بوڑھی عورت جنت میں نہ جائے گی۔" وہ رونے لگیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا "بوڑھی عورتیں جنت میں نہ جائیں گی مگر جواں ہو کر جائیں گی۔" اس پر وہ خوش ہو گئیں۔

ایک بار آپ کی کھلائی ماں حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک اونٹ مانگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں اونٹ کا بچہ دوں گا۔" انہوں نے عرض کیا "میں اونٹ کا بچہ لے کر کیا کروں گی؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں تو آپ کو اونٹ کا بچہ ہی دوں گا۔" اس پر وہ غم زدہ ہو گئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خادم کو اشارہ کیا انہوں نے ایک جوان اونٹ لا کر حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کے سپرد کر دیا۔ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا "کیا یہ اونٹ کا بچہ نہیں۔ ہر اونٹ اونٹ کا بچہ ہی تو ہوتا ہے۔" یہ سن کر وہ مسکرا دیں۔

انیقہ صدف ... حیدر آباد

**سورۂ رحمٰن**

"وہ جس نے تجھے مٹی سے انسان بنایا، وہ جو تمہارے گناہوں کے باوجود تمہیں ہر روز رزق دیتا ہے وہ جو تمہاری توبہ پر تمہارے گناہوں کو بھی نیکیوں میں بدل دیتا ہے وہ جو تمہارے راز جانتے ہوئے بھی تمہاری پردہ پوشی کرتا ہے باوجود انہیں فاش نہیں کرتا۔ وہ جس نے تم کو فضیلت کی وہ جس نے تمہارے لیے قرآن اتارا تاکہ تم اس کے ذریعے جنت حاصل کرو تو تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے" ذرا سوچیے۔

مسکان ... قصور

**ایک قدم**

ایک اللہ والے فرمایا کرتے تھے کہ "جنت دو قدم پر ہے" کسی نے پوچھا "جناب وہ کیسے؟"
فرمایا "ایک قدم تو اپنے نفس پر رکھ لے دوسرا قدم تجھے جنت میں پہنچا دے گا۔"

انا احسب ... گجرات

**پاکستان تجھے سلام**

مجھے کبھی اس چھوٹے ترقی پذیر گندے ٹوٹی سڑکوں والے ملک کا شہری ہونے پر شرمندگی نہیں ہوئی۔ شاید اس وجہ سے کیوں کہ میں نے کبھی اس کے مسائل میں اضافہ نہیں کیا۔ میں نے ہمیشہ اسے اپنے پاس موجود سب سے بہترین شے دی۔ آپ میں سے کوئی بھی اس چیز کو نہیں سمجھ سکتا "آج آپ سے آپ کا گھر چھین لیا جائے اور پھر آپ لڑ جھگڑ کر بری طرح خون دے کر اس گھر کو واپس لیں تو پھر آپ کو وہ ٹوٹا پھوٹا گھر بھی جنت سے کم نہیں لگے گا۔ تب آپ کسی کو اس کی دیوار پر ہاتھ تک نہیں رکھنے دیں گے کہاں یہ کہ کسی کو اندر آنے دیں۔

مہوش ملک ..... گنگا پور

**استاد کا احترام**

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے استاد کو حقیر جانے اللہ پاک اس کو 12 مصیبتوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔

- جو علم وہ حاصل کرے گا بھول جائے گا
- اس کی عمر کم ہوگی
- اس کا رزق جاتا رہے گا
- اس کے چہرے سے نیکی اور سعادت کی رونق ختم ہو جائے گی
- عبادت الٰہی کی اس کو توفیق نہ ہوگی
- شیطان کے مکر و فریب میں ہمیشہ مبتلا رہے گا
- معرفت الٰہی کے لیے اس کا دل حاضر نہیں ہوگا
- مرتے وقت اس کی زبان کلمۂ شہادت کے لیے گونگی ہو جائے گی
- دنیا سے بے ایمان اٹھے گا
- اس کی قبر تنگ ہو جائے گی کہ اس کی ہڈیاں اور پسلیاں چور چور ہو جائیں گی
- فاسقوں اور بدکاروں کے زمرے میں اس کا حشر ہوگا
- ہمیشہ دوزخ میں رہے گا

شہرادی سعادت ... ڈی آئی خان

**آنچل کی شمع**

سمندر کے ساحل کے قریب تاریکی میں ایک سنو وائٹ پری محو رقص تھی۔ اس کے سر پر ایک خوب صورت آنچل تھا۔ ہم ساحل کے قریب حیرت زدہ کھڑے تھے کہ اچانک اس سنو وائٹ پری نے ایک شمع جلائی۔ دیکھتے دیکھتے اس شمع سے بہت سی شمعیں جلنا شروع ہو گئیں اور تاریک سماں روشن ہو گیا۔ ہم آہستہ آہستہ قریب گئے تو اس سنو وائٹ پری نے ہمیں بھی اپنی خوب صورت مسکراہٹ سے خوش آمدید کہا اور ہمارا ہاتھ تھام کر جلنے والی شمعوں کے قریب لے گئی پھر ہمارے آنچل کو درست کرتے ہوئے بادلوں کے اس پار چلی گئی۔ ہم خواب کی سی حالت میں تھے آپ کو بتاتے ہیں وہ سنو وائٹ پری ہماری اور آپ سب کی فرحت آپا تھیں پہلی شمع جو انہوں نے جلائی وہ قیصر آپا کی تھی باقی کی شمعیں نازیہ کنول نازی، عشنا کوثر سردار، نفیسہ صغیر احمد اور دیگر رائٹرز کی تھیں اور بہت سی نئی شمعیں ایسی بھی تھیں جن کی روشنی اگرچہ مدہم تھی مگر وہ بھی پوری آب و تاب سے جلنے کی کوشش کر رہی تھیں۔ وہ مدہم سی روشنی نئی رائٹرز کی جو اپنے قلم کی روشنی پھیلا رہی تھیں پھر ہم بھی آنچل کے ایک ننھی شمع جلانے کی کوشش کرنے لگے۔

سمیرا انور ... جھنگ

**گناہ میں لذت ضرور ہے مگر سکون نہیں**

جب بیماری کے ڈر سے کھانا چھوڑ دیا جاتا ہے تو اللہ کے ڈر سے گناہ کیوں نہیں چھوڑے جاتے۔ آپ کی مسکراہٹ صدقہ جاریہ ہے اس میں بخل نہ کریں۔

سب سے عظیم اخوت ... ایمان
سب سے بڑا رتبہ ... شہادت
سب سے بڑا اجتماع ... حج

سب سے بہترین مشروب..... دودھ اور شہد
سب سے پیارا پہاڑ غار ثور
سب سے بابرکت پانی آب زم زم
سب سے خوش نصیب پھل کھجور

❖ جس گناہ سے محروم ہوتی ہے وہ بخل اور حسد ہے
❖ جس گناہ سے انسان پر لعنت ہوتی ہے وہ جھوٹ ہے
❖ جس گناہ سے پکڑ ہوتی ہے وہ ظلم ہے
❖ جس گناہ سے پوری انسانیت تباہ ہوتی ہے وہ قتل ہے
❖ جس گناہ سے نعمتوں کا زوال آتا ہے وہ تکبر ہے
❖ وہ لوگ کتنے کم ظرف ہیں جو دوسروں کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں
❖ وہ لوگ کتنے عظیم ہوتے ہیں جو دوسروں کی غلطیاں معاف کردیتے ہیں
❖ جس کی شرافت اور انسانیت کا اندازہ کرنا ہو تو اسے قرض دے کر دیکھو اس کا ہم سایہ بن کر دیکھو اس کے ساتھ سفر کرکے دیکھو
❖ اگر روزی عقل سے ہوتی تو دنیا کے تمام بے وقوف بھوکے مرجاتے

فلک بنت ندیم حیدرآباد

### آزمائش میں بھلائی

ہر حال میں رب کا شکر ادا کرتے رہو۔ خالق کائنات وہ جانتا ہے جو ہم نہیں جانتے، ہماری ہر آزمائش کے پیچھے ہماری بھلائی پوشیدہ ہے کہ ہر آزمائش انسان کو کندن بنا دیتی ہے اور ہر بار وہ نکھار پیدا کرلیتا ہے۔ ہمیں اپنی خیر و عافیت میں ہر وقت کوشش کرنی چاہیے کہ ہمارا رب ہم سے راضی رہے۔
بے شک وہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

حنا نورین والٹن

### محبت کی حقیقت

ایک لڑکی نے ایک بزرگ سے پوچھا محبت کی حقیقت کیا ہے؟ بزرگ نے کہا جاؤ باغ میں اور جو سب سے زیادہ خوب صورت پھول ہو اسے توڑ لاؤ۔ وہ لڑکی ایک دن بعد واپس آئی اور یوں میں پھول دیکھتی رہی ایک پھول سب سے خوب صورت تھا مگر اس سے بہتر کی تلاش میں چل پڑی مگر کوئی پیارا نہ لگا جب لوٹ کر آئی تو اسے کوئی توڑ کر جا چکا تھا۔
بزرگ نے کہا۔ یہی محبت کی حقیقت ہے جو سامنے ہو اس کی قدر نہیں کی جاتی جب وہ پاس نہ ہو تو وہ کسی اور کا ہوچکا ہوتا ہے۔

مدیحہ نورین برنالی

### قسمت

❖ قسمت وہ مارکیٹ ہے جہاں جدوجہد چیزوں کی قیمت بڑھاتی ہے اور کاہلی انہیں گھٹاتی ہے۔
❖ قسمت انسان اور جدوجہد کے درمیان ایک متحرک لنگر ہے۔
❖ ہماری قسمت کا فیصلہ ہماری زبان کی نوک پر ہوتا ہے۔
❖ قسمت ہمارے معاملات کو ہماری تمناؤں سے بہتر طور پر چلاتی ہے۔
❖ قسمت ملکیت کے طور پر نہیں آزمائش کے طور پر آدمی کے پاس آتی ہے۔

صفیہ سعدیہ عثمان والا قصور

### غزل

گونگی ہوگئی آج کچھ زبان کہتے کہتے
ہچکچا گیا میں خود کو مسلمان کہتے کہتے
یہ بات نہیں کہ مجھ کو اس پر یقین نہیں
بس ڈر گیا خود کو صاحب ایمان کہتے کہتے
توفیق نہ ہوئی مجھے اک وقت کی نماز کی
اور چپ نہ ہوا مؤذن اذان کہتے کہتے
کسی کافر نے جو پوچھا یہ کیا ہے مہینہ
شرم سے پانی ماتھے سے گر گیا رمضان کہتے کہتے
میری الماری میں پڑی گرد والی کتاب کا جو پوچھا
میں گڑھ گیا زمین میں قرآن کہتے کہتے
یہ سن کے چپ سادھ لی اقبال نے
یوں لگا جیسے رک گیا وہ مجھے حیوان کہتے کہتے
شاعر علامہ اقبال انتخاب کائنات عابد فیصل آباد

### خواہش

میرے دل میں ایک خواہش شدت سے مچلتی ہے۔ کاش اس دنیا کا ہر شخص میجر عزیز بھٹی کی طرح ہو۔ جس کے سینے میں دھڑکنے والا دل اپنے وطن کی مٹی کی خوشبو محسوس کرے۔ اسے احساس ہو کہ وہ اس وطن کا رکھوالا ہے ان ماؤں بہنوں کا رکھوالا ہے کہ جن کو سر بازار لوٹ لیا جاتا ہے یا غیرت کے نام پر قتل کردیا جاتا ہے یا ان کے سر سے شفقت کا سایہ اتار دیا جاتا ہے۔ کاش اس وطن کا ہر شخص کیپٹن یاسر جیسا ہو جس نے شہادت کا رتبہ حاصل کرکے اپنے ملک کے رازوں کو بچالیا۔ کاش کچھ ایسا ہوجائے وہ پیار محبت خلوص امن دوبارہ ہوجائے لوگ بھائی بھائی بن جائیں۔ کاش! یہ ملک امن کا گہوارہ بن جائے۔

دعا خان چیچہ وطنی

### عذاب قبر

ایک شخص کا انتقال ہوگیا لوگ اس کے لیے قبر کھودنے گئے جیسے ہی انہوں نے قبر کھودی تو ایک خوف ناک سانپ نکل آیا لوگوں نے گھبرا کر قبر بند کردی۔ دوسری قبر کھودی تو پھر سانپ نکل آیا یہاں تک کہ تیسری قبر کھودی تو وہاں پر بھی سانپ تھا آخر سانپ نے خود زبان کھولی اور کہا کہ تم جو بھی قبر کھودو گے میں اس میں موجود ہوں گا۔ لوگوں نے پوچھا کہ آخر یہ عذاب کس لیے ہے تو سانپ نے کہا اس لیے کہ جب اس کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جاتا تو یہ شخص آپ پر درود پاک نہیں پڑھتا تھا اس لیے دوستو اگر آپ میں یہ عادت ہے تو ابھی توبہ کیجیے اور جہاں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر سنو تو درود بھیجو۔

ماہ رخ سیال..... سلانوالی

### ادب

اورنگ زیب عالمگیر نے ایک نوکر محمد خان کو صرف خان کہہ کر بلایا۔ نوکر وضو کا پانی لے آیا کسی نے پوچھا تمہیں کیسے پتا چلا کہ بادشاہ کو وضو کی حاجت ہے۔ نوکر نے جواب دیا "بادشاہ کی عادت ہے وہ بغیر وضو کے محمد نام نہیں لیتا جب بادشاہ نے مجھ کو صرف خان کہہ کر پکارا تو میں سمجھ گیا کہ بادشاہ کا وضو نہیں ہے اور میں وضو کا پانی لے کر آیا (سبحان اللہ)
کاش کہ ہم کو بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا ادب حاصل ہوجائے۔

بشریٰ باجوہ عطاریہ اوکاڑہ

### آنچل کے نام

آنکھیں ترستی ہیں اس کے دید کو
نہ جانے وہ کیوں اتنا تڑپاتا ہے
چاہتے ہیں سب اس کو بہت زیادہ
لیکن وہ ایک مہینے بعد ہی آتا ہے

مہریں آصف بٹ بھنسہ AK

### استاد

ایک بار خلیفہ ہارون الرشید کے بیٹے اپنے استاد کو وضو کرا رہے تھے دوران کے پاؤں پر پانی ڈال رہے تھے اچانک خلیفہ ہارون الرشید وہاں آگئے جب یہ سب کچھ دیکھا تو بہت برہم ہوئے اور شہزادے کو ڈانٹا۔
استاد نے کہا۔ "نماز کا وقت ہورہا تھا اس لیے شہزادے کو زحمت دی۔"
خلیفہ نے کہا "میں نے شہزادے کو اس لیے ڈانٹا ہے کہ اس کا ایک ہاتھ خالی تھا اس خالی ہاتھ سے شہزادے نے آپ کے پاؤں کیوں نہیں دھوئے۔"

پروین افضل شاہین بہاولنگر

### ماں

ماں کا آنچل..... دھوپ میں بادل
ماں کی باتیں..... نیند کی راتیں
ماں کا دامن جنت سا دامن
ماں کا غصہ پیار کا حصہ
ماں ہے کیا؟
کس رب دعا

صدیق خان باغ آزاد کشمیر

## یادگار لمحے

قارئین بہنوں مکمل نام و پتا بھی تحریر کیا کریں تاکہ انعام کی ترسیل بروقت ہوسکے۔ کسی بھی دو بہترین انتخاب پر ایک ماہ کے لیے اعزازی رسالہ ارسال کیا جائے گا۔ بہنوں سے درخواست ہے کہ وہ اپنا مکمل پتا بھی لکھا کریں۔ انتخاب منتخب کرنے کے تمام تر اختیارات ادارے کے پاس محفوظ ہیں۔ انچارج

# آئینہ

شہلا عامر

سے دعا ہے ایسا ہو ... معاشرتی مسائل کی پریشانیاں اور مشکلات دور ہو جائیں۔

**سدرہ ارمس ... جہلم۔** السلام علیکم پیارے آنچل ... مجھے آنچل بہت پسند ہے ... مجھے پتا چلا 27، 26 تاریخ کو آنچل ... [illegible]

[illegible]

☆ ... [illegible]

**ساجدہ رحمت ... [illegible]** السلام علیکم ... [illegible]

[illegible]



[illegible]

# دوست کا پیغام آئے

ہما احمد

[illegible]



[illegible]

# ہم سے پوچھئے

**شمائلہ کاشف**

### پروین افضل شاہین ۔۔۔ بہاول نگر

س: ہمیشہ جوان جوانی میں ہی میرے میاں جانی پرنس افضل شاہین کا دماغ کیوں الٹنے لگتا ہے؟
ج: یہ تو اچھی بات ہے جلدی سے کھالو۔
س: گھوڑے بیچ کر سونے والے گدھوں کی فکر کیوں نہیں کرتے؟
ج: اس لیے کہ گھوڑے قیمتی ہوتے ہیں۔
س: مجھے دل میں بٹھانے کا کتنا کرایہ لیں گی؟
ج: جو دل کرے دے دو۔
س: میرے میاں جانی پرنس افضل شاہین مجھے گاڑی چلانا کیوں نہیں سکھاتے؟
ج: خطرہ ہوگا کہ گاڑی برباد ہو جائے۔

### بشریٰ ملک، ماہرہ ملک ۔۔۔ دھاندرا فیصل آباد

س: آج دل دکھا ہے تم یاد آئے بھلا کون؟
ج: وہ تو نہیں جو گھر سے باہر بندھا ہوا ہے۔
س: اس کی ہر ادا محبت کیوں لگتی ہے؟
ج: وہ ہوگا اس طرح کا۔
س: کہتے ہے کہ مرد کو پرکھنے کے لیے اس کا غصہ اور عورت کو پرکھنے کے لیے کیا چیز دیکھنی چاہیے؟
ج: اس کا ظرف۔

### رانی اسلام ۔۔۔ گوجرانوالہ

س: شمائلہ جی آج کل گرمی کتنی زیادہ ہے اور لوڈشیڈنگ خدا کی امان آپ ہی کچھ کہیے؟
ج: اس حال میں جب تم کچھ کہنے کے قابل نہیں تو ہم سے سوال کیسا؟
س: شمائلہ جی بچھڑ کر ملنا اور پھر مل کر بچھڑ جانا کس قدر تلخ تجربہ ہے؟
ج: ہمیں اس سلسلے میں فی الحال کوئی تجربہ نہیں۔

### عائشہ کرن صدیقی ۔۔۔ کوٹ چھٹہ

س: السلام علیکم! آپی آپ کی محفل میں آئی تھی لیکن آپ نے دھکے دے کر باہر کیا کیوں آپی؟
ج: وعلیکم السلام پیارے بی بی کچھ خوف خدا کرو۔
س: آپ کو گرمی لگتی ہے؟
ج: بی بی گرمی انسانوں کو ہی لگتی ہے۔
س: آپی جی میری عمر 17 سال ہے آپ کی کتنی ہے بتائیں کان قریب کرلیا ہے میں نے؟
ج: ہماری عمر نہ پوچھو۔
س: آپی جون میں گرمی اپنا جنون لے کر کیوں آتی ہے؟
ج: دنیا والی گرمی سے مت گھبراؤ۔

### ملیحہ نورین ۔۔۔ برنالی

س: دیکھو ہے ہو تم کہاں اور میں ہوں یہاں؟
ج: کیا آنکھوں میں خرابی ہے۔
س: آج کے دور میں کیا ضروری ہے۔ پیسا، رشتے؟
ج: خلوص، اخلاص اور اچھی نیت۔
س: عورت کو کمتر کیوں سمجھا جاتا ہے؟
ج: کون احمق سمجھتا ہے۔
س: انسان کے پاس سب سے قیمتی شے کون سی ہے؟
ج: عزت۔
س: اخلاقی قدروں کو پامال کیوں کیا جارہا ہے؟
ج: اس لیے کہ ہم مفلس ہوتے جارہے ہیں۔

### ام کلثوم رانی ۔۔۔ اختر آباد اوکاڑہ

س: اگر کسی بہت اپنے کا آپ پر سے یقین اٹھ جائے تو؟
ج: آئندہ اس پر یقین نہ کرنا ٹھیک ہے۔
س: مجھے غصہ بہت آتا ہے کیا کروں؟
ج: غصہ تو شیطان کو بھی آتا ہے۔ استغفار کی کثرت کیا کرو۔
س: بہت سے لوگوں کی طرح آپ نے بھی کہا اچھا لکھتی ہو کچھ اور کہیں نا۔
ج: اچھا یہ سانحہ کب ہوا کہ میں نے کہا آپ اچھا لکھتی ہو؟
س: اگر میں آپ کو لو لیٹر لکھوں تو آپ کے "وہ" کیا کریں گے؟
ج: ان کے پاؤں کا سائز 9 نمبر ہے۔
س: دعا کریں میرے لیے اور یہ بھی کہ میری چپ اب کبھی نہ ٹوٹے۔
ج: اللہ تعالیٰ آپ کو ہر معاملے میں میانہ روی اختیار کرنے کی توفیق دے۔

### آسیہ فضہ ۔۔۔ گنگا پور، فیصل آباد

س: آپی مرجھائے ہوئے پھول اور ٹھکرائے ہوئے انسان میں کیا فرق ہے؟
ج: کبھی کسی ٹھکرائے انسان سے واسطہ نہیں ہوا۔
س: آپ کے نزدیک خوف کا تعلق دل سے ہے یا دماغ سے؟
ج: دل سے مگر یہ خوف اللہ کے لیے ہو تو بہت اچھا۔
س: عمل اور علم میں کیا فرق ہے؟
ج: کوئی خاص نہیں علم سیکھ کر انسان عمل کرتا ہے۔
س: صبر کا پھل کہاں سے ملتا ہے؟
ج: جنت الفردوس میں۔

### صائمہ احمد سحر ۔۔۔ یہابزہ سرگودھا

س: آنچل میں نئے آنے والوں کے ساتھ آپ کیسا سلوک کرتی ہیں؟
ج: یہ تو آپ اپنے ہم عصروں سے پوچھیں۔
س: آپی آپ کتنے گھنٹے سوتی ہیں؟
ج: اتنا جتنا ایک نارمل انسان سوتا ہے۔
س: آپی گھر کے کاموں میں دل نہیں لگتا کیا کروں؟
ج: ایک دل ہے ایک ہی جگہ لگے گا نا۔
س: میری دوست کی سالگرہ ہے اسے کون سا تحفہ دوں؟
ج: ڈھیر سارا پیار، خلوص و محبت کے ساتھ ایک پھول گلاب کا۔

### اقرا مہرین وشال ۔۔۔ عبدالحکیم کینٹ

س: شمائلہ جی ہم نے آپ کو ویڈیو میں دیکھا تھا۔ بہت پیاری لگ رہی تھیں آپ کیا واقعی ہی آپ اتنی ہی پیاری ہیں؟
ج: اچھا تو وہ تم تھیں جس نے مجھے دیکھا تھا۔
س: آپی جی ہم نے آپ کو بہت گفٹ کرنا ہے مگر راستے کو پیک کرنے کے لیے گفٹ ریپر ہی نہیں مل رہا کیا کریں؟
ج: ایسے ہی بھیج دو۔
س: آپی بہت کٹھن رستہ ہے منزل کا کہیں پتا نہیں کیا کیا جائے؟
ج: منزل کا معلوم کرو راستا خود بخود آسان ہو جائے گا۔

### سیدہ کنزہ زین ۔۔۔ منڈی بہاؤالدین

س: شمی آپی بعض اوقات انسان کے لیے محبت سے زیادہ دولت کیوں اہمیت اختیار کر جاتی ہے؟
ج: اس لیے کہ انسان کی حیثیت کم ہوگئی ہے۔
س: شمی آپی لوگ ہر بار چہرہ بدل کر کیوں سامنے آجاتے ہیں؟
ج: کیوں کہ وہ میک اپ کے ماہر ہوں گے۔
س: آپی جی کبھی کبھی اندھیرا روشنی سے زیادہ اچھا کیوں لگنے لگتا ہے؟
ج: اچھے تو دونوں ہی ہوتے ہیں ساری بات مزاج کی ہے۔

### مصباح نورین ۔۔۔ سویٹ ایم K-G

س: آپی ہم نے چپکے سے بجلی تو تنگ کئے خیال آیا حکومت عوام کی چینٹی ہٹانے کیوں نہیں نکلتی؟
ج: آپ نے جو بجلی اس کی مقدار کم ہوگی۔ جبکہ عوام 18 کروڑ ہیں پی ٹی وقت تو لگے گا نا۔
س: ماں کی دعا جنت کی ہوا تو پھر ساس کی دعا؟
ج: ساس بھی تو کسی کی ماں ہوگی اس کی دعا بھی جنت کی ہوا ہوگی۔
س: پوچھو تو جانیں راتوں کو آئے نیند چرائے نیند چرا کے بھاگ جائے؟
ج: گلی میں بھونکنے والا پاگل کتا۔

### عائشہ کرن صدیقی ۔۔۔ کوٹ چھٹہ

س: السلام علیکم! آپی جان کیا حال ہیں اس گرمی میں آپ کا؟
ج: جب یہ جواب تمہارا جارہا ہے اس وقت کراچی میں بارش ہو رہی ہے۔
س: غصہ آتا ہے آپ کو اور کیسے آتا ہے مجھے بتائیں آپ کو غصہ دلوانا ہے جلدی سے بتائیں؟
ج: دلوانے کی ضرورت نہیں یہ سوال پڑھ کر خود ہی آگیا۔
س: شمی آپی لڑکے لڑکیوں کو دیکھ کر سبحان اللہ ماشاء اللہ کیوں کہتے ہیں؟
ج: اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے شاہکار کو یہی کہا جاتا ہے۔
س: اچھی سی دعا کے ساتھ رخصت کریں اللہ حافظ۔
ج: اللہ ہم سب کو والدین کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

### نورین شفیع ۔۔۔ ملتان

س: پہلی دفعہ شرکت کر رہی ہوں جگہ ملے گی؟
ج: جگہ۔۔۔ اچھا ٹھیک ہے لے لو بابا۔
س: میں سوچتی ہوں کہ بے حیائی کب ختم ہوگی آپ بتائیں؟
ج: ہر کام کی ابتدا ہمیں خود سے کرنی چاہیے پہلے اپنا احتساب کریں تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔
س: میری اللہ سے دعا ہے کہ اللہ ہم سب کو نیک ہدایت دے اور اللہ حافظ۔
ج: آمین۔

### مہک سعید ۔۔۔ شاہ نکلر

س: آپی دوستی اور پیار کے رشتے میں سے کسی ایک رشتے کو چننا ہو تو کسے چنیں گی؟
ج: دوستی پیار تو پھر مل جائے گا مگر اچھی دوستی نہیں۔
س: آپی باہر بارش ہو رہی ہو کمرے میں میوزک آن ہو اور اچھی سی مووی کے ساتھ کولڈ ڈرنک کا مزا بھی لیا جارہا ہو پھر بھی کسی چیز کی کمی محسوس ہو رہی ہو بھلا کون سی چیز کی؟
ج: بارش کا ہونا اچھی بات میوزک آن کرنا بری بات اور مووی دیکھنا تو اس سے بھی بری بات۔ ایسے وقت میں صرف اللہ کی رحمت کا شکر ادا کرنا چاہیے۔
س: آپی آپ کی ڈیٹ آف برتھ کیا ہے؟ اور آپ میرڈ ہیں یا ان میرڈ؟
ج: یہ بھی ایک بہت اہم سوال ہے۔
س: آپ کو اللہ ہمیشہ خوش رکھے آمین پیاری سی دعا کے ساتھ رخصت کریں۔
ج: اللہ تعالیٰ ہم سب کو حقوق العباد ادا کرنے والا بنائے۔

### طیبہ سعدیہ عطاریہ ۔۔۔ سیالکوٹ

س: آپ کی چٹ پٹی کیری کی طرح کھٹی میٹھی محفل میں پہلی بار شرکت کر رہی ہوں بیٹھنے کو نہیں کہیں گی یا خود ہی بیٹھ جاؤں؟
ج: خود ہی بیٹھ جاؤ۔
س: آپی آپ کو پتا ہے کہ وہ کتنا خوب صورت ہے ہر طرح کے رنگوں سے مزین جب وہ اپنے آنے کی اطلاع دیتا ہے تو میں خوب



WWW.PAKSOCIETY.COM

بےچینی سے انتظار کرتی ہوں بھلا کس کا؟
ج: اللہ تعالیٰ کی قدرت کی بات ہی کر رہی ہو۔
س: اچھی سی دعا کے ساتھ رخصت کیجیے (پیاری سی تمہیں) آنچل کی محفل سے اگلے ماہ پھر شرکت کے لیے۔
ج: اللہ آپ کو صحت و تندرستی کی دولت عطا فرمائے۔

**نادیہ کامران ...... کھونہ سنگوٹ سیداں**

س: شوہر سے خواہشیں منوانے کا آسان نسخہ بتائیں؟
ج: کچن میں داخل ہو جاؤ اور اچھے مزے دار کھانے پکاؤ۔
س: سوالوں کے جواب بادا چھا کر دیتی ہیں؟
ج: آپ کیا کیا خیال ہے؟
س: اجازت چاہتی ہوں اچھی سی دعا کے ساتھ رخصت کریں؟
ج: اللہ تعالیٰ آپ کو نیک سیرت اور اچھے اخلاق کا دلہا عطا فرمائے۔

**ایمن وفا...... جھنگ**

س: آپی اگر میں آپ کو آپی کہوں تو آپ کو برا تو نہیں لگے گا؟
ج: برا نہیں ٹھیک ہے تم آپی ہی کہہ لو۔
س: آپی یو آر سو سویٹ اینڈ سو کیوٹ پتا نہیں کیوں آنچل پڑھتے وقت بہت زیادہ جذباتی ہو جاتی ہوں۔ کبھی آپ کے جوابات پڑھتے پڑھتے ہنس پڑتی ہوں۔
ج: یہ تو ہمارا کمال ہے۔
س: آنچل اور آنچل والیوں اسپیشلی آپ کے لیے ڈھیر ساری ڈھیروں دعائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ خوش و خرم رکھے اور آنچل کو اور بلندی عطا کرے؟

**ساجدہ زینب...... وپرو والہ چیمہ**

س: نا وہندہ اور درندہ کی مشترکہ خصوصیت تو بتا دیں؟
ج: دونوں کے آخر میں (ندہ) آتا ہے۔
س: ایک جھلک کے دونوں گاسے ہیں اک پیاس کے دونوں پیاسے ہیں بھلا کس کے؟
ج: اللہ کی محبت کے۔
س: انشاء جی اٹھو اب کوچ کرو انشاء جی نے کہاں کوچ کیا کیا آپ کو پتا ہے؟
ج: جی ہاں۔
س: ہائے شاکلہ جی میرے سر میں بہت سخت درد ہو رہا ہے۔
ج: غریب کی دیوار ہے نا۔

**سنبل شاہ عرف سنی ...... حضرت پیر عبدالرحمن**

س: آپی مجھے بہت انتظار ہے بھلا کس کا؟
ج: آنچل کا۔
س: آپی مرد دھوکے باز کیوں ہوتے ہیں؟
ج: اس لیے کہ لڑکیاں نہیں ہوتیں۔
س: آپی کیا کوئی کسی کے لیے مر سکتا ہے؟
ج: ہاں اللہ کی راہ میں۔
س: آپی جو لوگ مر جاتے ہیں وہ خواب میں کیوں نہیں ملتے؟
ج: اس لیے کہ وہ جنت میں ہوتے ہیں۔
س: بھلا سب مجھے آنچل کی دیوانی کیوں کہتے ہیں۔
ج: اس سے پیار و محبت کی وجہ سے۔

**عالیہ کاظمی ...... کھوتہ**

س: سچ بتائیے گا ملیحہ احمد، روبین احمد، نادیہ احمد، حنا احمد، ثمینہ احمد آپس میں سگی بہنیں ہیں اور آپ کاشف صاحب یعنی ہماری بھابی ہیں؟
ج: کاشف صاحب کہہ رہی ہو تو ہم آپ کی بھابی کیسے؟ یہ بہنیں نہیں ہیں۔
س: وہ اتنا خوابوں میں یاد کیوں آتا ہے؟
ج: اس لیے کہ وہ ہر وقت دل و دماغ میں رہتا ہے۔
س: آپی کوئی اگر نظر انداز کرے تو؟
ج: ہم اس کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔
س: جا رہی ہوں رو کیے پلیز آنچل کی محفل سے جانے کا دل نہیں چاہتا؟
ج: جاؤ مگر واپس آنے کے لیے۔

**کامران خان ...... کوہاٹ**

س: خالہ روتی ہوئی عورت اور ہنستے ہوئے مرد پر کیوں کبھی اعتبار نہیں کرنا چاہیے؟
ج: ایا جانی کیونکہ دونوں صنف کبھی کبھی اعتبار کے قابل نہیں ہوتے۔ اس لیے کہ وہ انسان ہیں۔
س: لڑکا جب کسی خوب صورت لڑکی کو دیکھتا ہے تو سر پر ہاتھ کیوں پھیرنے لگتا ہے؟
ج: اس لیے کہ شادی کے بعد لڑکوں کے سر کے بال غائب ہو جاتے ہیں۔
س: ساون میں لڑکیاں تو جھولا جھولتی ہیں لڑکے کیا کرتے ہیں؟
ج: ان کو جھولا جھلاتے ہیں۔
س: چاند دیکھنے کے لیے آخر بڑے بوڑھوں کی ہی کمیٹی کیوں بٹھائی جاتی ہے؟
ج: کیونکہ اکثر حضرات کی آنکھوں میں ہر وقت چاند رہتا ہے۔
س: عمر کے سولہویں سال کو خطرناک کیوں قرار دیا جاتا ہے؟
ج: یہ تو سولہویں سال سے معلوم کرنا ہوگا۔ ویسے عمر کا ہر حصہ خطرناک ہے۔



# کام کی باتیں

**حنا احمد**

## بالنجان (بینگن)

ایک موضوع حدیث جس کی نسبت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غلط طور پر کی گئی ہے۔ اس میں مذکور ہے کہ بینگن جس ارادے سے کھائیں اسی کے لیے مفید ہے (اس حدیث کے بطلان پر متعدد محدثین سے صراحت آئی ہے دیکھیے المنار المنیف 'امام ابن قیم الجوزیہ' کی تالیف صفحہ ۱۵ اور ملا علی قادری کی کتاب المصنوع صفحہ ۴۴ اور سیوطی کی تالیف اللئالی المصنوعہ) انبیاء کی طرف سے اس حدیث کی نسبت کرنا تو دور کی بات ہے کسی عقل مند کی جانب اس کلام کو منسوب کرنا حماقت محض ہے۔

## بینگن کی دو اقسام ہیں

### سیاہ اور سفید

اس کے مزاج کے بارے میں اختلاف ہے کہ یہ بارد (ٹھنڈا) ہے یا حار (گرم) لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کا مزاج حار (گرم) ہے۔ اس کے استعمال سے سوداء کے اندر اضافہ ہوتا ہے اور بواسیر ہوتی ہے اسی طرح اس سے سدے پیدا ہوتے ہیں اور کینسر اور جذام جیسی مہلک بیماریاں رونما ہوتی ہیں چہرے کو سیاہ کرتا ہے رنگ بگاڑتا ہے۔ اس کے استعمال سے منہ میں بدبو پیدا ہوتی ہے البتہ سفید بینگن اور مضرتوں سے خالی ہے۔

## مرض کی اقسام

مرض کی دو اقسام ہیں
☆ دل کی بیماری
☆ جسم کی بیماری

ان دونوں اقسام کی بیماریوں کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے پھر دل کی بیماری بھی دو طرح کی ہیں
شک و شبہ کی بیماری
شہوت و گمراہی کا مرض

ان دونوں اقسام کی بیماری کا ذکر قرآن کریم میں ہے چنانچہ مرض شبہ کے بارے میں قرآن کریم نے یوں کہا ہے کہ

**فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضا** (بقرہ۔۱۰)

ترجمہ: ”کہ ان کے دلوں میں (شک کی) بیماری ہے پس ہم نے اسے خطرناک حد تک بڑھا دیا۔
ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

**و یقول الذین فی قلوبھم مرض و الکافرون ماذا اراد اللہ بھذا مثلا** (مدثر۔۳۱)

ترجمہ: ”جن کے دلوں میں شک کی بیماری ہے اور وہ بول اٹھے کہ خدا نے اس مثال سے کیا ارادہ کیا۔“
اسی طرح خدا ان لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے جنہیں قرآن اور سنت کو ہی اصل یا فیصلہ کن سمجھنے کی دعوت دی جاتی ہے تو وہ انکار کرتے ہیں یا پس پشت ڈال دیتے ہیں فرمایا۔

**”واذا دعوآ الی اللہ و رسولہ لیحکم بینھم اذا مرض منھم معرضون وان یکن لھم الحق یاتو آالیہ مذعنین افی قلوبھم مرض ام ارتابوآ ام یخافون ان یحیف اللہ علیھم و رسولہ بل اولئک ھم الظالمون“** (النور ۴۸ تا ۵۰)

ترجمہ: ”جب ان کی سامنے خدا اور رسول کے حکم ماننے کی بات کی جاتی ہے تو ان کی ایک جماعت انکار کر جاتی ہے اور اگر ان کا کوئی حصہ ہو تو وہ اسے لینے کی غرض سے یقین کے ساتھ لپکتے ہیں کیا ان کے دل بیمار ہیں یا انہیں شک شبے نے لپیٹ لیا ہے یا انہیں اس کا خطرہ لاحق ہے کہ کہیں اللہ اور اس کے رسول ہمارے حصے کم نہ کر دیں یہی ہیں جو بے جا روش پر چلنے والے ہیں۔“ (النور ۴۸ تا ۵۰)

یہ مرض شک و شبہ ہے
رہ گیا مرض شہوت تو اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

**یا نساء النبی لستن کاحد من النساء ان اتقیتن فلا تخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبه مرض" (احزاب۔۳۲)**

ترجمہ: "اے پیغمبر کی بیویو! تم دنیا کی دوسری عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تم پارسائی پر ہو پھر تمہاری گفتگو میں بھی کوئی لچک نہ ہونی چاہیے کہ اس لچک سے دل میں کوئی کھوٹ رکھنے والے تم سے کوئی توقع نہ رکھ سکیں" یہ بیماری جس کی نشاندہی قرآن نے کی ہے وہ شہوت۔ زنا ہی ہے۔ یہ تو دل کی بیماریوں کا بیان تھا' بخدا ان سے بچیے' دنیا و آخرت دونوں سنور جائیں گے' رہ گئیں جسمانی بیماریاں تو زندگی نے وفا کی تو ان پہ بات کرنے کی کوشش بھی ضرور کروں گی۔ دعاؤں میں دعا کو ضرور یاد رکھیے گا۔ ان شاء اللہ اگلے ماہ پھر حاضر ہوں گی تب تک کے لیے اللہ حافظ۔

دعا ہاشمی..... فیصل آباد

## ٹوٹکے

☆ بلیک ہیڈز کے لیے ایک سخت ٹماٹر کاٹ کر پورے چہرے پر رگڑیں ایک گھنٹے بعد منہ دھولیں۔

☆ جلد کی چکناہٹ دور کرنے کے لیے روزانہ دو مرتبہ بیسن سے منہ دھوئیں۔

☆ رات کو سوتے وقت کچے دودھ میں ایک چٹکی نمک ملا کر روئی کے پھائے سے چہرے پر مساج کریں ایک ماہ مسلسل یہ عمل کرنے سے چہرے کا رواں جھڑ جاتا ہے۔

اقراء یوسف..... ممبڑ یال

## سر درد کا علاج

+ قہوہ میں دیسی گھی ملا کر گرم گرم پئیں اور چادر تان کر سو جائیں۔

+ اگر پرانا سر درد ہو تو تازہ سیب کا چھلکا اتار کر نمک لگا کر چند روز صبح کے وقت بطور ناشتہ استعمال کریں۔

+ آدھے سر میں درد ہو تو جس حصے میں درد ہو رہا ہو اس کے مخالف ناک کے نتھنے میں اگر شہد کی ایک بوند ڈال دی جائے تو درد فوری طور پر بند ہو جائے گا۔

+ تیز قہوہ میں لیموں کا رس نچوڑ کر پینے سے سر درد دور ہو جاتا ہے۔

+ بادام' سونف' خشک ثابت دھنیا اور کوزہ مصری برابر مقدار میں لیں۔ سونف اور خشک دھنیا توے پر بھون لیں پھر ان کو پیس لیں اور سوتے وقت روزانہ کھائیں۔ پیاز کاٹ کر سونگھنا بھی مفید ہے۔

+ روغن کدو کی سر پر مالش کریں۔

طیبہ نذیر..... شادیوال گجرات

## کھلے مساموں کے لیے ہدایات

چہرے کے مسام چہرے کو تروتازہ اور نرم رکھتے ہیں اگر یہ بند ہو جائیں یا ضرورت سے زیادہ کھل جائیں تو جلدی مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ کھلے مساموں والی جلد کے لیے ہدایات پیش ہیں۔

۱: ایسی جلد کی حامل خواتین جلد کی صفائی کا خاص رکھیں جلد سے چکنائی' گردو غبار اور مردہ خلیوں کی اچھی طرح صفائی کریں تاکہ چہرے پر دانے نہ پیدا ہوں۔

۲: بعض جدید کاسمیٹک پروسیجرز چہرے کے مساموں کا سائز اور بڑھاپے کے اثرات کو بہتر طور پر کنٹرول کر سکتے ہیں۔ اس لیے کسی ماہر امراض جلد کے مشورے سے اپنے چہرے کے تمام مسائل کو کاسمیٹک پروسیجرز سے حل کیا جا سکتا ہے۔

۳: دو ٹماٹر کے جوس میں آدھا چمچ شہد ملا کر دس منٹ کے لیے چہرے پر لیپ کریں۔ اس کے بعد ٹشو سے صاف کر کے ٹھنڈے پانی سے چہرہ دھولیں۔ اس سے کھلے مسام بند ہو جاتے ہیں اور جلد کی تازگی برقرار رہتی ہے۔

طیبہ شیریں..... کوری خدا بخش



# تندرستی صحت

لبابہ احمد

## وٹامن اے کی کمی بچوں کی بصارت چھین سکتی ہے

بچے ماں باپ کی زندگی ہوتے ہیں۔ ان کی پرورش و نگہداشت کے لیے وہ اپنے مقدور بھر توانائیاں صرف کرتے ہیں۔ ہر والدین اپنے بچوں کو صحت مند' خوش و خرم دیکھنا چاہتے ہیں۔ بچوں کے متعلق محبت کے ان جذبات کو اگر انسانیت کے وسیع تناظر میں دیکھا جائے تو بچوں کے حقوق اور ان کی صحت' حفاظت کے لیے کام کرنے والے ادارے بھی گویا ایک پدرانہ کردار ادا کر رہے ہیں۔ عالمی سطح پر اس ضمن میں کام کرنے والے ادارے مثلاً یونیسف وغیرہ دنیا بھر میں بچوں کی عمومی صورت حال ان کو صحت اور علاج کے حوالے سے لاحق مسائل کے متعلق تحقیق کر کے نہ صرف والدین کو ان کے حل کے لیے آگاہی فراہمی کرتے ہیں بلکہ انسانی برادری میں بچوں کے لیے نرم گوشہ رکھنے والے ہر دل کو اس ضمن میں کچھ کرنے کی تحریک دیتے ہیں جیسا کہ نام سے پہلے ہر والدین کی خواہش ہوتی ہے کہ اپنے بچے کو صحت مند اور خوش و خرم دیکھیں۔ یہ خوشی حاصل کرنے کے لیے اوائل عمر سے بچوں کی صحت کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ بچوں کی بیماریوں کے متعلق زیادہ آگہی ضروری ہے۔ عالمی ادارہ صحت کی جانب سے بچوں کی ابتدائی بیماریوں اور حفاظتی ٹیکوں کے لیے چلائی گئی مہم کے خاطر خواہ نتائج پیدا ہو رہے ہیں اور والدین میں پہلے کے مقابلے میں خاصا شعور پیدا ہوا ہے۔ لیکن ابھی بھی پڑھے لکھے والدین کی ایک کثیر تعداد بھی بچوں کی عمومی بیماریوں کی سنگینی سے ناواقف ہے۔ مثلاً وٹامن اے کی کمی کے مسئلے کو لیجیے کتنے والدین آگاہ ہیں کہ پاکستان میں پانچ سال سے کم عمر چھیالیس فیصد بچے وٹامن اے کی کمی کا شکار ہیں۔ جبکہ دنیا بھر میں سالانہ 25 لاکھ بچے اس وٹامن کی کمی سے موت کا شکار ہو جاتے ہیں۔

وٹامن اے کی کمی کے حوالے سے ڈاکٹر مینہ آگبوٹ والا اور ڈاکٹر ناہید فاروقی بہت کام کر رہی ہیں۔ اس وٹامن کی بچوں کے لیے اہمیت اور اس کی کمی سے ہونے والے نقصانات کے بارے میں انہوں نے بتایا۔

وٹامن کی کمی کی وجہ سے دنیا بھر میں پانچ لاکھ بچوں کی بینائی متاثر ہوتی ہے۔ ان میں سے 60 فیصد بچے موت کا شکار ہو جاتے ہیں جو چالیس فیصد بچے موت سے بچ جاتے ہیں ان میں سے پچیس فیصد بچے اندھے پن کا شکار ہو جاتے ہیں جبکہ ساٹھ فیصد بچوں کی بینائی کسی حد تک متاثر ہوتی ہے۔

وٹامن اے کی کمی کی وجہ سے آنکھوں کی روشنی آہستہ آہستہ ختم ہونے لگتی ہے۔ اگر صحت کے کارکن اور مائیں وٹامن اے کی کمی کی علامات کو با آسانی پہچان لیں تو اس کا بروقت تدارک کیا جا سکتا ہے۔

وٹامن کی کمی کی وجہ سے بچے کو اندھیرے میں کم نظر آتا ہے۔ دن کے وقت بھی اگر کمرہ تاریک ہو تو بچے کو دیکھنے میں مشکل پیش آتی ہے۔ جب بچہ اندھیرے میں لڑکھڑائے یا کسی چیز سے ٹکرانے لگے تو ماں کو ہوشیار ہو جانا چاہیے۔ اس علامت کو شب کوری (Night Blindness) کہتے ہیں۔ اس کو رتوندی بھی کہا جاتا ہے۔ چھوٹے بچوں میں شب کوری کا اندازہ آسانی سے نہیں لگایا جا سکتا لیکن دو سال یا اس سے زیادہ عمر کے بچوں میں یہ علامات

آسانی سے پہچانی جاسکتی ہیں۔

اگر بروقت تدارک نہ کیا جائے تو بینائی پر اثر زیادہ نمایاں ہوتا ہے۔

عموماً بچہ تیز روشنی میں دیر تک نہیں دیکھ سکتا اور آنکھوں سے پانی بہنے لگتا ہے یا بچہ اپنی آنکھیں بھینچ لیتا ہے۔ بچے کی اس حرکت کو خطرے کا نشان سمجھنا چاہیے۔

آہستہ آہستہ آنکھوں کی چمک ماند پڑنے لگتی ہے اور آنکھ خشک ہونے لگتی ہے ایسے بچوں کی آنکھیں عموماً سرخ رہتی ہیں اور آنکھوں میں چھوٹے چھوٹے سفید دانے بن جاتے ہیں۔ ان دانوں کو بیٹوٹ دانے یا Bitot Spot کہتے ہیں۔ ایسے بچے عام طور پر روشنی سے نظر چرانے لگتے ہیں۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ آنکھوں میں جھلی سی بننے لگتی ہے جو آنکھوں کی پتلی کے سامنے سفید پردے کی شکل اختیار کر لیتی ہے اور بچے کی بینائی متاثر ہونے لگتی ہے۔ اگر اس حالت میں بھی بچے کو وٹامن اے دے دیا جائے تو اس کی آنکھوں کی بینائی واپس آجاتی ہے۔

جب بروقت وٹامن اے نہ ملے تو آہستہ آہستہ آنکھوں میں زخم بننے لگتے ہیں۔ ان زخموں میں مواد (پیپ) پڑ جاتا ہے اور بچہ اپنی آنکھیں کھو بیٹھتا ہے۔

آنکھیں اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہیں اور ان کی قدر کرنی چاہیے۔ آنکھوں کے پردے پر دنیا بڑی حسین و رنگین نظر آتی ہے لیکن وٹامن اے کی کمی کی وجہ سے یہ رنگین دنیا تاریک ہوجاتی ہے۔

وٹامن اے دینے سے آنکھوں کی بینائی واپس آجاتی ہے لیکن اس کا دار و مدار اس بات پر ہے کہ وٹامن اے کی کمی کی وجہ سے بچے کی آنکھیں کس قدر متاثر ہوئی ہیں۔

ابتدائی درجوں یعنی شب کوری Night Blindnes سے لے کر جھلی بننے تک کے درجے تک وٹامن اے دینے سے بچے کی آنکھوں کی روشنی واپس آسکتی ہے لیکن جب آنکھوں میں زخم پڑ جائیں تو آنکھیں ضائع ہوجاتی ہیں اور وٹامن اے دینے سے بھی بینائی واپس نہیں آتی ہے۔

وٹامن اے بچے کی قوت مدافعت بنانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے اس کی وجہ سے بچے کے خون کے خلیے ایسی فوج پیدا کرتے ہیں کہ مختلف بیماریوں کے خلاف سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جاتی ہے اور بچوں کی مختلف بیماریوں مثلاً دست' نمونیا وغیرہ سے حفاظت کرتی ہے۔

وٹامن اے جسم کی اندرونی تہہ Epithellium کی رطوبت کو جاری رکھنے کے لیے بہت ضروری ہے۔ وٹامن اے کی کمی کی وجہ سے جسم کی اندرونی تہہ خشک ہوجاتی ہے جس کی وجہ سے مختلف جراثیم اس پر حملہ کردیتے ہیں۔ اس طرح جب آنکھوں کی رطوبت ختم ہوجاتی ہے تو آنکھیں خشک ہوجاتی ہیں۔

دنیا بھر میں ماہرین نے وٹامن اے پر تحقیق کے ذریعے ثابت کیا ہے اور جن بچوں میں وٹامن اے کی کمی ہوجاتی ہے ان میں دستوں کی بیماری اور نمونیا بہت عام ہے۔ اس کے علاوہ ایسے بچے عموماً سوکھے کی بیماری کا شکار ہوجاتے ہیں۔

(جاری ہے)



WWW.PAKSOCIETY.COM